دسویں صدی کے عظیم سنی حنفی محدث کے علم وآگہی سے بھرپور رسائل کا مجموعہ

بنام

رسائل ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

جلد دوم

تصانیف

امام علامہ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

متوفی ۱۰۱۴ھ



ترتیب وتدوین وتخریج

ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ

اکبر بک سیلرز لاہور

نام کتاب	....	رسائل حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (جلد دوم)
تصنیف	....	امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری
ترتیب وتدوین	....	ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی
صفحات	....	592
کمپوزنگ	....	عقیل احمد
اشاعت	....	2020ء
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	-/600 روپے

☆☆☆☆☆☆☆☆

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور

اس جلد کی کچھ تفصیل

۱۔ رسائل ملا علی قاری جلد دوم پر کام کا آغاز کیا تو جن رسائل کا انتخاب کیا' ان میں سے پہلے ''نزهة الخاطر الفاتر في ترجمه الشيخ عبدالقادر'' ہے جس کا ترجمہ علامہ اقبال احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا' لیکن جب ہم نے عربی کے ساتھ موازنہ کیا تو کئی مقامات پر کچھ جملوں کا ترجمہ نہیں تھا' کہیں سطر کا اور ایک جگہ پر پورے دس صفحات کا ترجمہ شامل نہیں تھا' ہم نے نہ صرف ان دس صفحات کا ترجمہ شامل کیا بلکہ پوری کتاب کی تخریج بھی کر دی۔

۲۔ ''الادب في رجب'' جس کا ترجمہ و تخریج علامہ محمد عرفان طریقتی صاحب نے کیا ہے۔

۳۔ ''الحظ والاوفر في الحج الاكبر'' ہے' جس کا ترجمہ و تخریج و حواشی علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب نے کیا ہے۔

۴۔ ''بيان الواضح والارسال في حالة الطواف'' اس کا ترجمہ' تخریج اور حواشی بھی علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی زید مجدہٗ نے کیا ہے۔

۵۔ ''الذخيرة الكثيرة في رجاء المغفرة للكبيرة'' ہے' اس کا ترجمہ علامہ مولانا مختار احمد اشرفی صاحب نے کیا ہے۔

۶۔ ''المقالة العنبة في العمامة والعزة'' اس کا ترجمہ و تخریج کی سعادت بندہ فقیر کے حصہ میں آئی۔

۷- ''کشف الخدر عن حال الخضر'' اس کا ترجمہ علامہ محمد گلریز رضا مصباحی صاحب نے کیا' یہ رسالہ نیٹ پر سے ملا' جب اس کا پرنٹ نکلوایا تو تقریباً آٹھ صفحات صاف تھے'ان کا ترجمہ شامل کیا' چند مقامات پر حوالہ جات درج تھے'اس ناچیز نے مکمل تخریج بھی کر دی۔

۸- ''التبیان فی بیان ما فی لیلة النصف من شعبان و لیلة القدر من رمضان'' ہے'اس کا ترجمہ محقق اہل سنت علامہ مفتی محمد عباس رضوی صاحب نے کیا ہے اور تخریج کی سعادت بندۂ ناچیز کو ملی۔

۹- ''المقدمة السالمة فی خوف الخاتمة'' ہے اس کا ترجمہ وتخریج اور مفید حواشی علامہ محمد رئیس اختر مصباحی صاحب نے کیا ہے' چند حوالہ جات بندہ فقیر نے درج کیے۔

۱۰- ''تطهير الطوية فی تحسين النية'' اس کا ترجمہ علامہ آفتاب رضا العطاری المدنی صاحب نے کیا اور تخریج و حاشیہ مفتی مہتاب رضا رضوی نعیمی صاحب کا ہے۔

۱۱- ''الاربعون فی الحاديث القدسية'' اس کا ترجمہ وتخریج کی سعادت بندہ فقیر کو ملی۔

۱۲- ''فرائد القلائد علی احاديث شرح العقائد'' اس کا ترجمہ وتخریج بھی راقم کے حصہ میں آئی۔

۱۳- ''رفع الجناح و خفض الجناح باربعين حديث فی باب النكاح'' ترجمہ وتخریج کا شرف بندہ ناچیز کو حاصل ہوا۔

۱۴- ''اربعون حديثاً من جوامع الكلم'' ترجمہ وتخریج کی سعادت بندہ فقیر ابو زہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ کو حاصل ہوئی۔

جلد دوم میں ٹوٹل چودہ (۱۴) رسائل ہیں، جن میں سے پانچ رسائل کا ترجمہ و تخریج کی سعادت راقم الحروف کے حصہ میں آئی، اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ میرے قارئین، معاونین و ناشر سب کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔

جلد سوم پر کام جاری ہے، احباب سے دعاؤں کی درخواست ہے۔

ابو ذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ

۲۴ رجمادی الاخریٰ ۱۴۴۱ھ

۲۰ رفروری ۲۰۲۰ء

بروز بدھ بعد از نمازِ عشاء

اجمالی فہرست

اَلْاَرْبَعُوْنَ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّةِ

چالیس احادیثِ قدسیہ

﴿۴۵۷﴾

فرائد القلائد علٰی احادیث شرح العقائد

احادیثِ شرح عقائد

﴿۴۸۷﴾

رَفْعُ الْجُنَاحِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ بِاَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ بَابِ النِّکَاحِ

فضائلِ نکاح

﴿۵۳۳﴾

اَرْبَعُوْنَ حَدِیْثًا مِّنْ جَوَامِعِ الْکَلِمِ

ان کے بول بہاروں جیسے

﴿۵۶۱﴾

ترتیب

نُزْهَةُ الْخَاطِرُ الْفَاتِرُ

سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْاَدَبُ فِیْ رَجَبٍ

فضائلِ رجب

الحظ الاوفر فی الحج الاکبر للملا علی القاری الحنفی

حج اکبر کی حقیقت

رِسَالَۃٌ فِیْ بَیَانِ الْوَضْعِ وَ الْاِرْسالِ فِیْ حَالَۃِ الطَّوَافِ

اَلذَّخِیْرَۃُ الْکَثِیْرَۃُ فِیْ رَجَاءِ الْمَغْفِرَۃِ لِلْکَبِیْرَۃِ

ذخیرِ کثیر، حاجیوں کی توبہ نوید مغفرت کبیرہ

اَلْمَقَالَۃُ الْعَذْبَۃُ فِی الْعَمَامَۃِ وَالْعَذَبَۃِ

عمامہ اور شملہ کی شرعی حیثیت

كَشْفُ الْخِدْرِ عَنْ حَالِ الْخِضْرِ

حیاتِ خضر علیہ السلام

اَلتِّبْيَانُ فِيْ بَيَانِ مَا فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مِنْ رَمَضَانَ

فضائل شب برأت ولیلۃ القدر

اَلْمُقَدَّمَةُ السَّالِمَةُ فِیْ خَوْفِ الْخَاتِمَةِ

خوفِ خاتمہ

تَطْهِيْرُ الطَّوِيَّةِ فِيْ تَحْسِيْنِ النِّيَّةِ

اسلام اور حسنِ نیت

اَلْاَرْبَعُوْنَ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدْسِیَّۃِ

چالیس احادیثِ قدسیہ

"فرائد القلائد علٰی احادیث شرح العقائد"

احادیثِ شرح عقائد

"رَفْعُ الْجُنَاحِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ بِاَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ بَابِ النِّکَاحِ"

فضائل نکاح

"اَرْبَعُوْنَ حَدِیْثًا مِّنْ جَوَامِعِ الْکَلِمِ"

ان کے بول بہاروں جیسے

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

نزہۃ الخاطر الفاتر

فی ترجمۃ

سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترتیب وترجمہ

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

تخریج

ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہٗ

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

مقدمہ

حضرت ملا علی قاری علیہ رحمت الباری

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَ اَوْلِیَاءَ السَّادَةِ لِلسَّمَاءِ اَقْطَابًا وَّاَعْمَادًا لِلْاَرْضِ وَالْجِبَالِ اَعْلَامًا وَّاَوْتَادًا وَّکَثَّرَهُمْ بِظُهُوْرِ الْحَقِّ بِکَوْنِهِمْ اَبْدَالًا اَعْدَادًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَمُسْنِدِ الْعُلَمَاءِ هِدَایَةً وَّاِرْشَادًا وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ وَاَحْبَابِهِ الَّذِیْنَ جَعَلَهُمْ لِتَقْوِیَّةِ الدِّیْنِ اَقْدَامًا وَّاَجْنَارًا ۔

اپنے رب کریم سے اس کے نیک بندوں کی برکت کا امیدوار علی بن سلطان محمد قاری عرض گزار ہے کہ بعض حاسد اور منافق خصوصاً رافضی ہمارے آقا وسیّد تاج المناضر، قطب ربانی، غوث صمدانی، سلطان الاولیاء العارفین، محی الملۃ والدین، عبدالقادر الحسنی الحسینی قدس اللہ روحہ کی عظمت سے بے خبر رہ کر الزام تراشی کرتے ہیں کہ آپ صحیح النسب سیّد نہیں تھے۔ بعض دوسرے کوتاہ اندیش بھی ایسے بدعقیدہ لوگوں کی رائے سے اتفاق کر لیتے ہیں۔ حالانکہ مناسب یہ تھا کہ وہ لوگ جو آپ کے حالات وکمالات سے بے خبر ہیں اپنے ذہن وفکر کی نارسائی کا اعتراف کرتے۔ اہل علم وتحقیق کے ہاں یہ بات بڑی معیوب سمجھی جاتی ہے کہ کسی کے نسب کے معاملہ میں تحقیق وتنقیح کے بغیر ہی کوئی رائے قائم کر لی جائے۔

ان حالات میں میں نے ارادہ کیا کہ آپ کے حسب ونسب کے متعلق تحقیق

کوائف سامنے لائے جائیں۔ چنانچہ میں نے اس مختصر سی کتاب کا نام ''نزھۃ الخاطر الفاتر فی ترجمۃ السیّد شریف عبدالقادر'' رکھا اور اپنے اللہ سے حق گوئی کی توفیق کا جویا ہوں۔

نسب پاک

حضرت مولانا عبدالرحمٰن نور الدین جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''نفحات الانس من حضرات القدس'' میں لکھا ہے کہ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی ثابت النسب سیّد ہیں۔ جامع حسب ونسب ہیں۔ والد بزرگوار کی نسبت سے حسنی علوی اور والدہ کی نسبت سے سیّد عبداللہ صومعی زاہد حسینی ہیں۔ (نفحات الانس صفحہ ۵۴۷ مطبوعہ لاہور)

امام عفیف الدین عبداللہ بن اسد الیافعی الشافعی اپنی کتاب ''روض الریاحین فی حکایات الصالحین'' میں آپ کا شجرۂ نسب یوں تحریر فرماتے ہیں:

سیّد محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن سیّد موسیٰ جنگی دوست بن سیّد عبداللہ بن سیّد یحییٰ بن سیّد داؤد بن سیّد موسیٰ ثانی بن سیّد عبداللہ بن سیّد موسیٰ جون بن سیّد عبداللہ محض بن سیّد امام حسن مثنیٰ بن سیّد امام حسن بن سیّدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم۔

آپ ابو عبداللہ صومعی زاہد کے نواسے ہیں۔ امام موصوف نے اسی کتاب میں مزید لکھا ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ (ام الخیر الجبار فاطمہ) ابو عبداللہ صومعی زاہد کی بیٹی تھیں۔ بڑی پارسا اور صالحہ عورت تھیں۔ آپ کی پھوپھی عائشہ سیّد عبداللہ کی بیٹی تھیں جو صاحب کرامات ظاہرہ اور مالک مقامات علیا ہو گزری ہیں آپ کے دادا کا لقب مومن اس لئے مشہور ہو گیا کہ ان کا باپ حسن مثنیٰ بن حسن سبط سیّدنا علی تھے۔ ان کی والدہ فاطمہ بنت حسن بن سیّدنا علی تھیں۔ یوں آپ نجیب الطرفین شریف الجانبین تھے۔

(الیافی، مرآۃ الجنان وعبرۃ الیقظان ذکر نسبہ ومولدہ وصلحتہ رضی اللہ عنہ جلد ۳ صفحہ ۲۶۵ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ننھیال

والدہ مکرمہ کی نسبت سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت امام سیّد الشہداء ابو عبداللہ حسین بن سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ معتبر اور ثقہ روایتوں میں آپ کا ننھیالی سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔

سیّد محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن امۃ الجبار بنت سیّد عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ بن سیّد ابو جمال الدین محمد بن سیّد محمود بن سیّد ابو العطاء بن سیّد کمال الدین عیسیٰ بن سیّد ابو علاء الدین محمد جواد بن امام سیّد علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام سیّد الشہداء ابو عبداللہ حسین بن امیر المومنین امام المتقین سیّد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

ان نسبتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ شریف الطرفین اور صحیح النسبین سیّد تھے۔ آپ کے والدین کریمین کا سلسلہ نسب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملتا ہے۔

اس سلسلہ عالیہ کی ابتداء اور انتہا متواتر صحیح ثابت اور ایسی روشن ہے جیسا آفتاب عالم تاب ہوتا ہے۔ اس ضمن میں کسی قسم کا اختلاف و نزاع یا تاویل و دفاع کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔ محققین امت کا اسی پر اتفاق رائے ہے مگر بعض رافضی اور ملحد اپنی کج روی، منافقت اور تعصب سے اسے خلط مبحث نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو کینہ پرور حاسدین کے شر سے محفوظ و مامون رکھے۔

آپ کے واضح البرہان نسب شریف پر کسی دلیل کا احتیاج نہیں رہتا۔

فَكَيْفَ يَصِحُّ فِي الْأَذْهَانِ شَيْءٌ
إِذَا احْتَاجَ النَّهَارُ إِلَى دَلِيلٍ

علامہ شیخ زورق نے اپنی تصنیف ''قواعد فی موائد قواعد'' کے ضمن میں نسب

مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہمارے ہاں دینی نسبت ہی معتبر ہے لیکن اس دینی نسبت کے ساتھ ساتھ اگر خاندانی نسب کی پاکیزگی بھی میسر ہو تو دینی نسب کا موکد ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کے رتبہ کو عام انسان نہیں پہنچ سکتا۔ اسی اصول کی روشنی میں سیّدنا شیخ ابو محمد سیّد عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے اس قول قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ کی شہرت وقبولیت ملی تھی۔ آپ کے زمانہ میں کوئی شخص بھی بلند نسبی اور خوش خصالی وعبادات میں آپ کا ہم عصر نہیں تھا۔ آپ کے مرید کا ایک ہی رات میں ستر بار محتلم ہو کر غسل کرنا اور بادشاہ وقت کی قسم پر کہ میں ایسی عبادت کروں گا۔ جس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو۔ یہ فتویٰ کہ تمام آدمیوں کو ہٹا کر تنہا طواف کعبہ کرے۔ آپ کے شرف علم کی بہت بڑی دلیل ہے"۔

مشرب

سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی المذہب تھے۔ لیکن اپنے زمانہ میں چاروں مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ بادشاہ وقت کو تنہا طواف کعبہ کا فتویٰ انتہائی ضرورت کے پیش نظر دیا گیا تھا۔ لان الضرورات تبیح المحظورات یہ فتویٰ اس واقعہ کے منافی نہیں جب خلیفہ مہدی مکہ میں آئے اور کچھ روز قیام کرنے کے بعد طواف کعبہ کے وقت لوگوں کو علیحدہ کر دیا گیا۔ اس پر عبداللہ بن مرزوق نے بڑی جرأت سے آگے بڑھ کر کہا۔

"آپ کو عام مسلمانوں کو ہٹا کر تنہا طواف کرنے کا کس نے حق دیا ہے؟" آپ کو عوام کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہونے کی کس نے اجازت دی؟" اس نے جواب میں شیخ عبدالقادر کا نام لیا تو وہ مطمئن ہو گئے۔

اولاد و احفاد

"فتوح الغیب" کے آخر میں لکھا ہے جب سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ

عنہ مرض الموت میں صاحب فراش تھے تو آپ کے بیٹے سیّد عبدالوہاب نے عرض کی کہ مجھے وصیت فرمائیں تاکہ میں اس پر عمل کرسکوں۔ آپ نے فرمایا متقی بن جاؤ اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو اور کسی دوسرے سے کسی قسم کی امید نہ رکھو اور اپنی تمام ضروریات کو اللہ کے سپرد کردو اس کے بعد کسی پر اعتماد کرنے کی ضرورت نہیں''۔

(فتوح الغیب مع سر الاسرار' تکملہ فی ذکر وصایا الاولاد صفحہ ۱۴۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

آپ کے دوسرے صاحبزادے سیّد عبدالعزیز نے آپ کی تکلیف و مرض کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ اس ضمن میں مجھ سے کوئی سوال نہ کیا جائے۔ کیونکہ میرا اللہ مجھے مختلف حالات میں سے گزرنے کا حکم دیتا ہے''۔

آپ کے تیسرے صاحبزادے سیّد عبدالجبار نے دریافت کیا کہ آپ کے جسم میں کون سی چیز آپ کے لئے تکلیف دہ ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے دل کے سوا سارے اعضاء تکلیف دیتے ہیں۔ دل صحیح و سالم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے معمور ہے''۔ (فتوح الغیب صفحہ ۱۵۰' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

آپ کی کنیت (ابومحمد) سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے کا نام محمد بھی تھا۔ شیخ عبدالہادی منسوری یمنی نے آپ کی مدح میں یہ شعر کہا ہے:

اَبَـــا صَـــالِـــحٍ لِلّٰهِ ثُـــمَّ رَسُـــوْلِـــهٖ

اَغِثْنِیْ فَـاِنِّـیْ مِـرْتُ کَـالْحُوْتُ فِی الْبِرِّ!

ترجمہ: اے ابو صالح اللہ اور اس کے رسول کی طفیل میری فریاد رسی کریں

کیونکہ میں ایسی مچھلی کی طرح مضطرب ہوں جو خشکی پر تڑپ رہی ہو''۔

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا ایک صاحبزادہ ابو صالح نامی بھی ہوگا۔ آپ کی ایک لڑکی امۃ الجبار فاطمہ تھی۔ اس بیٹی کا نکاح شیخ ابوالحسن عبدالرحمٰن بن طفسونجی کے بیٹے سے ہوا تھا۔

کتاب الذیل میں لکھا ہے کہ سیّد ابوالمحاسن فضل اللہ بن سیّدنا شیخ عبدالرزاق نے جو ابو صالح نصر قاضی القضاء کے چچا تھے سے کہا کہ میں نے اپنے چچا سیّد ابو عبداللہ عبدالوہاب سے سنا ہے تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابوالمحاسن فضل اللہ اور ابو صالح نصر دونوں آپ کے پوتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو اس کو گود میں اٹھا کر کہا کرتا ''یہ تو میت ہے'' اس طرح اس کی محبت میرے دل سے ختم ہو جاتی۔ جب وہ بچہ موت کی وادی میں چلا جاتا تو میرے دل پر کچھ اثر نہ ہوتا کیونکہ پیدا ہوتے ہی میرا دل اس کی محبت سے خالی کرلیا جاتا تھا۔

آپ کا یہ حال تھا کہ مجلس وعظ میں آپ لوگوں کو رشد و ہدایت کی طرف بلانے کے فریضہ میں مصروف تھے تو آپ کو آپ کے بیٹے کی موت کی اطلاع دی گئی تو آپ اس فریضہ سے دستبردار نہ ہوئے اور نہایت صبر وسکون میں تبلیغ دین میں مصروف رہے۔ حتیٰ کہ مجلس کے اختتام پر جب لوگ غسل سے فارغ ہو چکے ہوتے تو آپ نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔

حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بھائی بھی تھے جن کا نام سیّد ابو احمد عبداللہ تھا عمر میں آپ سے چھوٹے تھے اور علم و تقویٰ میں خاصا حصہ ملا تھا مگر وہ حالت شباب میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

آپ کی ایک ہمشیرہ عائشہ نامی تھیں جو صاحب کرامات تھیں ایک دفعہ جیلان میں خشک سالی نے عوام کو پریشان کر دیا۔ لوگوں نے باران رحمت کے لئے ہر چند دعائیں کیں مگر بارش نہ ہوئی آخر وہاں کے نیک بندے جمع ہو کر آپ کی ہمشیرہ کے پاس آئے اور باران رحمت کے لئے التجا کی۔ آپ نے اٹھ کر صحن میں جھاڑو دیا اور عرض کی ''اے میرے رب کریم فرش پر میں نے جھاڑو دے دیا ہے اب اس پر پانی

چھڑکنا تیرا کام ہے۔ کہتے ہیں لوگ بارش سے بھیگتے ہوئے اپنے گھروں کو پہنچے۔ آپ نے کافی عمر پائی اور جیلان میں ہی فوت ہوئیں۔

(قلائد الجواہر صفحہ ۲۰۳ دار الکتب العلمیہ بیروت بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۷۲ مؤسسۃ الشرف لاہور)

سیّد شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اور لڑکا جن کا اسم گرامی سیّد عیسیٰ تھا۔ انہوں نے علم دین اپنے والد محترم سے حاصل کیا۔ تمام عمر درس و وعظ میں مصروف رہے۔ مفتی بھی رہے۔ تصوف پر ایک کتاب ''جواہر الاسرار و لطائف الانوار'' لکھی تھی۔ علم حدیث مصر میں مکمل کیا اور ۵۷۳ھ میں مصر میں ہی فوت ہوئے۔

اولاد کی تعلیم و تربیت

سیّد عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ سیّد عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سیّد الجبار رحمۃ اللہ علیہ، سیّد تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ، عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ تو با قاعدہ علم حدیث کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں وعظ بھی دیتے اور فتویٰ بھی' سیّد ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ تو واسط کی طرف چلے گئے اور وہیں ۵۹۲ھ کو واصل بحق ہوئے۔

کہا جاتا ہے کہ سیّد عبد اللہ و سیّد محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی حدیث پڑھاتے رہے ہیں یہ دونوں آپ کی اولاد میں سے سب سے بڑے تھے۔ سیّد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھاتے رہے اور مصر میں قیام پذیر ہوئے آپ سے عوام کو بڑے علمی اور روحانی فائدے حاصل ہوئے۔ سیّد موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ دمشق میں حدیث پڑھاتے رہے اور کافی لمبی عمر پائی بہت سے لوگ آپ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے مصر کو بھی گئے۔ مگر وطن دمشق کو ہی بنایا اور وہیں ۶۱۸ھ میں وفات پائی یہ آپ کی اولاد میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے تھے۔

حضرت سیّدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی اولاد کے اکثر افراد نے بغداد میں وفات پائی ان کے مزارات آپ کے مزار انور کے قرب و جوار میں ہیں۔ رضوان

اللہ علیہم اجمعین۔

پوتوں اور نواسوں کی علمی تربیت

سیّد عفیف الدین بن مبارک مشہور صاحب قلم و تصنیف ہو گزرے ہیں۔ ان کی ایک مشہور کتاب ''الفتح الربانی و الفیض الرحمانی'' میں اس موضوع پر بہت تفصیلی حالات قلمبند کیے ہیں آپ نے لکھا ہے سیّد عبد السلام بن سیّد عبد الوہاب اور ان کے بھائی سیّد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ دونوں حدیث پڑھاتے رہے ہیں۔ سیّد عماد الدین نصر قاضی القضاۃ ابا صالح بن سیّد تاج الدین عبد الرزاق نے فقہ اور دیگر علوم اپنے والد اور چچا سے حاصل کیے۔ بغداد کے قاضی رہے اور بغداد میں ہی ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔

سیّد عبد الرحیم بن سیّد تاج الدین عبد الرزاق نے بہت سے مشائخ سے علم حاصل کیا۔ بغداد میں ۶۰۶ھ میں واصل بحق ہوئے اور امام احمد کے مقبرہ میں مدفون ہوئے۔

سیّد ابو المحاسن فضل اللہ بن سیّد تاج الدین عبد الرزاق نے فقہ اپنے والد ماجد سے پڑھی۔ حدیث اپنے والد اور چچا سیّد عبد الوہاب اور ابو الفتح وغیرہ سے حاصل کی بغداد میں ۶۵۶ھ میں تاتاریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

سیّد اسماعیل بن سیّد تاج الدین عبد الرزاق نے علم حدیث وقت کے مشائخ سے حاصل کیا۔ فقہ میں کمال حاصل کیا۔ بغداد میں وفات پائی۔ ان کی دو بہنیں تھیں۔ جنہوں نے علم اپنے دادا سے حاصل کیا تھا اور ان کا نام سیّدہ رحمۃ اللہ علیہا اور سیّدہ عائشہ رحمۃ اللہ علیہا تھا۔

سیّد محمد بن عبد العزیز بن سیّدنا شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مشائخ سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کی بہن سیّدہ زہرہ تھیں وہ بغداد میں فوت ہوئیں۔

سیّد داؤد بن سیّد سلیمان بن عبدالوہاب علوم متداولہ میں بڑے فاضل تھے بغداد میں فوت ہوئے اپنے والد مکرم کے پہلو میں دادا محترم کے قرب و جوار میں راحت فرما ہوئے۔

سیّد ابونصر محمد بن سیّد عماد الدین ابو صالح نصر قاضی القضاۃ بن سیّد تاج الدین عبدالرزاق ابن سیّدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رضی اللہ عنہ نے اپنے والد سے علم حاصل کیا۔ اہل حقیقت کے طریقہ پر آپ کے کلام میں حکمتیں پائی جاتی ہیں۔ طریقت کے بیان میں آپ کے کلمات واشعار مقبول عام ہوئے آپ نے تمکین کے بارے میں یہ شعر کہا:

یَسْقِیْ وَیَشْرَبُ لَا تلهیة سَکْرَتَہٗ
عَنِ النَّدِیْمِ وَلَا یَلْھُوْ عَنِ اتکاسِ
اَطَائِمُہٗ سَکْرُہٗ حَتّٰی تَحْکُمَّ فِیْ
حَالِ الصَّحَاوَۃِ ذٰلِمَنْ اھجب النَّاسِ

آپ نے فرمایا:

مَنْ تَوَھَلَ بِالْوَدَادِ فَقُلِ الْمُصْطَفٰی مِنْ بَیْنِ الْعَبَادِ

آپ ۶۵۶ھ میں شہر بغداد میں فوت ہوئے اور شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے مدرسہ کے پہلو میں مدفون ہیں ان کے تین صاحبزادے سیّد عبدالقادر، سیّد عبداللہ، سیّد ظہیر الدین احمد تھے انہیں ظہیر الدین احمد کا ایک لڑکا سیّد سیف الدین یحیٰ بغداد سے ہجرت کر کے شہر حماۃ میں چلا گیا اور وہیں ۷۲۴ھ میں واصل بحق ہوا۔ اس صاحبزادے کی قبر نہر عاصی کے کنارے پر ہے۔ آپ کا ایک بیٹا سیّد شمس الدین محمد گیلانی الحموی رحمۃ اللہ علیہ تھا اور ان کے دو بیٹے تھے جن کا نام سیّد عبدالقادر تھا (جو لاولد فوت ہوئے) اور دوسرے کا نام سیّد علاء الدین علی الگیلانی الحموی تھا۔ ان کے

تین بیٹے تھے۔ سیّد بدرالدین حسن رحمۃ اللہ علیہ، سیّد شمس الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ، سیّد نورالدین حسین رحمۃ اللہ علیہ، سیّد بدرالدین حسن رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو بیٹے سیّد احمد ابوالعباس اور سیّد شمس الدین محمد تھے۔ سیّد احمد ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ کے دو بیٹے سیّد عبدالباسط اور سیّد ابوالنجا کے نام سے مشہور ہوئے۔ یہ دونوں لاولد تھے اور حماۃ میں مدفون ہیں۔

سیّد شمس الدین محمد بن سیّد بدر الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ کا ایک لڑکا سیّد عبدالرزاق تھا۔ یہ سیّد عبدالرزاق اپنے وقت کے شیخ الشیوخ ہو گزرے ہیں۔ شہر حماۃ میں فوت ہوئے اور ''زاویہ مذکور'' میں مدفون ہیں آپ لاولد تھے۔

سیّد شمس الدین محمد بن سیّد علاؤالدین حموی کا ایک صاحبزادہ جن کا اسم گرامی محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ ان کے ایک صاحبزادے شمس الدین محمد نامی ہوئے ہیں۔ پھر ان کے صاحبزادے محی الدین عبدالقادر تھے۔ ان کے تین لڑکے سیّد درویش محمد، سیّد شرف الدین، سیّد عبداللہ (دونوں حماۃ میں لاولد فوت ہوئے) اور سیّد عفیف الدین حسنین الجیلانی الحموی جن کی اولاد حماۃ میں ہے ۹۹۰ھ میں فوت ہوئے اور اپنے بزرگوں کے زاویہ مزارات میں مدفون ہیں۔

سیّد نورالدین حسین بن سیّد علاء الدین علی الگیلانی الحموی کے ہاں ایک بیٹا ہوا۔ جس کا نام سیّد محی الدین یحییٰ تھا۔ ان کا ایک لڑکا جس کا نام سیّد شرف الدین قاسم تھا اور ان کے صاحبزادے کا نام سیّد شہاب الدین احمد تھا۔ ان کے ایک بھائی بھی تھے۔ سیّد شہاب الدین احمد کے لڑکے کا نام سیّد علی ہاشمی تھا۔ ان کی اولاد اب تک حماۃ میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے امن میں رکھے۔

جناب شیخ سیّد عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی ساری اولاد رتبہ جلیلہ پر فائز رہی اور مشہور آفاق رہی ہے جو شخص اس واضح حقیقت سے انکار کرتا ہے اسے ہم یہی کہہ سکتے

ہیں کہ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

مندرجہ بالا حقائق سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد صحیح النسب ہے جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا کیونکہ صحیح ترین عقیدہ کے مطابق حضرت امام مہدی کا ظہور بھی اسی خانوادہ سے ہوگا۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب المہدی میں اس بات کو ثابت کیا ہے۔ ہم نے اس کتاب میں یہ بھی ثابت کیا ہے کہ امام مہدی باپ کی نسبت سے حسنی اور والدہ کی نسبت سے حسینی ہوں گے۔

بعض اکابر نے کہا ہے کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کیا تو اللہ نے آپ کی اولاد کو قطبیت کبریٰ عنایت فرمائی۔ آپ قطب اکبر تھے حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قطب اوسط اور حضرت امام مہدی خاتمۃ الاقطاب ہوں گے۔

حلیہ مبارک اور تحصیل علوم وفنون

شیخ ابوعبداللہ بن احمد بن قدامہ بیان فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نازک بدن کشادہ سینہ، میانہ قد، گھنی لمبی داڑھی اور گندمی چہرہ تھا۔ پیوستہ بھویں بلند آواز، نہایت خوبصورت چہرہ اور تیز فہم تھے۔ تحصیل علم میں آپ نے بڑی محنت سے کام لیا اور فروع واصول کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا۔ آپ بہت سے آئمہ وقت اور مشائخ زمان سے علوم حاصل کرتے رہے۔ فقیہہ ابوالوفا علی بن عقیل جیسے جید فقیہہ سے حاصل کی۔ حدیث وقت کے مستند محدثین سے سنی تفصیل کے لئے ہماری کتاب ''اربعین'' دیکھیں۔ علم ادب آپ نے یحییٰ بن علی تبریزی سے سیکھا روحانی تربیت کے لئے آپ وقت کے مشائخ واولیاء کی صحبت میں رہے جن کی تفصیل آگے چل کر دی جائے گی۔ آپ کی اس علمی جدوجہد کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ اپنے

معاصرین میں سے گوئے سبقت لے گئے۔ تحصیل علم میں آپ نے بڑی محنت اور ریاضت کا ثبوت دیا۔ آخر کار علائق دنیا سے قطع تعلق کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہو گئے وعظ درس اور نصائح میں مصروف ہو گئے۔ اسی زمانہ میں آپ کے القاب امام الفریقین موضح الطریقین، کریم الجدین، معلم الطرفین اور غوث الثقلین مشہور ہو گئے۔ زمانہ بھر کے مناقب آپ پر روشن ہو گئے اور دین کے مناصب آپ پر عیاں ہو گئے علم کے مراتب آپ کو زیب دینے لگے اور شریعت کے لشکروں میں آپ کی وجہ سے قوت آ گئی علماء کا ایک بہت بڑا طبقہ آپ کے حلقہ شاگردی میں آ گیا وقت کے فقیہہ آپ سے علم و فضل کی جھولیاں بھر کر چار دانگ عالم میں پھیل گئے۔ بہت سے فقراء اور مشائخ نے آپ سے خرقہ خلافت کی سعادت حاصل کی شیوخ یمن کی روحانی تربیت کا آپ ہی مرکز بنے۔ بعض نے بغداد پہنچ کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور بعضوں نے اپنی کبرسنی اور بڑھاپے کی وجہ سے قاصد بھیج کر خلافت کی خلعت حاصل کی۔

شیخ ابومدین شعیب المغربی نے اسی واسطے مشرق کو مغرب پر فضیلت دی تھی کہ جناب شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جانب شرق رہتے تھے اور آپ نے ملکی مشائخ کو تربیت دی تھی۔

تصانیف

سیّدنا و مولانا شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی تصانیف ہیں۔

ازاں جملہ مندرجہ ذیل کتب طالبان حق کے لئے ہمیشہ کے لئے مشعل راہ بنیں۔

غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب تصوف کا خلاصہ ہیں اور بے عیب تصانیف ہیں۔

جلاء الخاطر فی الباطن والظاہر بڑی مشہور کتاب آپ کی عمدہ تصنیف ہے۔ آپ کی مجالس شریفہ کے بیان و حالات میں فتح الربانی والفیض الرحمانی ہے۔ فارسی زبان میں "مکتوبات" اور مختلف اشعار جس میں اسرار شریفہ بیان کئے گئے ہیں۔ آپ کی

تصانیف میں سے ''امداد یومیہ'' تو اہل دل کے لئے ہمیشہ حرز جان رہے۔ اضراب مستفیضہ اور صلوٰۃ الشریف فتوح الی اللہ کے کھلے دروازے ہیں۔

گیلان مقام ولادت

گیلان آپ کا شہر ولادت ہے۔ عربی میں ''گ'' کو ''ج'' سے تبدیل کر کے جیلانی پڑھا جاتا ہے۔ اسی کا مخفف جیلی ہے۔ آپ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۶۱ھ میں واصل بحق ہوئے اسی طرح آپ نے ۹۱ سال عمر شریف پائی تھی۔

جب آپ اپنی والدہ کے پیٹ میں تھے تو چاند منزل سعد میں تھا جس کا یہ مطلب تھا کہ آپ انبیاء کی طرح پاکیزہ زندگی لے کر آئے ہیں۔ آپ کی والدہ امۃ الجبار کا بیان ہے ''جب آپ پیدا ہوئے تو ماہ رمضان میں دن کے وقت دودھ نہ پیا کرتے تھے۔ ایک بار جس دن عید کا چاند بادلوں کی وجہ سے نظر نہ آیا تو آپ کی والدہ نے پورے اعتماد سے کہا کہ آج رمضان کی آخری تاریخ ہے کیونکہ عبدالقادر نے آج دودھ نہیں پیا۔ اسی دن سے یہ بات سارے گیلان میں مشہور ہوگئی کہ اشراف کے گھر جو لڑکا پیدا ہوا ہے۔ رمضان میں اس نے دن کے وقت دودھ نہیں پیا''۔

(قلائد الجواہر صفحہ ۱۹۵، الطبقات الکبریٰ صفحہ ۱۸۱، بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۷۲)

سیدنا قطب الاقطاب شیخ سید عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں کہ بچپن میں مجھے ایک دفعہ جنگل کی طرف جانے کا اتفاق ہوا اور ایک بیل کے پیچھے کھڑا ہو کر عام کسانوں کی طرح ہل چلانے لگا۔ میری حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ جب اس بیل نے ایک انسان کی زبان میں مجھے کہا۔ عبداللہ القادر تم کاشتکاری کے لئے پیدا نہیں ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کا حکم بھی نہیں دیا۔ میں ڈر کر گھر آ گیا اور گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے حاجیوں کو عرفات میں کھڑے دیکھا۔ میں والدہ کے پاس آیا اور عرض کی کہ مجھے اجازت دیں تاکہ میں بغداد پہنچ کر علماء کرام سے علم اور مشائخ سے طریقت کا فیض

حاصل کروں۔ میری والدہ نے وجہ دریافت کی تو ان تازہ واقعات کو بیان کر دیا۔ والدہ روتے ہوئے اٹھیں اور اندر جا کر میرے والد کا ورثہ اسی دینار باہر لے کر آئیں۔ چالیس دینار میرے بھائی کے لئے رکھ کر چالیس دینار میرے حوالے کئے اور میری بغل کے نیچے سی دیئے اور سفر کی اجازت دے دی۔ ساتھ ہی نصیحت کی کہ بیٹا ہمیشہ سچ بولنا اور الوداع کہتے ہوئے فرمایا: "میں تمہیں اللہ کے حوالے کرتی ہوں شاید میں تمہیں زندگی میں نہ دیکھ سکوں۔

میں ایک قافلے کے ساتھ بغداد کو روانہ ہوا۔ جب ہم ہمدان سے آگے پہنچے تو ساٹھ راہزن قافلے پر ٹوٹ پڑے اور سارا قافلہ لوٹ لیا مگر کسی نے مجھ سے تعرض نہ کیا۔ ایک ڈاکو میرے پاس آ کر کہنے لگا فقیر! تمہارے پاس کچھ ہے! میں نے بتا دیا چالیس دینار بغل کے نیچے گدڑی میں سی رکھے ہیں۔ ڈاکو نے مذاق سمجھ کر چھوڑ دیا اور چلا گیا۔ ایک دوسرے ڈاکو نے یہی سوال کیا اور ویسا ہی جواب پایا۔ تمام ڈاکو اپنے سردار کے پاس جمع ہوئے تو میرے متعلق یہ بات بتائی۔ مجھے اس ٹیلے پر بلا لیا گیا جہاں وہ مال تقسیم کرنے میں مصروف تھے اور سردار نے دریافت کیا۔ تمہارے پاس کیا ہے میں نے اسے بتایا چالیس دینار اس نے کہا اچھا دکھاؤ تو سہی جب میری بات سچ نکلی تو پوچھنے لگے تمہیں سچ کہنے پر کس نے آمادہ کیا تھا۔ میں نے بتایا گھر سے چلتے وقت میری والدہ نے مجھے ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین کی تھی۔ سردار رو دیا اور کہنے لگا۔ یہ بچہ ماں کی نصیحت سے نہیں ہٹتا۔ میں نے ساری عمر اپنے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں ضائع کر دی ہے۔ سردار تمام ڈاکوؤں سمیت تائب ہو گیا مال لوگوں کو لوٹا دیا گیا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اہل کاروں نے بھی آپ کے ہاتھ پر توبہ کر لی اور مال تقسیم کر دیا۔ آپ اس سفر میں ۴۸۸ھ میں بغداد پہنچے اور علمائے زمان سے قرآن وحدیث فقہ ادب اور لغت وغیرہ علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ اپنے ہم عصروں

سے فائق ہو گئے ۵۲۱ھ سے آپ نے بغداد میں وعظ و درس کا سلسلہ شروع کر دیا اور عوام الناس کی اخلاقی زندگی کو سنوارنے لگے۔ (قلائد الجواہر، صفحہ ۲۰۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

آپ کی کرامات حد تواتر سے تجاوز کر گئی تھیں۔ یہ بات متفق ہے کہ جس قدر کرامات و برکات آپ سے رونما ہوئیں۔ کسی بھی صاحب ولایت سے ظہور میں نہیں آئیں۔

خرقہ خلافت کی سند

آپ کو خرقہ خلافت حضرت شیخ قاضی القضاء ابوسعید مبارک بن علی مخزومی سے ملا۔ انہوں نے شیخ ابوالحسن علی بن یوسف القرشی الہکاری سے انہوں نے شیخ ابوالفرح طرطوسی کے ہاتھ سے حاصل کی۔ شیخ طرطوسی نے شیخ ابوبکر شبلی سے اور انہوں نے شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے شیخ کرخی رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ، انہوں نے شیخ حبیب عجمی، انہوں نے شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور انہوں نے سیّدنا امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جناب رسالتماب حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خرقہ فیض حاصل کیا۔ (قلائد الجواہر، صفحہ ۱۹۷-۱۹۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

آپ کے مشائخ سے ایک بزرگ حماد دباس بھی ہیں۔ آپ امی تھے گر آپ پر معارف و اسرار کا دروازہ کھل گیا اور مشائخ کبار نے آپ سے روحانی فیض حاصل کیا۔ ایک دن حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ حماد کے پاس ایک مسافر خانہ میں بیٹھے تھے۔ جب آپ باہر تشریف لے گئے تو آپ نے اہل مجلس کو بتایا کہ ایک وقت آئے گا کہ اس نوجوان کے قدم اولیاء اللہ کی گردن پر ہوں گے اور یہ بات اللہ کے حکم سے اعلانیہ کہیں گے۔ (قَدَمِيْ هٰذِهٖ عَلٰى رَقَبَةِ كُلِّ وَلِيِّ اللّٰهِ) ہر زمانے

کے تمام ولی اللہ ان کے آگے سر تعظیم خم کردیں گے اور آپ کی وساطت سے ان کے درجات بلند ہوتے جائیں گے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ایک موقع پر منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے۔ عوام الناس کے علاوہ اس مجلس میں پچاس ولی اللہ بھی موجود تھے۔ اثنائے وعظ جب آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا۔

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللهِ

تو رئیس المشائخ شیخ علی بن الہیتی اٹھ کھڑے ہوئے اور منبر کے نزدیک پہنچ کر آپ کا قدم مبارک اپنے کندھے پر رکھ لیا تاکہ آپ کے اعلان پر عملاً اقدام کیا جاسکے۔ چنانچہ مشائخ مجلس نے بھی اپنی گردنیں جناب غوث اعظم کے پاؤں تک پہنچا دیں۔ دور دراز علاقہ کے مشائخ نے آپ کے اس اعلان کو کشفی طور پر معلوم کر کے اپنی گردنیں جھکا دیں کہتے ہیں۔ شیخ ابومدین شعیب المغربی نے اثنائے درس اپنی گردن جھکا دی تھی اور زبان سے فرمایا ''بسر و چشم'' حاضرین نے اس کی وضاحت چاہی تو آپ نے سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے اظہار ولایت کا واقعہ بیان کیا۔

(قلائد الجواہر، صفحہ ۲۲۹ بہجۃ الاسرار، صفحہ ۱۲۵، ۱۲۴)

ایک عجمی شیخ نے آپ کی اتباع سے ہچکچاہٹ کی تو اس کی ولایت سلب کرلی گئی۔

یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ قطب الاقطاب اور غوث اعظم تھے۔

آپ کی کرامات میں سے یہ بات حضرت شیخ علی بن الہیتی کے اذکار میں بڑی سند کے ساتھ درج ہے کہ جو شخص شیر کے سامنے آئے جناب غوث الاعظم کا نام لے شیر اس پر حملہ آور نہیں ہوگا۔ جو شخص مچھروں کی آفت سے محفوظ رہنے کے لئے آپ کے نام کا وظیفہ کرلے گا مچھر وہاں سے دفع ہو جائیں گے۔ آپ کا نام ہر اعلیٰ و ادنیٰ مخلوق پر اثر انداز ہوتا ہے۔

آپ کے بیٹے شیخ سیف الدین عبدالوہاب نے روایت کی ہے کہ ہر ماہ چاند طلوع سے قبل میرے والد مکرم کے پاس انسانی شکل میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ اگر آئندہ ماہ کے حالات اچھے ہوتے تو وہ بڑی خوش شکل لے کر ملاقات کو حاضر ہوتا چنانچہ جمادی الاخر ۵۶۰ کے آخری دن جمعہ کو بہت سے مشائخ کی مجلس میں موجودگی میں ایک خوبرو نوجوان آیا اور آتے ہی السلام علیکم یا ولی اللہ کہا اور کہنے لگا میں ہلال رجب ہوں اور آپ کو پیغام دینے آیا ہوں کہ یہ مہینہ آپ کے لئے اور عوام مسلمانوں کے لئے خیر و برکت سے گزرے گا۔ ایسے ہی رجب کے آخری دن ایک بدصورت شخص نے آکر السلام علیکم یا ولی اللہ کہہ کر بتایا کہ میں شعبان ہوں اور بتایا کہ اس ماہ بغداد میں بہت سے لوگ موت کا شکار ہوں گے۔ حجاز میں گرانی آئے گی اور خراساں میں جنگ و فساد برپا ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

ایک دفعہ شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی ماہ رمضان میں علیل ہو گئے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ کی مجلس میں اور مشائخ کبار کے علاوہ حضرت شیخ علی الہیتی اور شیخ نجیب الدین سہروردی وغیرہ حاضر تھے اس شخص نے آکر کہا السلامُ علیکم یا ولی اللہ میں ماہ رمضان ہوں آپ کی بیماری صحت مندی سے بدل گئی ہے۔ میں معذرت خواہ ہوں اور اجازت چاہتا ہوں۔ کیونکہ آج میری آپ سے یہ آخری ملاقات ہے یہ کہتے ہی وہ شخص چلا گیا۔ اسی سال آپ کی وفات ربیع الاخر میں واقع ہوئی۔ آپ کی وفات ربیع الاول کی بجائے ربیع الاخر میں ایک لطیف اشارہ کی حسن تعلیل ہے کہ ولی نبی سے رتبہ میں ثانوی حیثیت رکھتا ہے اور اول و آخر میں امتیاز کرتا ہے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۵ مؤسسۃ الشریف لاہور)

یاد رہے کہ آپ کی وفات کا دن ربیع الاخر گیارہویں تاریخ کہیں بھی ثابت نہیں ہوسکا۔ حالانکہ اس کی بھی کوئی خاص وجہ ضرورت ہوگی۔

کلام موجز فی المرام

ہر مومن کو ہر حالت میں تین چیزوں پر عمل کرنا بڑا ضروری ہے۔ خدا کا حکم بجا لانا، اس کی منع کی چیزوں سے رک جانا اور احکام قضا و قدر پر سر تسلیم خم کر دینا۔

جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ راستی اور خلوص اختیار کر لیتا ہے۔ وہ ہر ماسوائے اللہ سے غمگین و بے قرار رہتا ہے۔ خواہشات نفس انسان کو راہ راست اور حکم خداوندی سے پھیر دیتی ہیں۔ خواہشات نفسانی سے ہٹ کر کام کرنے میں رضائے الٰہی حاصل ہوتی ہے۔

ہر مومن کو چاہئے کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا لے تا کہ اسے فلاح دارین حاصل ہو۔ اس حدیث کے معانی یوں ہیں۔

ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ردیف تھا تو آپ نے فرمایا "اے لڑکے! اللہ کے حقوق نگاہ میں رکھو تا کہ اللہ تمہارے حقوق کی حفاظت کرے۔ اللہ تعالیٰ کو مراقبہ علم میں اپنا راہنما بناؤ تا کہ اس کی امداد حاصل کر سکو جب کوئی سوال کرو اپنے اللہ سے کرو۔ جب مدد مانگو اپنے اللہ سے مانگو جو کچھ ہونا ہے وہ لکھا جا چکا ہے۔ اگر ساری دنیا کسی معاملہ میں تمہیں نقصان دینا چاہے جسے اللہ نے نہیں لکھا تو وہ ایسا ہر گز نہیں کر سکتی اگر ہو سکے تو اللہ تعالیٰ سے صدق فی الیقین سے معاملہ کرو۔ اگر ایسا نہیں ہو سکتا تو نا امید نہ ہو جاؤ کیونکہ صبر میں ان چیزوں میں سے بھی بھلائی نکل آتی ہے جنہیں تم ظاہراً برا سمجھتے ہو اور یاد رکھو فتح ہمیشہ صبر میں ہے۔ تنگدستی کے بعد کشائش ہوتی ہے اور راحت کے ساتھ تکلیف بھی ہوتی ہے (اس حدیث کو ہم نے "اربعین" میں پوری شرح و بسط سے لکھا ہے۔ (مستدرک حاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ، ذکر عبداللہ بن عباس، جلد ۳، صفحہ ۵۴۲، رقم الحدیث: ۶۳۰۳، مسند احمد، مسند عبداللہ بن عباس، جلد ۲، صفحہ ۵۵۵، رقم الحدیث: ۲۷۶۳)

لوگوں سے وہ شخص سوال کرتا ہے جو اللہ سے ناواقف ہو اور اس کا ایمان کمزور

ہو چکا ہو اور اس کی معرفت و یقین کم ہو گئی ہو جو اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے۔ اس کا اللہ کے علم و عرفان پر پورا یقین ہوتا ہے اور اس کا ایمان و یقین مضبوط ہوتا ہے۔ اس کی معرفت الٰہی بڑھتی رہتی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے شرم محسوس کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے خلوص و حضور سے معاملہ رکھو گویا خلقت موجود نہیں اور مخلوق خدا کے ساتھ ایسا معاملہ رکھو گویا تمہاری خواہشات نہیں جب اللہ کے ساتھ ایسا معاملہ رکھے گا تو اسے پالے گا اور تمام چیزوں سے نیست اور فانی ہو جائے گا۔ جب مخلوق خداوندی کے ساتھ تیرا معاملہ بغیر خواہشات کے ہوگا تو انصاف کر سکے گا اور بد انجامی سے محفوظ رہ سکے گا۔

جب دل اللہ کے ساتھ ہو تو کوئی چیز بھی دل سے جدا نہیں ہوتی اور کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں جاتی۔

"میں مغز بے پوست ہوں"۔

آپ نے ان نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ارزانی کی تھیں فرمایا:

"میرے اور تمہارے اور دوسری مخلوقات کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مجھے کسی پر قیاس نہ کیا کرو اور نہ کسی چیز کو مجھ پر قیاس کرو۔ جس طرح بادشاہوں کو دوسروں پر قیاس نہیں کیا جاتا"۔ (بہجۃ الاسرار، صفحہ ۱۵۴)

میں دو قدموں (نفس اور خلق) میں اللہ تک پہنچ گیا ہوں۔ غنیۃ الطالبین میں ابووائل سے روایت لکھی ہے۔ جنہوں نے ابن مسعود سے بیان کی کہ جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کے انیس دربانوں سے بچائے۔ اسے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھنا چاہئے۔ اس کے انیس حروف ہیں۔ اور ہر ایک حرف ڈھال بن کر حفاظت کرتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین لطریق الحق، جلد ۱ صفحہ ۱۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

جس کا رتبہ بلند ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہوتی ہے۔ اس سے گناہ صغیرہ سرزد نہیں ہوتے بلکہ ہر مخالفت اس کے نزدیک گناہ کبیرہ ہوتی ہے۔ بعض نے کہا ہے جب بندہ گناہ کو چھوٹا اور حقیر سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بڑا سمجھتا ہے۔ جب بندہ اسے بڑا سمجھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے چھوٹا سمجھتا ہے۔

حدیث میں ہے کہ مومن اپنے گناہ کو پہاڑ کی طرح دیکھتا ہے اور منافق اپنے گناہ کو مکھی کی طرح حقیر خیال کرتا ہے جو اس کے ناک پر بیٹھے اور اسے اڑا دیا جائے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۷ ص ۱۰۴ رقم الحدیث: ۳۴۵۳۸ مکتبۃ الرشد احیاء علوم الدین کتاب التوبۃ جلد ۵ صفحہ: ٦٦ دار الفیحاء دمشق صحیح بخاری کتاب الدعوات باب التوبۃ صفحہ ۷۵۰ رقم الحدیث: ۶۳۰۸ دار ابن الجوزی قاہرہ مصر)

کسی نے کہا ہے کہ جو گناہ بخشا نہیں جائے گا وہ انسان کا یہ کہنا ہے "کاش میں ہر ایک ایسی چیز کر لیتا" اور یہ چیز ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت و عظمت کو کم جاننے کا سبب بنتی ہے کیونکہ اگر وہ ان باتوں کو جان لیتا تو ادنیٰ گناہ کو بھی بڑا تصور کرتا اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء پر وحی کی ہے کہ ہدیہ کی کمی کی طرف نہ دیکھو بلکہ مدعا الیہ کی بڑائی پر نظر رکھو اور گناہ کی چھوٹائی کا خیال نہ کرو بلکہ اس ذات کی کبریائی پر نگاہ رکھو جس کے سامنے تم یہ گناہ کر رہے ہو۔

بعض صحابہ نے اپنے تابعین سے ایک صاحب کو فرمایا کہ بعض اوقات تم ایسا عمل کرتے ہو جو بال سے باریک تر ہوتا ہے۔ حالانکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اسے منہیات میں سے شمار کرتے تھے۔

توبہ و تقویٰ میں بعض عارفین کے اقوال

حضرت ذوالنون مصری فرمایا کرتے تھے۔ عوام الناس گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور خواص غفلت کے گناہ سے تائب، غفلت سے تائب رویت حسنات کا تائب،

غیر اللہ سے تائب ہونے والے ایک دوسرے سے امتیازی حیثیت کے مالک ہیں۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ (پارہ ۲۹ سورۃ القیامۃ آیت ۵) کی تفسیر بیان فراتے ہیں کہ گناہوں کو مقدم اور توبہ کو موخر رکھو۔ انسان ہر وقت کہتا ہے کہ میں عنقریب توبہ کرلوں گا۔ حتیٰ کہ اسی بری حالت میں مر جاتا ہے۔ ابو علی دقاق فرماتے ہیں کہ توبہ کے معنی اللہ کی طرف رجوع کرنا ہے توبہ کی تین قسمیں ہیں۔ توبہ، انابت اور ادبت، جو شخص خوف عذاب سے توبہ کرے وہ صاحب توبہ ہے۔ جو طمع ثواب کے لئے توبہ کرے وہ صاحب انابت سے جو غفلت سے توبہ کرے وہ صاحب ادبہ ہے۔

بعض بزرگ کہتے ہیں کہ توبہ مومنین کی صفت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا الى لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ انابت اولیاء مقربین کی صفت ہے قرآن پاک میں ہے: وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ (پارہ ۲۶ سورۃ ق آیت ۳۳، سورۃ ص آیت ۳۰) اور ادبۃ انبیاء اور مرسلین کی صفت ہے۔ قرآن میں ہے: نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗ اَوَّابٌ"

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے میں ایک دن سر سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کو پریشان پایا۔ آپ نے بتایا کہ آج میرے پاس ایک نوجوان نے آکر سوال کیا کہ توبہ کسے کہتے ہیں میں نے اسے بتایا کہ تو اپنے گناہوں کو فراموش نہ کرے۔ اس نوجوان نے میری بات سے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ توبہ یہ ہے کہ تو اپنے گناہوں کو فراموش کر دے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کہنے لگے میرے نزدیک بھی اس نوجوان کی بات سچی تھی۔ حضرت سری سقطی نے وجہ پوچھی تو میں نے بتایا کہ میں حال جفا میں تھا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے حال وفا کی طرف بھیجا۔ پس حال وفا میں جفا کا ذکر بھی جفا ہے۔ یہ بات سنتے ہی حضرت سری سقطی چپ

ہو گئے۔

عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں تقویٰ اس حالت کا نام نہیں کہ دن کو روزہ رکھا اور رات کو نماز پڑھ لی اور باقی اوقات کو ضائع کر دیا بلکہ تقویٰ تو اسے کہتے ہیں کہ اللہ نے جسے غلط کہا ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور جسے فرض کہا ہے اسے اپنا لیا جائے اس کے بعد جو کچھ ملے وہ خیر الی الخیر ہے۔

ابن حفیف کے نزدیک تقویٰ ہر اس چیز سے پہلوتہی کرنے کا نام ہے جس سے اللہ تعالیٰ سے دوری کا امکان ہو۔

نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متقی وہ ہے جو دنیا اور اس کی آفات سے بچے۔ ابوزید کہتے ہیں کہ متقی وہ ہے جو کلام کرے تو اللہ کے لئے اور جب خاموش رہے تو اس کی رضا کے لئے۔

ابو درداء رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے:

يُرِيدُ الْمَرْءُ اَنْ يُؤْتٰى مُنَاهُ
وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّا مَا اَرَادَ
يَقُوْلُ الْمَرْءُ فَائِدَتِىْ وَمَا لِىْ
وَتَقْوَى اللّٰهِ اَفْضَلُ مَا اسْتَفَادَا

انسان تو چاہتا ہے کہ اس کی خواہشات پوری ہو جائیں مگر اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو اس نے ارادہ کیا ہو۔ انسان تو کہتا ہے کہ یہ چیز بھی میری ہے اور مفید ہے حالانکہ تقویٰ تمام فائدوں سے افضل ہے۔

کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ دنیا مصائب پر تقسیم کی گئی ہے اور جنت تقویٰ پر۔

اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ (سورۃ آل عمران:۱۰۲) کی تفسیر یہی ہے کہ اللہ کی اطاعت کی

جائے۔نافرمانی نہ کی جائے اس کا ذکر کیا جائے اسے فراموش نہ کیا جائے اس کا شکرادا کیا جائے۔کفران نعمت نہ ہو۔

آداب روزہ اور اقوال غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ

روزہ دار کو چاہئے کہ اپنے روزے کو گناہوں سے محفوظ رکھے کہ حضرت شیخ عبداللہ نے شیخ حسن بن احمد بن عبداللہ فقیہ شافعی اور انہوں نے محمد بن احمد بن عیسیٰ السکنی اور انہوں نے ابن اسحاق الملقب بالخنام اور انہوں نے اسحاق بن زریں برامینی اور انہوں نے شیخ اسماعیل بن یحییٰ اور انہوں نے مشعر بن کرام بن عطیہ اور انہوں نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے خود رسول اللہ سے سنا کہ ماہ رجب شہور حرام سے ہے اس کے دن چھٹے آسمان کے دروازوں پر لکھے ہوئے ہیں۔جب کوئی شخص شعبان میں ایک دن روزہ رکھتا اور روزہ کو خوف خداوندی سے گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔وہ دروازہ کہتا ہے رب اغفر لہ (اے میرے پروردگار اسے بخش دے) اگر وہ روزہ کو تقویٰ سے علیحدہ رکھتا ہے تو کہتا ہے کہ تیرے نفس نے تجھے دھوکا دیا ہے۔(غنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ا، صفحہ ۲۵۳، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابونصر محمد بن بناء نے ہمیں خبر دی کہ انہیں یہ حدیث ان واسطوں سے ملی۔محمد حافظ رحمۃ اللہ علیہ جعفر بن احمد جمال رحمۃ اللہ علیہ، تقنیہ، حجاج، خاقان، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک نے آنحضرت سے سنا۔پانچ چیزیں روزہ اور وضو دونوں کو توڑتی ہیں۔جھوٹ، چغل خوری، غیبت، بہ نظر شہوت دیکھنا اور جھوٹی قسم کھانا۔(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، صفحہ ا صفحہ ۲۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

ابونصر نے اپنے والد مکرم سے باسناد انس بن مالک سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور نے فرمایا جو شخص لوگوں کا گوشت کھاتا ہے (غیبت کرتا ہے) اس کا روزہ نہیں ہے۔(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ا صفحہ ۲۵۴، دارالکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابونصر نے اپنے والد محترم سے بواسطہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان رضی اللہ عنہ روایت کی ہے۔ جس شخص نے بہ نظر غائر کسی عورت پر نگاہ ڈالی اس کا روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ (الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ۱ صفحہ ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے باسناد سلیمان بن موسیٰ روایت کی ہے کہ جابر بن عبداللہ نے فرمایا تھا۔ جب تم روزہ رکھو تو تمہارے کان، آنکھ اور زبان بھی جھوٹ اور حرام سے رک جانے چاہئیں۔ (الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ۱ صفحہ ۲۵۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابونصر نے اپنے والد محترم کی سند سے ابوفراش کے حوالے سے عبداللہ ابن عمر کی روایت بیان کی ہے کہ میں نے رسول اللہ کو کہتے سنا کہ حضرت نوح علیہ السلام عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ ہر روزہ رکھتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے نصف زمانہ حیات روزہ رکھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ گویا انہوں نے عمر بھر روزہ رکھا۔

(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ۱ صفحہ ۲۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ منصور نے اپنے والد باسناد محمد بن منکدر یہ روایت بیان کی ہے ایک بدوی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے روزہ کی کیفیت بیان فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور رخسار مبارک سرخ ہو گئے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو واقعہ کا علم ہوا تو آپ نے اس کے پاس جا کر اسے سخت سست کہا اور جب وہ بدوی چپ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے التجا کی فِدَاكَ اُمِّیْ وَ اَبِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (یا رسول اللہ آپ پر میرے ماں و باپ قربان) مجھے اس شخص کے متعلق بتایئے جو متواتر روزے رکھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمعرات وہ دن ہے جب اعمال آسمانوں کی طرف اٹھائے جاتے ہیں اور پیر وہ دن ہے جب میں پیدا ہوا اور

اسی دن سے مجھ پر وحی کا آغاز ہوا۔

(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ا صفحہ ۲۵۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب نے عبد اللہ بن بشرین سے انہوں نے علی بن عمر حافظ اور انہوں نے ابو نصر حبشوں بن موسیٰ خلالہ سے اور انہوں نے علی بن سعید وثیلی سے اور انہوں نے ضمیرہ بن ربیعہ قریشی سے اور انہوں نے ابن شعوذ اور انہوں نے الوراق اور انہوں نے شہر بن حوشب سے اور انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص رجب کی ستائیسویں کو روزہ رکھے گا۔ اس کے حق میں ساٹھ روزوں کا ثواب لکھ دیا جائے گا۔

(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ا صفحہ ۲۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

(یہ وہ دن ہے جب جبرئیل علیہ السلام رسالت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے) حضرت حسین ابن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ ہم طواف کعبہ کر رہے تھے کہ ایک آدمی کی آواز میرے کانوں تک پہنچی جو یہ شعر کہہ رہا تھا:

يَامَنْ مُجِيبُ دُعَاءَ الْمُضْطَرِّ فِي الظُّلَمِ
يَا كَاشِفَ الْكُرْبِ وَالْبَلْوٰى مَعَ التَّقَمِ
قَدْ بَاتَ وَفْدُكَ حَوْلَ الْبَيْتِ وَالْحَرَمِ
وَنَحْنُ نَدْعُوا وَعَيْنُ اللّٰهِ لَمْ تَنَمِ
هَبْ لِيْ لِجُوْدِكَ كَا اَخْطَاتُ مِنْ جُرَمِ
يَامَنْ اَشَارَتْ اِلَيْهِ الْخَلْقُ بِالْكَرَمِ
اِنْ كَانَ عَفْوُكَ لَمْ يَسْبِقْ لِمُجْتَرِمِ
فَمَنْ يَجُوْدُ عَلَى الْعَاصِيْنَ بِالنِّعَمِ

ترجمہ: اے تاریکیوں میں درماندہ انسانوں کی دعا قبول کرنے والے اور اے بیماری کے مصائب کو دور کرنے والے تیرے ایک وفد نے بیت اللہ اور حرم کے پاس ہی رات گزار دی۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ اپنے کرم سے ہمارے گناہ معاف فرمادے: اے کریما! تیری ذات کریم ہے تیری رحمت گنہگار سے سبقت کیوں نہیں لے جاتی اور ان کے گناہوں کو اپنی رحمت سے کیوں معاف نہیں کرتی۔

حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے والد محترم نے فرمایا: اے حسین رضی اللہ عنہ کیا تم اس شخص کی آہ و فغاں نہیں سنتے جو اپنے گناہوں پر رو رہا ہے اور اپنے اللہ کو ناراض کر رہا ہے تم جا کر اسے بلا لاؤ۔ میں دوڑ کر گیا تو دیکھا کہ ایک خوش شکل و خوش لباس انسان بیٹھا ہے اور اس کا دایاں بازو خشک ہو چکا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ تجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ یاد فرما رہے ہیں۔ جب وہ حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا تم کون ہو اور تمہارا کیا حال ہے۔ وہ رو کر کہنے لگا۔

امیر المومنین! اس شخص کا کیا حال ہو سکتا ہے جو نافرمانی میں پکڑا گیا ہو اور اپنے حقوق سے روک دیا گیا ہو۔ آپ نے نام پوچھا تو کہنے لگا: ''منازل بن لاحق'' پھر آپ نے اس کی سرگزشت سننے کی خواہش کی تو اس نے بتایا کہ میں عیش و عشرت میں عرب بھر میں مشہور تھا۔ نشہ جوانی میں ہر وقت بدمست رہتا تھا اور غفلت کا پیکر بن گیا تھا۔ توبہ کرتا تو قبول نہ ہوتی معافی کا خواستگار ہوتا تو مایوسی ہوتی۔ میں رجب شعبان کے مہینوں میں بھی گناہ سے باز نہ آتا۔ والد محترم مجھے ان سرکشیوں سے باز رکھنے کی ہر چند کوشش کرتے اور بتاتے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سخت اور اٹل ہے تمہارے ہاتھوں بہت سے دل دکھی ہیں۔ خدا کے فرشتے بڑے مقرب کہتے ہیں قتال حرام ہے یہ فرشتے بھی تمہارے ظالمانہ کارناموں پر ناراض ہیں جب میرے والد مجھے سختی سے روکتے تو

میں اسے بھی مارنے میں ندامت محسوس نہ کرتا۔ ایک دن لوگ مجھے اس کے پاس لے گئے اس نے عاجز آ کر کہا۔ میں جب تک اپنے بیٹے کو راہ راست پر نہ لاؤں اور اس کے گناہوں کو صاف نہ کرالوں اس وقت تک روزہ رکھوں گا اور افطار نہیں کروں گا۔ نماز پڑھوں گا، مگر نیند نہیں کروں گا۔ وہ ایک ہفتہ روزے سے رہا اور پھر ایک ابلق اونٹ پر سوار ہو کر مکہ شریف روانہ ہو گیا اور مجھے کہنے لگا: میں کعبۃ اللہ میں جا کر تمہارے لئے اپنے اللہ سے امداد طلب کروں گا۔ وہ کعبۃ اللہ میں گیا اور غلاف کعبہ کے پردوں سے چمٹ کر میرے لئے بددعا کرنے لگا:

يَامَنْ اِلَيْهِ اِلَى الْحُجَّاجُ مِنْ بُعْدِ
يَرْجُوْنَ لُطْفَ عَزِيْزٍ وَّاحِدٍ صَمَدٖ
هٰذَا مَنَازِلُ وَلَا يَرْتَدَّ عَنْ عَقِيْقِىْ
مُخُذْ بِحَقِّىْ يَا رَحْمٰنُ مِنْ وَّلَدِىْ
وَشَلَّ مِنْهُ بِجُوْدٍ مِنْكَ جَنَابَهٗ
يَامَنْ تَقَدَّسَ لَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَلِدْ

مجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس نے اس زمین و آسمان کو بنایا ہے کہ ابھی اس کی دعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میرا دایاں پہلو شل ہو گیا اور میں حرم کے ایک گوشے کی سوکھی لکڑی کی طرح کمزور و ناتواں ہو گیا لوگ صبح و شام میرے پاس سے گزرتے اور کہتے یہ ہے وہ شخص جس کے حق میں اس کے باپ کی دعا قبول ہو گئی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا پھر تمہارے باپ نے تمہارے لئے کیا کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے اپنے باپ سے التجا کی جہاں تم نے میرے لئے بددعا کی تھی۔ وہاں ہی میرے لئے دعائے خیر بھی کرو۔ وہ میری بات مان گیا ہم دونوں ایک اونٹنی پر

سوار ہو کر کعبۃ اللہ کی طرف روانہ ہوئے تو وادی اراک میں ایک درخت کے نیچے سے گزر رہے تھے کہ ایک پرندہ اڑا جس کی پھڑ پھڑاہٹ سے اونٹنی ڈر کر بھاگ کھڑی ہوئی میرا باپ گر کر وہیں واصل بحق ہو گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں ایک ایسی دعا بتاتا ہوں جس کے بابت میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو غمزدہ پڑھے گا۔ اس کا غم دور ہو جائے گا' جو مصیبت زدہ اس کا ورد کرے گا اللہ تعالیٰ اسے کشائش عطا فرمائے گا۔ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آپ نے وہ دعا اسے سکھا دی تو اس وقت پڑھی جب لوگ گہری نیند سو رہے تھے اور غیب سے آواز آئی تجھے اللہ کافی ہے تم نے دعا کے ساتھ ایک ایسا اسم پڑھا ہے جو اس کی بارگاہ میں رد نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد مجھے نیند آ گئی اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور اس دعا کو آپ کے سامنے پڑھا آپ نے فرمایا علی رضی اللہ عنہ ٹھیک کہتے تھے۔ اس دعا میں اسم اعظم ہے یہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا اچھا ہوا گر یہ دعا آپ اپنی زبان مبارک سے مجھے سنائیں۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ پڑھتے جاؤ۔

اللهم انى اسلك يا عالم الامور الخفية ويامن السماء بقدرته مبنية و يامن الارض بعزته مدحية، ويامن الشمس والقمر بنور جلاله مشرقة، مضية ويامقبل على كل نفس مومنة زكية ويامسكن رعب الخالفين واهل التقية، ويأمن حوائج الخلق عنده مقضية، ويامن نجى يوسف من رق العبودية يامن ليس له بواب ينادى، ولا صاحب يغشى ولا وزير يغطى، ولا غيره رب يدعى، ولا

یزداد علی کثرۃ الحوائج الا کرما وجودا، وصلی علی محمد والہ واعطنی سوالی انک علی کل شیء قدیر"۔

وہ شخص کہنے لگا اس کے بعد میں بھاگ اٹھا اور تندرست ہو گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس دعا سے استعانت کیا کرو۔ یہ عرش کے خزانوں سے ایک خزانہ ہے۔ (الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ۱، صفحہ ۲۵۷، ۲۵۶، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابونصر محمد اپنے والد سے باسناد عطاء بن یسار اور وہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے علاوہ اور مہینوں میں اتنے روزے نہیں رکھتے تھے جتنے شعبان میں رکھتے تھے کیونکہ جس شخص نے اس سال مرنا ہوتا ہے اس کا نام شعبان میں ہی مردوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ۱، صفحہ ۲۵۸ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ابونصر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے باسناد ثابت سے اور وہ برروایت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت سے سوال کیا گیا کہ روزوں میں سے بہترین روزہ کون سا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کی تعظیم کے لئے شعبان کے روزے رکھنا۔ (الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ۱، صفحہ ۲۸۵، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ہمیں ابونصر نے اپنے والد اور انہوں نے عبداللہ بن محمد اور انہوں نے اسحٰق بن محمد فارسی انہوں نے احمد بن صباح ابی شریح اور انہوں نے یزید بن ہردق اور انہیں حجاج الحارہ اور انہوں نے یحیٰی بن ابن کثیر انہوں نے عطا اور انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر سے گم ہو گئے میں آپ کی تلاش میں نکلی۔ اچانک میں نے آپ کو بقیع میں اس حالت میں پایا کہ آپ آسمان کی طرف سر بلند کر کے دیکھ رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا کہ تم نے اس بات کا فکر کیا تھا

کہ خدا اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا خیال تھا آپ کسی دوسری زوجہ مطہرہ کے گھر گئے ہوں گے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ شعبان کی درمیانی رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے۔ اور قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں جتنے گنہگار بخشے جاتے ہیں۔

(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق' جلد ا، صفحہ ۲۶۳' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابونصر نے اپنے والد اور وہ باسناد مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ اور وہ ہشام بن عروہ اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ چار راتوں کو رحمتوں کے دروازے کھول دیتا ہے۔ شب عید الاضحیٰ، شب عید الفطر، شب وسط شعبان ان راتوں میں لوگوں کی عمریں دراز ہوتی ہیں اور رزق میں کشائش ہوتی ہے۔ حاجیوں کا شمار ہوتا ہے اور عرفہ کی رات صبح تک یہی کام ہوتا ہے۔ (الغنیۃ لطالبی لطریق الحق' جلد ا، صفحہ ۲۶۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابونصر اپنے والد سے بوساطت المزح حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ماہ رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظر کرتا ہے اور اس کو عذاب سے نجات مل جاتی ہے۔ اس طرح ہر روز دس لاکھ بندوں کو آگ سے آزاد فرمایا جاتا ہے۔

(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق' جلد ۲، صفحہ ۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

ابونصر اپنے والد سے باسناد ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ (الغنیۃ لطالبی لطریق الحق' جلد ۲، صفحہ ۹' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شیخ ابوالبرکات نے احمد بن علی حافظ سے باسناد ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب مہینوں کا سردار رمضان ہے۔ اس کی

حرمت ذوالحجہ سے بھی افضل ہے۔

(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ۲، صفحہ ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابو البرکات روایت کرتے ہیں کہ فضل بن محمد قصار اصفہانی نے مختلف واسطوں سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ دنیا کے تمام دنوں سے افضل ذوالحجہ کے دس دن ہیں ان ایام کے برابر ایام جہاد بھی نہیں مگر وہ آدمی جس نے اپنا چہرہ مٹی سے آلودہ کرلیا۔ (الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ۲، صفحہ ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابو البرکات نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشرہ ذوالحجہ کے نیک اعمال سے بڑھ کر کسی دن کے اعمال خدا کے ہاں پسندیدہ نہیں صحابہ نے عرض کی ''جہاد فی سبیل اللہ بھی افضل نہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! مگر جو آدمی اپنا جان و مال جہاد میں نثار کردے وہ بہتر ہے۔ (الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ۲، صفحہ ۳۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ابو البرکات نے حضرت جابر کی روایت نقل کرتے ہوئے بتایا کہ جس شخص نے ذوالحجہ کے عشرہ کے روزے رکھے۔ خدا تعالیٰ اسے ہر روزے کے عوض سال بھر کے روزوں کا ثواب عنایت کرے گا۔

(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، جلد ۲، صفحہ ۳۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

غنیۃ الطالبین:

آپ کی تصنیف غنیۃ الطالبین ایک مرید صادق کے لئے اکسیر اعظم کی حیثیت رکھتی ہے یہ کتاب ''عقائد عبادات'' اخلاقیات اور احوال قیامت پر مشتمل ہے اور اس میں اخبار و آثار پائے جاتے ہیں۔

شیخ ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ نے باسناد ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار اعمال کو ترک نہیں فرماتے تھے۔ (۱)

عشرہ ذی الحجہ کے روزے (۲) عاشورہ کا روزہ (۳) ایام بیض (یعنی ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵) تاریخ کا روزہ (۴) اور فجر کی نماز سے پہلے دو رکعتیں۔ الغنیۃ لطالبی لطریق الحق، فصل فیما ورد فی عشر ذی الحجۃ من کرامات الانبیاء وما نقل یہ حوالہ ہے۔ من الاخبار، جلد ۲ ص ۳۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت شیخ ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے ساتھ بیان کیا کہ سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کسی دن کی عبادت اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند نہیں جتنی عشرہ ذی الحجہ کے ایام کی ہے ذی الحجہ کے عشرہ میں ایک دن کے روزے کا ثواب سال بھر کے روزوں کے برابر ہے اور اس میں ایک رات کی نماز کا ثواب ایک سال کی نمازوں کے برابر ہے۔

(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق' جلد ۲، صفحہ ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

حوالہ مندرجہ بالا

شیخ ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ نے باسناد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جس شخص نے عشرہ ذی الحجہ کی کسی تاریخ کو رات بھر عبادت کی تو گویا اس نے سال بھر حج اور عمرہ کرنے والے کی سی عبادت کی او جس نے عشرہ ذی الحجہ میں روزہ رکھا تو گویا اس نے پورا سال عبادت کی۔

(الغنیۃ لطالبی لطریق الحق' جلد ۲، صفحہ ۳۴' دار الکتب العلمیہ' بیروت)

شیخ ابو البرکات رحمۃ اللہ علیہ نے سند کے ساتھ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عشرہ ذی الحجہ آجائے تو عبادت کی کوشش کرو۔ ذی الحجہ کے عشرہ کو اللہ تعالیٰ نے بزرگی عطا فرمائی

ہے اور اس عشرہ کی راتوں کو بھی وہی عزت عطا فرمائی ہے جو دنوں کو حاصل ہے، اگر کوئی شخص اس عشرہ کی کسی رات کے آخری تہائی حصہ میں چار رکعتیں اس ترتیب سے پڑھے گا تو اس کو حج بیت اللہ اور روضہ انور کی زیارت کرنے والے کے برابر ثواب ملے گا اور اللہ تعالیٰ سے وہ جو کچھ مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائے گا (نماز کی ترکیب و ترتیب سورہ و آیات یہ ہے) ہر رکعت میں سورہ فاتحہ، سورہ فلق، سورہ ناس ایک ایک، سورہ اخلاص تین بار اور آیت الکرسی تین بار پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے:

سبحان ذی العزۃ والجبروت، سبحان ذی القدرۃ والملکوت، سبحن الحی الذی لایموت، سبحن اللہ رب العباد والبلاد، والحمد للہ کثیرًا طیبًا مبارکًا علی کل حال، اللہ اکبر کبیرا، ربنا جل جلالہ و قدرتہ بکل مکان،

"اللہ تعالیٰ پاک، بزرگ، جبروت کا، قدرت کا مالک ہے۔ وہ مالک الملک ہے، وہ ہمیشہ باقی رہے گا اسے موت نہیں ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی تمام بندوں کا پالنے والا ہے، وہی شہروں کا مالک ہے، ہر حال میں، پاکیزہ اور برکت والی حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، اللہ بڑی بزرگی والا ہے، ہمارا رب بزرگ ہے۔ اس کی عظمت بڑی ہے اس کی قدرت ہر جگہ ہے۔

(شیخ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قدرت سے مراد علم ہے یعنی اس کا علم ہر شے کو محیط ہے) اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔ اگر ایسی نماز عشرہ کی ہر رات کو پڑھے گا تو اس کو اللہ تعالیٰ فردوس اعلیٰ میں جگہ عطا فرمائے گا اور اس کے ہر گناہ کو مٹا دے گا۔ پھر اسے کہا جائے گا: اب از سر نو عمل شروع کر۔

اگر عرفہ کے دن کا روزہ رکھے اور عرفہ کی رات کو بھی نماز پڑھے اور یہی دعا کرے اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں زیادہ آہ وزاری کرے تو اللہ فرماتا ہے:

اے میرے فرشتو! میں نے اس بندے کو بخش دیا اور حاجیوں میں اس کو شامل کردیا، فرشتے اللہ تعالیٰ کی اس کرم نوازی پر بہت خوش ہوئے ہیں اور اس بندہ کو بشارت دیتے ہیں۔

(الغنية لطالبي طريق الحق، فصل: الصلاة الواردة في ايام العشر، جلد۲ص۳۵،۳۴ دارالکتب العلمیہ بیروت)

عظمت یوم عرفہ

شیخ ہبۃ اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یوم عرفہ سے افضل کوئی دن نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دن زمین والوں کے ذریعہ آسمان والوں پر فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے: میرے ان بندوں کو دیکھو! بکھرے اور گرد آلود بال ہیں۔ میری بارگاہ میں دور دراز راستوں سے میری رحمت کی امید اور میرے عذاب کا خواب لئے حاضر ہیں۔ لہٰذا یوم عرفہ سے زیادہ دوزخ سے رہائی کا دن کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اس دن جتنے مجرم دوزخ سے رہائی پاتے ہیں اور کسی دن نہیں پاتے۔

(الغنية الطالبي طريق الحق، فصل: في شرف يوم عرفة وليلة، جلد۲ص۴۶، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

شیخ ہبۃ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو! گھوڑوں اور اونٹوں کو ایذا پہنچانے اور لاغر کرنے میں نیکی نہیں ہے، عمدہ اور اچھی رفتار سے چلو اور کمزوروں پر رحم کھاؤ، مسلمان کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔

یہ حوالہ ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ آسمانوں پر (اپنی شان وقدرت کے لائق) نزول اجلال فرماتا ہے اور حاجیوں کی وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے اور فرماتا ہے: اے میرے فرشتو! میرے ان بندوں کو دیکھو! کس طرح پریشان، بال گرد آلود، دور دراز راستوں سے آئے ہیں۔ یہ میری رحمت کے طلب گار ہیں اور میرے عذاب سے لرزاں ہیں اور جس شخص کی ملاقات کے لئے کوئی آتا ہے تو اس پر حق ہے کہ وہ آنے والے کی عزت کرے، میزبان پر مہمان کی عزت کرنا لازم ہے پس تم گواہ رہو کہ میں نے ان کی مغفرت کردی، ان کی مہمانی کا کھانا جنت کو قرار دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: پروردگار عالم! ان میں تو مفرور ومتکبر عورتیں بھی شامل ہیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے ان کو بھی بخش دیا عرفہ کے دن سے زیادہ کوئی دن دوزخ سے آزادی کا نہیں ہے۔

(الغنیۃ لطالبی طریق الحق، فصل، فی شرف یوم عرفۃ ولیلتہ: جلد ۲ ص ۴۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عرفہ کے دن سے زیادہ کسی دن بھی شیطان کو ذلیل وخوار، شرمندہ اور غضبناک نہیں دیکھا گیا، کیونکہ اس دن اس کو اللہ کی رحمت کا نزول اور بندوں کے گناہوں کی مغفرت نظر آئی ہے۔ ہاں البتہ بدر کا دن اس سے مستثنیٰ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے دن شیطان نے کیا دیکھا تھا؟ فرمایا: جبرئیل نے اسکو دیکھا تھا کہ وہ فرشتوں کو بلا رہے ہیں۔ (ایضاً)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ عرفہ کی شام کو موقف میں ٹھہرے، جب روانگی کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور سب لوگوں کو خاموش رہنے کا حکم ارشاد فرمایا اور فرمایا:

اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے کہ تمہاری آج کے دن تک عمریں دراز کیں اور تمہاری نیکیوں کے طفیل تمہارے بدکاروں نے بھی جو کچھ مانگا بخش دیا اور باہمی ایذا رسانی کے تمام گناہ بھی بخش دیئے، چلو! اللہ کا نام لے کر، جب ہم لوگ مزدلفہ پہنچے تو لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموش کر دیا۔ جب لوگ خاموش ہو گئے تو فرمایا: لوگو! آج اس دن اللہ تعالیٰ نے تم پر بڑا احسان فرمایا، تمہارے بدکاروں کو نیکوں کی وجہ سے بخش دیا اور نیکوں نے جو کچھ مانگا وہ عطا فرما دیا اور تمہارے گناہوں کو معاف فرما دیا، تمہارے وہ گناہ بھی معاف کر دیئے جو ایذا رسانی کے باعث تم پر ہوئے تھے اور ایذا رسانوں کے ثواب کا بھی ذمہ دار ہو گیا۔ آپ کے اس ارشاد کے بعد ایک اعرابی آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، دنیا میں ایسا کوئی کام نہیں جو میں نے نہ کیا ہو، میں نے جھوٹے حلف بھی اٹھائے ہیں، تو کیا میں بھی ان لوگوں میں شامل ہوں جن کی آپ نے صفت بیان کی ہے؟

حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے اعرابی! اب تو از سر نو نیک عمل شروع کر دے۔ تیرے پہلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے، اب مہار چھوڑ دے۔

(الغنیۃ لطالبی طریق الحق، فصل فی شرف یوم عرفۃ ولیلۃ جلد ۲ ص ۴۷، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کی رات اپنی امت کے لئے مغفرت، بخشش اور رحمت کی دعا فرمائی اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت کو بخش دیا سوائے ان کے جو ایک دوسرے پر ظلم کریں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے وہ گناہ بخش دیئے جو بندے اور اللہ کے درمیان تھے، پھر آپ نے فرمایا:

یا الٰہی! یقیناً تو قادر ہے کہ اس مظلوم کو اس ہر کئے ظلم کا بہتر ثواب عطا فرمائے اور اس ظالم کو بخش دے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس رات اللہ جواب عطا نہیں فرمایا، پھر جب مزدلفہ کی رات آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسی وقت آپ کو جواب عطا فرمایا کہ میں نے ان کو بھی بخش دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ ایسے وقت مسکرائے کہ اس سے پہلے ایسے وقت کبھی تبسم نہیں فرماتے تھے (یعنی دعا کے وقت؟)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دشمن خدا ابلیس کی حالت پر مسکرایا، جب اس کو معلوم ہوا کہ میری چاہت کے مطابق امت کے لئے اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمالی ہے تو وہ اپنی بربادی اور تباہی کو پکارنے لگا اور سر پر خاک ڈالنے لگا۔

(الغنیۃ لطالبی طریق الحق، جلد ٢ ص ٤٨، ٤٧ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

عرفہ کے روزہ کی فضیلت

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عرفہ کے دن کا روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ایک سال پہلے اور

ایک سال بعد کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ (غنیۃ الطالبین، جلد۲ص ۴۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عرفہ کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ ایک گزشتہ سال کے اور ایک آئندہ سال کے۔ (ایضاً)

عرفہ کے دن نماز کی فضیلت

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عرفہ کے دن دو رکعتیں پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ تین بار (سورۂ فاتحہ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرے) پھر سورہ کافرون تین بار، سورہ اخلاص ایک بار اور ہر بار سورہ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کرے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم گواہ رہو میں نے اس کے گناہ بخش دیئے۔ (ایضاً)

یوم عرفہ کی دعائیں

حضرت امیر المومنین علی بن طالب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرفہ کی شام کو حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر دعا کرتے اور فرماتے تھے۔

اللهم لك الحمد كما تقول و خيرا مما تقول اللهم لك صلوتي و نسكي و محياى ومماتي ولك يا رب تراقي۔ اللهم اني اعوذ بك من العذاب القبر وفتنة الصدور شتات الامر، اللهم انى اسالك من خيرما تجرى به الريح

''اے اللہ! تو آپ اپنی جو کچھ تعریف کی ہے وہ تیرے ہی لئے ہے، میرے کہنے سے (تعریف کرنے سے) تو خود بہتر تعریف کرتا ہے۔ الٰہی! میری زندگی، میری موت اور عبادت سب تیرے ہی لئے ہے، میری میراث بھی تیرے ہی لئے ہے۔ یا اللہ! میں تجھ سے امن وامان

چاہتا ہوں، الٰہی! مجھے قبر کے عذاب سے، ( ) کے فتنہ سے اور کام کی برہمی سے محفوظ فرما۔ جس چیز کے ساتھ ہوا چلتی ہے میں تجھ سے اس سے بہتر چیز کی درخواست کرتا ہوں وہ مجھے عطا فرما دے۔

غنیۃ الطالبین جلد۲ ص۱۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان۔

حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عرفہ میں میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی دعا یہ ہے:

لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شئي قدير اللهم اجعل في قلبي نورًا، وفي سمعي نورًا، و في بصري نورًا، اللهم اشرح لي صدري، ويسرلي وامري، اللهم اني اعوذ بك من وساوس و فتنة القبر وشات الامر، اللهم اني اعوذ بك من شرما يلج في الليل، ومن شر ما يلج في النهار، ومن شرما لهب به الرياح، ومن شر بوائق الدهر"

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی کا ملک ہے اور وہی تعریف اور حمد وثنا کے لائق ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو میرے دل میں نور عطا فرما، میرے کانوں اور میری آنکھوں کو نور سے معمور فرما دے۔ اے اللہ! میرا سینہ کھول دے اور میرے کام آسان فرما، میرے سینے کو وسوسوں، قبر کے فتنوں اور کام کی پراگندگی سے امن میں رکھ، الٰہی! مجھے دن رات کی برائیوں سے محفوظ رکھ، مجھے ہوا کی بدی سے محفوظ فرما۔ (غنیۃ الطالبین جلد۲ صفحہ۱۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت خضر و حضرت الیاس علیہ السلام

شیخ ہبۃ اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خشکی اور تری کے پیغمبر حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام ہر سال مکہ معظّمہ میں جمع ہوئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ یہ دونوں باہم سر مونڈتے ہیں۔

اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ پڑھو!

بسم اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا باقی بالخبر الا اللّٰہ

بسم اللّٰہ ماشاء اللّٰہ لا یصرف السوء الا اللّٰہ

بسم اللّٰہ ماشاء اللّٰہ وما لکم من نعمۃ فمن اللّٰہ

بسم اللّٰہ ماشاء اللّٰہ ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ

بسم اللہ ماشاء اللہ! سوائے اللہ کے کوئی نیکی نہیں دیتا۔

بسم اللہ ماشاء اللہ خدا کے سوا کوئی بدی کو دور نہیں کرتا۔

بسم اللہ ماشاء اللہ! جس قدر بھی نعمت تمہارے پاس ہے وہ اللہ ہی دیتا ہے۔

بسم اللہ ماشاء اللہ! اللہ کے حکم کے بغیر کوئی چیز گردش نہیں کرسکتی نہ کسی میں اس بات کی طاقت ہے۔

اس دعا کا اثر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اس دعا کو روزانہ صبح کو پڑھے گا وہ ڈوبنے سے جلنے سے، چوری اور ناگوار و ناپسندیدہ چیز سے شام تک محفوظ رہے گا اور جو شخص یہ دعا شام کو پڑھے گا وہ صبح تک اللہ کی پناہ میں رہے گا۔

غنیۃ الطالبین جلد ۲ ص ۵۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

یوم عرفہ اور فرشتوں کی دعا

شیخ ہبۃ اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

ہر عرفہ کے دن عرفات میں حضرت جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور حضرت خضر علیہ السلام جمع ہوتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کہتے ہیں:

ماشاء اللّٰہ ولا قوۃ الا باللّٰہ

اللہ جو چاہے اللہ کے سوا کسی کو قوت و طاقت نہیں ہے۔

حضرت میکائیل علیہ السلام کہتے ہیں:

ماشاء اللّٰہ کل نعمۃ من اللّٰہ

اللہ جو چاہے تمام نعمتیں اللہ کی طرف سے ہیں۔

اس کے جواب میں حضرت اسرافیل علیہ السلام کہتے ہیں۔

ماشاء اللّٰہ الخیر کلہ بید اللّٰہ

اللہ جو چاہے ساری بھلائیاں اللہ کے قبضہ میں ہیں۔

اس کے جواب میں خضر علیہ السلام کہتے ہیں۔

ماشاء اللّٰہ لا یدفع السوء الا اللّٰہ

اللہ جو چاہے اللہ کے سوا کوئی برائیوں کو دور نہیں کر سکتا۔

اس دعا کے بعد وہ متفرق ہو جاتے ہیں اور آئندہ سال تک عرفہ سے پہلے اکٹھے نہیں ہوتے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۲۵۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

- میں کہتا ہوں (یعنی مصنف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ) کہ یہ تب ہو سکتا ہے جب کہا جائے کہ حضرت خضر علیہ السلام فرشتوں میں سے ایک فرشتہ ہیں۔ اس کی تحقیق

میں نے اپنے رسالہ میں کردی ہے جس کا نام میں نے ''کشف الخذر عن احوال الخضر'' رکھا ہے۔

قربانی کی فضیلت

شیخ ہبۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص قربانی کے دن اپنی قربانی کے جانور کے نزدیک اس کو ذبح کرنے کے ارادہ سے پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے نزدیک فرما دیتا ہے اور جب وہ اس کو ذبح کر دیتا ہے تو اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اس ذبیحہ کو قیامت کے لئے اس کے واسطے (پل صراط سے گزرنے کے لئے) سواری بنا دیتا ہے تاکہ وہ اس پر سوار ہو کر جائے۔

(غنیۃ الطالبین جلد۲ص ۶۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

جمعہ کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن کی نماز فرض ہے۔ البتہ بیمار، مسافر، عورت، بچہ اور غلام اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔

جس نے کھیل کود یا کاروبار کی وجہ سے جمعہ چھوڑا تو اللہ نے اس کو چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ غنی اور تعریف والا ہے۔ (غنیۃ الطالبین جلد۲ص ۷۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قول شیخ ابو نصر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد کی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ہر جمعہ کو چھ لاکھ دوزخیوں کو آزاد فرماتا ہے، جمعہ کے دن رات کے

چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں اور ہر گھنٹہ میں چھ لاکھ دوزخی دوزخ سے آزاد ہوتے ہیں۔

(الغنیۃ لطالبی طریق الحق، فصل فی فضائل الجمعۃ من طریق الآثار، جلد۲ ص۷۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ دعا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جمعہ کی ساعت میں مشرق سے مغرب تک کسی چیز کے لئے بھی اگر دعا کی جائے تو ضرور قبول ہوگی۔ وہ دعا یہ ہے:

سبحانك لا اله الا انت یا حنان یا منان یا بدیع السمٰوٰت والارض یا ذوالجلال والاکرام.

"اے عظیم بخشنے والے، اے احسان کرنے والے، اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے، اے صاحب جلال و اکرام تو پاک ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں"۔

(غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۸۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عمل مبارک

حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن ایک ایسی ساعت ہے کہ ٹھیک اس وقت اگر بندہ اللہ تعالیٰ سے خیر کا طالب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور عطا فرماتا ہے۔ میں نے عرض کی: وہ کون سی ساعت ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آدھا سورج غروب کی طرف جھک جاتا ہے۔

مرجانہ کا بیان ہے کہ (اس ارشاد کے پیش نظر) جب جمعہ کا دن ہوتا حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے غلام زید کو حکم دیتی تھیں کہ وہ ایک بلند مقام پر چڑھ کر یہ دیکھتا رہے اور جب نصف سورج غروب کی طرف جھک جائے تو ان کو آگاہ کر دے۔

چنانچہ زید ایسا ہی کیا کرتا تھا، جس وقت زید آپ کو خبر کرتا آپ فوراً اٹھ کر مسجد میں تشریف لے جائیں اور جب سورج غروب ہو جاتا تو نماز ادا فرمائیں۔

(الغنیۃ لطالبی فصل فی دعوات یوم الجمعہ، ج۲ص۸۴، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

شیخ ابو نصر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد سے بالاسناد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جمعہ کے دن مجھ پر درود زیادہ پڑھا کرو کیونکہ اس دن اعمال (کا ثواب) دوگنا کر دیا جاتا ہے اور میرے لئے اللہ تعالیٰ سے ''درجہ وسیلہ'' کی دعا مانگا کرو کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ''درجہ وسیلہ'' کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جنت میں ایک ایسا اعلیٰ مقام ہے جو صرف ایک نبی کو عطا ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ میں ہی وہ نبی ہوں (جس کو وہ مقام عطا ہوگا)

(غنیۃ الطالبین فصل فی الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم الجمعہ، ج۲ص۸۵، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یہاں ہم چالیس احادیث مبارکہ باسناد زبدہ وقدوۃ المجاہدین، عمدۃ الزاہدین نقل کی ہیں تاکہ تجھ پر واضح ہو جائے کہ آپ مقلدین میں سے نہیں بلکہ مجتہدین کی طرح اجل محدثین میں سے ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

وجہ ملقب بہ محی الدین:

سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ آپ کا لقب محی الدین کیسے پڑ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ۵۱۱ میں برہنہ پا بغداد کی طرف آ رہا تھا۔ راستہ میں مجھے ایک بیمار شخص نحیف البدن متغیر رنگ پڑا ملا اس نے مجھے السلام علیکم کہہ کر میرا نام لے کر پکارا اور اپنے قریب آنے کو کہا۔ جب میں قریب پہنچا تو اس نے مجھے سہارا دینے کو کہا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم صحت مند ہونے لگا اور رنگ وصورت صحت مند نظر آنے لگی۔ میں دیکھ کر ڈر گیا۔ اس نے مجھے پوچھا کیا مجھے پہچانتے ہو؟ میں لاعلمی کا

اظہار کیا تو کہنے لگا۔ میں دین ہوں جیسے دین اسلام آپ دیکھ رہے تھے۔ میں موجودہ معاشرہ میں بڑی قابل رحم حالت میں تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کی کوشش سے از سر نو زندگی بخشی۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۵۷، نفحات الانس، صفحہ ۲۶۰ بہجۃ الاسرار ۵۵-۵۴، خزینۃ الاصفیاء، جلد ا صفحہ ۹۴)

شیخ ابو مدین شعیب اور جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

شیخ جلیل ابو صالح مغربی کا بیان ہے کہ مجھے سیّد شیخ ابو مدین قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ بغداد میں سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر فقر حاصل کرو۔ میں بغداد گیا آپ کی زیارت کی مجھے ساری زندگی میں اتنا باہیبت انسان نہیں ملا تھا۔ آپ نے مجھے ریاضت کے لئے ایک متواتر ایک سو بیس (۱۲۰) دن تک چلہ کشی کرائی اور پھر پاس آ کر مجھے قبلہ کی طرف دیکھنے کو کہا۔ میں نے بغداد میں کھڑے شیخ ابو مدین کو دیکھ لیا آپ نے مجھے پوچھا کہ شیخ ابو مدین کے پاس جانا چاہتے ہو یا یہاں قیام کرو گے۔ میں نے شیخ کے پاس جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایک قدم میں جاؤ گے یا جیسے آئے تھے میں نے عرض کیا جیسے آیا تھا آپ نے فرمایا یہ اچھی بات ہے اور مزید کہا کہ جب تک تم اس سیڑھی پر نہ چڑھو گے فقر حاصل نہیں ہوگا۔ یہ سیڑھی ''توحید'' ہے جو ہر ناپاکی کو محو کر دیتی ہے۔ میں نے عرض کی مجھے اس راہ میں آپ کی مدد درکار ہے آپ نے ایک نظر مجھے دیکھا تو میرا دل خواہشات و تفکرات سے صاف ہو گیا اور مجھے محسوس ہونے لگا کہ میرے دل کی سیاہیاں دھل گئیں ہیں اور میں نور باطن سے اب ہر چیز کو دیکھتا ہوں۔

آپ کا پہلا حج بیت اللہ

جناب سیّدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں پہلی دفعہ بغداد سے حج بیت اللہ کو روانہ ہوا تو اکیلا تھا۔ جب میں مناۃ ام القرآن کے پاس پہنچا۔ مجھے شیخ عطا مسافر نظر آئے وہ بھی تنہا ہی کعبۃ اللہ کی طرف جا رہے تھے وہ جوانی کے عالم

میں تھے مجھے انہوں نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو اور تمہارے ساتھ کون ہے؟ میں نے بتایا کہ مکہ کو اکیلا ہی جا رہا ہوں۔ چنانچہ دونوں ساتھی بن کر ایک جنگل میں پہنچے ہمیں ایک برقعہ پوش حبشی عورت نہایت نحیف بدن میں ملی مجھے غور سے دیکھ کر پوچھنے لگی کہ نوجوان تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے بتایا کہ میرا وطن گیلان ہے وہ کہنے لگی تم نے مجھے تھکا دیا ہے۔ میں حبشہ میں تھی تو مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل پر تجلی کی ہے اور اپنے فضل سے تجھے وہ عنایت بخشی ہیں جو اس زمانہ میں کسی دوسرے کو نصیب نہیں اس لئے میری دلی خواہش تھی کہ آپ سے ملاقات کروں پھر اس نے کہا کہ میں آپ کے ہمراہ رہوں گی اور روزہ افطار بھی آپ کے ساتھ ہی کروں گی۔ ہم راستے کے ایک طرف اور وہ دوسری طرف چلتی رہی حتیٰ کہ شام کے وقت آسمان سے ایک طباق اترا جس میں چھ روٹیاں سرکہ اور سبزی تھی حبشن عورت کہنے لگی کہ اللہ نے میری عزت رکھ لی ورنہ ہر روز وہ مجھے دو روٹیاں بھیجا کرتا ہے ہم نے دو دو روٹیاں کھا کر اللہ کا شکر ادا کیا اور پھر ہمیں تین کوزے ایسے میٹھے پانی کے ملے جن کی تشبیہ ہم دنیاوی پانی سے نہیں دے سکتے اس کے بعد وہ عورت غائب ہوگئی۔ جب ہم مکے پہنچے اور طواف کعبہ کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیخ عدی پر انوار تجلی الٰہی نازل ہوئے ان پر غش آگیا۔ بعض لوگ کہنے لگے کہ وہ مر گئے مگر اس عورت نے بڑھ کر ہلایا اور کہا کہ جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں مارا ہے وہ زندہ بھی کر سکتا ہے وہ ذات پاک ہے جس کے سامنے حادثات دنیا نہیں ٹھہر سکتے۔ اس کے ظہور صفات کے وقت کائنات قائم نہیں رہ سکتی۔ تاوقتیکہ وہ اپنی خاص مدد نہ فرمائے۔ اس کے جلال کے سامنے عقلیں ششدر رہ جاتی ہیں اور علمائے عقل کی ذہانت دنگ رہتی ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی طواف میں اللہ تعالیٰ کے انوار مجھ پر نازل ہونے لگے اور مجھے یہ خطاب ہوا کہ عبد القادر رضی اللہ عنہ ظاہری

تجرید کو ترک کردو۔ تفرید توحید اور تجرید توحید اختیار کرو ہم اپنی نشانیوں سے بعض عجائبات کا مشاہدہ کرائیں گے۔ اپنی مراد کو ہماری مراد پر ثابت نہ کرو اور اپنے استقلال و ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو اور ہمارے تصرف کے بغیر کسی کے تصرف کو قبول نہ کرو۔ تمہارے لئے ہمارا شہود ہمیشہ رہے گا اور خدمت خلق کے لئے بیٹھ جاؤ کیونکہ ہمارے بعض خاص بندوں کو تمہارے ہاتھ سے فیض حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہمارے مقرب بن جائیں گے۔

اس عورت نے مجھے دیکھ کر کہا مجھے معلوم نہیں آج آپ کس حال میں ہیں مگر میں اتنا دیکھ رہی ہوں کہ نور کے خیمے تمہارے سر پر لگے ہوئے ہیں آپ جیسے لوگوں کے احوال معلوم کرنے کے لئے لوگ بڑے آرزومند رہتے ہیں یہ کہتے ہی وہ چلی گئی اس کے بعد میں نے اسے نہیں دیکھا۔

شیخ ابو حفص عمر بن مسعود بن بزاز بغدادی نے لکھا ہے کہ قضیب البیان قدس سرہ سے حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی کے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے وہ ولی مقرب ہیں اور اللہ کے صاحب حال ہیں۔ قدم راسخ کے مالک ہیں پھر پوچھا گیا کہ ہم نے انہیں کبھی نماز پڑھتے نہیں دیکھا تو فرمانے لگے وہ ایسی جگہ نماز پڑھتے ہیں جہاں تمہاری نگاہیں نہیں پہنچ سکتیں کوئی رات اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا جس میں انہوں نے اپنے فرائض ادا نہ کئے ہوں میں نے دیکھا ہے کہ جب وہ شہر موصل میں نماز پڑھتے تھے تو ان کی سجدہ گاہ کعبۃ اللہ ہوا کرتی تھی۔

وہی حضرت شیخ ابو حفص فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ شیخ علی بن ہیتی بیمار تھے۔ میں ان کے پاس گیا حضرت غوث پاک بھی تشریف فرما تھے۔ شیخ بقا' شیخ ابو سعید قیلوی' اور شیخ ابو العباس احمد بن الصرصری بھی ان کے پاس موجود ہے۔ آپ نے اپنے خادم ابو الحسن جوسقی کو دستر خوان بچھانے کا حکم دیا دستر خوان بچھا کر سوچنے لگا کہ دونوں محترم

ہیں پہلے کس کے سامنے کھانا رکھوں پھر اس نے دستر خوان کے چاروں طرف کھانا سجا دیا تا کہ تقدم و تاخر کا احساس پیدا نہ ہو۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے جب اس ملازم کے سلیقہ کی تعریف کی تو شیخ علی ہیتی نے فرمایا میں اور وہ آپ کے خادم ہیں۔ یہ آپ کی تربیت کا اثر ہے۔

بیابان عراق میں حضرت خضر سے ملاقات کئی معتبر استاد کے ساتھ مروی ہے کہ

حضرت سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے فرمانے لگے میں پچیس سال تک تن تنہا بیابانوں اور ویرانوں میں ریاضت کرتا رہا۔ چالیس سال تک صبح کی نماز عشاء کی نماز کے وضو سے ادا کی اور پندرہ سال تک عشاء کی نماز کے بعد ایک پاؤں پر کھڑا ہو جاتا اور صبح تک قرآن پاک ختم کرتا تھا۔ ایک رات سیڑھی پر چڑھتے ہوئے میرے نفس نے مجھے کہا ''اگر تم ایک گھڑی سونے کے بعد اٹھو تو کیا اچھا ہو''! یہ خیال آتے ہی میں وہاں کھڑا ہو گیا اور قرآن پڑھنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ تمام قرآن ختم کر دیا۔

بسا اوقات مجھے تین سے چالیس روز تک کھانا کھائے بغیر گزارنے پڑتے تھے ابلیس میرے پاس آتا تو میرے سامنے ایک اونٹ کھا کر بھاگ جاتا۔ دنیا اپنی ساری عیش سامانیوں اور جمال و آسائش کے ساتھ میرے سامنے آتی تو میں اسے نظر انداز کر دیتا۔

میں ''برج عجمی'' میں گیارہ سال تک رہا ہوں میں نے وہاں یہ اپنے اللہ سے عہد کیا تھا کہ جب تک مجھے کھانے اور پینے کے لئے نہ کہا جائے گا میں کچھ نہیں کھاؤں گا اور نہ ہی کچھ پیوں گا۔ ایسی حالت میں مجھے ایک دفعہ چالیس دن گزر گئے۔ ایک شخص نے آ کر میرے سامنے روٹی اور پانی رکھا۔ میرے نفس نے خواہش کا اظہار کیا کہ کچھ کھا لے مگر میں نے عہد کر لیا کہ اللہ کی قسم جب تک میرا مقصد پورا نہیں ہو گا کھانے پینے کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا اسی حالت میں میرے نفس کے اندر سے ایک شور برپا ہوا اور

بھوک پکارنے لگا۔ مگر میں نے کچھ پرواہ نہ کی حتیٰ کہ شیخ ابو سعید مخزومی رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے اور شور سن کر پوچھنے لگے کہ عبد القادر یہ شور کیسا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ نفس کا اضطراب ہے مگر میری روح مطمئن اور پرسکون ہے اور اپنے اللہ کے ساتھ راغب ہے مجھے فرمایا گیا کہ ''باب ازج'' تک آؤ یہ کہہ کر آپ چلے گئے۔ میرے پاس حضرت ابو العباس خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے اٹھو! اور ابوسعید کی طرف چلو! جب میں وہاں پہنچا تو آپ اپنے دروازے پر کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے۔ کہنے لگے عبد القادر رضی اللہ عنہ میرا کہنا تمہارے لئے کافی نہ تھا؟ حضرت خضر علیہ السلام کو آنا پڑا مجھے اپنے گھر لے گئے اور اپنے ہاتھ سے روٹی کھلائی اور جب میں سیر ہو گیا تو اپنے ہاتھ سے خرقہ پہنایا۔

اس واقعہ سے پہلے مجھے ایک سفر میں ایک ایسا شخص ملا جسے میں پہلے نہیں جانتا تھا۔ اس نے مجھے پوچھا تمہیں کسی کے ساتھ رہنے کی خواہش ہے۔ جب میں نے اثبات میں جواب دیا تو کہنے لگا کہ تم میری مخالفت تو نہیں کرو گے؟ میں نے وعدہ کیا تو ایک جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ یہاں بیٹھ جاؤ اور میں ابھی آتا ہوں ایک سال گزر گیا وہ نہ آیا۔ سال کے بعد چند لمحے وہ میرے پاس آکر بیٹھا اور اٹھتے ہوئے کہنے لگا میں جب تک دوبارہ نہ آؤں یہاں سے نہ جانا۔ ایک سال گزرنے کے بعد پھر آیا اور مجھے وہاں دیکھ کر کہنے لگا اب اپنے مکان سے باہر نہ جانا جب تک میں نہ آؤں۔ پھر وہ ایک سال تک غائب رہنے کے بعد آیا اور اس کے پاس روٹی اور کچھ دودھ تھا اور کہنے لگا میں خضر ہوں اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے ساتھ کھانا کھاؤں گا۔ ہم دونوں نے یہ کھانا سیر ہو کر کھایا اور مجھے کہنے لگا اب تم بغداد جاؤ اور خلق خدا کو ہدایت میں مشغول ہونے کی تلقین کرو۔

ہم دونوں بغداد میں داخل ہو رہے تھے تو کسی نے آپ سے پوچھا کہ اف تین

سالوں میں آپ کیا کھاتے رہے آپ نے فرمایا لوگوں کی بچی کھچی چیزیں۔

خلیفہ مستنجد باللہ کی حاضری

شیخ ابو العباس حسینی موصلی فرماتے ہیں کہ ہم بغداد میں سیّدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کے مدرسہ میں بیٹھے تھے کہ عباسی خلیفہ مستنجد باللہ المظفر یوسف عباسی آئے اور آپ کو سلام کر کے بیٹھ گئے اور سونے کے دیناروں سے بھری دس تھیلیاں پیش کیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس دولت کی ضرورت نہیں جب خلیفہ نے اصرار کیا تو آپ نے ایک تھیلی دائیں اور ایک بائیں ہاتھ میں لے کر نچوڑی تو اس میں سے خون بہنے لگا۔ آپ نے فرمایا ابو المظفر تمہیں حیاء نہیں آتی کہ عوام کا خون اکٹھا کر کے میرے پاس لے آئے ہو۔ خدا کی قسم اگر مجھے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام نہ ہوتا تو اس خون کو اتنا بہنے دیتا کہ تمہارے محلوں تک پہنچتا۔ خلیفہ کو یہ واقعہ دیکھ کر غش آ گیا۔

(بہجۃ الاسرار، صفحہ ۱۲۱، ۱۲۰، لاہور)

ابو العباس حسین کہتے ہیں ایک دن میں نے خلیفہ کو آپ کی خدمت میں بیٹھے دیکھا۔ خلیفہ کہنے لگا مجھے کوئی ایسی کرامت دکھایئے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے آپ نے فرمایا کیا چاہتے ہو۔ خلیفہ نے کہا مجھے اس وقت سیب درکار ہیں (اس موسم میں سیب سارے بغداد میں نہیں تھے) آپ نے ہاتھ پھیلا کر دو سیب پکڑے ایک خلیفہ کو دے دیا اور خود ایک رکھ لیا جب آپ نے اپنا سیب توڑا تو اس میں سے کستوری کی سی خوشبو نکلی اور خلیفہ نے توڑا تو اس کے اندر سے کیڑے نکلے خلیفہ نے تعجب سے پوچھا کہ معاملہ کیا ہے آپ نے فرمایا کہ ظالم کا ہاتھ لگنے سے پھلوں میں بھی کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۸۷، ۱۲۱، مؤسسۃ الشرف و مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور)

ابو غالب اور سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

مشائخ کرام کی ایک جماعت نے معتبر اسانید سے روایت کی ہے کہ آپ کی

خدمت میں بغداد کا ایک مشہور تاجر ابو غالب حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ آپ کے جد امجد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جسے کوئی شخص دعوت دے اسے قبول کر لینی چاہئے۔ اندریں حالات میں اپنے غریب خانہ میں آپ کو قدم رنجہ فرمانے کی زحمت دیتا ہوں۔ چند لمحے آپ نے مراقبہ فرما کر کہا اچھا چلو! آپ اپنے خچر پر سوار ہوئے تو شیخ ابن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دائیں رکاب کے ساتھ چل رہے تھے اور اس تاجر کے گھر پہنچے وہاں دیکھا کہ بغداد کے بڑے بڑے رؤسا، مشائخ اور علماء جمع ہیں اور دستر خوان بچھا ہوا ہے۔ جس پر انواع واقسام کے کھانے چنے ہیں، اسی اثناء میں ایک بڑا سا مٹکا جس کا منہ بند تھا لایا گیا اور دستر خوان کے ایک کونے میں رکھتے ہوئے ابو غالب نے کہا بسم اللہ کیجئے مگر سیدنا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سر جھکائے بیٹھے رہے۔ آپ نے نہ تو خود کھایا اور نہ اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔ آپ کی ہیبت سے اہل مجلس بھی ہاتھ بڑھائے بغیر بے حس بیٹھے رہے اس واقعہ کا راوی کہتا ہے کہ آپ نے مجھے اور شیخ ہیتی کو حکم دیا کہ ہم اس مٹکے کو اٹھا لائیں۔ جب ہم نے مٹکا آپ کے سامنے رکھ دیا تو اس کا منہ کھول کر دیکھا تو ابو غالب کا بیٹا مفلوج اندھا اور لنگڑا اس مٹکے میں بند ہے آپ نے دیکھتے ہی فرمایا اٹھو! اور صحیح وسالم کھڑے ہو جاؤ۔ لڑکا صحت مند اور توانا ہو کر اٹھا اور دوڑنے لگا۔ یوں دکھلائی دیتا تھا کہ اسے کوئی بیماری نہیں ہے۔ یہ دیکھتے ہی لوگوں میں ایک شور برپا ہو گیا آپ آنکھ بچا کر مجلس سے چلے گئے اور کچھ نہ کھایا۔ (بہجۃ الاسرار، صفحہ ۱۸۷، مکتبہ اعلیٰ حضرت، لاہور، نفحات الانس، صفحہ ۴۸۲، اکبر بک سیلرز، لاہور)

رافضیوں کی آزمائش

ایک دفعہ چند شریر رافضی آپ کی خدمت میں دو منہ بند ٹوکرے لے آئے اور آپ سے سوال کیا کہ بتائیے ان ٹوکروں میں کیا ہے؟ آپ کرسی سے نیچے اترے اور ایک ٹوکرے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ اس میں ایک لنگڑا لڑکا ہے۔ اپنے صاحبزادے

سیّد عبدالرزاق کو حکم دیا کہ اس کا منہ کھول دو اور اس لڑکے کو کہا اٹھو! اور لڑکا اٹھ کر دوڑنے لگا۔ دوسرے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس میں صحت مند و سالم لڑکا ہے منہ کھول کر حکم دیا کہ باہر نکل کر بیٹھ جاؤ۔ جب وہ بیٹھ گیا تو تمام رافضی تائب ہو گئے اس دن آپ کی مجلس میں تین آدمی دہشت سے مر گئے۔

(بہجۃ الاسرار' صفحہ ۱۸۸' مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور)

مشائخ عظام کی ایک اور جماعت نے روایت کی ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں لائی اور کہنے لگی میرے بیٹے کا دلی تعلق آپ کے ساتھ ہے اس لئے میں اپنا حق آپ کو دیتی ہوں اور اپنا بیٹا آپ کے حوالے کرتی ہوں آپ اسے قبول فرما کر اسے عبادت وہدایت کا راستہ دکھائیں۔

ایک دن وہ عورت ان کے پاس آئی تو اپنے بیٹے کو بھوک اور پیاس کی شدت سے زرد پایا اور جو کی روٹی کے ٹکڑوں پر کفایت کرتا ہے۔ جب وہ عورت شیخ کے پاس آئی تو دیکھا کہ ایک پلیٹ میں مرغ کی ہڈیاں پڑی ہیں جسے آپ نے کھایا تھا۔ اس عورت نے شکایت کرتے ہوئے کہا آپ تو مرغ کھاتے ہیں مگر میرا بیٹا فاقہ کشی کر رہا ہے۔ آپ نے ہڈیوں پر ہاتھ رکھ کر کہا اللہ کے حکم سے اٹھ! وہ مرغ اٹھ کر ادھر ادھر گھومنے لگا۔ آپ نے فرمایا جب تمہارا بیٹا اس مقام پر پہنچ جائے گا اسے مرغ کھانے میں کوئی باک نہیں۔

(بہجۃ الاسرار' صفحہ ۱۸۹' مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور' سفینۃ الاولیاء' صفحہ ۷۸' قلائد الجواہر' صفحہ ۲۴۷' دار الکتب العلمیہ' صفحہ ۷۸' فتاویٰ حدیثیہ صفحہ ۱۹۷' دار الکتب العلمیہ' بیروت' نفحات الانس صفحہ ۴۸۲' اکبر بک سیلرز' لاہور)

ایک عجمی قافلے کی دستگیری

بعض مشائخ العارفین رضوان اللہ علیہم اجمعین روایت کرتے ہیں کہ ہم حضرت سیّدنا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں بیٹھے تھے کہ آپ نے اٹھ کر اپنی

کھڑاوئیں پہن لیں اور وضو کر کے دو رکعت نفل ادا کرنے لگے۔ نماز کے بعد سخت آواز کے ساتھ اپنا ایک کھڑاؤں پکڑ کر ہوا میں پھینکا جو ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر دوسرا پھینکا جو دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا آپ اپنی جگہ پر بیٹھ گئے ہم میں سے کسی ایک کو حقیقت حال معلوم کرنے کی جرأت نہ ہوئی ایک ماہ گزرنے کے بعد بلاد عجم سے ایک کارواں بغداد پہنچا تو میر کارواں کہنے لگا ہمارے پاس حضرت غوث الاعظم کے لئے نذر ہے لوگوں نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا وہ نذر لے آئیں، قافلہ والوں نے ہمیں ایک من ریشمی کپڑا، اونی کپڑے اور بہت سا سونا اور وہ کھڑاوئیں بھی پیش کیں جو ایک ماہ پہلے آپ نے ہوا میں پھینکی تھیں۔

ہمارے دریافت کرنے پر انہوں نے بتایا کہ ہم ۳ صفر بروز اتوار ایک جنگل میں سفر کر رہے تھے کہ یکا یک عرب قزاقوں نے ہم پر حملہ کر دیا۔ ان کے دو سردار تھے۔ وہ لوگ ہمارے مال واسباب لوٹ کر لے گئے اور بعض مسافروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا قافلہ لٹ چکنے کے بعد پاس ہی ایک وادی میں مال تقسیم کرنے لگے ہم نے وہاں ہی پکار کر کہا کہ اگر اس وقت شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہماری دستگیری فرمائیں تو ہم اتنی نذر آپ کی خدمت میں پیش کریں گے ہمیں اس اثناء میں وادی میں ایسے نعرے سنائی دیئے جس سے ساری وادی گونج اٹھی اور وہ ڈاکو دہشت زدہ ہو گئے ہمارا خیال تھا کہ ان ڈاکوؤں پر کوئی دوسرے قزاق حملہ آور ٹوٹ پڑے ہیں مگر تھوڑی دیر بعد چند ڈاکو ہانپتے ہمارے پاس آئے اور کہنے لگے اپنا مال واپس لے لو اور وہاں چل کر دیکھو ہم پر کیا گزری ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ دونوں سردار مردہ پڑے ہیں اور ہر ایک کے پاس بھیگی ہوئی ایک ایک کھڑاوں پڑی ہے۔ ہمارے مال ومتاع واپس کرتے ہوئے کہنے لگے یہ کوئی سربستہ راز ہے جسے ہم نہیں سمجھ سکے۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۳۲، موسسۃ الشرف لاہور، سفینۃ الاولیاء صفحہ ۷۷، سیونتھ سکائی پبلی کیشنز لاہور)

نہاوند کا شبانہ سفر

شیخ ابوالحسن بغدادی کہتے ہیں کہ میں سیّدی شیخ محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مدرسہ بغداد میں پڑھا کرتا تھا۔ میں اکثر رات بیدار رہتا تا کہ آپ کو کوئی ضرورت ہو تو میں کام آسکوں ایک رات آپ اپنے گھر سے باہر نکلے میں نے آپ کو پانی کا لوٹا پیش کیا تو آپ نے نہ لیا۔ مدرسہ کے دروازے پر پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا۔ جب آپ باہر تشریف لے گئے تو میں دبے پاؤں پیچھے ہولیا۔ میرا خیال تھا کہ میرے متعلق آپ کو علم نہ ہوگا۔ جب آپ شہر کے دروازے پر پہنچے تو وہ دروازہ بھی خود بخود کھل گیا۔ ہم تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک شہر دکھائی دیا یہ شہر میرے لئے تو نیا تھا۔ ہم ایک مکان میں پہنچے جس کے صحن میں چھ آدمی بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھتے ہی سلام کیا۔ میں ایک ستون کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد گھر سے رونے کی آواز آئی جو تھوڑی دیر کے بعد بند ہو گئی۔ اسی اثناء میں ایک شخص کی آواز کی طرف بڑھا اور ایک آدمی کو کندھے پر اٹھائے باہر لایا۔ ایک اور شخص بڑی بڑی مونچھوں والا باہر سے آکر آپ کے سامنے دوزانوں ہو گیا۔ آپ نے اسے کلمہ پڑھایا اور بال ترشوائے اسے خرقہ پہنا کر محمد نام رکھا اور فرمایا میں نے حکم دیا ہے کہ یہ میت کا بدل قرار پائے اس نے کہا بسر وچشم! آپ اٹھے اور نکل کر واپس چلے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہولیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ہم بغداد کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ میں اپنے مدرسہ میں آ گیا۔ آپ اپنے گھر چلے گئے دوسرے دن جب میں حلقہ درس میں بیٹھا تو آپ کی ہیبت سے میں پڑھ نہ سکتا تھا۔ آپ نے مجھے فرمایا بیٹے! خوف نہ کرو اور پڑھو! میں نے آپ کو قسم دے کر رات کے واقعہ کی تفصیل دریافت کی تو آپ نے فرمایا جس شہر میں تم پہنچے تھے اس کا نام نہاوند تھا وہ چھ ابدال تھے اور رونے والا ساتواں ابدال تھا جب اس کی وفات کا وقت آیا تو میرا وہاں جانا ضروری تھا اور وہ شخص جو کندھے پر اٹھائے ایک شخص کو لایا

حضرت خضر تھے تا کہ آپ اسے دفن کرسکیں مگر جس شخص کو میں نے کلمہ پڑھایا وہ قسطنطنیہ کا ایک نصرانی تھا۔ میں نے حکم دیا کہ اس مردہ شخص کا بدل یہ قرار پائے گا۔ میرے ہاتھ پر اس نے توبہ کی اور اسلام لایا تھا۔ اب وہ بھی ان کے ساتھ رہے اب تم عہد کرو کہ یہ واقعہ میری زندگی میں کسی کو نہ سناؤ گے۔

(سفینۃ الاولیاء، صفحہ ۶۸، مطبوعہ لاہور زبدۃ الآثار)

ایک لڑکی کی جنات سے رہائی

ابو سعید عبداللہ بن احمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں میری لڑکی فاطمہ بعمر سولہ سال ایک دن اپنے مکان کی چھت پر کھڑی تھی کہ اسے ایک جن اٹھا کر لے گیا میں نے یہ حالت اپنے محسن آقا حضرت شیخ سیّد محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کی آپ نے فرمایا آج رات کرخ کے ویران خانہ میں فلاں ٹیلے پر بیٹھ کر اپنے اردگرد ایک دائرہ کھینچ کر بیٹھ جانا اور دائرہ کھینچتے وقت **بسم اللہ علی نیۃ عبدالقادر** پڑھنا رات کے اندھیرے میں تمہارے پاس جنات کے مختلف لشکر آئیں گے ان جنوں سے خوف زدہ نہ ہونا۔ علی الصبح جنوں کا بادشاہ تمہارے پاس آئے گا اور تمہیں اپنی حاجت بیان کرنے کو کہے گا۔ تم اسے بتانا کہ مجھے حضرت سیّد عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے بھیجا ہے اور میری لڑکی یوں گم ہوگئی ہے۔

میں نے ٹیلے پر پہنچ کر حسب ارشاد دائرہ بنا لیا۔ بڑے کریہہ المنظر جنات میرے اردگرد منڈلاتے رہے حتیٰ کہ ان کا بادشاہ بھی گھوڑے پر سوار جنات کا ایک عظیم لشکر لیکر آیا اور میرے سامنے کھڑے ہو کر کہنے لگا بھائی تمہاری کون سی خدمت بجا لاسکتا ہوں۔ جب میں نے حضرت شیخ کا نام لیا تو وہ احتراماً گھوڑے سے اتر آیا اور زمین بوسی کر کے دائرہ کے باہر بیٹھ گیا اور مجھے اپنی حاجت بیان کرنے کو کہا میں نے اپنی بیٹی کا قصہ سنایا تو اس نے اپنے لشکریوں سے دریافت کیا کہ یہ کام کس کا ہے مگر

جب سب نے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا تو ایک سرکش جن حاضر کیا گیا جس کے پاس لڑکی تھی۔ جنوں نے بتایا کہ یہ سرکش جن چین کے جنات میں سے ہے بادشاہ نے کہا کہ اس لڑکی کو سیّد غوث اعظم کے شہر سے تم کیوں اٹھا لائے۔ اس نے کہا مجھے اچھی لگی تھی بادشاہ نے کہا: اس مردود کا سر قلم کردو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکی میرے حوالے کردی گئی۔ میں نے بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا تم جیسا فرمانبردار میں نے کہیں نہیں دیکھا وہ کہنے لگا کیوں نہ ہو حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ گھر بیٹھے سرکشوں پر ایک نگاہ ڈالتے ہیں تو وہ ڈر کر غاروں میں منہ چھپائے پھرتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن وانس میں سے بھی قطب مقرر کرنے کا اختیار دے رکھا ہے۔

(زبدۃ الآثار، بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۴۰ سفینۃ الاولیاء صفحہ ۶۳)

شیخ ابن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ اور ایک صاحب حال کی سفارش

ایک دن شیخ ابن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے گھر گئے تو آستان غوثیہ پر ایک شخص زبوں حال پڑا ہوا تھا۔ شیخ کا دامن تھام کر کہنے لگا میری سفارش کردو۔ جب آپ کے پاس آئے تو اس نوجوان کی سفارش کی تو آپ نے فرمایا تمہاری خاطر اس سے درگزر کرتا ہوں۔ شیخ ہیتی رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوجوان کو بشارت دی تو وہ فوراً بازو ہلا کر ہوا میں اڑ گیا۔ جب حضرت شیخ سیّد عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ سے صورتحال معلوم کی گئی تو آپ نے بتایا کہ یہ نوجوان ہوا میں اڑتا جا رہا تھا اور دل میں کہتا تھا آج بغداد میں کوئی صاحب حال نہیں ہے تو میں نے اس کے غرور نفس کو توڑنے کے لئے یہ حال کردیا تھا۔ (بسفینۃ الاولیاء، صفحہ ۶۸، سیونتھ سکائی پبلی کیشنز، لاہور)

جامع مسجد میں عوام الناس کی بے تابی

شیخ عمر بزاز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک جمعہ کو میں حضرت شیخ سیّد عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جامع مسجد کی طرف روانہ ہوا تو کسی شخص نے آپ کو سلام

تک نہ کیا میں نے دل میں اظہار تعجب کیا کہ اس قدر لوگوں کا اژدہام اور یہ بے اتفاقی؟ میں سوچ ہی رہا تھا تو آپ زیر لب مسکرادیئے تو تمام لوگ آپ کو سلام کرنے لگے حتیٰ کہ اس انبوہ کثیر میں میں آپ سے جدا ہو گیا میں نے دل میں کہا کہ اس حالت سے تو پہلی حالت اچھی تھی آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم ہی یہ بات پسند کرتے تھے تم نہیں جانتے عوام الناس کے دل میرے ہاتھ میں ہیں میں جب چاہوں انہیں متوجہ کرلوں اور جب چاہوں انہیں پھیر دوں۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ لاہور)

شیخ ابوالبقا محمد بن ازہر صیرفینی کہتے ہیں میں اللہ سے دعا کیا کرتا تھا کہ مجھے رجال الغیب میں سے کسی سے ملاقات ہو تو کیا بات ہے ایک رات میں نے خواب میں امام احمد بن حنبل کی قبر کی زیارت کی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص قبر کے پاس بیٹھا ہے میرے دل میں خیال آیا یہ رجال الغیب میں سے ہوگا جب میں بیدار ہوا تو دل میں خواہش ہوئی کہ میں اسے بیداری میں دیکھ لوں۔ میں دن کے وقت امام کی قبر پر حاضر ہوا تو دیکھا وہ شخص قبر کے پاس بیٹھا ہے وہ شخص زیارت کرتے ہی وہاں سے نکلا میں بھی اس کے تعاقب میں نکل پڑا جب میں دجلہ کے کنارے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ اس کا ایک قدم سارے دجلہ کو عبور کرنے کے لئے کافی ہے میں نے زور سے اسے قسم دی کہ خدا کے لئے ٹھہر کر میری بات سن لے وہ ٹھہر کر بولا بتاؤ میں نے پوچھا: تم کس مذہب پر ہو؟ اس نے کہا: "حَنِيفًا مُّسْلِمًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ" (سورۃ الانعام: ۷۹) میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ وہ حنفی المذہب ہے۔ وہ شخص چلا گیا میں نے دل میں کہا یہ واقعہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ سے دریافت کروں گا۔ میں آپ کے مدرسہ میں پہنچا تو آپ نے مجھے اندر آنے کا حکم دیا اے محمد! آج مشرق و مغرب میں میرے بغیر کوئی ولی اللہ حنفی المذہب نہیں ہے یہ کہتے ہی دروازہ بند کر دیا۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۹۹) (یہ روایت الحاقی ہے)

اور بخار اُتر گیا:

ابو عبد اللہ موصلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ شیخ ابو المعالی بغدادی حنبلی رحمۃ اللہ علیہ سیّدنا شیخ محی الدین عبد القادر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے میرے بیٹے محمد کو ۱۵ ماہ سے بخار نہیں چھوڑتا۔ آپ نے فرمایا اس کے کان میں کہہ دو کہ عبد القادر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اسے چھوڑ کر دجلہ کی طرف چلے جاؤ میں نے ایسے ہی کیا میرا بیٹا صحت مند ہو گیا اور خبر آئی کہ دجلہ والوں کو اکثر بخار آنے لگا ہے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۰۰ لاہور)

ابو حفص عمر بن صالح بغدادی اپنی اونٹنی ہانکتے ہوئے حضرت غوث الاعظم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگے میں حج بیت اللہ کو جانا چاہتا ہوں اور میری اونٹنی سفر کے قابل نہیں اور بجز اس کے میری کوئی دوسری سواری بھی نہیں۔ جناب غوث الاعظم نے اونٹنی کی پیشانی پر ہاتھ رکھا اور پھر ایک ایڑی لگائی تو اونٹنی بیت اللہ تک کسی سے پیچھے نہیں رہی۔ (ایضاً)

جب حضرت ابو الحسن ازجی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوئے تو سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ عیادت کو تشریف لے گئے۔ آپ نے ان کے گھر ایک کبوتری اور ایک قمری بیٹھے دیکھے ابو الحسن ازجی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا یہ کبوتری چھ ماہ سے انڈے نہیں دیتی اور یہ قمری ۹ ماہ سے نہیں بولتی، آپ نے کبوتری کے پاس کھڑے ہو کر کہا: اپنے مالک کو فائدہ پہنچاؤ اور قمری کو کہا اپنے خالق کی تسبیح بیان کرو! قمری اس دن سے ایسا بولتی کہ اہل بغداد سن کر محظوظ ہوتے اور کبوتری عمر بھر انڈے دیتی رہی۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۰۰)

جسم پر مکھی نہ بیٹھی:

شریف حسینی موصلی کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی ۱۳ سال خدمت کی ہے میں نے اس طویل عرصہ میں آپ کے بدن پر مکھی بیٹھی نہیں دیکھی اور نہ ہی آپ نے کبھی ناک جھاڑا اور نہ ہی آپ کسی بڑے آدمی کی تعظیم کے لئے

کھڑے ہوئے اور نہ کبھی کسی بادشاہ کے پاس گئے ہیں کسی حاکم کے بچھونے پر نہیں بیٹھے اور کسی بادشاہ کے دستر خوان پر کھانا نہیں کھایا آپ بادشاہوں اور امراء کے فروش فرش پر استراحت کرنا عقوبت خیال کرتے تھے۔ بعض اوقات آپ کے پاس وزراء اور اکابر آتے تھے آپ اٹھ کر گھر چلے جاتے جب وہ آ کر بیٹھ جاتے تو گھر سے آتے تا کہ اہل دنیا کے لئے کھڑا نہ ہونا پڑے۔ (سفینۃ الاولیاء صفحہ ۱۷)

حضرت ابوالبرکات سے پوچھا گیا۔ کبھی شیخ کے کپڑے پر مکھی بیٹھی ہے تو انہوں نے کہا میں نے نہیں دیکھی جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ نے اپنی مجلس میں فرمایا مکھی میرے پاس کیوں آئے میرے پاس نہ دنیاوی مٹھائی ہے اور نہ اخروی شہد۔ میرا تو سب کچھ اللہ ہی ہے آپ تقویٰ کا سبق اس استاد سے تازہ کراتے تھے۔

وَمَا یَنْفَعُ الْاَعْرَابُ اِنْ لَّمْ یَکُنْ تَقِیُّ
وَمَا ضَرَّ ذَا تَقْوٰی لِّسَانُ مُعْجَمِ

اگر تقویٰ نہ ہو تو عربی ہونا کوئی فائدہ نہیں۔ صاحب تقویٰ کو عجمی زبان کی ضرورت نہیں۔

سانپ اور جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

احمد بن صالح بن شافعی جیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مدرسہ نظامیہ میں جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا تھا۔ اس مجلس میں وقت کے اکثر علماء وفقہاء موجود تھے اور آپ کا موضوع قضا وقدر تھا' اچانک ایک بہت بڑا سانپ چھت سے گرا اور آپ کی گود میں آپڑا۔ یہ واقعہ اتنی تیزی سے ہوا کہ حاضرین مجلس بدحواسی میں بھاگ نکلے وہ سانپ بڑی تیزی کے ساتھ آپ کے چغے کے اندر گھس کر سارے بدن کے اردگرد پھرنے لگا اور پھر چھاتی سے نکل کر گلے کے گرد لپٹ گیا۔ اس واقعہ کے باوجود نہ تو آپ اپنی جگہ سے ہلے اور نہ ہی سلسلہ کلام منقطع کیا۔ چند لمحوں بعد

سانپ اترا اور زمین پر آپ کے سامنے کھڑا ہو کر کچھ کہنے لگا جسے ہم نہ سمجھ سکے اور پھر چلا گیا لوگ واپس آ گئے اور آپ کی خیریت پوچھی اور معلوم کرنا چاہا کہ اس سانپ نے آپ سے کیا کہا۔ آپ نے فرمایا وہ کہتا تھا کہ میں نے اپنی لمبی زندگی میں بہت سے اولیاء اللہ کو دیکھا ہے مگر آپ جیسا ثابت قدم نہیں دیکھا میں نے اسے بتایا کہ جب تم چھت سے گرے تو میں قضا وقدر کے موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ تم قضاء قدر کے حکم کے بغیر کچھ نہ کر سکتے ہو اور نہ مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو میں اس بات کا عملی مظہر بننا چاہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ میں ثابت قدم رہا۔

سیّد عبدالرزاق کی خوشخبری

ابی زرعہ طاہر مقدسی نے روایت کی ہے کہ میں حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا تو وہ فرما رہے تھے کہ آج میری گفتگو ان لوگوں کے لئے ہے جو کوہ قاف کے اس پار سے آ کر میری مجلس میں شرکت کر رہے ہیں ان کے قدم ہوا میں اور ان کے دل حضرت قدس میں ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ شدت شوق سے ان کی ٹوپیاں اور ناک جل جائیں۔

آپ کے صاحبزادے سیّد عبدالرزاق اس وقت منبر کے پائے کے پاس بیٹھے تھے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا لیکن تھوڑی دیر کے بعد غش کھا کر گر پڑے اور ان کا ناک جل اٹھا۔ آپ منبر سے نیچے اترے اور فرمایا عبدالرزاق! تم بھی ان میں سے ہو۔

ابی زرعہ کہتے ہیں میں نے عبدالرزاق سے دریافت کیا کہ آپ کو غش کیوں آ گیا تھا۔ آپ نے بتایا میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو ہزاروں لوگ سر جھکائے نہایت ذوق وشوق میں آپ کا کلام سن رہے ہیں۔ ان حضرات کا سلسلہ افق کے کناروں تک پھیلا ہوا تھا۔ بعض تو ادھر ادھر اظہار شوق میں دوڑتے نظر آتے تھے۔ مگر اکثر اپنی جگہ

پر کانپ رہے تھے۔ سیّد عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ آپ کی مجلس میں دو تین آدمی مر جایا کرتے تھے' آپ کی مجلس میں ۴۰۰ زبردست عالم وغیرہ آپ کی تقریر نقل کیا کرتے تھے' اور بسا اوقات مجلس کی حالت میں آپ ہوا پر چند قدم اڑ کر پھر کرسی پر آ بیٹھا کرتے تھے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۸۴' ۱۸۳)

سیّدنا محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے میری خواہش ہے کہ میں اولین زندگی میں بیابانوں اور جنگلوں میں پھرتا رہا ہوں تاکہ نہ میں لوگوں کو دیکھوں اور نہ وہ مجھے دیکھیں مگر اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مجھ سے عوام الناس کو نفع پہنچے اس سفر کے دوران میرے ہاتھ پر پانچ سو سے زائد یہودی اور نصاریٰ ایمان لائے تھے اور ایک لاکھ سے زیادہ قزاق اور بدمعاش لوگ میرے اخلاق سے متاثر ہو کر سچے مسلمان بن گئے۔

علماء کا حال اور غوث اعظم کا کمال

ابو محمد مفرح بن نبہان بن برکات شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت پھیلنے لگی تو بغداد کے ایک گروہ علماء وفضلاء نے جمع ہو کر مشورہ کیا کہ آپ سے ایک ایک عالم علیحدہ علیحدہ موضوع پر گفتگو کرے آپ کا علماء امتحان لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ وہ یکے بعد دیگرے آپ کی مجلس وعظ میں آتے اور سوال کرتے۔ اس دن میں بھی اس مجلس میں حاضر تھا کہ چند علماء مجلس میں آ کر بیٹھ گئے۔ میں نے دیکھا کہ جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے سینے سے نور کی ایک کرن پھوٹ رہی ہے اس کرن کی چمک سے وہ علماء کرام حیران ومضطرب ہو گئے دیکھتے ہی دیکھتے وہ چلا اٹھے اور اپنے تن کے کپڑے پھاڑنے لگے اور سروں سے پگڑیاں اتار اتار کر زمین پر پھینک دیں اور منبر کے پاس پہنچ کر آپ کے قدموں کے پاس اپنے سر رکھ دیئے اس واقعہ کو دیکھ کر سارے بغداد میں کہرام مچ گیا۔ غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ایک ایک کو اپنے سینے سے لگاتے پھر اسے کہتے تمہارا سوال یہ تھا اس کا جواب یہ ہے۔

جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے بعض علماء کرام سے معلوم کیا کہ تمہارا کیا حال ہے انہوں نے بتایا جب ہم مجلس میں بیٹھے تو یوں معلوم ہوا کہ ہم علم سے بالکل بے بہرہ ہیں اور جو کچھ پڑھا تھا وہ سب کچھ سلب ہو گیا ہے پھر جب آپ نے اپنے سینے سے لگایا تو علم کی روشنیاں واپس آگئیں ہمارے سوالات کے جوابات جو ہمیں دیئے گئے وہ پہلے ہمارے ذہن میں نہیں تھے۔

(الطبقات الکبریٰ، جلد ا صفحہ ۱۲۸، قلائد الجواہر صفحہ ۳۳، جامع کرامات اولیاء، جلد ا، صفحہ ۲۰۱)

مجلس میں عراق کے اکابر مشائخ اور علماء کا اجتماع

شریف محمد ابن ازہر حسینی کی روایت ہے کہ حضرت شیخ سیّد عبد القادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں عراق کے اکابر مشائخ اور علماء حاضر ہوئے جن میں شیخ بقا، شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا نام قابل ذکر ہے میں نے اس مجلس میں شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی کو دیکھا جو بڑی دیر تک خاموش رہے اور کہا کرتے تھے میں جناب غوث پاک رضی اللہ عنہ کا کلام سننے کے لئے خاموش رہتا ہوں۔ شیخ عدی بن مسافر ایک دائرہ کھینچ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور کہا کرتے تھے جس نے جناب سیّد عبد القادر رضی اللہ عنہ کا کلام سننا ہو وہ اس دائرہ میں آجائے آپ کے مخلصین اس دائرہ میں چلے جاتے اور جناب غوث پاک کی مجلس کا سارا پروگرام سنتے رہتے بعض اوقات یہ لوگ مع تاریخ آپ کے کلام کو لکھتے جاتے۔ جب بغداد جا کر موازنہ کرتے تو لفظ بہ لفظ صحیح پاتے تھے۔ شیخ عدی بن مسافر جب دائرہ بناتے تو بغداد میں شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ اہل مجلس کو فرمایا کرتے شیخ عدی رحمۃ اللہ علیہ بھی شریک مجلس ہیں۔

ابو عبداللہ محمد بن ابوالفتح ہروی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مجھے سیّدنا شیخ عبد القادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں وعظ سننے کا اتفاق ہوا تو آپ اپنے حال میں مستغرق ہو کر فرمانے لگے اگر اللہ چاہے تو میرا کلام سننے کے لئے ایک سبز پرندہ بھیج سکتا ہے دیکھتے

ہی دیکھتے ایک خوبصورت سبز پرندہ آپ کی آستین میں داخل ہوا اور پھر نہ نکلا۔

راوی کا بیان ہے ایک دن مجھے پھر وعظ سننے کا موقع ملا۔ تو میں نے دیکھا لوگوں میں کچھ سستی رونما ہوگئی ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ چاہے تو میری مجلس میں بہت سے سبز پرندے بھیج سکتا ہے یہ کہنا ہی تھا کہ بہت سے سب پرندے آپہنچے جن کو سارے حاضرین نے دیکھا۔

ایک دن آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ پر اظہار خیال فرما رہے تھے حاضرین پر آپ کے کلام کا رعب وجلال تھا کہ ایک عجیب الخلقت پرندہ مجلس کے پاس سے گزرا تو بعض لوگ اس طرف متوجہ ہو گئے آپ نے فرمایا مجھے عزت معبود کی قسم ہے اگر میں اس جانور کو کہتا کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مر جا تو مر جاتا۔ ابھی آپ نے یہ جملہ ختم نہیں کیا تھا کہ جانور ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرا اور مر گیا۔

سیّد سیف الدین عبدالوہاب کا آپ کی مجلس میں وعظ

ابو صالح سیّد نصر قاضی القضاۃ بن سیّد عبدالرزاق فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا ابو عبداللہ سیّد سیف الدین عبدالوہاب کو کہتے سنا ہے کہ میں نے بلاد عجم میں ہر قسم کے علوم پر دسترس حاصل کی۔ جب بغداد واپس آیا تو میں نے اپنے والد سے ان کی مجلس میں وعظ کرنے کی اجازت طلب کی آپ کی اجازت سے منبر پر کھڑے ہو کر بہت سے معارف وعلوم بیان کئے میرے والد بھی سن رہے تھے اہل مجلس میں سے نہ کسی کا دل نرم ہوا اور نہ کسی کی آنکھ تر ہوئی اہل مجلس نے متفقہ طور پر میرے والد مکرم کو وعظ کہنے کی فرمائش کی تو آپ منبر پر بیٹھ کر فرمانے لگے کل میں روزہ سے تھا تو ام یحییٰ نے میرے لئے انڈے تیار کر کے ایک برتن میں رکھے ایک بلی آئی اور اس نے برتن توڑ دیئے۔ یہ بات سنتے ہی مجلس میں ہاؤ ہو کا شور اٹھا۔ جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی۔ آپ نے فرمایا جب میں منبر پر بیٹھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے

دل پر تجلی فرماتا ہے اور فضل میں زیادتی فرماتا ہے مجھ پر جو انوار و تجلیات آتی ہیں انہیں بیان کرتا جاتا ہوں۔

آپ نے مزید کہا مجھے پروردگار کی قسم جب تک مجھے کہا نہ جائے میں بات نہیں کرتا اور پھر حکم ہوتا ہے اے عبدالقادر رضی اللہ عنہ ہم نے تجھے گفتگو کا حق دیا ہے تم بات سناؤ میں سنوں گا۔

مجلس میں آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مع صحابہ کے تشریف آوری

سیّد کبیر المعروف بہ شیخ بقاء کا بیان ہے کہ میں ایک دفعہ سیّدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی مجلس میں وعظ سن رہا تھا کہ آپ قطع کلام کر کے منبر سے زمین پر اتر آئے۔ پھر منبر کے دوسرے زینے پر جا بیٹھے۔ میں نے دیکھا کہ پہلا زینہ اس قدر وسیع ہو گیا کہ حد نگاہ تک پھیل گیا اس پر ریشمی فرش بچھ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ساتھ ہی بیٹھے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے شیخ کے دل پر تجلی ڈالی آپ جھکے اور قریب تھا کہ آپ زمین پر گر پڑتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سہارا دیا پھر آپ سمٹنے لگے یہاں تک کہ آپ کا وجود چڑیا کی طرح چھوٹا ہو گیا چند لمحوں بعد یہ وجود بڑھنے لگا حتیٰ کہ ہیبت ناک صورت اختیار کر گیا۔ پھر یہ سب کچھ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

شیخ بقاء رحمۃ اللہ علیہ سے آنحضرت اور صحابہ کی روایت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ان کے ارواح عنصری کی شکل اختیار کرنے کی قدرت رکھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ان پاکیزہ اجسام کو دیکھنے کی قوت عطا کر دے وہ انہیں دیکھ سکتا ہے۔ جیسے کہ معراج میں ہوا۔

پھر آپ سے سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے چھوٹے اور بڑا ہونے کے

متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ پہلی تجلی تو ایسی تھی کہ اسے ظہور کے وقت کوئی شخص قائم نہیں رہ سکتا۔ تاوقتیکہ تائید نبوی شامل حال نہ ہو۔ اگر نبی علیہ السلام سہارا نہ دیتے تو آپ گر جاتے۔ دوسری تجلی جلالی تھی جس سے آپ چھوٹے ہو گئے اور تیسری تجلی جمالی حیثیت سے تھی جس سے آپ بڑھ گئے۔ (بہجۃ الاسرار، صفحہ ۲۳۰)

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (سورۃ الحدید: آیت ۲۱، سورۃ جمعہ: آیت ۴)

لباس وخلعت

ابو الفضل احمد بن قاسم بن عبدان قریشی بغدادی بزاز نے بتایا کہ سیّدنا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نہایت نفیس اور گراں لباس زیب تن کیا کرتے تھے ایک دن آپ کا خادم میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ مجھے ایسا کپڑا دو جس کی قیمت ایک دینار گز سے کم نہ ہو۔ میں نے کپڑا دیا اور پوچھا یہ کس کے لئے لے چلے ہو؟ تو اس نے شیخ سیّد عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا تو میں نے حیرت سے کہا اتنا قیمتی لباس تو خلفاء بھی نہیں پہن سکتے ابھی یہ خیال دل میں آیا ہی تھا کہ میرے پاؤں میں ایک کیل گھس گئی جس کے درد سے شدید مضطرب ہو گیا لوگوں نے نکالنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے میں نے چلاتے ہوئے کہا مجھے جناب غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے چلو! جب مجھے وہاں لے جایا گیا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: دل میں بدگمانی کیوں کرتے ہو، خدا کی قسم یہ کپڑا میں نے اس لئے پہنا ہے کہ مجھے حکم ہوا ہے۔

(اخبار الاخیار، صفحہ ۲۱، قلائد الجواہر، صفحہ ۳۵)

زائرین کے لئے خوش خبری

سیّد ابو صالح فرماتے ہیں کہ میرے والد سیّد تاج الدین عبدالرزاق اور میرے چچا سیّد سیف الدین عبدالوہاب (جو سیّدنا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے تھے) فرمایا کرتے تھے کہ شیخ سیّد عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس نے مجھے دیکھ لیا وہ خوش

نصیب ہے جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا وہ بھی خوش نصیب ہے اور جس نے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا وہ بھی خوش بخت ہے۔ وہ شخص کتنا کم نصیب ہے جس نے مجھے نہیں دیکھا۔

حسین بن منصور حلاج اور جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ

ابو القاسم رضی اللہ عنہ بزاز فرماتے ہیں کہ سیّدنا عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ سے لغزش ہوئی اس زمانہ میں کوئی ایسا مرد حق نہیں تھا جو انہیں سہارا دیتا اگر میں ان کے زمانہ میں ہوتا تو ان کی ضرور دستگیری کرتا۔ میں ہر شخص کی دستگیری کرتا رہوں گا جن کے ہاتھ میرے کسی مرید دوست یا محبوب تک پہنچے۔ آپ نے مزید فرمایا اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور قربت دیتا تو میں اپنے پروردگار سے وعدہ لیتا کہ میرے ہر مرید کی توبہ قبول کر لی جائے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۳۹)

جناب غوث پاک کے خادم کا حیرت انگیز واقعہ

سیّدنا غوث پاک کے ایک خادم کو ایک رات ستر بار احتلام ہوا اور ہر دفعہ ایک ایسی عورت سے جماع کی صورت پیش آئی جس سے پہلے نہیں کیا تھا۔ صبح آپ سے شکایت کرنے کی غرض سے حاضر مجلس ہوا تو آپ اس کے کہنے سے پہلے ہی فرمایا رات کے واقعہ سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں نے لوح محفوظ پر نگاہ ڈالی تو تمہاری تقدیر میں ستر بار زنا لکھا تھا۔ جب میں نے اللہ کے حضور معافی کی درخواست کی تو یہ حالت بیداری حالت خواب میں بدل دی گئی۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۲۷ مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

مدرسہ بغداد کا دروازہ در رحمت ہے

عیسیٰ بن عبد اللہ بن قیماز کہتے ہیں کہ میں نے سیّدنا شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے سنا کہ میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ جو مسلمان میرے مدرسہ کے

دروازے کے سامنے سے گزرے گا اسے عذاب قبر میں تخفیف ملے گی۔ایک دفعہ میں آپ کی خدمت میں بیٹھا تھا تو ایک شخص نے آ کر عرض کی کہ ''باب الازج'' کے پاس چند دن ہوئے ایک میت کو دفنایا گیا تھا۔آج اس قبر سے چلانے کی آوازیں آتی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس نے مجھ سے خرقہ لے کر پہنا تھا۔لوگوں نے کہا معلوم نہیں پھر آپ نے فرمایا کبھی میری مجلس میں حاضر ہوا لوگوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔آپ نے فرمایا بڑا بدبخت اور زیادتی کرنے والا انسان تھا۔تھوڑی دیر کے لئے آپ مراقبہ میں چلے گئے اور سر اٹھایا فرمانے لگے۔اللہ کے فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ اس شخص نے زندگی میں میری زیارت کی تھی اور حسن ظن رکھا کرتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے میری سفارش پر اپنی رحمت نازل کردی ہے۔اس کے بعد رونے کی آوازیں بند ہوگئیں۔

شیخ ابو محمد سیّد عبدالجبار بن سیّدنا شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ راوی ہیں کہ جب میری والدہ کسی تاریک مکان میں داخل ہوتیں تو ان کے سامنے ایک شمع روشن آجاتی جس سے مکان روشن ہوجاتا ایک رات میرے والد ایسی حالت میں آئے اور جب آپ کی نگاہ روشن شمع پر پڑی تو وہ گل ہوگئی آپ نے بتایا جس نور کو تم دیکھتی ہو وہ شیطان تھا۔جو تیری خدمت کرتا تھا مجھے دیکھ کر وہ بھاگ گیا ہے اب تمہاری رہنمائی نور رحمانی سے ہوگی میں ہر ایک کو نور رحمانی کی مشعل عطا کرتا ہوں جسے میرے ساتھ نسبت ہو یا میری اس پر نظر شفقت ہو۔

میری والدہ کا بیان ہے اس کے بعد جب کبھی میں اندھیرے میں جاتی تو وہ اندھیرا چاند کی چاندنی سے دور ہوجاتا۔

غوث الاعظم سے دستگیری

شیخ ابوالحسن علی خباز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے شیخ ابوالقاسم عمر بزاز سے سنا کہ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص مصیبت کے

وقت میرے ذریعہ سے فریاد کرے گا۔ اس کی مصیبت ٹل جائے گی جو شخص مصائب کے وقت میرا نام پکارے گا۔ مصائب کے بادل اس سے ہٹ جائیں گے۔ (قلائد الجواہر صفحہ ۳۶' اخبار الاخیار' صفحہ ۲۶' تفریح الخاطر' صفحہ ۵۶' سفینۃ الاولیاء صفحہ ۴۷) اور جو شخص اس طریقہ پر دو رکعت نماز ادا کرے گا۔ اس کی ہر حاجت پوری ہوگی ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے اور سلام کے بعد گیارہ بار حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر عراق کی طرف منہ کر کے گیارہ قدم چلے اور میرا نام لیکر پکارے اور اپنی حاجت کا بھی خیال رکھے تو بحکم خدا وہ حاجت برآئے گی۔

بعض روایتوں میں آپ کے دو اشعار پڑھنے بھی ضروری ہیں۔

اَیُدْرِکُنِیْ ضَیْمٌ وَّاَنْتَ ذَخِیْرَتِیْ
وَاُظْلَمُ فِی الدُّنْیَا وَاَنْتَ یَضرِیْ
دَعَارٌ عَلٰی حَامِی الْحُمٰی وَھُوَ مُنْجِدِیْ
اِذَا ضَاعَ فِی الْبَیْدِا عِقَالُ بَعَیْرِیْ

کیا مجھ پر ظلم ہوسکتا ہے جب آپ میرے ذخیرے ہو؟ جب آپ میرے مددگار ہیں کیا دنیا میں مجھ پر ظلم ہوسکتا ہے چراگاہ کے حامی کے لئے اس اونٹ کا گم ہو جانا باعث عار ہے جس کا رستہ گم ہو گیا ہو۔

شیخ منصور واسطی رحمۃ اللہ علیہ واعظ کی روایت

شیخ منصور واسطی المعمر المعروف جرادہ رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے میں حضرت شیخ سیّد عبد القادر کی خدمت میں بیٹھا تھا اور آپ کچھ لکھ رہے تھے چھت سے کاغذ پر مٹی گری جسے آپ نے جھاڑ دیا پھر گری پھر جھاڑ دیا۔ اس طرح تین بار واقعہ ہوا چوتھی دفعہ آپ نے چھت کی طرف دیکھا تو ایک چوہیا مٹی گرانے میں مشغول ہے۔ آپ نے فرمایا خدا کرے تیرا سر اڑ جائے اسی وقت اس کا سر ایک طرف جا پڑا۔ آپ نے

لکھنا چھوڑ دیا اور رو پڑے میں نے عرض کی آپ کیوں رو پڑے تو آپ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ کسی مسلمان کے ہاتھوں مجھے اذیت پہنچے تو اس کا حشر بھی ایسا ہی نہ ہو۔

(قلائد الجواہر صفحہ ۶۵، تحفہ قادریہ ۴۷-۴۶)

عمر بن مسعود بزاز فرماتے ہیں کہ ایک دن سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اپنے مدرسے میں وضو فرما رہے تھے ایک چڑی نے آپ پر بیٹ کر دی۔ آپ نے سر اٹھا کر دیکھا تو وہ زمین پر پڑی تڑپ رہی تھی وضو سے فارغ ہو کر وہ داغ دھویا اور کپڑا اتار کر مجھے دے دیا اور فرمایا اسے کسی غریب کو دے دینا۔

مجلس وعظ کی کیفیت

عبداللطیف بن احمد فرماتے ہیں کہ ایک دن سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ وعظ فرما رہے تھے لوگ بے توجہی کا مظاہرہ کرنے لگے آپ نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور فرمایا:

لَا تَسْقِنِیْ وَحْدِیْ فَمَا عَوَّدْتَنِیْ اِنِّیْ اَشَحُّ بِهَا عَلٰی جُلَّسِیْ
اَنْتَ الْكَرِیْمُ وَهَلْ خَلِیْقُ تَكَرُّمًا اِنِّیْ یَعْبُرُ اللّٰهُ مَاءَ وَدُ الْكَاْسِ

میں تنہا جام محبت پینا نہیں چاہتا اور اپنے ہم نشینوں میں بخل کی عادت نہیں ڈالنا چاہیے تو کریم ہے اور تیرے کرم کا تقاضا ہے کہ کوئی ہم نشیں اس دور سے محروم نہ رہے۔

یہ اشعار آپ نے اس سوز سے پڑھے کہ مجمع میں ایک وجد طاری ہو گیا اور چند اشخاص تاب ذوق نہ لاتے ہوئے مر گئے۔

ابن سقا کی حکایت

عبداللہ بن علی حصروں تمیمی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں تحصیل علم کے لئے بغداد آیا اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لیا۔ ابن سقا میرے ہم جماعت اور ہم

سبق تھے ہم دونوں عبادت کرتے اور اہل اللہ کی زیارت کے لئے نکل جاتے بغداد میں ایک شخص کے متعلق یہ شہرت تھی کہ وہ غوث وقت ہے اور جب چاہتا ہے ظاہر ہوتا ہے اور جب چاہتا ہے غائب ہو جاتا ہے۔

چنانچہ اس شخص کو ملنے کے لئے گئے راستہ میں ابن سقا نے کہا کہ آج میں اس سے ایک علمی مسئلہ پوچھوں گا۔ جس کا وہ جواب نہیں دے سکے گا۔ عبداللہ نے کہا میں ایک مشکل مسئلہ دریافت کروں گا۔ دیکھئے وہ کیا جواب دیتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فوراً کہنے لگے معاذ اللہ! میں تو ان سے کوئی مسئلہ پوچھوں گا ہی نہیں بلکہ مجلس میں بیٹھ کر صرف فیض زیارت اور فیض صحبت ہی حاصل کروں گا۔ جب ہم تینوں ان کے مکان پر پہنچے تو دیکھا کہ وہ وہاں موجود نہیں تھے مگر تھوڑی دیر کے بعد انہیں وہاں بیٹھے پایا تو انہوں نے ابن السقا کو قہر آلود نظروں سے دیکھا اور غصہ سے فرمایا ابن سقا خدا تیرا بھلا نہ کرے تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتا ہے۔ جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں کان کھول کر سنو وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے میں دیکھ رہا ہوں کفر کی آگ تیرے سینہ میں شعلہ زن ہے۔

اس کے بعد انہوں نے میری طرف (عبداللہ) متوجہ ہو کر فرمایا عبداللہ تو مجھ سے اس لئے مسئلہ دریافت کرتا ہے کہ میں کیا جواب دوں یہ مسئلہ یوں ہے اور اس کا جواب یہ ہے مگر تمہاری سوادبی سے دنیا تیرے دونوں کانوں تک آجائے گی۔ بعد ازاں سیّد عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے قریب بٹھا کر نہایت احترام کیا اور فرمایا عبدالقادر! تم نے ادب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی راضی کر لیا ہے میں دیکھتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا جب تم بغداد کے منبر پر بیٹھے وعظ کر رہے ہو گے اور اعلان کرو گے۔

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ

میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت تمام اولیاء اللہ تمہاری عظمت کا اعتراف کریں گے اور اپنی گردنوں کو جھکا دیں گے۔ یہ بات کہتے ہی وہ یکدم غائب ہو گئے اس کے بعد وہ نظر نہیں آئے۔

اس واقعہ کے بعد سیّدنا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ پر قرب الٰہی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور عوام جوق در جوق آپ کے پاس آنے لگے اور میں نے آپ کا اعلان اپنی زندگی میں سنا جب وقت کے سارے ولیوں نے گردنیں جھکا دی تھیں۔ ابن سقا علوم شرعیہ میں ایسا مستغرق ہوا کہ وقت کے اکثر فقیہہ اور علماء اس کی قابلیت کا لوہا ماننے لگے وہ علم مناظرہ میں اس قدر حاوی تھا کہ اپنے مدمقابل کو ساکت کر دیتا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ فصاحت اور وقار میں مشہور زمانہ ہو گیا عباسی خلیفہ نے اسے اپنے خاص مصاحبوں میں داخل کر لیا اور شہنشاہ روم کی طرف سفیر بنا کر روم بھیج دیا۔ جہاں اس نے شاہی دربار میں نصاریٰ علماء کو ایک مناظرہ میں ساکت کر دیا۔ بادشاہ کے دل میں اس کی قدر اور بڑھ گئی ایک دن وہ بادشاہ روم کی جوان سال حسین لڑکی کو دیکھ کر دل دے بیٹھا اور بادشاہ کو نکاح کی درخواست کی بادشاہ نے اسے کہا اگر تم عیسائیت اختیار کر لو تو مجھے کوئی عذر نہیں وہ اسلام سے دستبردار ہو کر عیسائی بن گیا۔ اب اسے غوث وقت کا کلام یاد آیا یہ سارا قصہ ان کی بددعا کا نتیجہ ہے۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۲۲، تھانوی، مواعظ میلاد النبی صفحہ ۵۱۱، ۵۱۰، ۵۰۹، المکتبۃ الاشرفیہ لاہور)

راوی کہتا ہے میں دمشق میں آیا سلطان نور الدین رحمۃ اللہ علیہ شہید زنگی نے مجھے محکمہ اوقاف کا سربراہ مقرر کر دیا اور دنیا میری طرف متوجہ ہوئی میں دولت سے مالا مال ہو گیا۔ (مگر ایک ضیافت کی بنا پر اسے قتل کر دیا گیا)

نعمتہائے خداوندی پر آپ کے خیالات

شیوخ کی ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ شیخ ابو محمد عبدالرحمٰن طفسونجی رحمۃ

اللہ علیہ نے ایک دفعہ منبر پر بیٹھے دوران وعظ فرمایا میں انسانوں میں اسی طرح بلند گردن ہوں جس طرح پرندوں میں کلنگ ہوتا ہے۔ لہٰذا میرے جس مرید کا بوجھ زیادہ ہوا سے میں اپنی گردن پر رکھ لوں گا۔ اس مجلس میں ایک صاحب حال بزرگ بھی موجود تھے ان کا نام شیخ ابو الحسن علی بن احمد حسینی تھا۔ اپنی گڈری ایک طرف رکھتے ہوئے کہنے لگے میں آپ سے کشتی کرنا چاہتا ہوں۔ شیخ عبدالرحمٰن اس کی یہ بات سن کر چپ ہو گئے اور اپنے مریدوں سے فرمانے لگے میں نے اس شخص کا ایک بال بھی عنایات خداوندی سے خالی نہیں پایا پھر آپ نے نصیحت کی کہ آپ گوڈڑی پہن لیں اس صاحب حال نے کہا اب میں نے گدڑی اتار پھینکی ہے۔ دوبارہ زیب تن نہیں کروں گا۔ پھر اپنی بیوی کو پکار کر کہا۔ فاطمہ! کوئی کپڑا لاؤ۔ وہ اس مقام سے بہت دور تھیں وہ کپڑا لے آئیں۔

شیخ عبدالرحمٰن نے آپ سے دریافت کیا تمہارا شیخ طریقت کون ہے انہوں نے جواب دیا جناب غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے فرمایا جناب غوث کے نام کو اس زمین پر تو بڑی شہرت حاصل ہے مگر میں اللہ کے دروازے پر ہمیشہ رہتا ہوں انہیں وہاں آتے جاتے کبھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ مجھے وہاں چالیس سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ حضرت شیخ سیّدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت بغداد میں بیٹھے بیٹھے یہ بات سنی اور اپنے احباب میں سے عیاد بواب مظفر جمال عبدالحق اور عثمان صریفنی کو کہا طفسونج کو جاؤ اور راہ میں تمہیں شیخ کے مریدوں کی ایک جماعت آتے ملے گی اور انہیں ساتھ واپس لے جانا۔ شیخ عبدالرحمٰن کی خدمت میں میرا سلام کہنا اور بتانا کہ آپ ابھی درکات میں ہیں وہاں رہنے والا شخص اس شخص کو کس طرح دیکھ سکتا ہے جو خاص حضوری میں ہو حضوری والا مخدوع والے کو نہیں دیکھ سکتا میں مخدوع میں ہوں اور باب السر سے داخل ہوتا ہوں اور اسی سے نکلتا ہوں۔ اس لئے

آپ مجھے آتے جاتے کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ میرے اس بیان کی سچائی کی دلیل وہ خلعت ہے جو آپ کو فلاں دن بارگاہ الٰہی سے ملی تھی وہ میرے ہاتھ سے ہی بھیجی گئی تھی وہ خلعت رضا تھی دوسری بات یہ ہے کہ فلاں اعزاز اور بزرگی فلاں رات جو آپ کو عنایت ہوئی تھی۔ وہ میرے ہاتھ سے ہی تھی وہ مقام فتح آپ کو نصیب ہوا تھا۔ درکات کے مقامات پر آپ کو بارہ ہزار اولیاء کی موجودگی میں خلعت پہنائی گئی تھی اور سبز رنگ کی قباء پر سورۂ اخلاص کے بیل بوٹے تھے اور وہ بوٹے میرے ہاتھ کے بنے ہوئے تھے۔

یہ قافلہ راہ میں ملا تو واپس شیخ عبدالرحمٰن کے پاس پہنچا اور حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچایا۔ انہوں نے فرمایا شیخ سچے ہیں وہ سلطان الوقت اور صاحب تصرف ہیں یہ کہہ کر سر جھکا دیا۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۶۱، ۶۰، مؤسسۃ الشرف لاہور)

شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں سیّد عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے بغداد گیا تو دیکھا کہ آپ صبح کی نماز مدرسہ کی چھت پر ادا کر رہے ہیں۔ میری نگاہ جنگل کی طرف اٹھی تو وہاں رجال الغیب کی چالیس صفیں کھڑی ہیں ہر صف میں چالیس آدمی ہیں میں نے انہیں کہا تم لوگ بیٹھتے کیوں نہیں وہ کہنے لگے جب تک جناب غوث پاک نماز ختم کر کے ہمیں بیٹھنے کی اجازت نہ فرمائیں گے ہم نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ آپ کا قدم ہماری گردنوں پر ہے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو تمام رجال الغیب آگے بڑھے اور دست بوسی کر کے سلام کہتے جاتے تھے۔

ایک دن شیخ صدقہ بغدادی سیّدنا شیخ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ کے مسافر خانہ میں قیام پذیر ہوئے تو دیکھا کہ سینکڑوں مشائخ اور علماء آپ کے منتظر کھڑے ہیں تا کہ آپ وعظ فرمائیں جب سیّدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ منبر پر آ کر بیٹھے تو آپ

خاموش رہے اور قاری کو قرآن پڑھنے کا حکم بھی نہ دیا۔ لوگوں میں اس خاموشی سے وجد آ گیا۔ شیخ صدقہ رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں خیال کیا کہ نہ آپ نے ارشاد فرمایا اور نہ ہی قاری نے کچھ پڑھا تو یہ وجدان کیسا ہے؟ آپ نے میری دلی کیفیت معلوم کر لی اور فرمایا۔ بھائی میرا ایک بھائی بیت المقدس سے ایک قدم میں یہاں پہنچا ہے اور میرے ہاتھ پر تائب ہوا ہے اور حاضرین ابھی اس کی زیارت کر رہے ہیں۔ صدقہ کے دل میں پھر خیال آیا کہ جو شخص ایک قدم میں بیت المقدس سے بغداد پہنچ سکتا ہے اسے تائب ہونے کی ضرورت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا توبہ اس بات کی ہے کہ آئندہ کبھی ہوا میں نہیں اڑے گا۔ اس نے ابھی اللہ کی محبت کا راستہ سیکھنا ہے پھر آپ نے فرمایا میری تلوار مشہور ہے اور میری کمان پر ہر وقت چلہ چڑھا ہوا ہے میرے تیروں کا نشانہ خطا نہیں جاتا۔ میرا نیزہ تیز اور سیدھا ہے میرا گھوڑا چاک و چوبند ہے میں اللہ کی روشن کی ہوئی آگ ہوں میں احوال کو سلب کر سکتا ہوں ایک بحر بے کنار ہوں۔ محفوظ ہوں، ملحفوظ ہوں۔

اے صائم الدھر انسانو! اے شب زندہ دار زاہدو! اے اہل الجبال! یاد رکھو تمہارے پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے' گرجا والو! تمہارے گرجے منہدم کر دیئے جائیں گے خدا کے حکم پر سر تسلیم خم کر دو۔ میں اللہ کا ایک امر ہوں اے راستہ چلنے والو! اے بہادرو! اے ابدالو! اے لڑکو! آؤ اور ایسے سمندر سے فیض حاصل کرو جو بے کنار ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ بشارت دیتا ہے۔ اے عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ میں تمہاری بات سنتا ہوں تمہیں میری قسم ہے۔ میرے حق کی قسم اور میری عظمت کی قسم ہے بات کر، تجھے میں نے ہر خطرہ سے محفوظ کر رکھا ہے۔

جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو مجھے جھک کر سلام کرتا ہے، سارے دن کے

واقعات عالم کی مجھے خبر دیتا ہے کوئی مہینہ شروع ہوتا ہے تو مجھے سلام کرتا ہے۔ اپنے حادثات کی اطلاع دیتا ہے۔ صبح مجھے سلام کرتی ہے اور اپنے حوادث کی خبر دیتی ہے مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم ہے کہ نیک بخت اور بد بخت میرے سامنے پیش کئے جاتے ہیں اور میری نگاہ لوح محفوظ پر ہوتی ہے۔ میں اللہ کے علوم و مشاہدات کے سمندروں کا تیراک ہوں۔ تمہارے لئے اللہ کی محبت ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں زمین میں ان کا وارث ہوں۔ انسان اور جن سب کے مشائخ ہوتے ہیں مگر میں شیخ الکل ہوں۔ (بہجۃ الاسرار' صفحہ ۱۵۲' مکتبہ اعلیٰ حضرت' لاہور)

شیخ علی بن ہیتی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ میں ایک دفعہ سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ معروف کرخی کی قبر کی زیارت کی تو آپ نے فرمایا السلام علیک اے شیخ معروف! آپ ہم سے ایک درجہ بلند ہیں کچھ عرصہ کے بعد ہم پھر زیارت کو گئے۔ تو آپ نے فرمایا السلام علیک اے شیخ معروف! ہم آپ سے دو درجے بلند ہیں۔ شیخ معروف کرخی کی قبر سے آواز آئی وعلیک السلام یا سیّد اہل الزماں!

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۳' قلائد الجواہر' صفحہ ۳۹' تحفہ قادریہ' صفحہ ۵۲-۵۱)

اس کتاب میں ہم چالیس حکایات مبارکہ جو آپ کے کمال اور خوارق عادت پر دلیل تھیں۔ ضبط تحریر میں لائے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے علوم و برکات سے بہرہ ور فرمائے بہت سے شیوخ نے متصل اسناد سے بیان کیا ہے کہ ہر صاحب حال کسی زمانے میں بھی جناب غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی کرامت دیکھنے کا ارادہ کرتا تھا دیکھ لیتا تھا۔ آپ کی کرامات کا فیض قیام قیامت تک اہل دل کے لئے کھلا ہوا ہے۔

واقعات وکوائف متفرقہ

آپ کے دونوں صاحبزادگان سیّد عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اور سیّد عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ اس روایت میں متفق ہیں کہ شیخ بقاء ایک جمعہ کے دن علی الصبح ہمارے والد

مکرم کے مدرسہ میں آئے اور پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ میں صبح صبح کیوں آیا؟ پھر خود ہی فرمانے لگے کہ گزشتہ رات مجھے ایک ایسا نور کا سرچشمہ اور منبع دیکھنا نصیب ہوا تو مجھے سیّدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت دکھائی دی۔ نیز یہ ارادہ لے کر آیا ہوں کہ اس حقیقت کو معلوم کرسکوں اب میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ نور آپ کے شہود کا نور تھا۔ جو آپ کے نور قلب سے مل کر کائنات کی روشنی کا سبب بن گیا۔ میری نگاہ نے دیکھا کہ کوئی فرشتہ ایسا نہ ہوگا جو کائنات ارضی پر نہ اترا ہو اور اس نے آپ سے مصافحہ نہ کیا ہو۔ فرشتوں کی اصطلاح میں اس کیفیت کا نام شاہد و شہود ہے۔

اشعار وابیات

ایک دن صاحبزادگان نے حضرت شیخ سیّد عبدالقادر گیلانی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے ''صلوٰۃ الرغائب'' ادا کرلی ہے تو آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

إِذْ أَنْظُرْتُ عَيْنِيْ وُجُوْهُ جَنَائِيْ
فَلَكَ صَلَاتِيْ فِيْ لَيَالِيْ الرَّغَائِبِ
وُجُوْهٌ إِذَا مَا سَفَرْتُ عَنْ جَمَالِهَا
أَفْضَاءَتْ لَهَا الْأَكْوَانُ مِنْ كُلِّ جَانِبِ
حُرِمْتُ الرِّضَا إِنْ لَّمْ أَكُنْ بِإِذْلَادِيْ
إِذَا حَمَّ شَجْعَانُ الْوَغٰى بِالْمُفَاكِبِ
أَشُقُّ صُفُوْفَ الْعَارِفِيْنَ بِعَزْمَتِهٖ
فَتَعْلُوْا لِمَجْدٰى فَوْقَ تِلْكَ الْمَرَاتِبِ
وَمَنْ لَّمْ يُوْنِ الْحُبَّ مَا يَسْتَحِقُّهٗ
نَذَاكَ الَّذِيْ لَمْ يَاْتِ قَطًّا أَبْوَاجِبِ

ترجمہ: جب میری نگاہیں احباب کے درخشندہ چہروں کو دیکھ لیتی ہیں تو یہ صلوٰۃ الرغاب ہے ان چہروں کے جمال جہاں تاب سے کائنات کا ذرہ ذرہ روشن ہو جاتا ہے مقام رضا میرے لئے حرام ہے اگر میں ان بہادران صف شکن جو میدان جہاد میں اپنے جوہر دکھاتے ہیں کی صف اول میں نہ نکلوں میں دنیائے طریقت میں اپنے عزم و استقلال سے عارفان خدا کی صفیں چیر کر آگے نکل جاتا ہوں اور میری زندگی کی عظمت کی بلندیوں کو پالیتی ہے جو شخص محبت کے حقوق پورے کرنے سے قاصر رہتا ہے وہ واجبات زندگی بھی پورے نہیں کر سکتا۔

زیارتِ مصطفیٰ:

شریف ابوعبداللہ حسین بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپ کی مجلس میں اس دن دس ہزار آدمی پہلے سے ہی موجود تھے۔ شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے سامنے تشریف فرما تھے۔ تو انہیں اونگھ سی آ گئی شیخ نے دیکھ کر لوگوں کو حکم دیا کہ خاموش ہو جاؤ لوگ اس طرح خاموش اور ساقط ہو گئے کہ ان کی سانس کی حرکت کی آواز کے بغیر کچھ سنائی نہ دیتا تھا پھر آپ منبر سے اتر کر شیخ علی ہیتی کے سامنے ادب سے کھڑے ہو گئے اور بڑے غور سے انہیں دیکھنے لگے۔ جب شیخ علی ہیتی جاگے تو آپ نے پوچھا کہ کیا آپ نے میرے آقا و مولا جناب رسالت ماب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے انہوں نے کہا ہاں! آپ نے فرمایا میں اسی لئے ادباً کھڑا رہا پھر آپ نے دریافت کیا آپ نے کیا فرمایا تھا۔ بتایا کہ مجھے آپ کی خدمت میں رہنے کی ہدایت دی گئی۔

شیخ علی ہیتی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے من اجلہ تادیت کے معنی دریافت کئے تو آپ نے فرمایا میں نے حضور کو بحالت خواب دیکھا تھا مگر آپ نے بحالت

بیداری زیارت کی تھی۔ (نفحات الانس صفحہ ۳۵۶-۳۵۵)

ایک دفعہ شیخ سیّد عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ ولایت کے آغاز و اختتام کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے آپ نے یہ اشعار بیان فرمائے۔

أَنَا رَاغِبٌ فِیْ مَنْ تَّقَرُّبُ نَفْسِهٖ
وَمُنَاسِبٌ لِغَفْلَتِیْ تَلَاطُفَ لُطْفُهٗ
وَمُفَارِضُ الْعُشَّاقِ فِیْ اَسْرَارِهِمْ
مِنْ کُلِّ مَعْنًی لَمْ یَسْعَنِیْ یَشْفُهٗ
قَدْ کَانَ یَسْکُرُ فِیْ مِزَاجِ شَرَابِهٖ
وَالْیَوْمَ یُضْحِنِیْ لَدَیْهِ صَرْفُهٗ
وَاَغِیْبُ عَنْ رُّشْدِیْ بِاَدْنٰی نَظْرَةٍ
وَالْیَوْمَ اَمْتَجِلِیْهِ ثُمَّ اَرْقُهٗ

ترجمہ: مجھے اس شخص کا بڑا احترام ہے جو اپنے آپ کو پہچانتا ہے اور اس نوجوان کو جو الطاف و اکرام کو اپنے مناسب حال بنائے میرے پاس عشق کے ایسے راز و نیاز ہیں جنہیں میں افشاء نہیں کرسکتا ایک وقت تھا شراب معرفت کی خوشبو ہی مجھے مدہوش کر دیا کرتی تھی مگر اب وہ مقام آگیا ہے کہ خالص شراب بھی اثر انداز نہیں ہوتی۔ ایک وقت تھا کہ دوست کی ایک نگاہ ہی مجھے مسحور کر دیا کرتی تھی مگر اب میں اسے دیکھتا ہوں اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہوں۔

تاج العارفین ابوالوفاء سے ملاقات

شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن تاج العارفین ابوالوفاء بغداد میں منبر پر بیٹھے وعظ فرما رہے تھے کہ سیّدنا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ آپ کی مجلس

میں تشریف لائے یہ آپ کی جوانی کا زمانہ تھا اور بغداد میں ابھی نو وارد ہی تھے۔ تاج العارفین نے سلسلہ تقریر روکتے ہوئے سامعین کو حکم دیا کہ انہیں یہاں سے باہر نکال دیا جائے لوگوں نے جب آپ کو باہر نکال دیا تو آپ پھر وعظ کہنے لگے۔ شیخ سیّد عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ دوسری بار پھر کسی دن مجلس میں داخل ہوئے تو تاج العارفین نے منبر سے اتر کر آپ کو گلے لگالیا اور پیشانی کو چوم کر فرمایا: اے بغداد والو! اس ولی اللہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ میں نے اس دن انہیں باہر نکالنے کا حکم ان کی اہانت کے لئے نہیں دیا تھا بلکہ ان کی اہمیت آپ لوگوں پر واضح کرنے کے لئے کہا تھا۔ مجھے اپنے اللہ کی عزت کی قسم ہے کہ میں ان کے سینے سے نور کی ایسی کرنیں پھوٹتی دیکھ رہا ہوں جس سے مشرق و مغرب روشن ہو رہے ہیں۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۱۲۰)

آپ نے مزید کہا کہ عبدالقادر یہ وقت ہمارا ہے مگر عنقریب ہی تمہارا وقت آنے والا ہے۔ اے عبدالقادر باہر چہچہانے والا پرندہ کچھ عرصہ کے بعد خاموش ہو جاتا ہے مگر تمہارا پرندہ قیامت تک توحید و معرفت کے نغمے گاتا رہے گا۔ پھر تاج العارفین نے اپنا مصلّٰی تسبیح پیالہ اور عصا دیا لوگوں نے کہا آپ ان سے بیعت بھی لیجئے۔ آپ نے فرمایا ان کی پیشانی میں نشان مخزومی ہے (یعنی شیخ ابوسعید مخزومی آپ کو خرقہ خلافت دیں گے)۔

راوی کہتا ہے کہ جب مجلس برخاست ہوئی تو تاج العارفین منبر کی بالائی سیڑھی سے اتر کر نیچے آ بیٹھے اور حضرت سیّدنا عبدالقادر کو فرمانے لگے عبدالقادر تمہارا ایک زمانہ ہوگا۔ اس زمانہ میں میرے بڑھاپے کو یاد کرنا آپ نے اس وقت اپنی سفید داڑھی کی طرف اشارہ کیا۔

شیخ عمر بزاز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے جو تسبیح تاج العارفین نے آپ کو عطا کی تھی۔ جب آپ زمین پر رکھتے تو وہ پھرنے لگتی تھی جب آپ فوت

ہوئے۔ تو یہ تسبیح آپ کے شلوار کے نیفے سے برآمد ہوئی (یعنی ساری زندگی آپ کے پاس رہی) اس کے بعد اسے شیخ علی ہیتی نے لے لیا اس کے بعد شیخ محمد بن قائد نے حاصل کی۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۳۰۱)

بعض اقوال میں یوں آیا ہے کہ ابوالوفا کے چالیس خادم تھے جو سب کے سب صاحب حال بزرگ تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو وقت قربت شیخ ابو الوفاء کو حاصل ہے وہ کروبیان فرشتوں کو بھی میسر نہیں۔ عراق میں سب سے پہلے آپ کا نام ہی ابوالوفا ہوا ہے آپ کے کلام کے چند ٹکڑے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

ملفوظات ابوالوفا:

"جسے نگاہ کیمیاء اثر سرگشتہ بنا دے اور سماع جزاء سے بیقرار کردے وہ شوق کے بیابانوں کی وادیاں طے کر جائے گا اور زمانہ کے مصائب اس کے سامنے پرکاہ کی حیثیت نہیں رکھتے"۔

سرگشتگی عشق کے وقت آپ کہا کرتے تھے۔

"ایسے وقت وصل کا کون سا راستہ ہے۔ جس سے میں ہمیشہ زندہ رہوں"۔

"ذکر وہ ہے جو تجھے تیرے وجود سے بے نیاز کردے اور مقام شہود پر لا کھڑا کرے"۔

"ذکر حقیقت کے شہود اور خلقیت کے خمود کا دوسرا نام ہے"

اجسام قسمیں ہیں ارواح تختیاں اور نفوس پیالے ہیں اور وجد ایک انگارہ ہے جو بھڑک کر ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔

شیخ کبیر یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ بغداد میں آئے آپ زمانہ میں قطب کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ایک مسافر خانہ میں قیام پذیر ہوئے۔ تو حضرت

شیخ سیّدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی ملاقات کو مسافر خانہ میں ہی پہنچے آپ نے حضرت کو آتے دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے اور اپنے پاس ہی بٹھا لیا اور خود ہی آپ کے حالات بیان کر کے آپ کی مشکلات کا حل تجویز فرماتے جاتے شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ ان دنوں ابھی نوعمر ہی تھے حضرت شیخ کبیر نے آپ کو وعظ کہنے کا کہا۔ آپ نے کہا حضرت میں ایک عجمی آدمی ہوں فصحائے بغداد کے سامنے میرا گفتگو کرنا کیا معنی رکھتا ہے آپ نے فرمایا کہ آپ فقہ، اصول نحو، تفسیر اور حدیث اچھی طرح پڑھ چکے ہیں۔ آپ ایسے ضرور کریں گے منبر پر بیٹھیے اور وعظ فرمائیے کیونکہ مجھے آپ کے جسم سے ایک ایسی خوشبو آرہی ہے جو عنقریب ایک تناور درخت بننے والا ہے۔ شیخ یوسف رحمۃ اللہ علیہ اہل حقیقت کے انداز میں بڑی حکمت آمیز گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۳۰۷)

آپ نے فرمایا:

"سماع حق تعالیٰ کا رسول ہے اور اس کی طرف سفر ہے اور غیب کے زواہر وفوائد میں سے ہے فتح کے مبادی اور فوائد اسی سے حاصل ہوتے ہیں روح کے لئے غذا ہے اور جسم کے لئے دوا۔ ایک گروہ نے اسے نعمت رحمت سے سنایا اور ایک نے اسے وصف قدرت سے آویزہ گوش بنایا سماع سننے سنانے والوں کے لئے حق ہے یہ حجابات کو دور کرتا ہے اسرار و رموز کو افشا کرتا ہے یہ ایک ایسی بجلی ہے جس میں چمک ہے ایک ایسا آفتاب ہے جس میں طلوع کا سارا حسن موجود ہے روح وقلب سماع سے محفوظ ہوتے ہیں اور جب نفس اور بدن حاضر نہ ہو۔ فکر و تدبر کی شکل اختیار کرتا ہے۔ اہل دل تو ہوا کی سرسراہٹ، قطرے کی حرکت، درخت کے سناٹے اور ہر ناطق کے نطق سے بھی لذت سماع حاصل کر لیتے

ہیں''۔

شیخ یوسف ہمدانی ایک دن وعظ فرما رہے تھے تو آپ کی مجلس میں ایک فقیہ بھی تھے وہ آپ کے وعظ کے دوران کہنے لگے چپ رہو تم بد عقل ہو! آپ نے فرمایا خاموش! خدا کرے تم زندہ نہ رہو۔ یہ کہنا ہی تھا کہ وہ اسی مجلس میں ہی تڑپ کر مر گیا۔

(بہجۃ الاسرار صفحہ ۳۰۶)

سیّد کبیر احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کہا کرتے تھے۔ شیخ سیّد عبد القادر رضی اللہ عنہ کا دست راست شریعت مطہرہ ہے اور بایاں ہاتھ حقیقت الٰہیہ ہے۔ جس سے چاہے چلو بھر لے۔ سیّدنا عبد القادر رضی اللہ عنہ کا ہمارے زمانے میں کوئی ثانی نہیں''۔

قطب کون ہوتا ہے؟

ابو رضا محمد بن احمد بغدادی المعروف بالمفید کہتے ہیں کہ ایک مدت سے میری خواہش تھی کہ مجھے ایسا کامل شخص ملے جس سے قطب کی صفات و علامات دریافت کر سکوں۔ ایک دن شیخ ابو الجلیل احمد بن سعید بن وہب المقری بغدادی جامع اصافہ میں آئے اس وقت وہاں شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرما تھے میں نے شیخ ابو سعید سے قطب کی بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا۔

قطب وہ شخص ہے جس پر زمانہ کی ولایت ختم ہو۔ ولایت کے تمام بوجھ اس کی لپیٹ پر ہوتے ہیں اور تمام کائنات کے انتظام و انصرام روحانی آپ کے ذمہ ہوتا ہے۔

میں نے پوچھا کہ زمانہ حاضرہ کا قطب کون ہے؟ آپ نے فرمایا شیخ سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ یہ بات سنتے ہی میں اٹھا اور شیخ سیّد عبد القادر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں سب سے پہلے پہنچا۔ میں چاہتا تھا کہ اب آپ کی زبان سے اس

مسئلہ پر کچھ سنوں۔ جب ہم وہاں پہنچے تو آپ وعظ فرما رہے تھے۔ ہم بیٹھ گئے تو آپ نے سلسلہ گفتگو ختم کرتے ہوئے فرمایا۔ قطب کی تعریف انداز بیان سے باہر ہے قطب وہ شخص ہے جس کے لئے حقیقت کے ہر مسلک میں ماخذ مکین ہو اور ولایت کے ہر درجہ پر متوطن ہو اور عنایت کے ہر مقام پر قدم راسخ رکھے اور مشاہدہ کی ہر منزل پر مشرب خوشگوار ہو اور حضوری کے ہر مقام پر سیر کرے اور کائنات ملک وملکوت کے ہر امر پر نگاہ کشف رکھے اور عالم غیب وشہادت کے ہر راز پر اس کی نگاہ ہو اور وجود کے مظہر پر مشارکت ہو اور اللہ کے ہر کام میں باطنی تعلق سے قائم ہو۔ ہر نور میں قبس ہو اور ہر معرفت میں واقف ہو۔ شائقین کی ہر خواہش کی غایت تک پہنچے اور واصلین کی انتہائی منازل کے انجام کا مالک ہو۔ ہر بزرگی کو اس نے تہہ کیا ہو اور ہر مرتبہ اس کے زیر پا ہو وہ لوائے عزت کا حامل ہو اور سیف قدرت کا مشاق ہو لشکر وصال کا بادشاہ ہو اور کائنات کے والی بنانے اور معزول کرنے کا اختیار رکھتا ہو۔ اس کا ہم نشین بد بخت نہیں ہوسکتا۔ اس کا محبّ اس کی نگاہ سے اوجھل نہیں رہ سکتا۔ اس کے مرتبہ سے بڑھ کر کسی کا رتبہ نہیں ہوسکتا۔ اس کے مقصد سے کوئی بلند تر مقصد نہیں ہوسکتا۔ کسی کا وجود اس کے وجود سے اتم نہیں ہوتا اور کسی کا شہود اس کے شہود سے روشن نہیں ہوتا۔ نہ اس سے بڑھ کر کوئی شریعت کی پیروی کرسکتا ہے وہ کائن بھی ہوتا ہے اور بائن بھی متصل بھی منفصل ارضی وسماوی بھی قدس بھی غیبی بھی واسطہ بھی خالصہ بھی وہ نافع ہے۔ جہاں تمام انسانوں کی حد ہوتی ہے اس کی وہاں نگاہ ہوتی ہے۔ اس کا ایک وصف ہوتا ہے۔ وہ اس میں منحصر ہوتا ہے وہ مکلّف بھی ہوتا ہے آپ نے آخر میں یہ اشعار بڑے سوز و گداز سے پڑھے:

مَا فِی الصَّبَابَۃِ مَنْھَلٌ مُسْتَعْذَبٌ ۔۔۔ اِلَّا وَلِیْ فِیْہِ الْاَلَذُّ الْاَطْیَبُ

اَوْ فِی الْوِصَالِ مَکَانَۃٌ مَخْصُوْصَۃٌ ۔۔۔ اِلَّا وَمَنْزِلَتِیْ اَعَزُّ وَاَقْرَبُ

وَهَبَتْ لِیَ الْاَیَّامُ رَوْنَقِ صَفْوِهَا ... فَحَلَتْ مَنَاهِلُهَا وَطَابَ الْمَشْرَبُ

وَغَدَوْتُ فَخُطُوْبًا لِّكُلِّ كَرِيْمَةٍ ... لَا يَهْتَدِیْ فِيْهَا اللَّبِيْبُ وَ يَخْطُبُ

اَنَا مِنْ رَجَالٍ لَا يَخَافُ جَلِيْسُهُمْ ... رَيْبَ الزَّمَانِ وَلَا يُرٰی مَا يُرْتَبُ

قَوْمٌ لَّهُمْ فِیْ كُلِّ مَجْدٍ رُّتْبَةٌ ... عَلْوِيَّةٌ وَبِكُلِّ جَيْشٍ مَرْكَبُ

اَنَا بُلْبُلُ الْاَفْرَاحِ اَمْلٰی دَرْجُهَا ... طَرَبًا وَّنِی الْعُلْيَاءِ بَازٌ اَشْهَبُ

اَضْبَحَتْ جُيُوْشُ الْحُبِّ تَحْتَ مَشِيْئَتِیْ ... طَوْعًا وَ مَهْمَارِ اُمْتَلَا يَعْزُبُ

اَصْبَحْتَ لَا اَمَلًا وَّلَا اَمْنِيَّةً ... اَرْجُوْدَهٗ مَوْعُوْرَةً اَتَرَقَّبُ

مَا ذِلْتُ اَرْتَعُ فِیْ مَيَادِيْنِ الرَّضَاءِ ... حَتّٰی رُهِبْتُ مَكَانَةً لَا تَرْهَبُ

اَضْحَی الزَّمَانُ كَحُلَّةٍ مَرْقُوْمَةٍ ... تُزْهُوْرٍ نَحْنُ لَهَا الطِّوَارَ الْمَذْبُ

اَفَلَتْ شُمُوْسُ الْاَوَّلِيْنَ وَ شَمْسُنَا ... اَبَدًا عَلٰی فَلَكِ الْعُلٰی لَا تَغْرُبُ

ان اشعار کے بعد آپ نے فرمایا تمام جانور زبانوں سے دعویٰ کرتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کر سکتے مگر باز زبان سے کچھ نہیں کہتا مگر عمل کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ ایک طرف اس کا مقام بادشاہوں کے ہاتھ ہیں اور دوسری طرف فضا کی پہنائیاں اس مقام پر حضرت شیخ ابو المظفر منصور بن مبارک المعروف بجرادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کھڑے ہوکر یہ اشعار پڑھے۔

بِكَ الشُّهُوْرُ لَتَهْنٰی وَالْمَرَاقِيْتُ ... بِامَنْ بِاَلْفَاظِهٖ تَغْلُوْا الْيَوَاقِيْتُ

اَلْبَازُ اَنْتَ فَاِنْ تَفْخَرُ فَلَا عَجَبٌ ... وَسَائِرُ النَّاسِ فِیْ عَيْنِیْ فَرَاخِيْتُ

اَشُمُّ مِنْ قَدَمَيْكَ الصِّدْقِ مُجْتَهِدًا ... لِاَنَّهٗ قَدْ قُمْ مِنَ الْغِلِّهَا الصَّبْتُ

شیخ ابو مظفر نے سیدنا عبد القادر رضی اللہ عنہ کے مشہور قول قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ کی طرف اشارہ کیا۔ آپ اپنے اس دعویٰ میں سچے تھے۔ حکم خداوندی سے ان کا یہ دعویٰ بلند ہوا اسی لئے تمام اکابر نے اس وقت آپ کے مقام

کمال کے اعتراف کے طور پر اپنی گردنیں جھکالیں بعض بزرگان دین نے تو آپ کی پیدائش سے ایک سو سال پہلے ہی اس واقعہ کی پیشگوئی کردی تھی۔

شیخ ابو سلیمان داؤد بن یوسف قلیجی نے روایت کی ہے کہ ایک دن میں شیخ عقیل کے پاس بیٹھا تھا تو کسی نے بتایا کہ بغداد میں ایک نوجوان عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نامی دنیائے ولایت میں مشہور ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ نوجوان زمین و آسمان میں شہرت حاصل کرے گا۔ اس رفیع القدر نوجوان کو عالم ملکوت میں ''باز اشب'' کہا جاتا ہے۔ وہ اپنے وقت میں یگانہ ہوگا اور اس زمانہ میں اس کا ورود صدور اسی کے اشارۂ ابرو سے ہوگا۔

کلام الغوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

جب صبح وصال کی نسیم جان فزاء ان لوگوں کی منزلوں تک پہنچتی ہے جو ریگستانوں میں پڑے ہوتے ہیں شب وصل کا خیال جب ان لوگوں کو خواب گاہوں میں آتا ہے جو ہجر و فراق کے خوگر ہو گئے ہیں جب روح خبر وصال دریافت کرنے کے لئے پابرکاب ہوتی ہے اور آنکھیں جمال محبوب کی زیارت کی بجائے آنسو سے سرشار ہو جاتی ہیں۔ احوال کا آدم گناہوں کے اعتراف پر آمادہ ہو جاتا ہے اور ہمتوں کا ابراہیم اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَلِىْ خَطِيْئَتِىْ کے دروازہ پر قدم رکھتا ہے اور ارادوں کا موسیٰ تبت الیك کے پہاڑ پر ہوش سے عاری ہو جاتا ہے اور عقل و خرد کا ایوب مَسَّنِىَ الضُّر کے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے۔ حیرت کا سلیمان اپنی دولت کے پرمسرت بساط سے اِنَّ لِرَبِّكُمْ فِىْ اَيَّامِ دَهْرِكُمْ نَغْمَاتٌ کی ہوا پر سوار ہو کر گزر جاتا ہے اور دل کی چیونٹی سلطان جلال کے لشکر کو دیکھ کر يٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ (سورۃ نمل:۱۸) پکار اٹھتی ہے تو بہت سے مسالک آتے ہیں جن کی کیفیت جاننے سے ذہن و فکر حیران ہو جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں بہت سے معانی خود بخود ظاہر ہوتے ہیں جن کی ماہیت

عام حالات میں نہیں سمجھی جاسکتی۔ کبھی وہ برق پر کوندتے ہیں کبھی آفتاب کی تابانی لیکر طلوع ہوتے ہیں۔ دل وجد اشتیاق سے پارہ ہو جاتا ہے اور روح تشنگی اور گرمی سے تڑپ اٹھتی ہے۔ پس اے روحانی قافلو! ان منازل کی طلب میں چل نکلو اور اے دلوں کے شہوار ان مقامات کو پانے کے لئے تیز رو ہو جاؤ اور اعلان کرتے جاؤ۔

قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (سورۃ توبہ آیت ۱۰۵)

پہلے سمجھو پھر جدا ہو! جو شخص علم کے بغیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اس کی اصلاح کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں اور اسے خراب کرنے والی چیزیں زیادہ ہوں گی۔ اپنے ساتھ اللہ کے نور کا چراغ لے کے چلو!

جو شخص علم کی روشنی میں عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایسا علم دے گا جسے وہ پہلے نہیں جانتا تھا۔ خدا کے علاوہ ہر چیز سے قطع تعلقی اختیار کرلو اغیار اور اسباب دنیوی چھوڑ دو اپنے اللہ کے ساتھ اگر چالیس دن خلوص سے رہو تو تمہارے دل سے زبان پر حکمتوں کے چشمے پھوٹنے لگیں گے اللہ کی روشن آگ کو حضرت موسیٰ کی وادی ایمن کی آگ کی طرح دیکھنے لگو گے۔ اسے انسان کا دل نفس و خواہشات کو للکار کر کہے گا کہ میں نے آتش خداوندی کا نظارہ کیا ہے۔ مجھے طمع و اسباب دنیا اپنی طرف راغب نہیں کر سکتے۔ دل کی گہرائیوں سے آواز آئے گی کہ میں تیرا رب ہوں میں تیرا معبود ہوں۔ میری عبادت کر اور غیروں سے قطع تعلقی اختیار کر کے مجھے اچھی طرح سے پہچان لو۔ میرے علم و قرب ملک کی طرف متوجہ رہ۔ جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو بقاء پورا ہو جائے گا اور قلب جاری ہو جائیں گے۔ یہ الہام اور فرمانا ایسا ہی ہو گا جس طرح یہ ارشاد ہوا تھا کہ جاؤ! فرعون کی طرف جاؤ۔ اس نے سرکشی اختیار کر لی ہے۔ اے دل نفس و ہوا کے

فرعون کو جا کر کہہ دے۔ میری طرف سے ان کی راہنمائی کرو۔ ان کو کہو کہ اگر وہ میری اطاعت پر آمادہ ہو جائیں تو میں انہیں سیدھا راستہ دکھادوں گا۔

روحوں کی شہد کی مکھی جسموں کے ''وجود سے'' پہلے کن کے چھتوں سے اڑ کر ''توحید'' کے باغوں میں آئی تاکہ محبت کے درختوں کے شگوفوں سے رس چوس لے اور ''معرفت'' کی شاخوں سے پھل کھائے اور ''مواطن قدس'' میں اپنا گھر بنائے اور درگاہ ''علو'' میں ''مقام مقرب'' کے میوے چنے اور ''مقامات عالیہ'' پر چڑھے اسے قضا وقدر کے شکاری نے تکلیف کے حال سے شکار کر کے ''امر'' کی مکھی کے ہاتھوں سے بدن کے پنجرے میں بند کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے روح کی مکھی کی طرف وحی کی کہ بدن میں نہایت انکساری سے اپنے اللہ تعالیٰ کی راہ پر چلے۔ شریعت کے پھل کھا کر حقیقت کے انوار شگوفوں سے بہرہ ور ہو جائے۔

''بلا'' عارفین کے لئے ایمان جان ہے۔ رنج واصلین کے لئے نسیم اسرار ہے سب سے بڑی بلا محبوب سے جدائی ہے اور سب سے بڑا رنج مطلوب کا نہ ملنا ہے اپنی قوت سے بری ہو کر اسے اللہ کے سپرد کر دینا۔ حقیقت توحید ہے ہر چیز کو عقل کی آنکھ سے نظر انداز کر دینے کا نام تفرید ہے۔

قَالَ اللّٰہُ: ثُمَّ ذَرْھُمْ فِیْ خَوْضِھِمْ یَلْعَبُوْنَ (سورۃ الانعام آیت ۹۱)

اسم ''اعظم'' اللہ ہی ہے دعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب تم اللہ کہو تو تمہارے دل میں کسی غیر کا خیال تک نہ جائے۔ عارفین کامل سے بسم اللہ کا لفظ وہی اثر رکھتا ہے جو اللہ کی طرف سے ''کن'' کا لفظ اثر انداز ہے۔ یہ کلمہ غم کو دور کرتا ہے مصیبت کو مٹاتا ہے زہر کو بے اثر بنا دیتا ہے نور کو عام کرتا ہے۔ اللہ ہر غالب پر غالب ہے وہ مظہر العجائب ہے اس کی سلطنت بلند ہے اس کی شان ارفع ہے وہ اپنے بندوں کو اچھی طرح جانتا ہے دلوں کا نگہبان ہے جابروں پر غالب ہے بادشاہوں کے غرور کو ختم

کرنے والا ہے ظاہر و باطن کو جاننے والا ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں جو اس کا ہو جائے وہ اس کی پناہ میں آجاتا ہے جو اللہ کو دوست رکھتا ہے اس کے سوا پھر کسی کو نہیں دیکھتا۔ جو اس کے راستہ پر چلتا ہے اس تک پہنچ جاتا ہے جو واصل باللہ ہو جاتا ہے اس کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے جو اس کا مشتاق ہوتا ہے وہ اس سے مانوس ہو جاتا ہے جو اغیار سے کنارہ کش ہو جاتا ہے اس کا وقت صاف ہو جاتا ہے اس لئے اللہ کے دروازے پر دستک دو اس کی پناہ حاصل کرو۔

اے اللہ سے روگردانی کرنے والو! اس کی طرف آجاؤ! جب میرے نام کا سننا ہی دار الشفاء ہے تو حق کا کیا مقام ہوگا جب دار المحنت کی یہ حالت ہے تو دار النعمت کیسے ہوگا۔ تیرے دروازے پر پہنچنے پر جو میرا یہ رتبہ ہے تو جب یہ پردے اٹھ جائیں گے تو پھر کیا حالت ہوگی یہ حالت اس وقت ہے جب میں نے تجھے پکارا ہے اور جب میں اپنے راز تجھ سے بیان کروں گا وہ حالت کیا ہوگی۔

قوم مشاہدہ میں ہے اور بزرگی کے سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں میں عاشق صادق پرندے کی طرح ہوں جو درخت پر بیٹھا نہیں ہوتا بلکہ صبح کے پرسکون وقت میں اپنے دوست کو پکارتا ہے جب عشاق کے دل میں قربت کی خوشبو پہنچتی ہے تو وہ اپنے اللہ کے ذکر میں محو ہو جاتے ہیں۔

تم پر افسوس ہے تمہیں موت کس طرح آئے گی حالانکہ تم نے اپنے اللہ کو نہیں پہچانا۔

شجاعت ایک ساعت کا صبر ہے اللہ تعالیٰ نے بعض عارفین کو اس شربت سے ایک قطرہ پلایا اور ساقی قدر سے دیکھنے کے لئے اسے جلدی سے خالی کر دیا تو اس کی روح اپنے ہم نشینوں کے درمیان خوشی سے جھومنے لگی برق تجلی کے چمکنے سے جبل موسیٰ انتہائے شوق میں حرکت میں آگیا۔ اس نے محبوب کے راز کو پالیا اور منصور غلبہ عشق

سے ''انا الحق'' پکار اٹھا۔ اس کا دوسرا ہم نشیں بھی مست ہوا اور اس نے ''سبحانی اعظم شانی'' کہہ دیا۔

روحوں کے پرندوں کی ایک جماعت نے اپنے بدنوں کے پنجروں کو چھوڑ دیا ہے اور شوق کے بازوں نے فضائے عشق میں پرواز شروع کر دی اور وجد کی وادی سے نکل کر منادی ازل کی طرف پرواز کرنے لگے اور کوشش کرنے لگے کہ طور قدم (قدیم) سے مشاہدہ کا دانہ حاصل کر لیں لیکن ان کی طلب کے کبوتروں پر عظمت الٰہی کے باز جھپٹ پڑے۔ زمین و آسمان کے تمام متنفس بیہوش ہو گئے۔ مگر جسے اللہ نے بچایا وہ باہوش رہا۔ عالمین کے لئے ہمیشگی کے جلال کی روشنیاں چمک اٹھیں اور عارفین کی نگاہوں کے سامنے کمال حدث کی نور کی ضیاء پاشیاں ابھریں۔ اقدام صدق کی وادی میں خاکستر ہو گئے اور عاصی تہیہ نواہ اللہ میں منقطع ہو گئے۔ اے میرے مرید وانسانی شکل میں غیب سے ایک راز ودیعت رکھ گیا ہے اس کی خاکی شکل میں بلندی کا خزانہ مضمر ہے۔ جب طبیب نے اس کی معرفت کا ارادہ کیا اور اس کے خزانہ کی اطلاع پانے کی کوشش کی تو نفوس کے پردوں نے اسے روک کر دیا اور اس نے اس چشمے پر جانے کا کوئی راستہ نہ پایا۔

منصور حلاج جناب غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں

عارفین سے ایک عارف دعویٰ کے آفاق تک ''انا الحق'' کے پروں سے اڑا تو ابدیت کے گلستان کو دوست اور آشنا سے خالی پایا۔ وہ اپنی بولی چھوڑ کر دوسرے کی زبان میں نغمہ سنجی کرنے لگا۔ یہ نغمہ سنجی اس کی موت و ہلاکت کا پیش خیمہ تھی۔ چنانچہ اس پر خدا کا عتاب ''اِنَّ اللهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ'' (سورۃ آل عمران آیت: ۹۷) کے پردے سے جھپٹا اور ''كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ'' (سورۃ آل عمران آیت: ۱۸۵) کے پنجے اس پر گاڑ دیئے سلیمان شرع نے جب اس سے دریافت کیا کہ تم اپنی بولی چھوڑ کر دوسرے

کی زبان میں کیوں گفتگو کرنے لگے اور ایک ایسا نغمہ کیوں الاپنے لگے جو تمہارے لئے موزوں نہ تھا۔ اب تم اپنے وجود کے پنجرے میں داخل ہو کر عزت و شان کی راہیں چھوڑ دو اور حدوث ذلت کی تنگ وادیوں میں مقید ہو جاؤ اور اعتراف کرو۔ تاکہ ارباب دعویٰ سن لیں واجد کو چاہئے کہ وہ واحد کو اکیلا جانے اور حفظ طریق کا دارومدار احترام قانون شرع پر قائم ہو سکے۔

طلب علم فرض ہے اور مریض نفسوں کو اس سے شفا ملتی ہے کیونکہ تقویٰ کے تمام راستے صرف علم سے ہی روشن ہوتے ہیں اور دلیل و حجت کی رو سے نہایت بلیغ ہے اور یقین کے تمام معارج سے بلند تر ہے۔ متقین کے تمام مدارج سے اعلیٰ ہے اور دین کے تمام مناصب سے بڑا ہے۔ مہدیین کے تمام مراتب سے افضل ہے اور مجتہدین کے تمام مناصب سے بلند و بالا ہے۔ علم سے ہی قرب و معرفت کے مقامات کی سیر میں آسانیاں پیدا ہوتی ہیں اور حضرت مشرفہ میں کھڑے ہونے کا ذریعہ ہے۔

الہام، وساوس اور ہوا

جو خیالات ہمارے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر وہ خدا کی طرف سے ہوں تو الہام ہے۔ شیطان کی طرف سے ہوں تو وساوس اور نفس کی طرف سے ہوں تو ہوا و ہوس کہلاتے ہیں اللہ کی طرف سے خیال سچا ہوتا ہے اور الہام کی علامت یہ ہے کہ وہ علم کے عین موافق ہوتا ہے جو علمی میزان پر پورا نہ اترے وہ الہام باطل ہے جو ہوا و ہوس کے جھگڑوں سے پیدا ہوتے ہیں جو نفس کی خواہشات کے لئے کئے جائیں۔ بعض اوقات نفس کے بار بار تقاضا سے انسان کو دھوکا ہو جاتا ہے اور اس کی خواہش کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔

وسوسے کی علامت یہ ہے کہ جب وہ کسی ذلت کی طرف آمادہ کرے اور اس کی مخالفت کی جائے تو وہ دوسری ذلت کی آرزو پیدا کر دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک

تمام مخالف قوتیں برابر ہیں اس موضوع کو قرآن پاک نے یوں بیان فرمایا ہے:

"اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ" (سورۃ الفاطر آیت:٦)

الہامی تصور کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ اس سے حیرت و برائی پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس کام سے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے بیان کی چاشنی اس وقت کما حقہ سمجھی جاسکتی ہے جب انسان کے دل پر عملی طور پر وارد ہو دل پر اللہ تعالیٰ کی سچائیاں پے در پے وارد ہوتی چلی جاتی ہیں۔

حضرت جنید قدس سرہ العزیز نے فرمایا ہے کہ اوّل الذکر (الہام) تمام قوتوں سے قوی ہے۔ کیونکہ اگر وہ باقی رہے تو صاحب خاطر تامل کی طرف رجوع کرتا ہے اور یہ مکان علم ہے۔

ابن عطاء کہتے ہیں کہ انہام علم بذات خود ایک بڑی قوت ہے وہ الہام کی قوت سے جلا پا کر بڑھ جاتا ہے۔

ابن حنیف فرماتے ہیں کہ الہام و علم دونوں ایک جیسے ہیں اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے وارد ہوتے ہیں اگر مختلف خطرات دل پر وارد ہوں تو سالک کو یہ پڑھنا چاہئے۔

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْخَلَّاقِ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۔(پارہ ۱۳ سورۃ ابراہیم آیت:۲۰-۱۹)

اہل تصوف کا اس بات پر متفقہ فیصلہ ہے کہ جو شخص حرام کھاتا ہے وہ منازل میں بھی فرق نہیں کر سکتا۔ جب تک تم نفس سے اتفاق کرو گے حرام سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ جب تک تم اس کی ہوس سے موافقت کرتے رہو گے جو ادھر ادھر پھرتا ہے تو تمہاری غذا مشکوک رہے گی۔ تمہارا اندر صاف ہو جائے گا۔ غذائے حلال میسر آئے گی۔

حیات سرمدیہ باقیہ کے قوانیہ میں رکھنے کی بجائے حیات مکدر فسانیہ کے قوانین پیش نظر رکھنے زیادہ بہتر ہیں۔ اے لڑکے تمہیں صدق وصفا لازم پکڑنے چاہئے کیونکہ اگر یہ دونوں نہ ہوں گے تو اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل نہیں کر سکے گا۔

☆ عقبیٰ میں شراب لقاء سے افطار اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک دنیا میں روزہ نہ رکھا جائے۔

☆ اولیاء اللہ بادشاہ ہوتے ہیں عارفین ان کے وزراء ہوتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کے یوم حساب سے پہلے ہی اپنے نفس کا محاسبہ کرو اور آخرت کی طرف سبقت کرنے کے لئے تیار رہو۔ کیونکہ دنیا ایک ایسا میدان یقین ہے جہاں سے قیامت کے پل سے گزرنا ہوگا اور یہ گھڑی بڑی سخت اور دشوار ہوگی۔

☆ زہد ایک ساعت کا عمل ہے ورع دو ساعتوں کا اور معرفت ہمیشہ کا عمل ہے پس ان بندوں کی خوبیاں محض اللہ کے لئے ہیں۔ جنہیں اس نے اپنے کرم وشفقت سے بلایا۔

☆ جب فضل کی ندا نے مجلس وصل کی دعوت دی تو کوئی حدی خواں انہیں قرب الٰہی میں لے گیا۔ انہوں نے وہاں مطالعہ ازل سے فعل جمال کا مشاہدہ کیا اور حلل کے تاروں میں جلال خداوندی کا نظارہ کیا۔

حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیائے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی کو وحی کی کہ میرے بعض بندے ایسے ہیں جو مجھے دوست رکھتے ہیں اور میں انہیں دوست رکھتا ہوں وہ میرے مشتاق ہیں میں ان کا مشتاق ہوں وہ مجھے یاد کرتے ہیں میں انہیں یاد کرتا ہوں۔ وہ میری طرف دیکھتے ہیں میں ان کی طرف دیکھتا ہوں۔ اس نبی نے دریافت کیا اے اللہ ان لوگوں کی نشانیاں کیا ہیں ارشاد ہوا کہ وہ غروب آفتاب کے ایسے مشتاق ہوتے ہیں جیسے دن کے تھکے ماندے پرندے اپنے گھونسلوں کے

خواہشمند ہوتے ہیں۔ جب رات آجاتی ہے اور اندھیرا چھا جاتا ہے۔ فرش فروش بچھ جاتے ہیں دوست اپنے دوست سے وصل کی چاشنی حاصل کرنے میں مصروف ہوتے ہیں تو یہ لوگ ان ساری آسائشوں اور خواہشات سے کنارہ کش ہو کر میرے لئے سروقد کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اپنے سر جھکا دیتے ہیں اور اپنے چہرے پھیلا دیتے ہیں اور مجھے ایسے دردمندانہ الفاظ میں پکارتے ہیں کہ میں ان کی آہ وزاری سن لیتا ہوں ان میں سے بعض دردناک حالت میں آہ وفغاں کرتے ہیں بعض روتے ہیں بعض مشاہدہ کرتے ہیں۔ بعض شکایت کرتے ہیں بعض کھڑے رہتے ہیں۔ بعض بیٹھے رہتے ہیں بعض رکوع کرتے ہیں اور بعض سجود میں مجھے یاد کرتے ہیں جس قدر تکلیف وہ میری خاطر اٹھتے ہیں میں وہ سب کچھ دیکھتا ہوں میری محبت سے جس چیز کی شکایت کرتے ہیں میں سنتا ہوں۔ پہلے میں ان کے دل نور تجلی سے بھر دیتا ہوں۔ پھر وہ میری خبر دیتے ہیں جس طرح میں نے ان کی خبر دی پھر میں اپنی رحمت سے اگر ان کے دامن میں سات آسمانوں کا بوجھ بھی ہو تو اسے کم کر دیتا ہوں۔ پھر میں انہیں ایسا علم عطا کرتا ہوں جس کے لئے ان کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ اے بھائی! تمہارے لئے ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کی دلجوئی کر لے شاید تو بھی ان کے متوسلین سے بن جائے اور اپنی بینائی وشنوائی کو ان کے تابع کر دے تاکہ تو سعادت کی بلند منزل تک پہنچ جائے۔

میں اللہ سے التجا کرتا ہوں وہ ہماری آنکھوں کو نور ہدایت سے روشن کر دے ہمارے عقائد کی بنیادوں کو مضبوط کر دے۔

دعائے وعظ

آپ وعظ سے پہلے یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اِيْمَانًا يَّصْلَحُ لِلْعَرْضِ عَلَيْكَ اِيْقَانًا نَّقِفُ بِهٖ فِي الْقِيَامَةِ بَيْنَ يَدَيْكَ وَعِصْمَةً تُنْقِذُنَا بِهَا مِنْ وَّرَطَاتِ

الذُّنُوْبِ وَرَحْمَةً تَطْهِرُنَا بِهَا مِنْ وَنَسِ الْعُيُوْبِ عِلْمًا نَفْهِمُ بِهٖ اَوَامِكَ وَنَوَاهِيكَ وَفَهْمًا نَعْلَمُ بِهٖ كَيْفَ تُنَاجِيْكَ وَاجْعَلْنَا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَوْلِيَاءِ لَكَ وَالْمَلَأْ قُلُوْبَنَا بِنُوْرِ مَعْرِفَتِكَ وَالْحُلْ عُيُوْنَ عُقُوْلِنَا بِاَثْمَدِ هِدَايَتِكَ وَاحْرُسْ اَقْدَامَ اَفْكَارِنَا مِنْ مَزَالِقِ مَوَاطِهِي الْمُزِلَّاتِ الشُّبُهَاتِ وَامْنَعْ طُيُوْرَ نُفُوْسِنَا مِنَ الْوُقُوْعِ فِيْ شَبَاكِ مُوْبِقَاتِ الشُّبُهَاتِ وَاَمَنَّا فِيْ اَقْيَامِ الصَّلٰوةِ عَلٰى تَرْكِ الشَّهْوَاتِ وَاصْحُ سُطُوْرَ سَيِّئَاتِنَا عَنْ جَرَائِدِ اَعْمَالِنَا بِاَيْدِي الْحَسَنَاتِ كُنْ لَّنَا حَيْثُ يَنْقَطِعُ عَنْ جَرَائِدِ اَعْمَالِنَا بِاَيْدِي الْحَسَنَاتِ كُنْ لَّنَا حَيْثُ تَنْقَطِعُ الرِّجَاءُ مِنَّا اِذَا اَعْرَضَ اَهْلُ الْوُجُوْهُ بِوُجُوْهِهِمْ عَنَّا حَتّٰى تَحْصُلَ فِيْ ظُلُمِ اللُّحُوْدِهَا ۔

اَفْعَالَنَا اِلٰى يَوْمِ الْمَشْهُوْدِ اَجِرْ عَبْدَكَ الضَّعِيْفَ عَلٰى مَا اَلِّفْ مِنَ الْعِصْمَةِ عَنِ الزَّلَلِ وَنَقِّهْ وَالْحَاضِرِيْنَ نَصَالِحِ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَاجْرِ عَلٰى لِسَانِهٖ مَا يَنْتَفِعُ بِهٖ اَسَامِعُ وَقَذْرِفْ لَهُ الْمَوَامِعَ وَلَيِّنْ لَهُ الْقَلْبَ الْخَاشِعَ وَاغْفِرْ لَهٗ وَلِلْحَاضِرِيْنَ وَالْجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ آمِيْنَ ۔

کبھی کبھی آپ یہ دعا بآغاز وعظ کہا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحِ الْاِمَامَ وَالْاُمَّةَ وَالرَّاعِيَ وَالرَّعِيَّةَ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ فِي الْخَيْرَاتِ وَادْفَعْ شَرَّ بَعْضِهِمْ عَنْ بَعْضٍ فِيْ جَمِيْعِ الْاَوْقَاتِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْعَالِمُ بِسَرِّ آئِرِنَا فَاَصْلِحْنَا وَاَنْتَ الْعَالِمُ بِذُنُوْبِهَا فَاغْفِرْهَا لَاتَرَانَا حَيْثُ نَهَيْتَنَا وَلَا تَفْقِدْنَا حَيْثُ اَمَرْتَنَا

وَاَغْرِنَا بِالطَّاعَةِ وَلَا تُذِلَّنَا بِالْمَعْصِيَةِ وَاشْغِلْنَا بِكَ مِمَّنْ سِوَاكَ وَاقْطَعْ مِنَّا كُلَّ قَاطِعٍ لِقَطْعِنَا عَنْكَ وَعَنْ هَوَاكَ اَلْهِمْنَا ذِكْرَكَ وَشُكْرَكَ وَحُسْنَ عِبَادَتِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا شَآءَ اللّٰهُ كَانَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۔

لَا تُحْيِنَا فِيْ غَفْلَةٍ وَّلَا تُمِتْنَا فِيْ عِزَّةٍ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَالَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلَانَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

اَلْاَدَبُ فِیْ رَجَبٍ

ترجمہ بنام

فضائلِ رجب

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ و تخریج

علامہ محمد عرفان طریقتی صاحب

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

اَلْاَدَبُ فِیْ رَجَبٍ

الحمد لله الذی خلق الکائنات علی ھیئات متباینات، فاظهر الفضل فی مابین أفرادها ظاهرات ومعاینات، حتی فی الامکنة والازمنة وسائر الاشیاء الحادثة من العلویات والسفلیات وما ذاك الا بحسب التجلیات الواردة وفق الاسماء والصفات وأفضل الصلوات وأکمل التحیات علی سیّد الموجودات وسند المخلوقات وعلی اٰله وصحبه وجنده وحزبه الطاهرین والطاهرات وسائر المؤمنین والمؤمنات: أما بعد:

حرم ربی کا ملتجی علی بن سلطان محمد القاری کہتا ہے، اللہ تعالیٰ ان سے اپنے لطف خفی اور فضل وکرم کا معاملہ فرمائے۔

ماہ رجب حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے

اللہ جل مجدۃ الکریم نے اپنی عظیم وقدیم کتاب لاریب قرآن مجید برہان رشید میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ (التوبہ، آیت:۳۶)

بے شک اللہ کے نزدیک مہینوں کی تعداد اللہ کی کتاب میں بارہ مہینے ہیں جس دن سے اس نے آسمان کو پیدا فرمایا ہے ان (مہینوں سے) چار حرمت والے ہیں۔

چار حرمت والے مہینے یہ ہیں:

۱-رجب، ۲-ذوالقعدہ، ۳-ذوالحجہ، ۴-محرم

ان میں سے ایک الگ اور تین مہینے اکٹھے ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اکٹھے آتے ہیں اور رجب کا مہینہ الگ طور پر آتا ہے۔ حرمت والے مہینے میں اعمال صالحہ میں اضافہ اور ظلم ومصیبت سے پرہیز کرنا!

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سورۃ التوبہ:۳۶)

یہ مستقیم دین ہے۔ سو تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو۔

یعنی پورے سال کے مہینوں میں عموماً اور حرمت والے مہینوں میں خصوصاً گناہ اور ترک طاعت کر کے خود پر ظلم نہ کرو، حضرت قتادہ فرماتے ہیں:

العمل الصالح اعظم اجرًا فی الاشهر الحرم والظلم فیهن اعظم من الظلم فیما سواهن وان کان الظلم علی کل حال عظیمًا[۱]

حرمت والے مہینوں میں نیک عمل کا اجر بڑھ جاتا ہے اور ظلم وگناہ باقی مہینوں کی نسبت بڑا گناہو جاتا ہے اگرچہ ظلم بہرحال (ہر وقت ہی) گناہ ہے۔

حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنا:

حرمت والے مہینوں میں جنگ وقتال کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، ایک قدم کا کہنا ہے کہ پہلے حرام تھا بعد میں اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ" (التوبہ، آیت:۳۶) (تم مشرکوں سے کھلی لڑائی کرو

---

۱ معالم التنزیل، جلد:۳، صفحہ:۴۵

جس طرح وہ تم سے لڑائی کرتے ہیں) کے سبب منسوخ ہو گیا۔ گویا کہ (اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے) ان مہینوں میں لڑو یا ان کے علاوہ دوسرے مہینوں میں۔

یہ قول حضرت قتادہ، عطا خراسانی، امام زہری اور حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہم کا ہے۔ یہ لوگ اپنی دلیل کے طور پر یہ روایت بھی پیش کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو ہوازن اور بنو ثقیف کے ساتھ جنگ کی اور شوال اور ذوالقعدہ کے چند دن تک ان کا محاصرہ کئے رکھا۔

دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ یہ حکم منسوخ نہیں ہے، ابن جریج نے کہا:

حلف باللہ عطاء بن ابی رباح ما یحل للناس أن یغزوا فی الحرم وفی الاشهر الحرم الا أن یقاتلوا فیها، وما نسخت۔[۲]

عطا بن ابی رباح نے قسم اٹھا کر کہا کہ لوگوں کے لئے حرم شریف اور حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنا حلال نہیں جب تک کہ ان سے جنگ (میں پہل) نہ کی جائے اور حکم منسوخ نہیں ہوا۔ جیسا کہ "المعالم التنزیل" میں ہے۔[۳]

ہمارے علماء (احناف) میں سے صاحب مدارک نے ذکر کیا ہے:

ہمارے (یعنی احناف) کے نزدیک حرمت والے مہینوں میں جنگ کی جا سکتی ہے لیکن حرم شریف میں تب تک نہیں ہو سکتی جب تک مشرک پہل نہ کریں۔

اس عبارت کا معنی یہ ہے کہ ہم مشرکوں سے حرم شریف میں قتال نہیں کرتے جب تک کہ وہ خود ابتداء نہ کریں، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَ لَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ" (البقرہ، آیت: ۱۹۱) (اور ان سے مسجد حرام میں جنگ نہ کرو جب تک کہ وہ تم سے جنگ کرنے میں پہل نہ کریں) اگرچہ اللہ تعالیٰ

---

۲ التفسیر الطبری، حدیث نمبر: ۳۵۳۱۲، نواسخ القرآن لابن الجوزی، صفحہ: ۴۳

۳ معالم التنزیل، جلد: ۳، صفحہ: ۴۵

کے فرمان "وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ" (تم انہیں قتل کرو جہاں پاؤ) کا ظاہر ہر جگہ قتل کرنے کو مباح قرار دیتا ہے لیکن پہلی آیت سے حرم شریف میں قتال نہ کرنے کا حکم خاص ہو گیا مگر اس وقت جب وہ (مشرک) خود ابتداء کریں۔ اسی طرح شرح التاویلات میں ہے۔

رجب شروع ہونے کی دعا

امام بیہقی، ابن عساکر اور ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب ماہ رجب شروع ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اللهم بارك لنا في رجب وشعبان وبلغنا رمضان۔[۴]

اے اللہ ہمیں رجب اور شعبان میں برکت عطا فرما اور ماہِ رمضان تک پہنچا۔

رجب کا معنی اور اس کے (دیگر) اسماء

جان لو کہ "رجب" اکثر نحویوں کے نزدیک منصرف ہے اور یہی ظاہر ہے۔ کیونکہ یہ "رجب فلانا" سے مشتق ہے، جس کا معنی ہے "هابه وعظمه" یعنی اس نے تعظیم کی۔

عرب کے لوگ اس مہینے کی تعظیم کیا کرتے تھے اس لئے اس کو رجب کہا جاتا ہے اور اسی لئے اس کو "رجب المرجب" بھی کہا جاتا ہے۔

اس مہینے کو "رجب الاصم" بھی کہا جاتا ہے (اصم کا معنی بہرہ ہے) کیونکہ اس مہینے میں "یاقوماه" (اے قوم) اور "یا صباحاه" کی آوازیں نہیں سنائی دیتی ہیں اور نہ ہی اس مہینے میں اسلحوں کی کھٹک سنائی دیتی ہیں۔ امام بیہقی نے سیّدہ عائشہ سے روایت کیا اور کہا ہے کہ مرفوعاً یہ روایت منکر ہے۔

---

[۴] مسند البزار، جلد: ۱، صفحہ: ۲۹۴-۲۹۵، الموضح للخطیب، جلد: ۲، صفحہ: ۴۷۳، التدوین للرافعی، جلد: ۳، صفحہ: ۴۳۳، المعجم الاوسط للطبرانی، جلد: ۳، صفحہ: ۴۰

ان رجبا شهر الله، يدعى الاصم، وكان أهل الجاهلية اذا دخل رجب يعطلون أسلحتهم ويضعونها فكان الناس يأمنون وتامن السبل ولا يخافون بعضهم بعضاً حتى ينقضي۔[۵]

بے شک رجب اللہ کا مہینہ ہے اور اسے ''اصم'' کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ جب رجب کا مہینہ شروع ہوتا تو اہل جاہلیت اپنے اسلحہ کو سنبھال کر رکھ دیتے تھے اور لوگ اس مہینے میں پرسکون اور پرامن ہو جاتے تھے اور کسی کو دوسرے کا کوئی خوف نہیں ہوتا تھا حتیٰ کہ یہ مہینہ گزر جاتا تھا۔

اور جو یہ مشہور ہے کہ اس کو ''رجب الأصب'' بھی کہتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ اس مہینے میں رحمت الٰہی برسائی جاتی ہے اور نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے، میں (علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ) نے کسی لغت کی کتاب میں نہیں پڑھا۔

علامہ ابو الفتح ابن ابی الفوارس نے اپنی امالی میں حضرت حسن بصری سے مرسلاً ذکر کیا ہے کہ رجب اللہ کا مہینہ ہے، شعبان میرا اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔

کیا رجب کے روزہ کی فضیلت میں کوئی حدیث ثابت ہے؟

ماہ رجب میں روزہ کی فضیلت میں ضعیف احادیث آئی ہیں جو کثرت طرق کی بنا پر قوی ہو جاتی ہیں، حالانکہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی معتبر اور مفید ہوتی ہے۔

(۱)...... ان رجبا شهر عظيم تضاعف فيه الحسنات، من صام يومًا منه، كان كصيام سنة۔[۶]

بے شک رجب عظیم مہینہ ہے اس میں نیکیوں (کا اجر) دگنا ہو جاتا ہے

[۵] مسند الفردوس، حدیث نمبر: ۳۲۷۵، کنز العمال، حدیث نمبر: ۳۵۱۶۷

[۶] المعجم الکبیر، حدیث نمبر: ۵۵۳۸، الترغیب والترہیب للصبہانی، حدیث نمبر: ۱۸۲۲

جس نے اس مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھا ایسے ہی ہے جیسے ایک سال کا روزہ رکھا۔

(۲)......عن ابن عباس رضي الله عنهما صوم اول يوم من رجب كفارة ثلاث سنين والثاني كفارة سنتين والثالث كفارة سنة ثم كل يوم شهر۔[۷]

حضرت ابن عباس سے مرفوعاً روایت ہے۔ رجب کے پہلے دن کا روزہ تین سال کا کفارہ ہے، دوسرے دن کا روزہ دو سال کا اور تیسرے دن کا روزہ ایک سال کا کفارہ ہے اور اس کے بعد ہر دن ایک مہینے کا کفارہ ہے۔

(۳)...... عن أنس بن مالك رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان في الجنة نهرًا يقال له رجب، ماؤه أشد بياضًا من اللبن وأحلى من العسل، من صام يومًا من رجب سقاه الله من ذالك النهر۔[۸]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔ جنت میں ایک نہر ہے جس کو رجب کہا جاتا ہے اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے

---

۷ کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۴۲۶۱

۸ المجروحین لابن حبان، جلد: ۲، صفحہ: ۲۳۸، الواھیات لابن الجوزی، جلد: ۲، صفحہ: ۵۵۵، التدوین للرافعی، جلد: ۱، صفحہ: ۱۶۴-۱۶۵، اتحاف السادۃ المتقین، جلد: ۱۰، صفحہ: ۵۳۳، الترغیب للاصبھانی، حدیث نمبر: ۱۸۲۰، الامالی للشجری، جلد: ۲، صفحہ: ۹۳

خاتمۃ الحفاظ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ''تبیین العجب'' میں فرماتے ہیں: اس حدیث پر من گھڑت ہونے کا حکم لگانے پر موافقت نہیں ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ ''الحاوی للفتاوی'' صفحہ: ۴۱۹ پر فرماتے ہیں: یہ ضعیف کی اقسام میں سے ہیں جن کو فضائل میں روایت کرنا جائز ہے۔

زیادہ میٹھا ہے جس نے رجب کا ایک دن کا روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اسے اس نہر سے پانی پلائے گا۔

(۴)......عن ابن عمر من صام أول يوم من رجب عَدَلَ ذٰلِكَ بصيام سنة، ومن صام سبعة أيام، أغلق عنه سبعة أبواب النار، ومن صام من رجب عشرة أيام نادىٰ مناد في السماء أن تعطه۔[9]

حضرت ابن عمر سے مرفوعاً روایت ہے۔ جس نے رجب کا پہلے دن کا روزہ رکھا تو یہ پورے سال کے روزوں کے برابر ہے۔ اور جس نے سات روزے رکھے اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیئے گئے اور جس نے رجب کے ساتھ روزے رکھے تو آسمان سے پکارنے والا پکارتا ہے سوال کر تجھے عطاء کیا جائے گا۔

(۵)...... عن أبي ذر مرفوعًا: من صام يومًا من رجب عدل صيامه شهرًا، ومن صام منه سبعة أيام، غلقت عنه أبواب الجحيم السبعة ومن صام منه ثمانية أيام فتحت له أبواب الجنة الثمانية، ومن صام منه عشرة أيام بدلت سيئاته حسنات، ومن صام منه ثمانية عشر يومًا نادى مناد أن الله قد غفرلك ما مضى، فاستأنف العمل۔[10]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے رجب (کے ایک دن کا) روزہ رکھا تو یہ مہینہ بھر روزوں کے برابر ہے اور جس نے سات دنوں کے روزے رکھے اس پر

---

۹ کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۴۲۶۲

۱۰ تاریخ بغداد للخطیب، جلد: ۸، صفحہ: ۳۳۱، الموضوعات لابن الجوزی، جلد: ۲، صفحہ: ۲۰۷

جہنم کے سات دروازے بند ہو گئے اور جس نے آٹھ روزے رکھے اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے گئے۔ اور جس نے دس روزے رکھے اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا گیا اور جس نے اٹھارہ روزے رکھے تو پکارنے والا پکارتا ہے تیرے گذشتہ گناہوں کو معاف کر دیا گیا اب نئے اعمال شروع کر۔

(٦)......عن أنس مرفوعًا: من صام يومًا من رجب كان كصيام سنة، ومن صام سبعة أيام، غلقت عنه سبعة أبواب جهنم ومن صام ثمانية أيام فتحت له ثمانية أبواب الجنة، ومن صام عشرة أيام لم يسأل الله شيئًا الا أعطاه ومن صام خمسة عشر أيام نادى مناد من السماء: قد غفرت لك ماسلف فاستأنف العمل قد بدلت سيئاتك حسنات۔

وفي رجب حمل نوح عليه السلام في السفينة فصام نوح وأمر من معه أن يصوموا وجرت بهم السفينة ستة أشهر الى أخر ذالك لعشر خلون من المحرم۔[1]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جس نے رجب کے ایک دن کا روزہ رکھا تو سال بھر روزے رکھنے کے برابر ہے اور جس نے سات دن کے روزے رکھے اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیئے گئے اور جس نے آٹھ روزے رکھے اس پر جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے گئے اور جس نے دس روزے رکھے وہ اللہ سے جو مانگے گا ضرور عطاء ہو گا

---

[1] کنز العمال، حدیث نمبر: ۲۴۲۶۴

اور جس نے پندرہ روزے رکھے تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے تیرے پچھلے سب گناہوں کو معاف کر دیا گیا اور نئے سرے سے عمل شروع کر بے شک تیرے گناہوں کو نیکیوں سے تبدیل کر دیا گیا۔

اور رجب کے مہینے میں نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے اور آپ نے روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ آپ کی کشتی محرم کی دس تاریخ یعنی چھ ماہ تک لے کر ان کو بہتی رہی۔

(۷)......رجب شهر عظيم يضاعف الله فيه الحسنات فمن صام يومًا من رجب فكأنما صام سنةً، ومن صام سبعة أيام، غلقت عنه سبعة أبواب جهنم ومن صام منه ثمانية أيام فتحت له ثمانية أبواب الجنة، ومن صام منه عشرة أيام لم يسأل الله شيئًا الا أعطاه ومن صام منه خمسة عشر أيام نادى مناد من السماء: قد غفر الله لك مامضى فاستانف العمل ومن زاد زاده الله۔

سعید بن ابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رجب عظیم الشان مہینہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نیکیوں کا اجر میں اضافہ فرما دیتا ہے لہٰذا جس نے رجب میں ایک دن روزہ رکھا گویا اس نے پورا سال روزے رکھے اور جس نے سات دن کے روزے رکھے اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دیئے گئے اور جس نے آٹھ روزے رکھے اس پر جنت کے آٹھ دروازے کھول دیئے گئے اور جس نے دس روزے رکھے وہ اللہ سے جو مانگے گا ضرور عطاء ہوگا اور جس نے پندرہ روزے رکھے تو آسمان سے ایک ندا کرنے والا ندا کرتا ہے تیرے پچھلے سب گناہوں کو معاف کر دیا گیا اور اب نئے

سرے سے عمل شروع کر۔ اور (جو عمل میں) زیادتی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس (کے اجر) میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

رجب میں نوح علیہ السلام کو اللہ نے کشتی میں سوار فرمایا تو آپ نے رجب کا روزہ رکھا اور اپنے ساتھیوں کو بھی حکم دیا کشتی ان کو لے کر چھ مہینے تک گھومتی رہی اور اس کا اختتام ۱۰ محرم (یوم عاشورہ) کو ہوا کشتی کو جودی پہاڑ پر اتارا گیا تو نوح علیہ السلام اور آپ کی قوم اور تمام جانوروں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے روزہ رکھا۔

اور عاشورہ کے روز اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے دریا کو چاک کیا اور عاشورہ کے روز ہی حضرت آدم اور حضرت یونس علیہما السلام کے شہر والوں کی توبہ قبول ہوئی اور اسی دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔

(۸)...... عن سلمان الفارسي مرفوعًا: في رجب يوم وليلة، من صام ذالك اليوم وقام تلك الليلة كان كمن صام الدهر مئة سنة، وقام مئة سنة وهو لثلاث بقين من رجب وفيه بعث الله تعالىٰ محمدًا۔ [۱۲]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رجب کے مہینے میں ایک دن اور رات (خاص ہے) جس نے اس دن کا روزہ رکھا اور اس رات کو قیام کیا تو ایسے ہے جیسے سو سال تک روزے رکھے اور سو سال تک قیام کیا۔ اور یہ رجب کی ستائیسویں شب ہے اور اسی رات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث کیا گیا۔

(۹) عن أنس رضي الله عنه مرفوعًا: من صام ثلاثة

۱۲۔ شعب الایمان للبیہقی، جلد ۲، صفحہ ۲۱۱۹، مسند الفردوس، جلد ۳، صفحہ ۱۴۲، تنزیہ الشریعہ لابن عراق، جلد ۲، صفحہ ۱۶۱، الفوائد المجموعہ للشوکانی، صفحہ ۴۳۹، اتحاف السادۃ المتقین، جلد ۵، صفحہ ۲۰۶

أيام من شهر حرام، الخميس والجمعة والسبت كتب له عبادة سنتين۔[۱۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جس نے حرمت والے مہینے میں تین روزے رکھے جمعرات، جمعہ اور ہفتہ اس کے لئے دو سال کی عبادت لکھی جاتی ہے۔

(۱۰)......وعنه أيضًا من صام في كل شهر حرام الخميس والجمعة والسبت كتبت له عبادة سبع مئة سنة۔[۱۴]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس نے کسی بھی حرمت والے مہینے میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا روزہ رکھا اس کے لئے نو سو سال ۹۰۰ کی عبادت لکھی جاتی ہے۔

اس مہینے میں روزہ رکھنے کی ممانعت کا کیا معنی ہے؟

ابن ماجہ میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب کے مہینے میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔[۱۵] اس کا مطلب ہے کہ اس کے وجوب کا اعتقاد رکھ کے روزہ رکھنا ممنوع ہے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں ہوتا تھا۔

ماہ رجب میں استغفار

عن علي رضي الله عنه مرفوعًا: أكثروا من الاستغفار في

---

۱۳ المعجم الاوسط للطبرانی، جلد:۲، صفحہ:۴۶۹، الواھیات لابن الجوزی، حدیث نمبر:۹۱۱، الجواہر المکللۃ فی الاحادیث المسلسلۃ، حدیث نمبر:۵، المناہل السلسلۃ فی الاحادیث المسلسلۃ، صفحہ:۱۲-۱۳-۱۷، اتحاف السادۃ المتقین، جلد:۴، صفحہ:۲۵۶

۱۴ تہذیب تاریخ دمشق لابن عساکر، جلد:۵، صفحہ:۳۹۷، کنز العمال، حدیث نمبر:۲۴۱۷۳

۱۵ السنن لابن ماجہ، حدیث نمبر:۱۷۴۳، المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:۱۰، صفحہ:۳۴۸، الواھیات لابن الجوزی، حدیث نمبر:۹۱۳

شهر رجب فان لله في كل ساعة منه عتقاء من النار۔[۲۷]

حضرت علی رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں ماہ رجب میں استغفار کی کثرت کرو بے شک اللہ تعالیٰ ہر ساعت میں لوگوں کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے۔

اور میں نے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ اس مہینے میں کثرت کے ساتھ استغفار کرو اور یہ کلمات کہو:

أستغفر الله ذاالجلال والاكرام من جميع الذنوب والآثام.

میں نے علامہ منوفی کو فرماتے ہوئے دیکھا:

"ترغیب الطالب فی اشرف المطالب" کے مصنف نے ایک فائدہ تحریر کیا ہے انہوں نے علامہ کمال الدین دمیری کے ہاتھ سے لکھا ہوا دیکھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مرفوعاً روایت کیا ہے:

من قال في شهر رجب وشعبان أستغفر الله العظيم الذي لا اله الا هو الحي القيوم وأتوب اليه توبة عبد ظالم لنفسه لايملك لنفسه موتاً ولا حياتاً ولا نشوراً سبع مرات أوحى الله تعالى الى الملكين الموكلين به أن حرقا صحيفة ذنوبه۔

جو ماہ رجب اور شعبان میں یہ کلمات نو مرتبہ پڑھتا ہے

أستغفر الله العظيم الذي لا اله الا هو الحي القيوم وأتوب اليه توبة عبد ظالم لنفسه لايملك لنفسه موتاً ولا حياتاً ولا نشوراً۔

---

۲۷ [illegible] صفحہ ۳۳۳، تذکرۃ الموضوعات، صفحہ ۱۱۶

تو اللہ تعالیٰ اس پر مقرر فرشتوں (نکیرین) کی طرف وحی فرماتا ہے کہ اس کے گناہوں کی کتاب پھاڑ دو۔

(علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) اس روایت کے ثبوت میں ہمارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ علامہ دمیری نے اپنے ہاتھ سے لکھا اور اس پر سکوت اختیار کیا اور اگر یہ روایت موضوع ہوتی تو آپ ضرور اسے بیان کرتے کیونکہ آپ اس فن کے امام تسلیم کئے جاتے تھے۔

اور اگر چھانٹ پھٹک کی جائے تو اس حدیث کا کم از کم درجہ ضعیف ہے اور فضائل اعمال میں بالاتفاق حدیث ضعیف بھی قابل عمل ہوتی ہے۔

"المختص" میں ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:)

رجب اللہ کا مہینہ ہے اور شعبان میرا اور رمضان میری امت کا مہینہ ہے۔ اسے دیلمی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔[۱۷]

اور باقی رہی وہ حدیث کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب سے قبل جمعہ کا خطبہ دیا اور فرمایا:

اے لوگو! تمہارے پاس ایک عظیم مہینہ آ رہا ہے رجب اللہ کا بہرہ مہینہ ہے اس میں نیکیاں بڑھ جاتی ہیں اور دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور مشکلات کو ختم کر دیا جاتا ہے۔ تو یہ حدیث منکر ہے۔

باقی مہینوں کی نسبت رجب کی فضیلت

خوب یاد رکھو کہ مذکورہ تمام ابحاث کا ماحصل یہ ہے کہ ماہ رجب کو باقی مہینوں کی نسبت فضیلت حاصل ہے۔ اور لوگ اس مہینے میں عمرہ کرنے کی کثرت کرتے ہیں اور اسی طرح اس مہینے میں درہم و دینار کی زکوٰۃ نکالنا اور دیگر نیک اعمال کرنا تو اس کے

---

۱۷ مسند الفردوس للدیلمی، جلد:۲، صفحہ:۲۷۵

جواز میں کسی کو کوئی شبہ نہیں ہے۔ اور کسی عالم کا اس مہینے میں روزہ رکھنے سے منع کرنا اور اسے بدعت کہنا کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ مخلوق سے حسب طاقت اور حسب استطاعت عبادت مطلوب ہوتی ہے (تو وہ اگر اس مہینے میں عبادت کرے تو کیا غلط ہے؟)

اور علماء کا فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پر عمل کرنے پر اجماع ہے اور حقیقت احوال اللہ بہتر جانتا ہے۔

صلاۃ الراغائب

رجب کے پہلے جمعہ مغرب کے بعد بارہ رکعت پڑھنے کا نام "صلاۃ الرغائب" ہے۔ یہ بارہ رکعتیں چھ سلاموں کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد تین مرتبہ سورۃ القدر اور بارہ مرتبہ سورۃ الاخلاص پڑھتے ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد ۷۰ مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر درود شریف پڑھتے ہیں اور پھر جو چاہے دعا کی جاتی ہے۔ اس حدیث کے رجال مجہول ہیں اور محدثین کی ایک جماعت نے اس کو موضوع قرار دیا ہے۔

- شرح صحیح مسلم میں امام نووی رقمطراز ہیں:

علماء نے صلاۃ الراغائب کی کراہت پر اس حدیث پر استدلال کیا ہے:

"جمعہ کی رات کو قیام اور دن کو صیام (روزے) کے لئے خاص نہ کرو۔"[۱۸]

یہ جاہلانہ اور گمراہانہ بدعات میں سے بدعت منکرہ ہے اور اس میں واضح منکرات پائی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ اس کے گھڑنے والے کو ہلاک کرے۔ ائمہ کرام نے

---

۱۸ الصحیح للبخاری، جلد:۴، صفحہ:۲۳۲، الصحیح للمسلم، جلد:۲، صفحہ:۸۰۱، المسند لاحمد، جلد:۲، صفحہ:۴۹۵، الجامع للترمذی، حدیث نمبر:۷۴۰، تحفۃ الاشراف، جلد:۱۰، صفحہ:۳۵۱، السنن لابن ماجہ، جلد:۱، صفحہ:۵۴۹، السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد:۴، صفحہ:۳۰۲، شرح معانی الآثار للطحاوی، جلد:۲، صفحہ:۷۸

اس کی قباحت اور اس کو ادا کرنے والے کی گمراہی پر نفیس کتب مرتب کی ہیں۔ اس کی قباحت کے دلائل اور نماز پڑھنے والے کی گمراہی کے دلائل احاطہ تحریر سے باہر ہیں۔ (امام نووی کا کلام مکمل ہوا)[19]

جمعہ کی رات تنہا یا باجماعت نماز پڑھنے والے پر ضلالت اور جہالت کا اطلاق محل بحث ہے، کیونکہ نماز سراسر خیر و بھلائی کا نام ہے اور اگر حدیث کے بارے میں کہا جائے کہ یہ موضوع ہے اور ہم اسے تسلیم بھی کرلیں تو گناہ حدیث وضع کرنے والے پر ہوگا (لیکن اچھی نیت سے) عمل کرنے والے پر کوئی حرج نہیں ہے۔

جمعہ کی رات کو قیام اور دن کو صیام (روزہ رکھنے) کا حکم

جمعہ کی رات کو قیام اور دن کو صیام (روزہ رکھنے) کی کراہت میں علماء کا اختلاف ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔ اولیٰ یہ ہے کہ تمام راتوں میں عبادت کی عادت بنائی جائے نہ کہ اسے مخصوص وقت میں منحصر کردیا جائے اور باقی وقت کو ترک کردیا جائے۔ جامع الاصول میں صلاۃ الرغائب کا معروف طریقہ اور دعاء کی قبولیت کو بیان کرنے کے بعد فرمایا:

اس حدیث کو میں نے رزین کی کتاب[20] میں پایا اور صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں نہیں دیکھا اور حدیث کی (اسناد میں) طعن ہے۔[21]

غایت کلام یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

اس (نماز) کے معتبر ہونے کے لئے کافی ہے کہ شیخ ابن الصلاح نے علم حدیث میں اپنی جلالت علمی کے باوجود اس نماز کے جواز کو اختیار کیا ہے۔ اور اسی طرح

---

19 شرح النووی علیٰ مسلم، جلد:۸، صفحہ:۲۰

20 تخریج احادیث الاحیاء، جلد:۱، صفحہ:۲۰۳

21 جامع الاصول، جلد:۶، صفحہ:۱۵۴

حجۃ الاسلام (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ) نے الاحیاء[۲۲] میں اور دیگر علماء اور مشائخ نے اپنی کتب میں اس کا جواز ذکر کیا ہے۔

اور کسی شخص کا یہ کہنا کہ یہ نماز چار سو سال کے بعد نکالی گئی ہے[۲۳] تو یہ (چار سو سال بعد نکلنا) اس کے بدعت سیئہ ہونے کی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ بے شک نماز کی اصل قرآن وسنت سے ثابت ہے۔

رجب کے پہلے جمعہ میں اجتماع اور محافل کا بدعت ہونا

اس رات اجتماع کرنا اور لوگوں کا مل بیٹھنا، اس کی بدعت سیئہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور یہ ایک ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ اس سے مال کا اسراف لازم آتا ہے اور اظہار احوال میں مجوسیوں (آگ کے پجاریوں) سے تشبہ ہوتا ہے۔

رجب میں ہونے والے ناپسندیدہ اعمال

منکرات میں سے عورتوں اور مردوں کا اختلاط، دف بجانا اور رقص کرنا وغیرہ یہ ارباب کمال کے احوال کے منافی ہے۔

شب معراج کی نماز

اس (نماز) کو ہمارے شیخ المشائخ الحافظ امام جلال الدین سیوطی نے اپنی جامع الکبیر میں ذکر فرمایا:

في رجب ليلة كتب للعامل فيها حسنات مئة سنة وذلك لثلاث بقين من رجب، فمن صلى فيه اثنتى عشرة ركعةً يقرأ في كل ركعة فاتحة الكتاب وسورةً من القرآن يتشهد في كل ركعتين ويسلم آخرهن ويقول بعد صلاته:

---

۲۲ احیاء علوم الدین، جلد:۱، صفحہ:۲۰۳

۲۳ علامہ طرطوشی نے اس بات کو ذکر کیا ہے۔ الحوادث والبدع، صفحہ:۱۱۶-۱۱۷

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر
مئة مرة ويستغفر مئة مرة ويصلي على النبي صلى الله عليه وسلم مئة مرة ويدعو لنفسه ماشآء من أمر دنياه وآخرته ويصبح صائمًا فان لله يستجيب دعاؤه كله الا أن يدعو في معصيته۔[۲۴]

۲۴ الشعب الایمان للبیہقی، جلد: ۱، صفحہ: ۱۹، الدر المنثور للسیوطی: جلد: ۳، صفحہ: ۲۳۶، الجامع الکبیر، حدیث نمبر: ۳۵۱۷۰

رجب کے مہینے میں ایک رات ہے جس میں (نیک) عمل کرنے والے کے لئے سو سال کی نیکیاں لکھی جاتی ہیں یہ رات رجب کی ستائیسویں شب ہے جس آدمی نے اس رات بارہ رکعتیں پڑھیں اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد قرآن مجید کی کوئی بھی سورۃ پڑھی۔ ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا اور نماز کے بعد سو مرتبہ پڑھا:

سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر

پھر سو مرتبہ استغفار پڑھا اور سو مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا اور دنیا آخرت میں سے جو چاہا اپنے لئے دعا کی اور صبح کے وقت روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر لازم ہے کہ اس کی دعا قبول فرمائے۔ بشرطیکہ وہ گناہ کے متعلق کوئی دعا نہ کرے۔

الاحیاء میں اس کے ''صلاۃ لیلۃ المعراج'' ہونے کی تصریح کی گئی ہے۔

صلاۃ الرغائب کے مقابلے میں معصیت کی تحسین کرنے پر تعجب

اور یہ جو حکایت بیان کی جاتی ہے کہ کوئی مالکی عالم ایک قوم کے پاس سے گزرے جو ''صلاۃ الرغائب'' پڑھتے تھے اور ایک قوم کے پاس سے گزرے جو

محرمات (حرام کردہ افعال) پر کاربند تھے۔ تو اس مالکی فقیہ نے نمازیوں کی بجائے عاصیوں کی تحسین کی اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ یہ (گناہگار) جانتے ہیں کہ وہ گناہ کر رہے ہیں تو ہوسکتا ہے وہ توبہ کرلیں لیکن یہ (نمازی) سمجھتے ہیں کہ یہ عبادت کر رہے ہیں اور (یہ توبہ کی طرف) نہیں لوٹیں گے۔

یہ قابل تعجب امر اور عجیب وغریب حکم ہے۔ سبحان اللہ؟ کیا یہ تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ نفس صلاۃ معصیت ہو اور بدعت ہو؟ اگر چہ وہ ایک نئی ہیئت (یا نئے نام پر) ہو (اور اسے اس حد تک گناہ سمجھا جائے) کہ اس کے ادا کرنے والا توبہ کا محتاج ہو حالانکہ وہ یہ نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور رحمت کا طالب ہے۔

پھر اگر ہر نئے کام کو بدعت کے نام پر قبیح قرار دینے کا باب کھول دیا جائے اور اسے معصیت ثابت کر کے اس کی مذمت اور برائی کرنے کو ترجیح دی جائے تو بڑے بڑے علماء کرام اور مشائخ عظام بھی گناہوں سے دور نہ رہیں گے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے عفو ودرگزر، حسن خاتمہ، کتاب وسنت کی اتباع کی توفیق اور اہل بدعت وہوا سے حفاظت کا سوال کرتے ہیں اور اس مقام پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کافی ہے۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی ○ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ○ (العلق، آیت: ۹-۱۰)

کیا تو نے اس آدمی کو نہ دیکھا جو بندہ کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے۔

ماہ رجب میں عمرہ

رجب میں عمرے ادا کرنے پر گفتگو کرنا باقی ہے۔

اس کا سنت ہونا، بایں طور کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا ہو یا کسی کے لئے اس کا اقرار کیا ہو یا اس کی ترغیب دلائی ہو، تو یہ ثابت نہیں ہے۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

میں اور حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم کے حجرے کے پاس بیٹھے

تھے اور آپ کے مسواک کرنے کی آواز کو سن رہے تھے (ابن زبیر کہتے ہیں) میں نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ کیا؟

انہوں نے جواب دیا: جی ہاں۔

میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

اے اماں جان! آپ نے سنا ابوعبدالرحمٰن کیا کہتے ہیں؟

انہوں نے پوچھا: کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا: یہ کہہ رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے جن میں سے ایک رجب کے مہینے میں کیا۔

سیّدہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمٰن کی مغفرت فرمائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں عمرہ نہیں کیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی بھی عمرہ ادا نہیں فرمایا جس میں آپ (ابن عمر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی رجب میں عمرہ نہیں کیا۔[۲۵]

حضرت عروہ کہتے ہیں: ابن عمر سنتے رہے اور ہاں، ناں میں کوئی جواب نہ دیا۔ ''المواہب اللدنیہ'' میں اسی طرح ہے۔

یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے وہم پر دلالت کرتی ہے، چاہے آپ نے اپنے قول سے رجوع کرلیا (علامہ ابن جوزی ''مشکل الآثار'' میں فرماتے ہیں: ابن عمر کا سکوت دو حال سے خالی نہیں، یا تو آپ نے شک کی بنیاد پر خاموشی اختیار کی، یا بھول جانے کے بعد آپ کو یاد آ گیا تو آپ نے خاموشی کے ذریعے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کی طرف رجوع کرلیا۔ اور حضرت سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا حافظہ بے حد قوی تھا)، کیونکہ ابن عمر اس روایت میں متفرد ہیں اور آپ کا یہ قول شاذ اور منکر ہے صحابہ

---

۲۵ الصحیح للبخاری، جلد:۳، صفحہ:۵۹۹، الصحیح للمسلم، جلد:۲، صفحہ:۹۱۶

کرام اور ائمہ اعلام میں سے کسی نے بھی اس کی موافقت نہیں کی۔

ہاں: اتنا ضرور مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے بنائے کعبہ کی تجدید کی اور اسے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق انہیں) بنیادوں پر رکھا تو ستائیسویں رجب سے چند راتیں قبل فراغت ہوئی۔ اور آپ نے فقراء مساکین کے لئے جانور ذبح کئے اور اہل مکہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ کی تعمیر مکمل ہونے پر اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے عمرہ کریں۔

صحابہ کرام کے اقوال وافعال لوگوں کے لئے حجت ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اصحابی کالنجوم بأیھم اقتدیتم اھتدیتم۔

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

اس کے ساتھ ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً اور مرفوعاً مروی ہے:

ما راہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن۔[۲۶]

جس کام کو مسلمان اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہوتا ہے۔

اور اس کی موافقت اس رات کے ساتھ بھی ہے جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی اور آپ ''قاب قوسین'' کے مقام میں اللہ کے قریب ہوئے۔ اور اہل مکہ کے ماہ رجب کو زیارت کعبہ وغیرہ کے لئے خاص کرنے کی یہی وجہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔

---

۲۶ المسند للامام احمد، جلد:۱، صفحہ:۳۷۹، المستدرک للحاکم، جلد:۳، صفحہ:۷۸-۷۹، المسند للطیالسی، جلد:۱، صفحہ:۳۳، حلیۃ الاولیاء، جلد:۱، صفحہ:۳۷۵، الاعتقاد للبیھقی، صفحہ:۳۲۲

الحظ الاوفر فی الحج الاکبر

للملا علی القاری الحنفی

ترجمہ بنام

حج اکبر کی حقیقت

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ وتخریج

مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تمام تعریفیں اللہ کے لئے جو بلند ہے، بڑا ہے، سب سے بڑا ہے جس نے اپنے بندوں پر انعام کیا انہیں فضیلت بخشی اور انہیں کثرت دی اور اپنے خلیل جلیل اور اسماعیل جمیل کو قبلہ معظمہ مطہرہ کی عمارت کی از سر نو تجدید کا اور کعبہ مکرمہ معطرہ کی بنیادوں کی پختگی کا حکم دیا اور اس کے حریم کو امن والا حرم بنایا اور اس کے ارد گرد کو لوگوں کے لئے بار بار پلٹ آنے کا مقام اور جائے امن بنایا اور اسے ملا اعلیٰ مقربین، انبیاء و مرسلین، تمام ارباب شہود میں سے طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے قصد کی جگہ بنایا اور درود و سلام ہوں قیامت تک دائرۃ الوجود کے مرکز، خاتمہ اہل جود و کرم، سیّد العارفین، سند الواقفین (ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور آپ کی اچھی آل اور آپ کے پاکیزہ اصحاب کرام اور تابعین عظام پر۔

حمد و صلاۃ کے بعد اپنے رب کے کرم کا امیدوار علی بن سلطان محمد القاری کہتا ہے کہ میرے ان بھائیوں سے جو عین الاعیان ہیں مجھ سے سوال کیا کہ میں اس کو بیان کردوں جو نوع انسانی کی زبانوں پر مشہور ہے کہ وہ اس مخصوص حج کو جو معتبر زمانہ کے ساتھ مقید ہے "حج اکبر" بولتے ہیں وہ (معزز زمانہ) جمعہ کے روز وقوف عرفہ ہے اور (میں بیان کروں) اسے جو اس سے متعلق اخبار نقلیہ اور آثار عقلیہ ہیں، اب میں اس کا ذکر کرتا ہوں جو میرے حال کے مناسب ہوا اور جو بات میرے (ذہن میں) حاضر ہوئی اور میں اس کا نام "الحظ الاوفر فی الحج الاکبر" رکھتا ہوں۔

پس جان لے اللہ تعالیٰ تجھے حج کی سعادت اور دلیل کا فہم عطا فرمائے کہ اکثر (اہل عرب) کی زبان میں "حج" کے معنی قصد کے ہیں اور (یہ بھی) کہا گیا کہ "حج"

اس کی طرف قصد کرنے کا نام ہے جو نظر میں معظم ہو اور کہا گیا کہ علی الاطلاق نہیں بلکہ اس قید کے ساتھ ہے کہ وہ متکرر ہو اور اس کے دلائل اپنی جگہ مسطور ہیں اور اس کے شواہد اپنے مقام پر مذکور ہیں۔

لیکن آخری معنی کے اطلاق کا درست ہونا اس پر مشکل ہے جو ایک بار حج کرے (کہ اس سے یہ معنی) متصور نہ ہوں گے' اور اس اشکال کو دفع کرنا ممکن ہے وہ اس طرح کہ اس کا قصد حج کے اجزاء میں سے ہر جز کا ہے (اس طرح قصد کا تکرار پایا گیا) اور اسی وجہ سے طواف میں کہا گیا اگر چہ طواف منفرد ہو (یعنی حج یا عمرہ کا طواف نہ ہو)

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ حَجًّا مَّبْرُوْرًا وَّسَعْيًا مَّشْكُوْرًا

(اے اللہ! اسے مقبول حج اور سعی مشکور بنا دے)

اور اسی طرح سعی اور وقوف میں اور رمی جمرات میں اور تمام مشاعر اور محترم مواضع میں۔

پھر جان لے کہ علماء نے ''اکبر'' کے ساتھ حج کے وصف کے معنی میں اختلاف کیا جسے عنقریب تحریر کیا جائے گا اور اس کی وجہ بیان ہوگی، پس ان میں سے بعض نے فرمایا اسے ''حج اکبر'' صرف اس لئے کہا گیا کیونکہ عمرہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ''حج اصغر'' ہے کیونکہ اس میں عمل و مشقت کم ہے یا اس کا مقام و رتبہ کم ہے۔

اور مجاہد نے فرمایا: حج اکبر حج قرآن ہے[1] اور حج اصغر حج افراد ہے اور یہ ہمارے اور جمہور علماء محققین و فقہاء و محدثین کے (مذہب کے) مناسب ہے، جو شرف والے، کرم والے، عظمت والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حج میں وارد طرق میں جمع کرنے والے ہیں اس بنا پر جو حافظ ابن حزم نے اپنی تصنیف میں اس سے مختص

(۱) تفسیر الخازن، سورۃ التوبہ، الایۃ:۳، ۲/۳۳۵

باب میں بیان کیا اور امام نووی وغیرہ نے اس کی اتباع کی اور اسے ثابت رکھا اور اسے ہی صواب بتایا، پھر حضرت عکرمہ (تابعی) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ "حج اکبر کا دن یوم عرفہ ہے"[1] یعنی کیوں نہ وہ جمعہ کا روز نہ ہو اور یہ بھی مرفوعاً مروی ہے، اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے غیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موقوفاً مروی ہے اور یہی اکابر تابعین کی جماعت جیسے عطاء، طاؤس، مجاہد، سعید المسیّب وغیرہم آئمہ دین کا قول ہے۔

پس ابن ابی حاتم[2]، ابن مردویہ[3]، فقیہ ابو اللیث سمرقندی[4] نے اللہ تعالیٰ کے فرمان: یوم الحج الاکبر[5] کی تفسیر میں کہ حضرت مسور بن مخزمہ رضی اللہ عنہ سے تخریج فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یوم عرفہ، یہی یوم حج اکبر ہے"۔[6] اور اس میں مشہور معنی کی طرف اشارہ ہے، پس چاہئے کہ تو تدبر کرے۔

اور ابن ابی شیبہ[7] اور ایک جماعت (محدثین) نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تخریج فرمائی کہ "حج اکبر یوم عرفہ ہے" اور ابن المنذر[8] وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج فرمائی کہ "بے شک یوم عرفہ یوم حج اکبر ہے، یوم مباہات ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ اہل زمین کے ساتھ آسمان میں فرشتوں سے مباہات

(۱) تفسیر الخازن، سورۃ التوبہ، الایہ:۳، ۳/۳۳۵

(۲) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبہ، ۳، برقم:۱۰۰۷۶، ۶/۵

(۳) الدر المنثور، سورۃ التوبہ، الایۃ:۳، ۴/۱۱۸ وقال اخرجہ ابن ابی حاتم وابن مردویۃ عن المسور بن مخرمۃ رضی اللہ عنہ

(۴) تفسیر السمرقندی، سورۃ التوبہ، الایۃ:۳، ۴، ۲/ ۳۸

(۵) التوبہ:۹/۳

(۶) التفسیر الکبیر للطبرانی، سورۃ التوبہ، ۳/ ۲۸۵

(۷) المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الحج، باب: فی یوم الحج الاکبر، برقم:۱۵۳۳۸، ۸/۶۲۳

(۸) الدر المنثور، سورۃ التوبہ، الایۃ:۳، ۴/۱۱۹، وقال اخرج ابو عبید وابن المنذر الخ

فرماتا ہے فرماتا ہے کہ (میرے بندے) میری بارگاہ میں پراگندہ بال، غبار آلودہ آئے مجھ پر ایمان لائے حالانکہ انہوں نے مجھے نہیں دیکھا، مجھے میری عزت وجلال کی قسم! میں ان کو ضرور ضرور بخش دوں گا"۔[1] اور ابن جریر نے تخریج فرمائی کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "یہ یوم عرفہ حج اکبر ہے"۔[2] اور انہوں نے تخریج فرمائی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "حج اکبر یوم عرفہ ہے"۔[3] اور ایک جماعت نے کہا "یوم حج اکبر یوم نحر ہے" پس یحییٰ بن الجزار سے مروی ہے فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ یوم نحر میں ایک سفید خچر پر سوار ہو کر جبانہ کو نکلے تو ایک شخص آ گیا اور اس نے آپ کی سواری کی لگام پکڑ لی اور آپ سے حج اکبر کے بارے میں پوچھنے لگا تو آپ نے اسے جواب میں فرمایا: تیرا یہ دن (میری) سواری کی راہ چھوڑ دے"۔[4] اور اسی طرح امام ترمذی نے ان سے روایت کیا۔[5] اور امام

(۱) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کوئی وقوف نہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں یوم عرفہ سے افضل ہو، اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرماتا ہے اور اہل زمین کے سبب اہل آسمان کے ساتھ مباہات فرماتا ہے، پس فرماتا ہے کہ "میرے بندوں و دیکھو پراگندہ، غبار آلودہ دھوپ میں آتے ہیں، ہر گہری کھائی سے گزر کر میری رحمت کی امید رکھتے ہوئے آئے ہیں حالانکہ انہوں نے میرے عذاب کو نہیں دیکھا، پس یوم عرفہ سے زیادہ جہنم سے آزاد کسی دن نہ دیکھے گئے" (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب الوقوف بعرفۃ والمزدلفۃ الخ، برقم: ۳۸۵۲، ۶/۴/ ۶۲) (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، برقم: ۱۸۸۴، ۳/۳/ ۱۸۲۔ ایضاً صحیح ابن خزیمۃ، کتاب المناسک، باب مباہی اللہ اہل السماء الخ۔ برقم ۲۸۴۰، ۲/ ۱۱۳۸) (المسند للامام احمد ۲/ ۵، ۳۰ ایضاً المستدرک للحاکم، کتاب المناسک، باب ان اللہ یباہی الخ برقم: ۱۷۵۱، ۲/ ۱۲۰) (المسند للامام احمد ۲/ ۲۲۴، ایضاً المعجم الصغیر للطبرانی، ۱/ ۲۰۸۔ ایضاً الروض الدانی، برقم: ۱۰۵۸۵/ ۳۷۰)

(۲) تفسیر الطبری، سورۃ التوبہ، ۳، برقم: ۱۶۴۰۱، ۶/ ۳۱۰

(۳) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، الایۃ: ۳، برقم: ۱۶۴۰۸، ۱۶۴۰۹، ۱۶۴۱۰، ۱۶۴۲۰، ۱۶۴۲۱، ۱۶۴۲۲، ۶/ ۳۱۲

(۴) تفسیر الطبری، سورۃ التوبہ: الایۃ: ۳، برقم: ۱۶۴۱۹، ۶/ ۳۱۲) ایضاً تفسیر الحداد، سورۃ التوبۃ: ۳/ ۳۰۱)

(۵) سنن الترمذی، کتاب المناسک، باب ماجاء یوم الحج الاکبر، برقم: ۹۵۷، ۲/ ۹۴

ابوداود[۱] نے حضرت ابوہریرہ (کی روایت) سے روایت کیا اور یہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، مغیرہ بن شعبہ سے روایت کیا ہے اور یہی امام شعبی، نخعی، سعید بن جبیر اور سدی کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں شاید (یوم نحر کو) ''حج اکبر'' اس لئے کہا گیا کہ اکثر افعال حج اس میں ادا کئے جاتے ہیں (جیسے) رمی، ذبح (قربانی) حلق (یا تقصیر) وغیرہا اور (جو میں نے کہا) اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جس کی تخریج (محدثین کی) ایک جماعت نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے فرمائی ہے فرمایا: ''حج اکبر یوم نحر ہے جس میں بال اتارے جاتے ہیں، خون بہایا جاتا ہے اور احرام کھل جاتا ہے''۔[۲] اور ابن ابی حاتم نے حضرت سعید بن المسیب تابعی سے تخریج فرمائی، فرمایا: ''حج اکبر یوم نحر سے دوسرا دن ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ امام اس روز خطبہ دیتا ہے''۔[۳] اور کہا گیا کہ تقدیر یہ ہے کہ یہ حج اکبر کے پورے ہونے کا دن ہے اور (فتاویٰ) ''تتار خانیہ''[۴] میں ''محیط''[۵] کے حوالے سے منقول ہے کہ ''حج اکبر'' جو آیت کریمہ میں مذکور ہے وہ طواف افاضہ ہے' کیونکہ اس سے حج پورا ہوتا ہے کیونکہ طواف افاضہ حج کا دوسرا

(۱) سنن ابی داود، کتاب المناسک، باب یوم الحج الاکبر، برقم: ۱۹۴۶، ۲/۳۳۱

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی، احنف بن فرات عن ابن الزبیر، برقم: ۲۹۲، قطعۃ الجزء ۱۳، ۱۴/۸۴، ص ۵۲۷ ایضاً المعجم الاوسط للطبرانی، کتاب العین، باب المیم، من اسمہ محمد، برقم: ۵۹۹۷، ۴/۲۸۵ عن ابی اوفی۔ ایضاً مشکل الآثار للطحاوی، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قولہ ''ان الزمان قد استدار الخ برقم: ۱۶۷، عن ابی اوفی، و برقم: ۱۶۷۱ عن ابن عمر ۱/۲/۱۳۵ ایضاً مشکل الآثار، باب بیان مشکل ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قولہ: ''ان الزمان قد استدار الخ'' برقم: ۱۴۵۹، ۴/۹۱ عن ابن عمر

(۳) تفسیر ابن ابی حاتم، سورۃ التوبۃ، الآیۃ: ۳، برقم: ۱۰۰۸۰، ۶/۵

(۴) الفتاوی التاتارخانیۃ، کتاب الحج، الفصل الثالث من تعلیم اعمال الحج، والکلام فی الرمی فی مواضع ۲/۳۵۱

(۵) المحیط البرہانی، کتاب المناسک، الفصل الثالث فی تعلیم الحج، ۳/۲۵

اور آخری رکن ہے اس کے ادا ہونے سے حج کے فرائض پورے ہو جاتے ہیں، پس یہ حج کا آخری رکن ہے۔ [۱]

پس دونوں اقوال میں جمع اس طرح ہوگی کہ یوم سے مراد عرفی دن نہیں بلکہ اس سے لغوی معنیٰ مطلق وقت زمانی مراد ہے وہ جس میں حج شرعی کے اعمال ادا کیے جاتے ہیں اور اس کی تقویت اس سے ہو جاتی ہے جسے ابن جریج نے حضرت مجاہد سے روایت کیا کہ ''یوم الحج الاکبر منیٰ کے تمام ایام ہیں''۔ [۲] اور حضرت سفیان ثوری فرمایا کرتے کہ ''یوم حج الاکبر یوم صفین اور یوم بعاث کی مثل منیٰ کے تمام ایام ہیں کہ جن سے وقت اور زمانہ مراد لیا گیا، کیونکہ جنگیں کئی دن تک جاری رہتیں''۔ [۳]

اور حاصل کلام یہ ہے کہ یوم دن کے معنیٰ میں نہیں ہے جیسا کہ اس کے اطلاق سے متبادر ہے بلکہ اپنے بعض اطلاقات کی بناء پر مطلق وقت کے معنیٰ میں ہے اور یہاں اس سے مراد اس کے اوقات کا بعض ہے، تو اس وقت چاہئے بلکہ متعین ہوگا کہ یوم عرفہ اس میں داخل ہو بلکہ یہی اولیٰ ہے کہ جس پر یوم الحج بولا جاتا ہے کیونکہ اس کے ارکان میں سے اعظم رکن اس میں واقع ہوتا ہے، کیونکہ جس نے اس کا وقوف کیا اس کا حج پورا ہوا اور اس سے حج کا فوت ہونا متصور نہیں اور اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حج عرفہ ہے'' اسے امام احمد [۴] اور اصحاب سنن اربعہ [۵] وغیرہم نے

(۱) طواف افاضہ ''طواف زیارت'' کو کہتے ہیں

(۲) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، الایۃ: ۳، برقم: ۱۶۴۶۹، ۶/۳۱۶

(۳) تفسیر الطبری، سورۃ التوبۃ، الایۃ: برقم: ۱۶۴۷۱، ۶/۳۱۶ ایضاً فتح الباری، کتاب التفسیر، سورۃ البراۃ، باب اِلَّا الَّذِیْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ برقم: ۴۶۵۷، ۱۰/۸/ ۴۰۹ وقال: وعن الثوری: ایام الحج تسمی یوم الحج الاکبر کما یقال یوم الفتح

(۴) المسند للامام احمد، مسند الکوفیین، باب حدیث عبد الرحمٰن بن یعمر رضی اللہ عنہ ۴/ ۳۳۵

(۵) سنن الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی من ادرک الامام بجمع فقد ادرک الحج، برقم: ۸۸۹، ۲/۵۲ ایضاً سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب فرض الوقوف بعرفۃ برقم: ۳۰۱۳، ۵/ ۵/ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

روایت کیا اور حضرت عبداللہ ابن حارث بن نوفل نے فرمایا: ''یوم حج اکبر وہ ہے کہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا''۔[1] اور یہ ظاہر ہے، بے شک اس میں مسلمانوں کی عزت اور مشرکین کی ذلت ظاہر ہوئی اور یہی ابن سیرین کا قول ہے،[2] اس تعلیل سے کہ اس میں مسلمانوں کا حج اور یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی عید جمع ہوئی یعنی جس روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقوف عرفہ فرمایا وہ دن مسلمانوں کے حج کا دن بھی تھا اور وہی دن یہود کی عید کا بھی دن تھا، نصاریٰ کی عید کا بھی دن تھا اور مشرکین کی عید کا بھی دن تھا[3] اور (عیدوں کا) ایسا اجتماع نہ اس سے قبل ہوا اور نہ بعد میں، میں کہتا ہوں پہلے (ایسا کبھی نہیں ہوا) والا قول تو مسلم ہے مگر ان کا (یعنی ابن سیرین کا) قول کہ ''اس کے بعد ایسا نہ ہوا'' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مسعود کا خصوصاً اس موقف میں ہونے کے اعتبار سے تو ظاہر ہے جس میں کوئی شک نہیں مگر اس سے قطع نظر (کرلیا جائے) تو مسلمانوں کا حج ان کی عید کے دن بلکہ ان کی دو عیدوں کے دن متحقق ہوا ہے اور تمام افعال بلکہ اکثر اعمال یہود کی عید کے دن واقع ہوئے اور وہ سنیچر کا روز ہے اور بعض اعمال نصاریٰ کی عید کے روز واقع ہوئے اور وہ اتوار کا دن ہے اور مگر مشرکین کی عید وہ صرف اس اعتبار سے متصور ہے جو ہو گیا۔ پس بحمد للہ سبحانہ حق آ گیا اور باطل چلا گیا۔

اور اس بحث کی توضیح یہ ہے کہ حدیث شریف میں ''یوم'' سے مراد مطلق وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) ۲۶۲ ایضاً سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب من اتی عرفۃ قبل الفجر لیلۃ جمع، برقم: ۳۰۱۵، ۳/۴۷۳ ایضاً السنن الکبریٰ للبیہقی، کتاب الحج، باب وقت الوقوف لادراک الحج، برقم: ۹۴۶۷، ۵/۱۸۸، بلفظ ''الحج عرفات، الحج عرفات'' وباب ادراک الحج یادراک عرفۃ قبل طلوع الفجر الخ، برقم: ۹۸۱۲، ۵/۲۸۲ بلفظ: ''الحج عرفہ، الحج عرفات''

(۱) تفسیر البغوی، سورۃ التوبۃ، الایۃ: ۳، ۲/۲۲۶

(۲) تفسیر البغوی، سورۃ التوبہ: الایۃ: ۳، ۴/۲۲۶

(۳) الجامع الاحکام القرآن سورۃ (۹) التوبۃ، الایۃ: ۳، ۵، ۴/۸/۷۰

کے معنی ہیں جو جمعہ کے روز کے ساتھ خاص ہے وہ مومنوں کی عید کا دن ہے اور اس روز مسلمانوں کا حج تھا اور اسی طرح سنیچر اور اتوار کا دن جو دونوں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی عید کے دن ہیں اور پیر کا دن اور اس میں مشرکوں کی عید تھی، اس اعتبار سے کہ یوم نحر کے تیسرے دن وہ باہم فخر کرتے تھے جیسا کہ اس کی طرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے اس فرمان سے اشارہ فرمایا:

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ (البقرہ:۲۰۰)

ترجمہ: پھر جب اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے تھے۔

یعنی (جتنا اپنے آباء کا ذکر کرتے ہو) اس سے بھی زیادہ، اور وہ (یہ کہ) عرب جب حج سے فارغ ہوتے تو منیٰ یا بیت اللہ شریف کے پاس ٹھہرتے اور اپنے آباء کے مفاخر بیان کرتے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ذکر کا حکم فرمایا اور انہیں اپنے شکر کی راہ بتائی اور فرمایا جب تم اپنے مناسک ادا کرلو یا تم اپنے حج سے فارغ ہو جاؤ اور تم اپنی قربانیاں ذبح کرلو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو بے شک وہ ذات کہ جس نے تم پر اور تمہارے آباء پر احسان فرمایا۔

پس حاصل یہ ہے کہ ''حج اکبر'' میں چار اقوال ہیں:

پہلا قول یہ کہ وہ یوم عرفہ ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ یوم نحر ہے۔

تیسرا یہ کہ وہ طواف زیارت ہے۔ چوتھا یہ کہ وہ حج کے تمام ایام ہیں۔

اور حقیقت میں (ان میں) کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اکبر اور اصغر نسبتی امر ہیں، پس جمعہ کا حج غیر جمعہ کے حج سے ''اکبر'' ہے اور حج قرآن حج افراد سے ''اکبر'' ہے اور مطلق حج عمرہ سے ''اکبر'' ہے اور سب کا نام ''حج اکبر'' رکھا گیا اور ہر اپنے مقام کے

اعتبار سے متفاوت ہے اور اسی طرح ایام کے بارے میں کہا گیا، پس یوم عرفہ ''حج اکبر'' کی تحصیل کا دن ہے کہ جو مطلق حج ہے، یوم نحر دو میں سے ایک تحلل کے ذریعے ''حج اکبر'' کے پورے ہونے کا دن ہے اور یوم طواف (زیارت) حج کے تحلل کے پورے ہونے کا دن ہے، پس تمام ایام حج میں اس معنی میں کہ ان میں اعمال حج یعنی ارکان وواجبات حج واقع ہوتے ہیں۔

پھر تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ (التوبہ:۳)

ترجمہ: اور منادی پکار دیتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں بڑے حج کے دن۔

یہ اعلان سن نو ہجری کے ایام حج میں ہوا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنایا[1] اور سورہ برأت (یعنی سورۂ توبہ) کی ابتدائی آیات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجیں تا کہ وہ انہیں ان ایام میں آنے والے کافروں پر پڑھیں، یہ اس لئے کہ اہل توحید کے سردار اور سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم حج کے وقت میں مشاعر عظام اہل شرک وآثام سے خالی ہو جائیں جیسا کہ اس کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس حکم سے اشارہ فرمایا کہ ان (یعنی حج کے) ایام میں ندا دی جائے کہ ''سنو! اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے''۔[2] اور اس کی تائید اس سے ہو جاتی ہے جسے امام طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان

(۱) صحیح البخاری، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ تعالیٰ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ برقم:۴۶۵۶، ۳/۲۰۰

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ باب مایستر من العورۃ، برقم:۳۶۹، ۱/۹۷ وکتاب الحج، باب لایطوف بالبیت عریان ولا یحج مشرک، برقم:۱۶۲۲، ۱/۴۰۰

کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یوم حج اکبر وہ دن ہے جس دن ابوبکر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا(۱) میں کہتا ہوں کہ اس قضیے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف بڑا اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہر اس عبادت میں اپنا نائب بنایا جو خلافت (ونیابت) کو قبول کرتی ہے خصوصاً عبادت حج میں جو طاعت بدنیہ ومالیہ پر مشتمل ہے اور اسی وجہ سے کہا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کا حج نفلی حج تھا اور فرض حج تو آپ نے سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کیا تا کہ ان کا حج علی وجہ التمام ادا ہو جائے، پس اس میں ہمارے علماء کے لئے ماخذ ہے کہ جس پر حج فرض ہو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ نفل کی نیت کرلے (اگر وہ نفل حج کی نیت کرلے تو اس کا حج نفل واقع ہوگا) برخلاف امام شافعی کے جیسا کہ وہ اپنے محل میں ثابت ہے لیکن اس میں یہ ہے کہ حج کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر ابتداء میں فرض ہونا معلوم نہیں۔

مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیجنا وہ صرف ان کی تائید کے لئے تھا، اسی لئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ امیر ہیں یا مامور، تو آپ نے فرمایا بلکہ مامور(۲) اور تقویت کا سبب یہ ہے کہ عہد کا اس کی طرف سے واپس کرنا جو خاندان سے ہو عرب کے نزدیک زیادہ قوی اور زیادہ تاکید والا ہے، اسی لئے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس معنی کے لئے عرض کیا گیا یا اس قاعدہ عظمیٰ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے بھیجا(۳) اور یہ بھی احتمال ہے کہ سورۂ براءت کی ان آیات کا نزول حضرت

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، برقم: ۶۸۹۳، ۷/۲۱۵، ایضاً وقال الہیثمی فی "المجمع" رجالہ رجال الصحیح الا ان معاذ بن ہشام وقال وحدث فی کتاب ابی (مجمع الزوائد، کتاب التفسیر باب (وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ) الآیہ: برقم: ۳۶، ۱۱، ۷/۷۱)

(۲) عمدۃ القاری للعینی، کتاب الصلوٰۃ باب ما یستر من العورۃ برقم: ۳۶۹، ۳/۲۹۲

(۳) عمدۃ القاری، کتاب الصلوٰۃ باب ما یستر من العورۃ، برقم: ۳۶۹، ۳/۲۹۲

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حج کے لئے نکل جانے کے بعد ہوا ہو۔ پس بالجملہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اس امر میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی متابعت کے لئے مامور تھے اور اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت میں نماز کی امامت کے معاملہ میں [1] اور یہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت اور خلافت عظمیٰ اور امامت کبریٰ کے زیادہ حقدار ہونے کی زیادہ دلیل اور کافی تعلیل ہے۔ اس وجہ سے بعض اجل صحابہ نے امر خلافت میں اختلاف کے وقت فرمایا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہمارے دین کے امر میں ترجیح دی تو ہم انہیں اپنی اس دنیا کی امر میں ترجیح دیتے ہیں۔

مگر حج مخصوص پر ''حج اکبر'' کا اطلاق کہ یوم عرفہ جب جمعہ کے دن کے موافق ہو جائے بطریق عموم ہے جیسا کہ لوگوں کی زبانوں پر مشہور ہے۔ اور مخلوق کی زبانیں حق تعالیٰ کے قلم ہیں پس وہ دوسرا امر ہے اور وہ اثر میں اصطلاح عرفی ہو گیا ''لیکن جسے مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ اچھا ہے''۔ [2] اور اس رسالہ میں ہمارا مقصود وہ ہے کہ جس پر یہ مسئلہ دلالت کرتا ہے اور جس پر جواب اور سوال مرتب ہوتے ہیں۔

پس ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتے ہیں اور اسی کے دست قدرت میں تحقیق کی باگیں ہیں، امام زیلعی نے ''شرح الکنز'' [3] میں ذکر کیا اور وہ (امام زیلعی) من جملہ

(۱) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ برقم: ۴۴۴۵، ۳/۱۳۴

(۲) المسند للامام محمد، ۱/۳۷۹ ایضاً فضائل الصحابہ للامام احمد، برقم: ۵۴۱، ۱/۴۴۹، ۴۵۰

ایضاً البحر الزخار برقم: ۱۸۱۶، ۵/۲۱۲، ۲۱۳

ایضاً المعجم الکبیر، برقم: ۸۵۸۳، ۹/۱۱۲، ۱۱۳

ایضاً کشف الاستار، باب الاجماع، برقم: ۱۳۰، ۱/۸۱

ایضاً شرح السنۃ کتاب الایمان، باب رد البلاغ والاھواء برقم: ۱۰۵، ۱/۱۸۷ وقال الہیثمی: رواہ البزار والطبرانی فی ''الکبیر'' رجالہ موثقون (مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فی الاجماع، برقم: ۸۳۲، ۱/۲۴۱)

(۳) تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب الاحرام، تحت قولہ: لان التلبیۃ الخ ۲/۲۹۲

آئمہ حنفیہ میں سے ہیں، ملت حنیفیہ میں اجل محدثین میں سے ہیں، حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو عشرہ مبشرہ تغمد ہم بالرضوان والمغفرۃ[1] میں سے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمام دنوں میں افضل دن عرفہ کا ہے جب کہ جمعہ کے دن کے موافق ہو اور وہ ایسے ستر حجوں سے افضل ہے جو جمعہ کے دن نہ ہوں"۔[2] اسے رزین بن معاویہ نے "تجرید الصحاح" میں روایت کیا۔

مگر جو بعض محدثین نے اس روایت کی سند میں کلام کیا کہ (اس کی سند) ضعیف ہے پس اس (کلام محدثین) کی صحت ثابت ہو تو (بھی یہ ہمارے) مقصود کو مضر نہیں، کیونکہ ارباب کمال میں سے جمیع علماء کے نزدیک حدیث ضعیف فضائل اعمال میں معتبر ہے مگر بعض جاہلوں کا کہنا کہ یہ حدیث موضوع ہے تو یہ قول باطل ہے' جو ان کی اپنی طرف سے) کھڑا ہوا ہے، اسی پر مردود ہے، اس کی طرف ہی لوٹتا ہے کیونکہ امام رزین بن معاویہ العبدری کبراء محدثین اور عظماء مخرجین میں سے ہیں اور ان کی نقل محققین کے نزدیک معتمد سند ہے، انہوں نے اسے "تجرید الصحاح" میں ذکر کیا، پس اگر (یہ روایت) صحیحہ نہ ہو تو میں (ملا علی قاری تو) نہیں کہتا کہ (اس کی سند) ضعیف ہے اور (اس کی صند ضعیف بھلا) کیسے (ہو سکتی ہے) کیونکہ اس (روایت نے) اس سے قوت پائی ہے جو وارد ہے کہ "مطلقاً جمعہ کے روز عبادت کا ثواب ستر گنا بلکہ سو گنا ہو جاتا ہے" جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

اور امام نووی نے اپنی "منسک" میں ذکر کیا کہا گیا جب یوم عرفہ یوم جمعہ کے

---

(۱) جیسا کہ "الریاض النضرۃ" میں ہے

(۲) تبیین الحقائق، کتاب الحج، باب الاحرام، تحت قولہ: لان التلبیۃ فی الاحرام، ۲/۲۹۲ ایضاً ہدایۃ السالک، الباب الاول فی الفضائل، فصل وقفۃ الجمعۃ ۱/۹۴ ایضاً البحر العمیق، الباب الاول فی الفضائل، فصل وقفۃ الجمعۃ، ۱/۲۲۳ ایضاً جمع المناسک ونفع الناسک، باب الرقاق، ص ۴۲۸ ایضاً مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، کتاب الحج، فصل فی العمرۃ، ص ۴۲۶

موافق ہو جائے تو تمام اہل موقف (یعنی وقوف کرنے والوں) کی مغفرت کی جاتی ہے۔ اھ[1]

اور امام ابو طالب مکی نے اسے "قوت القلوب"[2] میں بعض اسلاف سے نقل کیا ہے اور ابن جماعہ[3] نے اس کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک سند بیان کی اور امام سیوطی نے اسے تحریر و نقل کیا اور اسے ثابت رکھا ہے اور قواعد سے ہے (یعنی قواعد حدیث میں سے ایک قاعدہ یہ ہے) کہ روایت کے طرق جب متعدد ہو جائیں تو (تعدد طرق سے وہ) حدیث قوی ہو جاتی ہے اور یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ اس حدیث کی اصل ہے۔

پھر ان کے بعض نے اشکال وارد کیا کہ وارد ہے "اللہ تعالیٰ مطلقاً تمام وقوف کرنے والوں کو بخش دیتا ہے" تو (یوم عرفہ کی) جمعہ کے دن کے ساتھ تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ اور (اس کا) جواب دیا گیا وقوف عرفہ کے جمعہ کے دن ہونے میں حاجیوں اور ان تمام لوگوں کو بخش دیا جاتا ہے جو اس موقف اعظم اور بزرگ مقام (میدان عرفات) میں موجود ہوتے ہیں اور اس کے غیر میں (یعنی جب جمعہ کو یوم عرفہ نہ ہو تو) فقط حاجیوں کو (بخشا جاتا ہے) نہ کہ وہاں موجود دیگر کو۔

اور یہ جواب مشکل ہے اس سے جو حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما میں وارد ہے اس بنا پر کہ اسے ابن الجوزی وغیرہ نے روایت کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عرفہ کے دن کوئی ایک نہیں باقی رہتا کہ جس کے دل میں سورج کی روشنی کے ذرّے

---

(۱) کتاب الایضاح فی مناسک الحج والعمرۃ، الباب الثالث، الفصل: فی الوقوف بعرفات الخ، ص ۲۸۶ المکتبۃ الامدادیۃ وص ۹۸ دار الکتب العلمیۃ۔

(۲) قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام الخ، ذکر فضائل الحاجین لوجہ اللہ، ۱۲۶۲/۳، ونقلہ ابن الضیا الحنفی فی "البحر العمیق" فی الفضائل (فضل وقفۃ الجمعۃ ۲۲۳/۱)

(۳) ہدایۃ السالک، الباب الاول فی الفضائل، فضل وقفۃ الجمعۃ ۹۴/۱

(یا جو کے سوویں حصے) کے وزن کے برابر ایمان ہو مگر اسے بخش دیا جاتا ہے'' تو ایک شخص نے آ کر عرض کی یا رسول اللہ! یہ اہل عرفات کے لئے خاص ہے یا لوگوں کے لئے عام ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''بلکہ تمام لوگوں کے لئے عام'' اور ظاہر حدیث عموم عرفہ ہے چاہے جمعہ کے موافق ہو یا نہ ہو کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ کہ خصوص سبب کا۔

اور اس اشکال کا دفیعہ اس کے ساتھ ممکن ہے جو ''طبرانی'' کی روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ ''رحمت موقف کے کناروں پر نازل ہوتی ہے پس ان سب کو عام ہو جاتی ہے اور اس (نزول رحمت) سے ان کے گناہوں کو بخش دیا جاتا ہے پھر (یہ رحمت) وہاں سے زمین میں پھیل جاتی ہے''۔ پس اگر کہا گیا کہ حدیث شریف ہے ''اہل موقف کو جمعہ کے روز میں بخشا جاتا ہے'' تو حجاج و غیر حجاج کی بخشش کا قول کیسے درست ہے؟ جواب دیا گیا کہ حاجی سے مراد متلبس بالنسک ہے (یعنی وہ جو بالفعل مناسک حج ادا کر رہا ہے) اور غیر حاجی سے مراد (وہ ہے) جو متلبس بالنسک (یعنی وہ جو بالفعل حج ادا) نہ (کر رہا) ہو اس طرح کہ وہ محرم نہ ہو اور کہا گیا ہے کہ اہل موقف میں سے ہر اس کو شامل ہے جو سرزمین عرفات میں ہو اور جو مسلمانوں میں سے ہو کیونکہ مسلمانوں میں سے ہر ایک میں اس کی اہلیت ہے۔

میں (علی قاری) کہتا ہوں شاید اظہر یہ ہے کہ کہا جائے حاجی سے مراد وہ ہے جو اپنے حج میں کامل ہو ان شرائط کی رعایت کرے جو واجب ہیں، کہا جائے کہ اس کا حج مبرور و مقبول ہے اور غیر حاجی سے مراد اپنے حج کے امر میں کوتاہی کرنے والا ہے جیسے تصحیح نیت، جیسا کہ اس پر اکثر لوگ ہیں کہ وہ بطور فخر وریا و سیر و تفرج و تجارت اور تمام اغراض فاسدہ و کاسدہ کے حج کرتے ہیں اور اسی معنی میں ہے جو کچھ شرائط و ارکان و واجبات کا جہلاً یا سہواً تارک ہے یا وہ جو اپنے حج میں حرام مال صرف کرے اور اس کی

مثل وہ جو اس کا مستحق ہے کہ اس کے حق میں کہا جائے: لا لبيك ولا سعديك وحجك مردود عليك (نہ تیری لبیک ہے نہ تیری نیک بختی ہے اور تیرا حج تجھ پر لوٹایا گیا ہے)

اور ممکن ہے کہ جواب دیا جائے غیر حاجی سے مراد حج کے فوت ہونے پر افسوس کرنے والا ہے جو حج کرنے پر قادر ہو اور اس سے مراد وہ ہے جو اپنے ارادے اور عزم مصمم کے باوجود حج کی ادائیگی سے عاجز ہو کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے ''مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے''[۱] کیونکہ مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے اپنے کسی غزوہ میں فرمایا ''تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں نہیں چلے مگر اہل مدینہ کی ایک جماعت تمہارے ساتھ ہے کہ عذر نے انہیں (تمہارے ساتھ آنے سے) روکا ہے''۔

اور ممکن ہے کسی غیر حاجی سے مراد اسے لیا جائے جو حج کے راستے میں مر جائے یا اس کے روکے جانے وغیرہ کی وجہ سے حج فوت ہو جائے اور سب کو لینے سے جمع ممکن ہے اس کا فضل وسیع اور اس کا کرم بدیع ہے۔

اور ابن جماعہ نے اصل اشکال کا جواب دیا[۲] کہ اس کا احتمال ہے کہ اللہ سبحانہ جمعہ کے روز (یوم عرفہ ہونے کی صورت میں) سب کو بغیر کسی واسطے کے بخش دے اور اس (دن) کی غیر میں ایک قوم کو دوسری قوم کی وجہ سے ہبہ کرے (یعنی بخش دے) ایک قوم پر دوسری قوم کے وسیلے سے (رحمت فرمائے یعنی کچھ کے تمام کو بخش دے اور ان پر رحمت فرمائے) اور اس (احتمال) کی تائید اس سے ہوتی ہے جو مطلق عرفہ کے بارے میں وارد ہے ''کہ وہ بخشتا ہے ان میں سے گنہگاروں کو اور نیکوکاروں کو (یعنی

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، برقم: ۵۹۴۲، ۱۸۵/۶، ۱۸۶

(۲) ہدایۃ السالک لابن جماعۃ، الباب الاول فی الفضائل، باب وقفۃ الجمعۃ، ۹۵/۱

گنہگاروں کو نیکو کاروں کے سبب بخشتا ہے) پس اگر کہا جائے کہ موقف میں وہ بھی ہوتا ہے کہ جس کا حج قبول نہیں ہوتا تو اس کی بخشش کیسے ہوگی؟ کہا گیا کہ اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اسے حج مبرور کا ثواب نہیں دیا جاتا پس مغفرت قبولیت (حج) کے ساتھ مقید نہیں ہے اور یہ تاویل واجب ہوتی ہے کہ احادیث مغفرۃ تمام اہل موقف کے لئے ہیں تو یہ قید ضروری ہے جیسا کہ بعض فقہاء کرام نے ذکر کیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے جو مروی ہے کہ ''غیر مقبول حج دنیا و مافیہا سے بہتر ہے''۔

اور میں (علی قاری) کہتا ہوں احتمال ہے کہ (یوم عرفہ کی) جمعہ کے ساتھ موافقت کا حصول علی وجہ الشمول قبول ہے اور مغفرت حاصل ہونا عموم رحمت کے طور پر ہے، پس اگر کہا گیا کہ جب مغفرت ہر تقدیر پر حاصل ہے تو اس تخصیص میں کیا فائدہ جو مغفور لہ پر لوٹتی ہے؟ جواب دیا جائے گا کہ جو اس قرب مقتضی میں ہے وہ کافی ہے کیونکہ اس کے شرف اور کمال مغفرت اور اس رحمت کے استقلال کی وجہ سے کسی واسطے کی احتیاج نہیں ہے، اس کی توضیح یہ ہے کہ عوام خصوصاً ان ایام میں خواص کے مرتبہ کو پہنچتے ہیں اور خواص اخص کے مرتبہ کو اس طرح آگے بڑھتے جایئے اور یہ سب کچھ نہیں ہے مگر شرف زمانی اور جو کچھ اس پر مرتب ہوتا ہے جیسے تحقق اقتران کے اعتبار سے اجر و ثواب کی زیادتی کی وجہ سے جیسا کہ شرف امکنہ کو شرف اعمال کی زیادتی میں دخل ہے، اسی طرح زمانے کے شرف کو افعال کا ثواب زیادہ ہونے میں تاثیر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جمعہ کا دن ہفتے کے تمام دنوں میں افضل ہے اور یوم عرفہ سال کے تمام دنوں میں افضل ہے، پس جب یہ دونوں (جمعہ اور عرفہ) جمع ہو گئے تو یہ نور علی نور ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کی طرف راہ دکھاتا ہے جسے چاہتا ہے اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ ہدایت کی روشنی (مقدر) نہ کرے تو اس کے لئے کوئی روشنی نہیں۔

پھر اس (جمعہ اور یوم عرفہ کے) اقتران (یعنی ملاپ) کے لئے (فضائل و ثواب

کی) زیادتیاں ہیں کہ

(۱) جمعہ کے دن میں ایک ساعت ہے کہ جس میں دعا قبول کی جاتی ہے [1] بخلاف اس کے غیر کے تو اس کے لئے زیادتی کاملہ اور مرتبہ فاضلہ ہے اور جمہور اس پر ہیں کہ وہ خطبہ کا وقت ہے [2] اور ایک جماعت سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ وہ ساعت عصر کے بعد غروب آفتاب تک ہے [3] اور وہ اس مقام کے ساتھ زیادہ مناسب ہے اور بالعموم اقرب ہے۔

(۲) ان میں ایک یہ ہے کہ جمعہ کے دن کا نام جنت میں ''یوم المزید'' رکھا گیا ہے کیونکہ اس روز اللہ تعالیٰ کی زیارت، اس کے لقاء کی رویئت، اس کے کلام کا سماع ہوگا۔

(۳) ان میں سے یہ ہے کہ یہ دونوں دن آیت کریمہ میں ''شاہد ومشہود'' ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی ایک ساتھ قسم بیان فرمائی ہے پس ابن جریر [4] نے حضرت علی بن ابی طالب سے اللہ تعالیٰ کے فرمان ''وَشَاهِدٍ وَّ مَشْهُوْدٍ'' [5] کے بارے میں روایت کی تخریج کی، فرمایا (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں) شاہد (سے مراد) یوم الجمعہ اور مشہود (سے مراد) یوم عرفہ ہے اور حمید بن زنجُویہ نے ''فضائل اعمال'' کے بیان میں تخریج کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''یوم الموعود قیامت ہے اور (یوم) مشہود یوم عرفہ ہے اور شاہد یوم

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، برقم: ۹۳۵، ۱/۲۲۳، ایضاً صحیح مسلم کتاب الجمعۃ، باب فی الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، برقم: ۱۱۹۲۲/۱۳ (۸۵۲) ۳۵۸

(۲) (صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب الساعۃ التی فی یوم الجمعۃ، برقم: ۱۹۲۸/۱۶ (۸۵۳) ص ۳۷۸، ۳۷۹) (سنن الترمذی، ابواب الجمعۃ، باب ماجاء فی الساعۃ التی ترجی فی یوم الجمعۃ، برقم: ۴۹۰، ۱/۳۶۳)

(۳) القری لقاصد ام القری، باب ماجاء فی وقفۃ الجمعۃ، ص ۴۱۰

(۴) تفسیر ابن جریر، سورۃ البروج، الایۃ: ۳، برقم: ۳۶۸۴۲، ۳۶۸۴۶، ۱۲/۵۲۰

(۵) البروج: ۸۵/۳

الجمعہ ہے اور سورج کسی ایسے دن پر نہ طلوع ہوا اور نہ غروب جو جمعہ کے دن سے افضل ہو"۔ (۱) پس یہ اس بات پر ظاہر دلیل ہے کہ جمعہ کا اکیلا دن یوم عرفہ سے افضل ہے، پس ثابت ہوا کہ یہ سیّد الایام (دنوں کا سردار) ہے جیسا کہ مخلوق کی زبانوں پر مشہور ہے۔

(۴) ان میں سے یہ کہ یوم جمعہ یوم عرفہ کی مثل یوم مغفرت ہے۔ پس ابن عدی (نے الکامل" (۲) میں) اور طبرانی نے سند جید کے ساتھ "الاوسط" (۳) میں تخریج فرمائی کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تبارک وتعالیٰ جمعہ کے دن مسلمانوں میں سے کسی ایک کو نہیں چھوڑتا ہر ایک کو بخش دیتا ہے"۔

(۵) اور ان میں سے ہے کہ "جمعہ یوم عرفہ کی مثل آزادی کا دن ہے" پس امام بخاری نے اپنی "تاریخ" (۴) میں اور ابو یعلی نے (۵) تخریج فرمائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات میں چوبیس ساعتیں ہوتی ہیں، ان میں کوئی ساعت نہیں مگر اس میں اللہ تعالیٰ چھ سو کو دوزخ سے آزاد فرماتا ہے کہ سب پر دوزخ واجب تھی"۔ (۶) ابن

(۱) سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ البروج، برقم: ۳۳۳۹، ۷/۲۷۵، ۲۷۶، ایضاً مجلس فی فضل یوم عرفۃ الدمشقی، ص ۳۸، وقال: لہ شاہد من حدیث ابی مالک الاشعری رضی اللہ عنہ

(۲) الکامل لابن عدی، من اسماء (۱/ ۶۸۶) زیاد بن میمون، ۴/ ۱۲۸

(۳) المعجم الاوسط للطبرانی، الباب من اسمہ عبدالملک، برقم: ۴۸۱۷، ۴/ ۳۵۱

(۴) التاریخ الکبیر للبخاری ۸/ ۱۵/ ۹۷

(۵) یعنی اپنی "مسند" (مسند ابی یعلی، برقم: ۳۴۸۴، ص ۶۶۸) میں

(۶) المقصد الاعلی، کتاب الصلوۃ باب فضل یوم الجمعۃ، برقم: ۹۸۴، ۹۸۵، ۴۱/۱، ۲۶۱ ایضاً المطالب العالیۃ، ابواب الجمعۃ، باب الجمعۃ والساعۃ الخ، برقم: ۶۹۴، ۱/ ۶۹۴ /۲ ایضاً اتحاف الخیرۃ المہرۃ کتاب الجمعۃ، باب فضل یوم الجمعۃ وما جاء فی ساعتھا، برقم: ۲۱۲۲، ۲/ ۲۱۲۳، ۳/ ۱۰

عدی[1] نے (''الکامل'' میں) اور بیہقی نے ''شعب الایمان''[2] میں اس لفظ سے تخریج فرمائی کہ ''اللہ تعالیٰ کے لئے ہر جمعہ میں چھ لاکھ آزاد ہیں'' (یعنی ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ چھ لاکھ کو جہنم سے آزاد فرماتا ہے) اور ایک روایت میں مزید ہے کہ ''اللہ تعالیٰ انہیں دوزخ کی آگ سے آزاد فرماتا ہے کہ جن پر جہنم واجب ہو چکی'' میں (علی قاری) کہتا ہوں یہ روایت اس مقام کے مناسب اور اس کے موافق ہے جو بعض علماء کرام نے فرمایا کہ (کم از کم) وقوف کرنے والے چھ لاکھ ہوتے ہیں پس اگر یہ تعداد کم ہو جائے تو فرشتوں کے آنے اور وقوف کرنے والوں کے ساتھ موجود ہونے سے یہ کمی پوری کر دی جاتی ہے۔

(۶) ان میں سے ایک یہ ہے کہ جمعہ یوم عرفہ کی مثل یوم المباہات (یعنی فخر و ناز کرنے کا دن) ہے، پس ابن سعد نے اپنے ''طبقات'' میں تخریج کی کہ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا آپ نے ارشاد فرمایا ''عرفہ کے روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سبب اپنے فرشتوں پر فخر کا اظہار فرماتا ہے'' (اور) فرماتا ہے ''میرے بندے پراگندہ، غبار آلودہ میری رحمت کے طالب بن کے میرے حضور حاضر ہوئے، پس میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے نیکوکاروں کو بخش دیا اور ان کے نیکوکاروں کی ان میں کے گناہگاروں کے حق میں شفاعت قبول کی اور جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو اسی کی مثل ہوتا ہے''[3] تو یہ اس کی واضح دلیل ہے کہ ان دونوں (یوم جمعہ اور یوم عرفہ) کا اجتماع زیادتی مغفرت اور حصول و وصول کو شامل ہونے کا موجب ہے اور جو اس کا انکار کرے وہ جاہل ہے

(۱) الکامل لابن عدی، الباب: ۱، ۱/ ۲۱۸

(۲) الجامع لشعب الایمان للبیہقی، فضل الجمعۃ، فصل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ الجمعۃ و یومھا، برقم: ۲۷۸۰، ۴/ ۴۳۹

(۳) جیسا کہ البحر العمیق (۱/ ۲۱۸) میں ہے

منقول ومعقول پر اطلاع نہیں رکھتا (یا منقول و معقول سے بے خبر ہے)

(۷) ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس دن نیکیاں دو چند کر دی جاتی ہیں پس امام طبرانی نے ''الاوسط'' میں مرفوعاً حدیث ابی ہریرہ سے تخریج فرمائی کہ ''جمعہ کے دن نیکیاں دوچند ہو جاتی ہیں''۔[1] میں (علی قاری) کہتا ہوں حدیث شریف میں ستر[2] گنا تک بیان کیا گیا اور یہی اس مسئلہ کے موافق ہے کہ جس کے اظہار و تعیین (کی بحث) میں ہم ہیں اور حمید بن زنجویہ نے ''فضائل الاعمال'' میں مسیب بن رافع سے روایت کیا، فرمایا ''جس نے جمعہ کے دن (کوئی نیک) عمل کیا وہ دیگر تمام ایام کی بنسبت دس گنا کر دیا جاتا ہے'' میں (علی قاری) کہتا ہوں مضاعفت (دوچند ہونا) ستر سے زیادہ ہے اور سو تک پہنچ جاتا ہے اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہے کہ ''جب یوم عرفہ یوم جمعہ کے موافق ہو گیا تو وہ ستر حجوں سے افضل ہے'' اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ ستر سے مراد کثرت ہے اس سے حد بیان کرنا اور معین کرنا مقصود نہیں اور اللہ تعالیٰ مدد کرنے والا ہے۔

(۸) اور ان میں (سے ایک یہ ہے کہ اس میں) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جمعہ کے روز وقوف فرمایا (جیسا کہ کتب احادیث و کتب سیرت میں مذکور ہے) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے لئے افضل علی وجہ الاکمل کو پسند فرمایا اور اس کا بیان یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے فرض ہو جانے کے بعد اس کی ادائیگی کو موخر فرمایا، باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ثابت ہے:

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ (آل عمران:۱۳۳)

---

(۱) المعجم الاوسط، برقم: ۶،۷۸۹۵/۳۳ ایضاً مجمع الزوائد، کتاب الصلوٰۃ، باب فی الجمعۃ و فضلها، برقم: ۲،۲۹۹۹/۳۱۰

(۲) المرجع السابق

ترجمہ: اور دوڑو اپنے رب کی بخشش کی طرف۔

پس علماء کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تاخیر میں اختلاف کیا ہے باوجود اس کے کہ حج کی شرائط وجوب وادا کے ثابت ہو جانے کے بعد اکثر علماء کے نزدیک حج فوراً ادا کرنا واجب ہے۔

پس کہا گیا کہ اس کی تاخیر کا سبب وہ ہے جو کفار کی طرف سے واقع ہوا جیسے ان کا بعض سالوں میں حج کے زمانے کے غیر میں حج ادا کرنا کہ جس کی وجہ سے تاخیر لازم آتی ہے اور ہم نے اس قول کو باطل قرار دیا جس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حج ذی قعدہ میں ہوا تھا، اسے میں نے ایک رسالے میں ذکر کیا ہے جس کا عنوان ہے ''صدیق اکبر کا حج ذوالحجہ میں تھا'' اور ہم نے اپنے موقف پر شرعی اور عقلی دلائل ذکر کیے ہیں۔

اور کہا گیا اس میں سبب یہ ہے کہ جب آپ نے حج کا ارادہ کیا تو یاد آ گیا کہ کفار ننگے طواف کرتے ہیں اور مشرکین مسلمانوں کے ساتھ ان کے حج میں شامل ہیں، اس لئے کہ ان کے ساتھ ایک مدت معلومہ تک عہد و پیمان واقع ہوا تھا اور اسی کی مثل وہ باتیں جو آپ کے تاخر کا سبب تھیں، آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاجیوں پر امیر مقرر فرمایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ وہ کفار کو ''سورۂ براءت'' کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنائیں جو ان کے عہد و پیمان کے توڑنے پر مشتمل تھیں اور یہ کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے جیسا کہ اس کی طرف اللہ سبحانہ نے اپنے اس فرمان میں اشارہ فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (التوبہ: ۲۸)

ترجمہ: اے ایمان والو! مشرک نرے ناپاک ہیں تو اس برس کے بعد وہ

مسجد حرام کے پاس نہ آنے پائیں۔

میں (علی قاری) کہتا ہوں کہ یہ بعید نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (حج میں) تاخیر کے جملہ اسباب میں سے یہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج ہفتوں اور سالوں میں سے اس دن واقع ہو جو سیّد الایام (یعنی دنوں کا سردار) ہے جیسا کہ سیّد الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب کے یہی لائق ہے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حج ستر حجوں سے افضل واقع ہو اس کمی کا پورا کرنے کے لئے جو ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج فوت ہوئے، پس اگر تو کہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے تو ظاہر ہے کہ حج کو اس وقت وجوب سے مؤخر کرنا جائز ہے (تو اس کا) جواب دیا جائے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعے جان لیا تھا کہ آپ حج تک ظاہری حیات کے ساتھ موجود رہیں گے اور اس سے دین کے ارکان پورے ہو جائیں گے یا (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تاخیر کو) حج کی شروط وجوب یا شروط اداء میں سے بعض کے نہ پائے جانے پر محمول کیا جائے گا۔ اس وقت کسی کے لئے اس (تاخیر) میں کوئی دلیل نہیں کیونکہ احتمال کی موجودگی میں استدلال کے لئے کوئی استقلال نہیں۔

(۹) اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ دس کے عدد کو مراتب حساب میں سے مرتبہ کمال حاصل ہے، جیسا کہ اس کی طرف اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، فرمان ہے:

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ (البقرہ:۱۹۶)

ترجمہ: یہ پورے دس ہوئے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَأَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ (الاعراف:۱۴۲)

ترجمہ: اور ان میں دس اور بڑھا کر پوری کیں۔

اور اللہ عزوجل کا فرمان:

وَلَیَالٍ عَشْرٍ ۝ (الفجر:۲)

ترجمہ: اور دس راتوں کی۔

اور اسی سے عشرہ مبشرہ اور دس انگلیاں ہیں اور اس کی مثل دیگر امور معتبرہ۔

(۱۰) اور ان میں سے ایک یہ کہ اس روز اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ فرمان نازل فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ:۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔

پس ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی تخریج فرمائی، آپ نے فرمایا: یہ آیہ کریمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی جبکہ آپ یوم عرفہ کی شام قیام فرما تھے:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ:۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔

اور متعدد اسانید سے وارد ہے جیسے حافظ (جلال الدین) سیوطی (شافعی متوفی ۹۱۱ھ) نے (اپنی تفسیر) ''الدر المنثور'' میں روایت کیا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قتادہ، سعید بن جبیر اور شعبی سے مروی ہے، یہ آیہ کریمہ:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ:۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی جب کہ آپ عرفات میں قیام فرما تھے، اور لوگ اسے لے کر چلے اور جاہلیت کی علامات اور ان کے مناسک ڈھا دیئے گئے اور شرک ختم ہو گیا، کسی ننگے نے بیت اللہ شریف کا طواف نہ کیا اور اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی مشرک نے حج نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ:۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا۔

اور محی السنہ (امام بغوی) نے اپنی تفسیر ''معالم التنزیل'' میں فرمایا، یہ آیہ کریمہ جمعہ کے روز یوم عرفہ عصر کے بعد حجۃ الوداع میں نازل ہوئی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں اپنی اونٹنی غضباء پر جلوہ افروز تھے، پس قریب تھا کہ نزول وحی کے بوجھ سے اونٹنی کی اگلی ٹانگیں ٹوٹ جاتیں پس وہ بیٹھ گئی، پھر امام بخاری تک اپنی اسناد کے ساتھ طارق بن شہاب سے روایت کیا وہ حضرت عمر بن خطاب سے روایت کرتے ہیں کہ یہود میں سے ایک شخص نے انہیں کہا: اے امیر المومنین! تمہاری کتاب (قرآن) میں ایک آیت ہے جسے تم لوگ پڑھتے ہو (وہ آیت) اگر ہم یہود پر نازل ہوتی تو اس دن کو (اپنے لئے) عید بناتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''کون سی آیت؟'' کہنے لگا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ (المائدہ:۳)

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا۔

تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم نے اس دن اور اس جگہ کو پہچانا کہ جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی جب کہ آپ عرفات میں جمعہ کے روز قیام فرما تھے۔اھ

اور اس حدیث کو حمیدی[1]، احمد[2]، عبید بن حمید[3]، بخاری[4]،

---

(۱) مسند الحمیدی، مسند عمر بن خطاب، برقم:۳۱، ۲۹/۱

(۲) المسند للامام احمد، برقم:۱۸۳، ۲۹/۱

(۳) مسند عبد بن حمید، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، برقم:۳۰، ۳۳/۱

(۴) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ برقم:۴۶۰۶، ۱۸۲/۳

مسلم [۱]، ترمذی، [۲]، ابن جریر [۳]، ابن المنذر [۴] اور ابن حبان نے اپنی سنن [۵] میں طارق بن شہاب سے روایت کیا ہے، امام بغوی نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ دن ہمارے لئے عید ہے [۶] میں (علی قاری) کہتا ہوں مشہور یہ ہے کہ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم نے (اپنے) حساب میں اس دن کو دو عیدیں بنایا، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

پھر میں ''در منثور'' [۷] میں دیکھا کہ انہوں نے (یعنی امام سیوطی نے) ابن جریر [۸] سے تخریج کی حضرت قبیصہ بن ذویب سے مروی ہے فرماتے ہیں کعب نے کہا یہ آیت اگر اس امت کے سوا کسی دوسری امت میں نازل ہوتی تو وہ اس دن کو دیکھتے کہ جس میں یہ نازل ہوئی، اسے عید بنا لیتے جس میں وہ جمع ہوتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے کعب! وہ کون سی آیت ہے؟ عرض کی: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس دن اور جگہ کو جانتا ہوں جس میں یہ نازل ہوئی، جمعہ کے دن یوم عرفہ میں نازل ہوئی بحمد اللہ دونوں ہمارے لئے عید ہیں۔

امام طیالسی [۹]، عبد بن حمید [۱۰] اور امام ترمذی [۱۱] نے تخریج فرمائی اور امام

(۱) صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی تفسیر آیات متفرقہ، برقم: ۷۶۲۸/۳، (۳۰۱۷)، ص ۱۴۳۲
(۲) سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب ومن سورۃ المائدۃ، برقم: ۳۰۴۳، ۴/ ۱۰۱، ۱۰۲
(۳) تفسیر الطبری، سورۃ المائدۃ، الایۃ: ۳، برقم: ۱۱۰۹۸، ۴/ ۴۲۱
(۴) الاوسط لابن المنذر، جماع ابواب من تجب علیہ الجمعۃ، برقم: ۱۷۰۹، ۵/ ۳۴۹
(۵) صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، باب فرض الایمان، برقم: ۱۸۵، ۱/ ۲۰۵
(۶) معالم التنزیل، سورۃ المائدۃ، الایۃ: ۳، ۲/ ۷
(۷) الدر المنثور، سورۃ المائدۃ، الایۃ: ۳، ۳/ ۲
(۸) تفسیر الطبری، سورۃ المائدۃ، الایۃ: برقم: ۱۱۱۰۴، ۴/ ۴۲۲
(۹) مسند الطیالسی، مسند ابن عباس رضی اللہ عنہ، عمار بن ابی عمار، برقم: ۲۸۳۲، ۳/ ۱۳۶
(۱۰) مسند عبد بن حمید، مسند عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، برقم: ۳۰، ص ۴۰
(۱۱) سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب من سورۃ المائدۃ، برقم: ۳۰۴۴، ۴/ ۱۰۲

ترمذی نے اسے حسن قرار دیا اور ابن جریر[1]، طبرانی[2] اور بیہقی فی ''دلائل النبوۃ''[3] نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حدیث کی تخریج کی کہ انہوں نے اس آیت اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ کی تلاوت کی تو یہودی نے کہا اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی تو اس دن کو ہم عید بنا لیتے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا اس روز پانچ عیدیں تھیں، جمعہ، عرفہ، یہودیوں کی عید، نصاریٰ کی عید اور مجوسیوں کی عید اور اس سے قبل اور نہ اس کے بعد اہل ملل کی عیدیں جمع ہوئیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں ''جمعہ مسکینوں کا حج ہے'' اور ایک روایت میں کہ جسے قضاعی[4] اور ابن عساکر[5] نے ان سے روایت کیا ''جمعہ فقراء کا حج ہے'' پس دو حجوں کے اجتماع سے میری مراد ہے کہ حج حقیقی اور حج مجازی ہے اور مالداروں کا حج اور فقراء کا حج واجب کرتا ہے کہ اس کا نام ''حج اکبر'' رکھا جائے اور اللہ سبحانہ زیادہ جاننے والا ہے اور اس کا فضل کثیر ہے۔

پھر میں (یعنی ملا علی قاری) نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق سے ہر جمعہ جو مجھے مکہ مکرمہ میں نصیب ہوا میں نے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عمرہ کا احرام باندھا، حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات جمیعت احدیث کے وصف سے موصوف ہے، میں اپنے اس فعل میں صوفیاء کرام سے منقول عمل کی پیروی کرنے والا ہوں کہ صوفیائے کرام سے منقول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ثواب کا

(۱) تفسیر الطبری، سورۃ المائدۃ، الایۃ: ۳، برقم: ۱۱۱۰۲، ۴/ ۴۲۲، وفیہ: فانھا نزلت یوم عیدین الخ

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی، برقم: ۱۲۶۶۴، ۱۰/ ۳۲۸

(۳) دلائل النبوۃ، باب ماجاء فی نعی النبی صلی اللہ علیہ وسلم برقم: ۲۱۷۸

(۴) مسند الشہاب، باب ''الجمعۃ حج المساکین''، برقم: ۷۸، ۱/ ۸۱

(۵) مسند الشہاب، باب ''الجمعۃ حج المساکین''، برقم: ۷۹، ۱/ ۸۱، ۸۲

(۶) تاریخ مدینہ دمشق، باب عثمان بن عبد الرحمن بن سلم، برقم: ۴۶۱۲، ۳۸/ ۴۳۱

ہدیہ پیش کرنے کے لئے قربانی کیا کرتے تھے تا کہ یہ عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل قربانی کا کچھ نہ کچھ بدل ہو جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی غریب امت کی طرف سے قربانی فرمائی، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بعض حقوق کی کچھ نہ کچھ ادائیگی ہو جائے گی جو گوناگوں نعمتیں اور انعام حضور نے ہم پر فرمائے ہیں۔

میں تو یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مکرم اس معظم مجمع[1] میں جلوہ نمائی سے خالی نہیں، خصوصاً اس عظیم دن (یوم عرفہ میں) جیسا کہ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو "صحیح مسلم"[2] میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہم السلام کو حرمین شریفین کے مابین احرام باندھے تلبیہ پڑھتے اپنے مولا کی بارگاہ میں تضرع کرتے دیکھا، پس اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ اس منصب کے ساتھ اپنی ولایت کے زمانے میں اولیٰ ہیں[3] اے اللہ! حضرت محمد پر درود بھیج ایسا درود جو تجھے راضی کر دے اور ان کے حق کو ادا کر دے اور اپنی برکت سے انہیں ہماری طرف افضل جزا عطا فرما جو تو نے اپنے نبیوں کو ان کی امت کی طرف سے جزا دے، اور درود بھیج ان کے جمیع اخوان انبیاء و مرسلین پر اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الاسراء برسول صلی اللہ علیہ وسلم برقم: ۳۳۹/ ۲۶۸، ۳۴۰/ ۲۶۹، ۳۴۱/ ۲۷۰ (۱۶۶)، ص ۱۰۱

(۲) یعنی مجمع حج، مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مجمع میں جلوہ فرما ہوتے ہیں۔

(۳) یعنی حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کی حج میں موجودگی صحت کے ساتھ ثابت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عظیم مجمع میں جلوہ فرما ہونا بطریق اولیٰ ثابت ہوگا کیونکہ حضرت موسیٰ اور حضرت یونس علیہما السلام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ولایت میں حج میں تشریف لانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی ولایت کے زمانے میں حج میں جلوہ نمائی کے جواز کو بطریق اولیٰ ثابت کرتا ہے۔

اس رسالہ کے مؤلف (ملا علی قاری) اس کی تالیف سے مکہ مکرمہ میں کعبہ معظمہ
کے سامنے ہجرت نبویہ علیٰ صاحبہا الوف التحیۃ کے ایک ہزار سات ویں (۱۰۰۷ھ)
سال اللہ تعالیٰ کے اس الطاف حقیہ جلیلہ پر حمد کرتے ہوئے فارغ ہوئے۔ (۹۹)

(۹۹) ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری، ص ۶۴۷ تا ۶۸۳، المکتبۃ الامدادیۃ، مکۃ المکرمۃ، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۳۰ھ، ۲۰۰۹م وص ۵۲۶ تا ۵۳۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸م

رِسَالَةٌ

فِیْ بَیَانِ الْوَضْعِ وَ الْاِرْسَالِ فِیْ حَالَةِ الطَّوَاف

حالت طواف میں ہاتھ چھوڑنے اور باندھنے کا حکم

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ، تخریج

حضرت علامہ مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سینٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمام تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے کتاب غیر ذی عوج کو اتارا اور ایسے طریقے پر رسول بھیجے کہ جس میں کوئی حرج نہیں اور درود وسلام ہوں اس پر کہ جس نے حجتوں کو بیان فرمایا اور حج کا طریقہ اور تمام سیدھے راستے معین فرمائے اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر جو طلب رضا کے لئے راہ ہدایت کی ہر نوع پر چلنے میں آپ کے پیروکار ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد پس اپنے رب کی رحمت کا امیدوار علی بن سلطان محمد الہروی القاری عرض کرتا ہے کہ مجھ سے دوران طواف سینے پر ہاتھ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو میں (علی قاری) کہتا ہوں کہ جائز نہیں ہے حتیٰ کہ ضعیف مذہب میں (بھی) اس کے لئے کہ جس کی آنکھ کے لئے اللہ تعالیٰ نے وصف انکشاف کا ارادہ فرمایا، یہاں تک کہ مجھ سے میرے کچھ بھائیوں، میرے بعض معزز ساتھیوں نے اس مطلب کے منع پر نقل صریح یا دلیل صحیح کا مطالبہ کیا اس لئے کہ ہمارے بعض علماء سے مروی ہے ہمارے فضلاء کے نزدیک معتبر یہ ہے کہ حنفی مذہب میں یہ وضع (یعنی دوران طواف سینہ پر ہاتھ رکھنا) مستحب ہونی چاہئے۔

تو میں (علی قاری) اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق سے عرض کرتا ہوں کہ جس کے قبضہ قدرت میں تحقیق کی باگیں ہیں، بے شک اشیاء ممکنہ میں اصل عدم ہے اور صرف نعمت قدم کے ساتھ کرم اور جود والے کے وجود کے وجوب کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے تاکہ غیر متناہی کی طرف نسبت لازم نہ آئے تو اشیاء کی معرفت ضروری ہے جیسا کہ

وہ اپنے محل میں جو اس کے مناسب ہے ثابت ہے۔

پھر بحث وجدل کے آداب سے ہے جیسا کہ ارباب نحل وملل اسی پر ہیں، بے شک مانع اثبات کا محتاج نہیں ہے بلکہ مثبت نقل کا محتاج ہے، بشرطیکہ معاملہ نقلیات سے ہو، ثقہ کی ثقہ سے نقل کے بعد نسبت کے علاقے کا قطعی ہونا ارباب عقول کے ہاں غیر معتبر ہے جیسا کہ یہ اصول میں مصرح ہے کیونکہ یہ متواتر کے شروط سے ہے چہ جائیکہ آحاد سے ہو کہ ایک محسوس تک منتہی ہو، تاکہ اعتماد کی صلاحیت رکھے اور اس پر اعتقاد مبنی ہو۔

پس جب تو نے یہ پہچان لیا تو یہاں تیرے لئے کوئی شبہ نہ رہا، پس میں (علی قاری) کہتا ہوں میرے لئے سند منع سے وہ ہے جو حد جمع کو پہنچا۔

ان میں سے ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا ”مجھ سے اپنے مناسک لے لو“۔ (۱) پس اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوران طواف) ہاتھ سینہ پر رکھے ہوتے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان ضرور اس (میں آپ) کی اقتداء کرتے اور اسلاف عظام ان کی اتباع کرتے تو ضرور علماء اسلام اسے ہماری طرف نقل کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال آداب سے زیادہ ادب کسی سے متصور نہیں جب کہ فرمایا ”مجھے میرے رب نے ادب سکھایا، پس اچھا کیا مجھے ادب سکھانا“۔ (۲)

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آئمہ اربعہ اور ان کے متبعین میں سے فقہاء امت نے اس باب میں طواف کے لئے ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں کیا، نہ سنن سے، نہ مستحبات سے اور آداب (طواف) سے تو اس سے معلوم ہوا کہ دوران طواف ہاتھ باندھنا مشروع نہیں ہے اور بے شک اس کے خلاف نقل صراحۃً ممنوع ہے اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اس کا کرنا (یعنی طواف میں ہاتھ باندھنا) عوام کو وہم میں ڈالے گا (وہ یہ سمجھیں

گے) کہ یہ اچھا کام ہے اور (طواف کے لئے) وضع کیا گیا۔

اور ان میں سے یہ ہے کہ اہل حرمین کا عمل حجت ہے خصوصاً جب (اس عمل میں) ان کے ساتھ ان کی غیر ایک جماعت مل جائے اور انہوں نے اپنے فعل اور اپنی نقل کے اعتبار سے اجماع کیا ہے کہ طواف میں ہاتھ باندھنا سنت نہیں ہے اور حدیث شریف میں ثابت ہے کہ "یہ امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی"۔

پس اگر تو کہے کہ کیا نماز پر قیاس جائز ہے اس لئے کہ حدیث میں صحت سے ثابت ہے: "بیت اللہ کے گرد طواف نماز کی مثل ہے مگر یہ کہ تم اس میں کلام کرتے ہو پس تم میں سے جو طواف میں بات کرے تو نہ بات کرے مگر بھلائی کی" اسے امام ترمذی نے اپنی "جامع" میں اور حاکم نے اپنی "مستدرک" میں روایت کیا ہے اور بیہقی نے اپنی "شعب" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے اور ان سے ایک روایت میں ہے: "بے شک بیت اللہ کا طواف نماز ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس میں بات کرنے کو حلال فرمایا پس جو اس میں بات کرے تو وہ نہ بات کرے مگر بھلائی کی" اور ان میں سے ایک روایت یہ بھی ہے "طواف نماز ہے پس اس میں کلام کو کم کرو"۔

میں (علی قاری) کہتا ہوں، نہیں، کیونکہ ہم نے اسے پہلے ذکر کر دیا ہے جو مقام مقصود میں نص کی مثل ہے "بزرگوں کے نزدیک قیاس کے ساتھ نص کا معارضہ جائز نہیں ہے اس بنا پر کہ وہ قیاس مع الفارق ہے، پس بے شک طواف کا مدار حرکت پر ہے اور اعضاء کو چھوڑنے کے ساتھ موافق ہے، پس دونوں ہاتھ چلنے والے کے لئے ایسے ہیں جیسے پرندے کے لئے دو پر، تو اس سے مندفع ہو گیا وہ جو ابن حجر نے وہم کیا کہ "ممکن ہے کہ اس حدیث کے عموم کو لیا جائے کہ ہاتھ باندھنا مستحب ہو" باوجود اس کے کہ ان کا یہ قول ان کے اپنے مذہب میں معتبر نہیں ہے اور نہ انہوں نے خود اس پر

عمل کیا اور نہ ان کے شاگردوں میں سے کسی نے اس پر عمل کیا پس تو غور کر۔

اور یہ بھی کہ طواف کے عبادت ہونے کی حیثیت سے اسے نماز کا نام دیا گیا اور مراد طواف کی موجب سعادت طاعت ہونے کی حیثیت سے نماز کی مثل ہے اور اسی وجہ سے استقبال قبلہ اور وجوب قرأت اور (نماز کے) تمام ارکان رکوع وسجود، قعدہ بلکہ اس کی باقی شرطیں طہارت، ستر عورت وغیرہا کو ہمارے نزدیک صحت طواف کی شروط سے نہیں ہیں سوائے نیت کے، پس یہ ضروری ہے تاکہ عبادت اخلاص کے ذریعے عادت سے ممتاز ہو جائے، یہ سب کچھ امت سے حرج کو دفع کرنے کے لئے ہے اور یہ ملت دین اسلام کی طرف میلان پیدا کرنے والی آسان سخاوتوں سے متصف ہے یہاں تک کہ اس کو ادا کرنے پر کمزور جیسے بوڑھا اور بچہ (بھی) قادر ہے۔

نہیں کہا جا سکتا کہ طواف میں ہاتھ باندھنا اور ہاتھ چھوڑنا دونوں اثبات اور وقوع حال کے محتاج ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ اصل وضع انسانی تمام افعال میں بغیر ہاتھ باندھنے کے ہے اور ہاتھ باندھنا بعض احوال میں عارض ہوتا ہے، جب کہ اس میں اقوال میں سے کوئی قول ثابت ہو۔

اور یہ نہیں کہا جا سکتا ہم نے تسلیم کر لیا کہ یہ (ہاتھ باندھنا) بدعت ہے لیکن وہ مستحب ہے، پس ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ بدعت جو سنت کے مزاحم ہو تو وہ مردود، غیر مقبول ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "جس نے ہمارے امر میں ایسی چیز پیدا کی جو اس سے نہ ہو تو وہ مردود ہے" اس کو شیخین (بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور امام مسلم نے مسلم شریف کی روایت میں ہے "جس نے ایسا عمل کیا جس میں ہمارا امر نہ ہو تو وہ مردود ہے" اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحت کے ساتھ ثابت ہے کہ "جسے مسلمان اچھا جانیں وہ عنداللہ بھی اچھا ہے" اس میں کوئی شک نہیں آپ نے اس سے مراد تمام مسلمان یا ان میں سے جمہور (یعنی اکثر) مراد لئے ہیں

اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''اپنے اوپر سواد اعظم کو لازم پکڑو'
پس اس کا کوئی اعتبار نہیں کہ جسے بعض بظاہر خشوع کرنے والوں نے اختیار کیا ہے،
واللہ اعلم بالضمائر والسرائر باوجود اس کے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ
تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں دیکھتا لیکن وہ تو تمہارے دلوں اور احوال کو
دیکھتا ہے۔ پس اعتبار دل کا ہے جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی جلوہ گاہ ہے نہ کہ خالی خشوع
کی ہیئت جو ریا وسمعہ سے پر ہو، پس چاہئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرح
طواف کرے جب کہ آپ نے فرمایا ہم اللہ تعالیٰ کو دکھاتے ہیں پس ہمارے ایک کو
اپنے دائیں سے بائیں کا ادراک نہیں ہوتا' اور اس کے سوا کسی طرف متوجہ نہیں ہوتا
اور وہ مقام احسان میں اس سے متصف ہوتا ہے کہ جس کی تفسیر نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمائی جب کہ فرمایا کہ ''تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گویا کہ وہ تجھے دیکھ رہا
ہے'' اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا میں اپنا مراقبہ اور آخرت میں مشاہدہ نصیب فرمائے اور ہمیں
ان لوگوں کے ساتھ جو نیکوکار ہیں اپنے مولا کی بارگاہ میں بہتر طریقے کے ساتھ صرف
اپنے رب کی رضا چاہتے ہوئے جو سب سے بلند ہے، بلند مقام پر فائز فرمائے۔

(یہاں رسالہ مکمل ہوا)

حواشی

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمه احمد، برقم: ۱۹۲۹، ۱/۵۲۳ ایضاً مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب الخطب فی الحج، برقم: ۵۶۳۱، ۳/۴۴۵ ایضاً السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب الایضاع فی وادی محسر، برقم: ۹۵۲۴، ۵/۲۰۴، بلفظ "خذوا عنای مناسککم لعلی لا اراکم بعد عامی هذا" ایضاً صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب رمی جمرة العقبة الخ، برقم: ۳۱۱۵ /۳۱۰ (۱۲۹۷)، ص ۶۰۰ بلفظ "لتاخذوا مناسککم فانی لا ادری لعلی لا احج بعد حجتی هذه"

(۲) الجامع الصغیر، حرف الهمزة، برقم: ۳۱۰، ص ۲۵ ایضاً کنز العمال، الباب الاول: فی فضائل نبینا محمد صلی الله علیه وسلم الفصل الثالث : فی فضائل متفرقة الخ، برقم: ۱۸۹۲، ۶/۱۱/۱۸۳ ایضاً کشف الخفاء ۱/۶۲ ایضاً الشذرة فی الاحادیث المشتهرة، حرف الهمزة، برقم: ۱۰۴۲، ۱/۴۴ ایضاً المقاصد الحسنة، حرف الهمزه، برقم: ۴۵ ص ۴۱ ایضاً اتقان ما یحسن من الاخبار الواردة علی الاسن، باب الهمزة برقم: ۸۶، ص ۳۷

(۳) الجاع وهو السنن الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی الکلام فی الطواف، برقم: ۹۶۰، ۲/۹۶

(۴) المستدرک للحاکم، کتاب المناسک، باب ان الطواف مثل الصلوٰة برقم: ۱۷۳۰، ۲/۱۱۲ و صححه و وافقة الذهبی، وقد وافقه جماعة

(۵) السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب الطواف علی الطهارة برقم: ۹۳۰۳، ۵/۱۴۱

ایضاً الجامع الصغیر للسیوطی، حرف الطاء، فصل فی المحلی بال من هذا الحرف، برقم: ۵۳۴۵، ص ۳۳۰

(۶) المعجم الکبیر للطبرانی، برقم: ۱۰۹۵۵، ۱۱/۲۹ ایضاً المستدرک

للحاکم، کتاب التفسیر، باب الطواف بالبیت بمنزلۃ الصلوٰۃ، برقم: ۳۱۱۰، ۳۱۱۲، ۲/۶۵۷ ایضاً السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب الطواف علی الطهارة، برقم: ۹۳۰۴، ۵/۱۴۱، ۱۴۲ ایضاً الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب دخول مکة، برقم: ۳۸۲۵، ۴/۶/۵۴ ایضاً سنن الدارمی، کتاب المناسك باب الکلام فی الطواف برقم: ۱۸۴۸، ۲/۴۰ ایضاً الجامع الصغیر، حرف الطاء، فصل فی المحلی بال من هذا الحرف برقم: ۵۳۴۶، ص ۳۳۰

(۷) سنن النسائی، کتاب مناسك الحج، باب اباحة الکلام فی الطواف، برقم: ۲۹۱۹، ۳/۵/۲۲۹ ایضاً السنن الکبریٰ للبیهقی، کتاب الحج، باب اقلال الکلام بغیر ذکر الله فی الطواف برقم: ۹۲۹۲، ۵/۱۳۸ ایضاً المعجم الکبیر للطبرانی، برقم: ۱۰۹۷۶، ۱۱/۳۴ ایضاً الجامع الصغیر، حرف الطاء، فصل فی المحلی بال من هذا الحرف، برقم: ۵۳۴۷، ص ۲۳۰

(۸) صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة، و رد محدثات الامور، برقم: ۴۸۱۳، ۱۷/۱ (۱۷۱۸)

(۹) صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب نقض الاحکام الباطلة و رد محدثات الامور، برقم: ۴۵۱۴، ۱۸/۱ (۱۷۱۸) ص ۸۴۶

(۱۰) مسند ابی داؤد الطیالسی، ما اسند عبدالله بن مسعود، برقم: ۲۴۴، ۱/۱۳۰ ایضاً المعجم الکبریٰ للطبرانی، برقم: ۸۵۸۳، ۹/۱۱۲، ۱۱۳ ایضاً شرح السنة کتاب الایمان، باب رد البدع والاهوء، برقم: ۱۰۵، ۱/۱۸۶، ۱۸۷ ایضاً المسند للامام احمد ۱/۳۷۹ ایضاً الاعتقاد للبیهقی، باب القول فی اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلی آله و رضی عنهم ص ۱۸۱ ایضاً کشف الاستار، کتاب العلم، باب الاجماع، برقم: ۱۳۰، ۱/۸۱ ایضاً مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب الاجماع، برقم: ۸۳۲، ۱/۲۴۱

(۱۱) سواد اعظم سے مراد بڑا گروہ ہے اور وہ اہل سنت و جماعت ہیں۔

(۱۲) سنن ابن ماجه، کتاب الفتن، باب السواد الاعظم، برقم: ۳۹۵۰، ۴/۳۶۷

(۱۳) صحیح مسلم، کساب البر والصلة، باب تحریم ظلم المسلم الخ برقم: ۶۲۳۵ /۳۳ (۲۵۶۴) ص ۱۱۲۷ ایضاً سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب القناعة

برقم: ۴۱۴۳، ۴/۲۸۵ ایضاً المسند للامام احمد، ۲/۲۸۵ ایضاً المعجم الکبیر للطبرانی، برقم: ۸۵۸۲،۹/۱۱۲ ایضاً کنز العمال، الباب الاول فی الاخلاق، برقم: ۵۶۵۹، ۲/۳/۱۲ ایضاً الجامع الصغیر للسیوطی، حرف الهمزة، برقم: ۱۸۳۲، ص ۱۱۴ ۔

(۱۴) جامع العلوم والحکم، الحدیث الثانی، فصل: واما الاحسان الخ، ص ۵

(۱۵) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب سوال جبرئیل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان و الاسلام والاحسان و علم الساعة برقم: ۵۰، ۱/۲۵ ایضاً صحیح مسلم، کتاب الایمان باب فی بیان الایمان والاسلام و الاحسان، برقم: ۱/۲ (۸) ص ۳۳ و باب الایمان ما هو و بیان خصاله برقم ۵/۶، (۹) ص ۳۴ ایضاً سنن ابی داؤد، کتاب السنة باب القدر، برقم: ۴۶۹۵، ۵/۴۸ ایضاً سنن الترمذی، کتاب الایمان باب ماجاء فی وصف جبرئیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الایمان والاسلام برقم: ۲۶۱۲، ۹/۳/۴۳۹ ایضاً سنن ابی ماجة المقدمة، باب فی الایمان، برقم: ۶۳، ۶۴، ۱/۶، ۲۱ ایضاً تحفة الاشراف برقم: ۱۰۵۷۲

اَلذَّخِیرَۃُ الْکَثِیرَۃُ فِی رَجَاءِ الْمَغْفِرَۃِ لِلْکَبِیرَۃِ

ترجمہ بنام

ذخیرِ کثیر' حاجیوں کی توبہ

نوید مغفرت کبیرہ

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

مترجم

علامہ مختار احمد اشرفی صاحب

ناشر

اکبر بُک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلذَّخِیْرَةُ الْکَثِیْرَةُ فِیْ رَجَاءِ الْمَغْفِرَةِ لِلْکَبِیْرَةِ

ذخیرہ کثیرہ

حاجیوں کی توبہ، نوید مغفرت کبیرہ

تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے جو ہر ظاہر و پوشیدہ کا جاننے والا ہے، بخشنے والا (جس کے لئے چاہے اس کے چھوٹے بڑے گناہ بخشنے والا)

اور درود و سلام ہوں بصر اور بصیرتوں کے نور صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اصحاب پر جو ستارے ہیں دائروں کے اور مار ہیں (یعنی دور کرنے والے ہیں) منہیات و کبائر کے۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد

رب باری کے عفو کا محتاج، علی بن سلطان محمد القاری عرض کرتا ہے۔

جب میں نے اپنے اپنے دور کے عالی ہمت دو اماموں کے کلام کو دیکھا کہ جن میں ایک علماء شافعیہ میں سے بہت علم والے جب کہ دوسرے فضلاء احناف میں بہت فضیلت والے ہیں اور وہ دونوں الشیخ ابن حجر المکی اور امام میر بادشاہ البخاری ہیں، اللہ تعالیٰ ان دونوں پر رحمت و رضوان کی بارش فرمائے اور ان کے علوم و تقویٰ کی برکتوں سے ہمیں نفع عطا فرمائے۔

دونوں کے کلام ایک دوسرے سے بظاہر متعارض و متناقض تھے جہاں پہلے امام نے حج مبرور کے سبب کبیرہ گناہوں کے مٹنے، معاف ہونے کی اجمالاً نفی فرمائی تو دوسرے امام نے مطلقاً بغیر تفصیل ضروری (گناہوں کے مٹنے اور معاف ہونے کو)

کے ثابت کیا ہے اور ان دونوں میں سے ایک امام کی بات (بظاہر) لوگوں کو حرج میں ڈالنے والی جب کہ دوسرے کی بات ان کو امن والتباس میں واقع کرنے والی ہوگی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں ہی افراط وتفریط میں واقع ہوئے ہیں۔

اور دونوں ہی (کے کلام) سے تخلیط وتخبیط حاصل ہوتی ہے کیونکہ سمعی دلائل یعنی احادیث وآثار اتنی کثرت سے ہیں جن میں اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ کبائر معاف کردیئے جاتے ہیں، ساتھ ہی ساتھ صغائر بھی محو کردیئے جاتے ہیں، مگر ارباب بصیرت یہ جانتے ہیں کہ بعض کبیرہ حقوق اللہ کے ترک سے ہوتے ہیں جیسے نماز روزہ وغیرہ کا ترک کرنا کہ جن کی قضاء کرنی بالاجماع لازمی ہے۔

اگرچہ توبہ کے بعد سہی جو کہ کفارہ کی اقوی صورت ہے اور من جملہ حقوق سے بعض حقوق العباد ہیں جیسے قتل نفس اور بستیوں میں ظلماً لوگوں کے مال لینا وغیرہ۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فقط حج کی ادائیگی ان گناہوں کو نہیں مٹاتی بغیر نفس کی تمکین کے اور جن کا مال لیا ہے انہیں واپس کیے بغیر یا پھر موجود لوگوں سے معاف کرائے بغیر یا جن کا مال لوٹا ہے اسے ان سے اپنے لئے حلال کرائے بغیر، ہاں وہ کبیرہ گناہ جو حقوق اللہ سے متعلق ہیں کہ جن کی قضا نہیں ہوسکتی نہ ہی ان کا تدارک ہوسکتا ہے جیسے شراب پینا یا اس کی مثل۔

اور اسی طرح وہ حقوق جو بندوں سے متعلق ہیں جن کا تدارک ان بندوں کی عدم موجودگی کی وجہ سے متصور نہیں یا جن کے حقوق ہیں ان سے اپنے لئے حلال کرانا ممکن نہیں، جب حج مبرور ہوگیا تو امید ہے کہ وہ گناہ معاف کردیئے جائیں۔

مگر ''حج مبرور'' (سے مراد) علامہ عسقلانی کی ابن خالویہ سے نقل کے مطابق ''مقبول حج'' ہے۔[1] اور یہ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ایک مجہول امر ہے (یعنی یہ

(۱) فتح الباری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، برقم: ۱۵۲۱، تحت قولہ، باب فضل الحج ۴/ ۴۸۷

معلوم کرنا کہ حج مقبول ہے یا نہیں یہ امر مجہول ہے) اور ابن خالویہ کے سوا لوگوں نے فرمایا کہ حج مقبول سے مراد وہ حج ہے کہ جس میں کوئی گناہ نہ ہوا ہو (یا گناہوں کی مخالطت نہ ہوئی ہو) امام نووی نے اسی کو ترجیح دی اور یہی معنی زیادہ قریب تر ہے اور فقہ کے اصول کے زیادہ مناسب بھی، لیکن باوجود اس کے (یہ معنی) ابہام سے خالی نہیں کیونکہ کوئی شخص بھی گناہوں کی نوع سے خالی ہونے میں متیقن نہیں۔

اور کہا گیا کہ حج مبرور سے مراد وہ حج ہے کہ جس میں نہ ریا ہو نہ سمعہ ہو نہ رفث اور نہ ہی فسوق اور یہ اس معنی میں داخل ہیں جس کا پہلے تذکرہ ہوا (جس کو امام نووی نے ذکر کیا تھا)

اور حج مقبول کی تعریف میں کہا گیا کہ ایسا حج جس کے بعد گناہ نہ ہو (جیسا کہ امام نووی نے ذکر کیا ہے) اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حج مبرور سے مراد بندہ دنیا میں زاہد ہو کر اور عقبیٰ کی طرف راغب ہو کر لوٹے۔

امام قرطبی فرماتے ہیں وہ اقوال جو اس (حج مقبول) کی تفسیر میں ذکر کئے گئے وہ آپس میں معنی کے اعتبار سے قریب قریب ہیں اور وہ ایک ایسا حج ہے جس کے احکام پورے طور پر ادا کئے گئے ہوں اور اس طرح ادا ہوں جس طرح بندے سے اس کے ادا کرنے کا تقاضہ کیا گیا یعنی مکمل یا پورے طور پر [1]

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا گیا[2] 'اور جس نے مال حرام سے حج کیا (یا گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے) تو جب اس نے "لبيك و سعديك" کہا تو اس سے کہا جاتا ہے "لا لبيك ولا سعديك و حجك مردود عليك" یعنی

---

(۱) فتح الباری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، برقم: ۱۵۲۱، تحت قولہ: باب فضل الحج الخ ۴/۳/۳۸۷

(۲) فردوس الاخبار، باب الالف، جماع الفصول منہ فی معانی شتی الخ، عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ برقم: ۲: ۱۱۷۶/۱/۱۷۶ بتغیر

تیری حاضری قبول نہیں (کرتا) نہ تیرا دنیا وآخرت میں بھلا ہو اور تیرا حج تیرے منہ پر مار دیا گیا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (اسی طرح بھی) مروی ہے کہ "جب بندہ مال حرام سے حج کرتا ہے اور "لبيك اللهم لبيك" کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لا لبيك ولا سعديك حتى ترد ما في يديك" یعنی تیری لبیک قبول نہیں اور تیرے لئے دونوں جہانوں میں خیر نہیں یہاں تک کہ تو وہ لوٹا نہ دے جو تیرے ہاتھ میں (مال حرام سے) موجود ہے۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ زائد ہیں کہ "حجك مردود عليك" یعنی "تیرا حج تیرے منہ پر مار دیا گیا" اور دوسری روایت میں ہے کہ تیری کمائی حرام، تیرے کپڑے حرام مال کے، تیرا سامان حرام رزق کا لیا ہوا، تو لوٹ جا (گناہوں سے) بوجھل بغیر اجر کے "ابشر بما يسووك"[1] (تیری برائیوں کا بدلہ تجھے ملے) تجھے ان چیزوں کی خبر جس سے تجھے غم پہنچے۔

ارباب حال سے کسی نے کیا خوب کہا

جب تو حج کرے ایسے مال سے جس کی اصل حرام ہو
تو نہیں حج کیا تو نے مگر حج کیا تیرے اونٹ نے
اللہ قبول نہیں فرماتا مگر پاک و طیب
نہیں ہوتا ہر حج کرنے والے کا حج مقبول[2]

"انوار الحج"، میں (مصنف نے خود ذکر کیا) حج کا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے جب احرام باندھا اور سواری و قافلہ جانے کے لئے تیار ہوا، آپ کا رنگ زرد

(۱) انوار الحج فی اسرار الحج ص ۱۳۲
(۲) انوار الحج فی اسرار الحج ص ۱۱۲

پڑ گیا، بدن لرزنے لگا اور تلبیہ کہنے کی استطاعت نہ رہی، عرض کی گئی، کیا معاملہ ہوا؟ تلبیہ نہیں ادا کرتے فرمایا، مجھے خوف ہے کہ کہیں مجھ سے یہ نہ کہہ دیا جائے۔ "لا لبيك ولا سعديك" تیرا آنا قبول نہیں، تیرے لئے دو جہانوں کی خیر نہیں جب تلبیہ پڑھی تو آپ پر غشی طاری ہوگئی، اپنی اونٹنی سے نیچے گر گئے، چہرہ زخمی ہوگیا۔

اور اسلاف میں سے ایک بزرگ نے فرمایا: میں ذی الحلیفہ میں تھا اور وہاں ایک نوجوان احرام باندھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے میرے رب! میرا ارادہ تلبیہ پڑھنے کا ہے مگر ڈرتا ہوں کہ تیرا جواب "لا لبيك ولا سعديك" نہ ہو، یہ الفاظ کئی مرتبہ دہرائے، پھر "لبيك اللهم لبيك" پڑھی، آواز فضا میں بلند ہوئی اور ساتھ ہی اس کی روح پرواز کر گئی، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اس کے صدقے ہم پر بھی رحم فرمائے۔(۱)

اور بعض علماء(۲) نے بیان کیا کہ ذوالحلیفہ میں ایک نوجوان کو دیکھا، احرام باندھا ہوا ہے اور لوگ تلبیہ ادا کرتے ہیں اور وہ تلبیہ ادا نہیں کرتا، میں نے کہا بے خبر ہوگا، تو میں اس کے قریب ہوا، میں نے کہا: اے نوجوان! تو اس نے کہا: لبیک، میں نے کہا پھر تلبیہ کیوں نہیں پڑھتے؟ کہنے لگا: اے شیخ! میں ڈرتا ہوں کہ جس وقت لبیک کہوں تو وہ کہیں میری "لبیک" پر "لا لبيك ولا سعديك" نہ فرمادے اور یوں کہے کہ تمہارے کلام کی طرف توجہ نہیں کروں گا نہ تمہاری طرف نظر رحمت کروں گا۔ میں نے کہا: وہ ایسا نہیں کرے گا کیونکہ وہ کریم ہے جب ناراض ہوتا ہے تو راضی بھی ہو جاتا ہے اور جب راضی ہو تو ناراض نہیں ہوتا اور جب وعدہ فرماتا ہے تو اسے پورا فرماتا ہے

(۱) انوار الحج فی اسرار الحج ص ۱۳۴

(۲) مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف انوار الحج ص ۱۳۴ میں اس حکایت کو حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ (ت ۱۳۱ھ) سے نقل کیا ہے۔

اور جب وعدہ کیا ہے تو ہمیں معاف فرمادے گا۔ کہنے لگا: اے شیخ! کیا آپ مجھے تلبیہ پڑھنے کی طرف اشارہ فرمارہے ہیں، میں نے کہا: ہاں، تو وہ جلدی سے زمین کی طرف جھکا اور پہلو کے بل لیٹ گیا، اپنے گال کو زمین پر رکھا اور پتھر اٹھا کر اپنے دوسرے گال پر رکھا اور اس کے آنسو بہنے لگے اور یوں کہنے لگ گیا: "لبیك اللهم لبيك"، اے اللہ میں حاضر ہوں تیرے لئے عاجزی اختیار کی اور میری یہ پچھاڑ (جنون) تیرے سامنے ہے، پھر کچھ دیر یوں ہی رہا پھر کھڑا ہوا اور چلا۔

اب بندے پر واجب ہے کہ اپنے سوال کے پورے ہونے میں اور آرزوؤں کے حصول میں ردوقبول، خوف ورجاء کے درمیان رہے۔

جب آپ نے یہ جان لیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پڑھئے:

من حج فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته امة[1]

یعنی، جس شخص نے حج کیا تو اس میں کوئی فحش بات نہ کی اور نہ ہی کوئی گناہ کیا تو

(۱) خاتم الحفاظ امام جلال الدین السیوطی (ت ۹۱۱ھ) امام طیبی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ حدیث میں لفظ فاء کا عطف شرط پر ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوٹا یعنی ہوگیا (گناہوں سے پاک نومولود کی مانند) سو جائز ہے کہ حال ہو یعنی گناہوں سے برأت میں اپنی ولادت کے دن کی طرح ہوگیا (حاشیہ السیوطی علی السنن للنسائی، کتاب مناسک الحج، باب فضل الحج، برقم: ۲۶۲۳، ۳/ ۵/ ۱۱۷، ایضاً فردوس الاخبار، باب المیم، فصل من حج، برقم: ۵۷۰۳، ۲/ ۲۵۲ ایضاً سنن الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرۃ برقم: ۸۱۰، ۲/ ۴ ایضاً السنن الصغری للبیہقی، کتاب المناسک، باب قول اللہ (فلا رفث الخ) برقم: ۱۵۸۹، ۱/ ۱/ ۴۹۸، ایضاً السنن الصغیر، للبیہقی، مسند ابی ہریرۃ، کتاب المناسک، باب قول اللہ (فلا رفث الخ) برقم ۵۵۱، ۲/ ۵۸، ایضاً الاوامر والنواہی، باب الحج والامر بہ برقم: ۳۴۳۳، ص ۱۰۵ ایضاً صحیح مسلم، کتاب الحج باب فضل الحج والعمرۃ ویوم عرفہ، برقم: ۳۲۷۰/ ۴۳۸ (۱۳۵۰) ص ۶۲۶، ایضاً الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحج باب فضل الحج والعمرۃ ذکر مغفرۃ اللہ جل وعلا ما قدم الخ، برقم: ۳۶۸۶، ۴/ ۶/ ۴، ایضاً الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرۃ الخ، برقم: (۱۶۸۶) ۲، ۲/ ۶۹ ایضاً صحیح ابن خزیمہ، کتاب المناسک، باب فضل الحج الذی لا رفث الخ، برقم: ۲۵۱۴، ۲/ ۲۰۳، ایضاً کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، کتاب المناسک، برقم: ۱۷۳۸، ۲/ ۵۸۷)

حال یہ ہے کہ جب واپس لوٹے گا (تو گناہوں سے ایسا پاک ہوگا) جیسے اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

جیسا کہ امام بخاری نے اپنی ''صحیح''(۱) میں اور امام احمد نے اپنی ''مسند''(۲) اور نسائی(۳) اور ابن ماجہ نے اپنی اپنی ''سنن''(۴) میں روایت کیا۔ اس میں کبیرہ گناہوں کی معافی پر کوئی صریح دلالت نہیں جیسا کہ یہ بات اہل بصیرت پر مخفی نہیں کیونکہ یہ بات پہلے اور بعد میں فسق کے نہ پائے جانے کے ساتھ مشروط ہے اور ان دونوں کے درمیان کبیرہ کی معافی ثابت ویقینی ہے۔ خاص طور پر جب کہ آپ جملہ کو حالیہ قرار دیں اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ گناہ پر اصرار کرنے والا فاسق ہے اور کبیرہ کا مرتکب ہے تو وہ شخص حج کی ادائیگی پر اس جزا میں داخل نہ ہوگا حالانکہ شارع علیہ السلام سے بہت سارے مقامات پر ترغیب وترہیب کے باب میں ایسی عبارات ملتی ہیں جن کا اطلاق ان پر ہوتا ہے اور یہ عبارات وعدووعید میں اور نیکیوں اور برائیوں میں مبالغہ کے طور پر آئی ہیں۔

تو اعتراض کرنے والے کا اعتراض کئی وجوہ سے مندفع ہوگیا، اور کیا جس پر کبیرہ گناہ کا بوجھ باقی ہے اس کے لئے کہا جائے گا کہ ''وہ اس طرح لوٹا ہے گویا اس کی ماں نے اس کو جنا ہے''؟ اس قسم کی بات اہل زبان میں سے کوئی شخص نہیں کہے گا، تو فصحاء عدنان کے اور قحطان کے بلغاء کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے کہ کس نے ان کو خاموش کر دیا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کہ:

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، برقم: ۱۵۲۱، ۱/ ۳۷۶

(۲) مسند الامام احمد بن حنبل، مسند ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ ۲/ ۲۲۹، ۲۴۸، ۴۱۰

(۳) سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب فضل الحج، برقم: ۲۶۲۳، ۳/ ۵/ ۱۱۷

(۴) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب فضل الحج والعمرۃ برقم: ۲۸۸۹، ۳/ ۴۱۰

''جس نے تلبیہ پڑھتے ہوئے دن گزارا یہاں تک کہ سورج غروب ہوا تو اس کے گناہ بھی سورج کے ساتھ غروب ہو جاتے ہیں تو وہ لوٹتا ہے جیسے اس کی ماں نے اس کو جنا ہے''۔

جیسا کہ امام احمد نے اپنی ''مسند''(۱) میں اور ابوداؤد نے اپنی ''سنن''(۲) میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور یہ روایت اسی بات پر دلالت کرتی ہے جس کا ہم نے تفصیلی ذکر کیا ورنہ اجماع تو اس بات پر ہے کہ جس نے تلبیہ پڑھتے ہوئے دن گزارا تو اس کے کبیرہ گناہوں کا کفارہ نہ ہوگا مگر یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ فضیلت عطا فرمانے کا ارادہ فرمائے، اس کی مثل باتیں ترغیب میں بہت مل جائیں گی۔

ان میں سے ایک جس کی تخریج ابو یعلی (۳) نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب سورج طلوع ہو اس وقت کوئی آئے اور احسن وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے اللہ اس کی خطاؤں کو معاف فرماتا ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے گویا اس کی ماں نے اس کو جنا ہے''۔

اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

''من قضی نسکه و سلم المسلمون من لسانه ویده غفرله ما تقدم من ذنبه''

---

(۱) مسند الامام احمد بن حنبل، تتمہ مسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما ۳/۳۷۳، ایضاً سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الظلال للمحرم، برقم: ۲۹۲۵، ۳/۴۲۷، ایضاً تحفۃ الاشراف، ومن مسند جابر بن عبد اللہ، عبد اللہ بن عامر عن جابر، برقم: ۲۳۶۲، ۲/۲۰۹ ایضاً فتح القدیر، کتاب الحج، باب الاحرام، تحت قولہ: کانوا یلبون الخ، ۲/۳۵۱، عن جابر رضی اللہ عنہ

(۲) سنن ابی داؤد میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی

(۳) مسند ابی یعلی، مسند عمر بن الخطاب، برقم: ۲۴۹/۱۱۰، ص ۸۶، ایضاً مجمع الزوائد، کتاب الصلوۃ باب صلاۃ الضحی، برقم: ۳۴۱۶، ۲/۱۳،۹

یعنی، جس نے اپنا حج (منسک) ادا کیا اور اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

جیسا کہ عبد بن حمید نے [1] اسے روایت کیا ہے، تو یہ بات اس میں واضح ہے جسے ہم نے ثابت کیا اور مقید ہے اس سے جو ہم نے مانا، یہ اس بات کے منافی نہیں ہے کہ کلمہ (ما تقدم) الفاظ عموم سے ہے اور وہ صغیرہ و کبیرہ دونوں کو شامل ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

"حج و عمرہ کرنے والے اللہ کے وفد (جماعتیں) ہیں اللہ ان کو وہ عطا فرماتا ہے جو وہ مانگتے ہیں اور ان کی دعائیں قبول فرماتا ہے اور بہتر بدل عنایت فرماتا ہے اس کا جو وہ خرچ کرتے ہیں (یعنی) ایک درہم کا بدلہ دس لاکھ درہم کے برابر ہوتا ہے"۔

جیسا کہ اسے امام بیہقی نے شعب الایمان [2] میں روایت کیا ہے، پس اس میں شبہ نہ رہا کہ مدعی پر کوئی دلالت نہ رہی جیسا کہ مخفی نہیں۔

اور قائل کا یہ قول کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کبیرہ گناہوں سے مغفرت بھی طلب کرتے ہوں گے اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً دعا کی قبولیت کی خبر (نوید) عنایت فرمائی پس مقصود کا فائدہ نہ رہا جو استدلال کی صلاحیت رکھتا ہے جس

(۱) المنتخب من مسند عبد بن حمید، من طریق عبید اللہ بن موسیٰ عن موسیٰ بن عبیدۃ عن جابر بن عبد اللہ، برقم: ۱۱۵، ص ۳۴۸

(۲) الجامع لشعب الایمان، للبیہقی، الخامس والعشرون من شعب الایمان وھو باب فی المناسک، فصل الحج والعمرۃ، برقم: ۳۸۱۰، ۶/۱۸، ایضاً مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب دعاء الحجاج والعمار، برقم: ۲۵۸۸، ۳/۳۶۳

وقت احتمال موجود ہو، اگرچہ مقام ترغیب عموم پر دلالت کرتا ہے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

''جب تو بیت الحرام کے قصد سے اپنے گھر سے نکلے گا تو تیرے اونٹ کے ہر قدم رکھنے اور اٹھانے پر تیرے لئے نیکی لکھی جائے گی اور تیری خطا مٹا دی جائے گی اور عرفہ کے دن وقوف کرنے کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر خصوصی تجلی فرماتا ہے اور تمہارے ساتھ ملائکہ پر فخر فرماتا ہے کہ میرے بندے دور دور سے پراگندہ بال لے کر میری رحمت کے امیدوار ہو کر حاضر ہوئے اور میرے عذاب سے خوفزدہ ہوئے حالاکہ انہوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں تو کیا ہوتا جو مجھے دیکھتے؟ (تو اے بندوں) تمہارے گناہ رمل (ریت کی گنتی) کے مثل یا ایام دنیا کے مثل یا بارش کے قطروں کے مثل ہوئے تو اللہ تعالیٰ اس کو (تم سے) مٹا دے گا''۔

اور تمہارا رمی جمار کرنے کا ثواب اللہ کی بارگاہ میں ذخیرہ ہے اور تمہارا سر کا حلق کرنا، تو بے شک ہر بال کے بدلے میں (جو گرتا ہے حلق کروانے میں) نیکی ملتی ہے اور جب تو بیت اللہ کا طواف کرتا ہے تو تیرے گناہ جھڑتے ہیں (گویا تو ایسا ہو گیا) جیسا کہ تجھے تیری ماں نے جنا ہے۔

جیسا کہ اسے امام طبرانی نے ''کبیر''[1] میں روایت کیا ہے، پس یہ بات مطلقاً کبیرہ کے مٹنے پر دلالت نہیں کرتی چہ جائیکہ حقوق العباد اور مظالم بلاد کے گناہ

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی، مجاہد عن ابن عمر، برقم: ۱۳۵٦٦، ۱۲/ ۳۲۵، ایضاً مجمع الزوائد، کتاب الحج، باب فضل الحج، برقم: ۵٦۴۸، ۳/ ۴۵۰، ۴۵۱ وقال البزار قد روی ہذا الحدیث من وجوہ ولا نعلم لہ احسن من ہذا الطریق ایضاً مختصر زوائد مسند البزار، کتاب الحج والاعتماد، برقم: ۷۳۰، ۱/ ۴۳۴ ایضاً کشف الاستار، کتاب الحج، باب فضل الحج برقم: ۸۲، ۱، ۲/ ۸

کے مٹنے پر دلالت کرے۔

جب کہ کہنے والے کا یہ قول کہ ''اور اس کا عموم پر دلالت کرنا زیادہ ظاہر ہے بنسبت اس کے کہ کسی پر مخفی رہے اور انکار نہیں کرے گا مگر یہ کہ معاند (حد سے بڑھنے والا) یا جاہل، پس تو اس کی پرواہ نہ کی جائے (یا ان کو خاطر میں نہ لایا جائے) کیونکہ ترغیب کے اعتبار سے اس قسم کی تعمیمات بہت زیادہ وارد ہوئی ہیں مثلاً ایک حدیث مبارکہ ''من توضا کما امر، وصلی کما امر غفر اللہ ما قدم من عمل'' یعنی جس نے وضو کیا جیسا کہ حکم کیا گیا اور نماز قائم کی جیسا کہ مامور تھا اللہ مٹا دے گا اس کے اعمال سیئہ جو اس سے قبل ہوئے''۔

جیسا کہ اسے امام احمد (۱) ونسائی (۲) اور ابن ماجہ (۳) وابن حبان (۴) نے حضرت ابوایوب اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت سے روایت کیا ہے اور کسی نے بھی صغائر و کبائر اور وہ مظالم جو حقوق العباد سے ہیں کے شمول کا قول نہیں کیا جیسا کہ مخفی نہیں اس شخص پر کہ اصطلاح فقہاء سے جس کو ادنیٰ سا قرب حاصل ہے۔

اور رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

''الحج یکفر بینه و بین الحج الذی قبله''

حج کفارہ ہے (مٹاتا ہے اس کو) جو مابین دو حجوں کے ہوا۔

---

(۱) مسند الامام احمد بن حنبل، حدیث ابی ایوب الانصاری ۴۲۳/۵

(۲) سنن النسائی، کتاب الطهارة باب ثواب من توضا کما امر، برقم: ۱۴۴، ۱۱۳/۱

(۳) سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلاة والسنة فیها، باب ما جاء فی ان الصلاة کفارة برقم: ۱۳۹۶، ۱۷۹/۲

(۴) الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء، ذکر البیان بان اللہ جل وعلا انما یغفر الخ، برقم: ۱۰۳۹، ۱۸۹/۲، ایضاً المنتخب من مسند عبد بن حمید، حدیث ابی ایوب الانصاری، برقم: ۲۲۷، ص ۱۰۴

جیسا کہ روایت کیا اسے ابو شیخ[۱] نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے، اگرچہ یہ ہر ذنب کی شمولیت پر دلالت کرتا ہے جو کہ کبیرہ ہو لیکن علماء نے اس کو صغائر میں خاص طور پر شمار کیا ہے جیسا کہ اس کی مثالوں میں وارد ہوا ہے کہ:

''ایک وضو سے دوسرے وضو، ایک نماز سے دوسری نماز اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان ایک دوسرے کے مابین (گناہوں) کا کفارہ ہیں''۔[۲]

بعض روایات میں خاص طور پر تصریح ''ما اجتنب الکبائر'' کے ساتھ تھی کہ ''جب تک کبیرہ سے بچتا رہے''۔

اور اس بات کو اللہ تعالیٰ کے اس قول سے تقویت ملتی ہے:

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ[۳]

اور شاید یہی آیت قاضی عیاض[۴] و امام نووی[۵] وغیرہما کے قول کا ماخذ ہے کہ ''گناہوں کی معافی عبادات میں صغیرہ کے ساتھ مختص ہے''۔

اور جب کہ یہ قول جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب ہے:

''جس نے بیت اللہ کا سات پھیرے طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں ادا کیں اور آب زمزم کو پیا اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف

(۱) فردوس الاخبار، باب الحاء برقم: ۲۵۸۱، ۱/۳۵۰ عن ابی امامۃ، ایضاً کنز العمال، کتاب الحج والعمرۃ، قسم الاقوال، برقم: ۱۱۸۳۲، ۳/۵/۷

(۲) صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الصلوۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ الخ، برقم: ۲:۴۷/۱۶ (۲۲۳)، ص ۱۳۵

(۳) النساء: ۳۱ ''اگر بچتے رہو کبیرہ گناہوں سے جن کی تمہیں ممانعت ہے تو تمہارے اور گناہ بخش دیں گے۔ (کنز الایمان)

(۴) اکمال المعلم بفوائد مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، برقم: ۳۲: (۲۴۴) تحت الحدیث فغسل وجھہ خرج من وجھہ الخ، ۲/۴۱

(۵) شرح النووی علی صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، برقم: ۳۲: (۲۴۴)، تحت ہذا الحدیث وفیہ والمراد بالخطایا الصغائر دون الکبائر الخ، ۲/۳/۱۱۴

فرمادیتا ہے چاہے کتنے ہی ہوں''۔

جیسا کہ اسے دیلمی وابن نجار نے روایت کیا، امام سخاوی (۱) نے ''مقاصد حسنہ'' میں فرمایا ''لا یصح'' اور تحقیق کہ کثیر لوگ اس سے دھوکہ میں مبتلا ہیں۔ خاص طور پر مکہ مکرمہ میں جہاں بئر زمزم کے قریب دیواروں پر لکھی گئی تھیں اور لٹکادی تھیں اس کے ثبوت میں خراب ومشتبہ باتیں کہ جس کی مثل سے احادیث النبویہ ثابت نہیں ہوا کرتیں اور علامہ منوفی نے اپنی ''مختصر'' (یعنی ''الوسائل السنیه من المقاصد السخاویه'' و''الجامع الزوائد الاسیوطیه'') میں ذکر کیا اور اس میں کہا کہ ''یہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں''۔

اور جب حدیث اس طور پر ہو تو مدعی کے استدلال کے لئے صحیح نہیں ہوتی، اللہ تعالیٰ کے فضل کی وسعت اور اس کے فضل کی امید جو کہ اعلیٰ ہے کہ علم کے باوجود۔

مگر ایسے کبیرہ گناہوں کی معافی کا یقین کہ جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں شامل ہوں اس طرح کی حدیث سے اور وہ بھی صرف ایک فعل کے ارتکاب سے تو یہ علماء کے حال سے بعید ہے اور فقہاء کے قوانین سے مستعد ہے اور کم عقلوں کے لئے بڑی جرأت کا باعث ہے اور رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ''تابعوا بين الحجر والعمرة'' الخ، حج وعمرہ کو پے در پے ادا کرو کہ بے شک یہ دونوں فقر و ذنوب کو مٹانے والے ہیں جس طرح بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کو صاف کرتی ہے اور حج مقبول کا ثواب سوائے جنت کے اور کچھ نہیں (یعنی اس کا ثواب صرف جنت ہی ہے)''۔

---

(۱) المقاصد الحسنۃ، حرف المیم، برقم: ۱۱۴۴، ص ۴۲۴، ایضاً کنز العمال، کتاب الحج والعمرۃ الفصل الرابع فی الطواف والسعی، برقم: ۱۲۰۰۹، ۳/۵/۲۱ بتغیر، ایضاً اتقان ما یحسن من الاخبار الواردۃ علی الالسن، باب المیم برقم: ۱۹۴۷، ص ۶۹ ۴ بتغیر ایضاً الشذرۃ فی الاحادیث المشتھرۃ، حرف المیم، برقم: ۹۷۷، ۲/۱۷۷

اسے احمد [(۱)] و ترمذی [(۲)] و نسائی [(۳)] نے عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور نہیں ہے اس روایت میں سوائے اس کے کہ گناہ پگھلا کر بہا دیئے جاتے ہیں اور یہ بات ایسی ہے کہ جس پر علماء متفق ہیں جیسا کہ فرمایا گیا کہ بے شک (حج) صغیرہ گناہوں کو مٹانے والا ہے اگر گناہ نہ ہوں تو کبیرہ گناہوں میں تخفیف کی جاتی ہے اور تیرے پاس دونوں ہی نہ ہوں تو وہ درجات کی بلندی کا سبب ہیں جیسے کہ انبیاء و اولیاء کے لئے ہوتا ہے اور مبرور (حج) کا معنی تو نے جان لیا۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ''لیس للحجة المبرورة ثواب الا الجنة'' میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا ثواب کثیر ہے جس کی انتہا نہیں اور اس ثواب کا کمال صرف جنت ہی میں حاصل ہوتا ہے اور اس میں اس کے حسن خاتمہ کی طرف اشارہ ہے اور بے شک اس میں کبائر کی معافی پر ہرگز کوئی دلالت نہیں ہے۔

اور حدیث پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کہ:

''جس نے میت کی طرف سے حج کیا تو اس کا ثواب میت کے لئے لکھا جاتا ہے اور حج کرنے والے کے لئے آگ سے نجات لکھی جاتی ہے''۔

جیسا کہ دیلمی [(۴)] نے روایت نقل کی پس یہ ترغیب کے باب سے ہے اور محمول

(۱) المسند للامام احمد ۱/ ۱۵۵

(۲) سنن الترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی ثواب الحج والعمرۃ، برقم: ۸۱۰، ۲/ ۴

(۳) سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب فضل المتابعۃ بین الحج والعمرۃ، برقم: ۲۶۲۷، ۳/ ۵/ ۱۱۸ ایضاً تحفۃ الاشراف، مسند عبداللہ بن مسعود، عاصم بن ابی النخود، برقم: ۹۲۷۴، ۷/ ۴۷، ایضاً سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب فضل الحج والعمرۃ برقم: ۲۸۸۷، ۳/ ۴۰۸ عن عمر رضی اللہ عنہ ایضاً الاوامر والنواہی، باب الحج والامر بہ، برقم: ۳۴۴، ص ۱۰۵، ایضاً الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، کتاب الحج، باب فضل الحج والعمرۃ، برقم: ۳۶۸۵، ۴/ ۶/ ۳، ایضاً صحیح ابن خزیمۃ، کتاب المناسک، باب الامر بالمتابعۃ بین الحج والعمرۃ الخ، برقم: ۲۵۱۲، ۲/ ۲۰۲/ ۱۱ ایضاً کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، کتاب المناسک، برقم: ۱۷۵۵، ۲/ ۵۸۸

(۴) فردوس الاخبار، باب المیم، برقم: ۵۷۱۱، ۲/ ۲۵۳

کی گئی صاحب کبیرہ کے لئے (براۃ من النار المویدۃ) ابدی نار سے براۃ پر یا مقید کی گئی ابدی نار سے براۃ پر کہ یہ مشیت کے تحت میں ہوتی ہے۔

اور رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا معنی کہ[1]

''بے شک ملائکہ حج کا سفر اختیار کرنے والے سے مصافحہ کرتے ہیں اور پیدل حج کرنے والوں سے معانقہ (گلے ملنا) کرتے ہیں''۔

جیسا کہ ابن ماجہ[2] نے روایت کیا ہے پس عقلمند اس میں گناہوں کی بخشش پر دلالت تصور نہیں کرسکتا اور کسی کا یہ کہنا کہ اور کیا اس سے فرشتے مصافحہ کرتے ہیں اور گلے ملتے ہیں جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو؟

استدلال کے وقت یہ جھگڑا معتزلہ کا پیدا کردہ ہے اور گمراہ کرنے کے لئے یہ شیطان کا فساد ہے، جب کہ جائز ہے ملائکہ کی ملاقات اہل طاعات کے لئے ہو اگرچہ ان کے کچھ معاصی بھی ہوں۔

اور رہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا معنی کہ[3]

''بے شک اللہ کے گھر کو تعمیر کرنے والے وہ اللہ والے ہیں''۔

جیسا کہ اسے عبد بن حمید[4] نے اور ابو یعلی[5] نے اپنی ''مسند'' میں اور طبرانی نے ''اوسط''[6] میں امام بیہقی نے ''سنن'' میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

(۱) یہ میر بادشاہ کا استدلال ہے

(۲) سنن ابن ماجہ میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی

(۳) یہ میر بادشاہ کا استدلال ہے

(۴) المنتخب من مسند عبد بن حمید، مسند انس بن مالک، برقم: ۱۲۹۱، ص ۳۸۷

(۵) مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، ثابت البنانی عن انس

(۶) المعجم الاوسط للطبرانی، من اسمہ ابراہیم، برقم: ۲۵۰۲، ۲/ ۵۸ ایضاً مجمع الزوائد، کتاب الصلوٰۃ باب لزوم المساجد، برقم: ۲۰۳، ۲/ ۱۰۲ ایضاً کنز العمال، کتاب الحج والعمرۃ، باب فی فضائل الحج الخ، برقم: ۱۱۷۸۸، ۴۵/۳، ایضاً کشف الاستار، کتاب الصلوٰۃ، باب فی عمار المساجد، برقم: ۴۳۳، ۱/ ۲۱۷

ہے پس اس کی مثل اور بھی وارد ہوئیں ہیں کہ اهل القرآن اهل الله وخاصة''[1] سے ہیں۔

اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ یہ سب مطلقاً کبائر سے پاک ہو گئے تو کہنے والے کا یہ کہنا کہ کیا جس پر کبیرہ گناہ ہوں وہ اہل اللہ ہو سکتا ہے'' باطل ہو گیا۔

اور جب کہ اس حدیث کا معنی کہ:

''جب تو کسی حاجی سے ملے تو اس کو سلام کر اور اس سے مصافحہ کر اور اس سے عرض کر کہ وہ تیرے لئے مغفرت کی دعا کرلے قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو بے شک وہ تیرے لئے مغفرت کا سبب ہو گی''۔

جیسا کہ اسے احمد نے اپنی ''مسند''[2] میں روایت کیا، پس اس کا معنی ہے کہ وہ فی الجملہ مغفور لہ ہے ورنہ فی اجملہ اس سے گناہ کا ارتکاب ہونا متصور ہوتا ہے رجوع کے بعد دوبارہ گناہ میں ملوث ہونے سے قبل (وہ مغفور لہ ہے) پس حدیث اپنے اطلاق پر نہیں۔

اور رہا حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول کہ ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان: ''رجع کیوم ولدته امه'' اس کا ظاہر صغیرہ وکبیرہ کی معافی ہے اور (حقوق العباد سے) چھوٹے موٹے اعمال کی بھی معافی ہے۔

اور یہ عباس بن مرداس کی حدیث کے بہت زیادہ قوی شواہد میں سے ہے جو کہ اس سے واضح ہے اور اس کے لئے شاہد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی وہ حدیث ہے جو ''تفسیر طبری''[3] میں ہے،[4] پس وہ جس پر انہوں نے فرمایا کہ یہ ظاہر ہے

---

(۱) سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، باب فضل من تعلم القرآن وعلمہ، برقم: ۲۱۵، ۱/۱۳۱، ایضاً تحفۃ الاشراف، من مسند انس بن مالک، بذیل بن میسرۃ العقیلی عن انس، برقم: ۲۴۱، ۱/ ۹۸

(۲) مسند الامام احمد بن حنبل، تتمۃ مسند عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ۲/ ۱۲۸

(۳) جامع البیان عن تاویل ای القرآن المعروف بتفسیر الطبری، سورۃ النساء: الایۃ ۴۸، برقم: ۹۶۹۵، ۴/۱۵۹

(۴) فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، برقم: ۱۵۲۱، تحت من الحدیث رجع کیوم الخ، ۴/۳/ ۴۸۸

(یعنی یہ حدیث ظاہر ہے) لیکن اس سے وہ حدیث معارض ہے جو حقوق العباد میں وارد ہوئی کہ اللہ تعالیٰ حقوق العباد معاف نہیں فرمائے گا جب تک کہ ادا نہ کر دیئے جائیں چاہے حقیقتاً ہوں یا حکماً جیسا کہ ہم نے پہلے ثابت کیا اور مزید اس کا بیان آگے آئے گا، باوجودیکہ اہل السنۃ کا مذہب ہے کہ شرک کے سوا سب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے[1] اور یہ کلام کرنا کہ مغفرت یقینی ہے یہ تو آئمہ کے قواعد کے منافی ہے۔

ہاں، دلالت ظاہرہ سے معافی کے عموم سے امید کا غالب ہونا یہ اخذ کیا جا سکتا ہے اور باقی رہا امام ابن ہمام کا قول جو "فتح القدیر"[2] شرح ہدایہ میں ہے صاحب ہدایہ کے قول کے قریب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقف میں امت کے لئے بہت دعا کی تو سب قبول ہوئیں سوائے خون اور مظالم (ظلم) کے۔

اور بے شک اس کو ابن ماجہ نے اپنی "سنن"[3] میں عبداللہ بن کنانہ ابن عباس بن مرداس سے روایت کیا کہ ان کے والد نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی رات دعا فرمائی تو ارشاد ہوا کہ

"بے شک میں نے ان کو معاف کر دیا سوائے ظلم کے، بے شک میں مظلوم کے لئے ظالم کے اعمال سے (حصہ) دلواؤں گا"۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اے رب! اگر تو چاہے تو مظلوم کو جنت عطا فرما دے اور ظالم کو بخش دے تو عرفہ کی رات کوئی ارشاد نہ ہوا۔ پس مزدلفہ کی صبح دعا کا اعادہ فرمایا تو دعا قبول ہو گئی۔ کہا کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم "ہنسے" یا کہا کہ "مسکرائے" تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی "میرے ماں باپ آپ پر

---

(۱) جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:
وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ (النساء:۴۸)
(۲) فتح القدیر، کتاب الحج، باب الاحرام، تحت قولہ: فاستجیب لہ، الخ۔ ۲/۴۷۴
(۳) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الدعاء بعرفۃ، برقم: ۳۰۱۳، ۲/۴۷۲

قربان"! اس ساعت میں آپ مسکرا رہے تھے کہ جس میں آپ مسکراتے نہیں ہیں (کیا چیز تھی جس نے آپ کو ہنسایا)" اللہ تعالیٰ آپ کو ہنستا (مسکراتا) رکھے"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بے شک اللہ کے دشمن ابلیس (لعنۃ اللہ علیہ) نے جب جانا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور میری امت کو بخش دیا تو اس نے مٹی اٹھائی اور اپنے سر پر ڈالتے ہوئے "واویلاہ" ہلاک ہو گیا ہلاک ہو گیا کہنے لگا تو مجھے اس کی جزع (گریاوزاری) نے ہنسایا۔

اس روایت کو ابن عدی[1] نے روایت کیا اور کنانۃ سے علت بتائی اور اس کو امام بیہقی نے روایت کیا ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کے لئے کثیر شواہد موجود ہیں جس کو ہم نے کتاب "الشعب"[2] میں ذکر کیا ہے اگر یہ حدیث شریف اپنے شواہد کے ساتھ "صحیح" ہو تو اس میں حجت ہے اور اگر "صحیح" نہ ہو تو پس تحقیق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ج

پس میں کہتا ہوں بے شک بخاری[3] و ابن ماجہ[4] نے اس حدیث کے دو

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال، من اسمہ کنانۃ، ۱۰/۱۶۰۸، کنانۃ بن عباس بن مرداس ۷/۲۱۴ ایضاً مجموعہ رسائل ابن عساکر املاء فی فضل یوم عرفۃ، برقم: ۹، ص۱۵۵

(۲) الجامع لشعب الایمان، الباب الثامن من شعب الایمان، فصل فی القصاص من المظالم، برقم: ۳۴۰، ۱/۵۲۴

(۳) کتاب التاریخ الکبیر، باب الکاف، باب کنانۃ، برقم: ۱۰۳۵۳/۱۰۱۵، ۷/۱۹۹ ایضاً تہذیب الکمال فی اسماء الرجال، کنانۃ بن عباس بن مرداس السلمی، برقم: ۴۹۹۸ و قال المزی، قال البخاری ولم یصح ۲۴/۲۲۶ ایضاً کتاب الضعفاء الکبیر للعقیلی، برقم: ۱۵۶۳، کنانۃ بن عباس الخ، حدثنی ادم قولہ: سمعت البخاری، قال البخاری: ولم یصح ۴/۱۰ ملخصاً ایضاً الترغیب والترھیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الوقوف بعرفۃ والمزدلفۃ الخ برقم: (۱۸۰۱)۵، (۱۸۰۲)۶، ۲/۱۰۰ امام منذری نے بھی آیت کریمہ تک امام بیہقی کے حوالے سے اس حدیث کی جرح وتعدیل بیان کی۔

(۴) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الدعاء بعرفۃ برقم: ۳۰۱۳، ۳/۴۷۲

راویوں کو ضعیف قرار دیا ہے، ابن جوزی نے کہا کہ یہ صحیح نہیں ہے اس میں عبد العزیز منفرد ہیں ان میں سے کسی نے موافقت نہیں کی، ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ تو ہم و گمان کی بنیاد پر حدیث بیان کرتے ہیں تو ان سے حجت پکڑنا باطل ٹھہرا۔

پھر ظاہر کی یہ حدیث کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے دعا فرمائی مطلقاً بغیر کسی قید کے کہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا ہے یا نہیں پس روایت کی صحت پر امت کے بعض لوگوں کے گناہوں پر محمول ہے جیسا کہ احادیث آئی ہیں، وہ متواترہ سے قریب تر ہیں۔

اس امت کے بعض گناہگار جہنم کے عذاب میں ایک مدت تک ڈالے جائیں گے پھر شفاعت کے سبب نکالے جائیں گے، اس وضاحت سے وہ مناقضہ، جو حافظ المنذری (۱) نے ابن مبارک سے انہوں نے سفیان الثوری سے، انہوں نے الزبیر بن عدی سے، انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا دور ہو جاتا ہے، فرمایا:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات میں وقوف فرمایا اور قریب کہ سورج غروب ہونے کے قریب ہوا تو فرمایا: اے بلال! لوگوں کو خاموش کراؤ۔

پس حضرت بلال کھڑے ہوئے اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سماعت کرنے کے لئے خاموش ہو جاؤ تو لوگ خاموش ہو گئے، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اے لوگوں کے گروہ! میرے پاس ابھی ابھی جبرئیل تشریف لائے تھے
پس میرے رب کی طرف سے مجھے سلام پیش کیا اور کہا، بے شک اللہ

---

(۱) الترغیب والترہیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الوقوف بعرفۃ والمزدلفۃ الخ، برقم: (۱۸۰۳) ۱۰۰/۲،۷

تعالیٰ نے اہل عرفات اور اہل مزدلفہ کی بخشش فرمادی اور لاحقات کو اپنے ذمہ کرم پر لے لیا"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا یہ ہمارے لئے خاص ہے؟ فرمایا کہ "یہ تمہارے لئے ہے اور قیامت تک تمہارے بعد جو بھی آئے اس کے لئے ہے"۔

تو (یہ ارشاد سن کر) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہمارے رب کی طرف سے بھلائیاں کثیر ہیں اور بہت اچھی بھی ہے۔

پس یہ بظاہر عموم مدعی پر دلالت کرتی ہیں لیکن دلائل کو جمع کرتے ہوئے یہ تمام لوگوں کی مغفرت پر محمول ہوسکتی ہے۔ باوجود اس کے کہ اس میں اہل وقوف عرفہ میں ہر فرد پر دلالت نہیں ہے خاص طور پر جن پر اللہ کے حقوق کی ادائیگی باقی ہو یا ممکنہ طور پر نفس کے حقوق العباد میں کوتاہی پر مرتکب ہوا ہو یا اہل بلاد سے کئی واقعات میں (محرمات کو) حلال کرنے کا خواستگار ہو تو یہ اس مسئلہ میں نص واقع نہیں ہوگی، تو ان روایتوں کو جمع و تطبیق کرتے ہوئے مناسب یہی ہے کہ تبعات سے مراد صغیرہ گناہ لئے جائیں۔

اور بے شک علامہ تورپشتی جو کہ ہمارے اماموں میں سے ہیں (رحمہم اللہ) اپنی کتاب "شرح مصابیح"(۱) میں فرماتے ہیں: ان الاسلام يهدم ما كان قبله مطلقًا یعنی، بے شک اسلام مٹا دیتا ہے جو کچھ اس (اسلام) سے قبل کسی نے کیا، مطلقاً ظلم ہو یا اس کے سوا صغیر ہو یا کبیرہ اور ہجرۃ و حج بے شک یہ دونوں مظالم کو نہیں مٹاتے اور پس ان میں ہم قطعی طور پر ان کبائر کے غفران کی بخشش کی بات کرتے ہیں جو بندے اور اس کے مولا کے درمیان ہوں، پس حدیث محمول ہوگی:

ان الاسلام يهدم ما كان قبله، وان الهجرة تهدم ما كان

---

(۱) کتاب المیسر فی شرح مصابیح السنۃ، کتاب الایمان، برقم: ۲۶، ۱/۴۴

قبلها، وان الحج يهدم ما كان قبله (۱)

یعنی، بے شک اسلام مٹاتا ہے جو ماقبل واقع ہوا اور بے شک ہجرت مٹاتی ہے جو پہلے صدور ہوا اور بے شک حج مٹاتا ہے جو پہلے کیا۔

(یعنی یہ حدیث شریف) چھوٹے گناہوں کے مٹنے پر محمول ہے اور احتمال ہے کہ یہ دونوں کبیرہ کو بھی مٹا دیتے ہوں جو حقوق العباد سے تعلق رکھتے ہیں بشرط توبہ، ہم نے یہ باتیں اصول دین میں جانی بھی ہیں پس ہم نے مجمل کو مفصل کی طرف پھیر دیا اور شارحین کا اس پر اتفاق بھی ہے۔

اور ایک اور شارح نے جو کہ ہمارے علماء سے ہیں فرمایا بے شک اسلام مٹا دیتا ہے جو کچھ ماقبل ہوا کفر وعصیان سے اور جو کچھ مرتب ہوا سزاؤں وغیرہ سے جو کہ اللہ کے حقوق تھے۔ جب کہ حقوق العباد پس وہ حج وہجرۃ ساقط نہیں ہوتے اور اس پر اجماع ہے۔

اور اسی طرح قاضی عیاض (۲) سے بھی منقول ہے "بے شک صرف صغیرہ گناہوں کا معاف ہونا اہل السنۃ کا مذہب ہے اور کبائر نہیں مٹائے جاتے مگر توبہ سے، یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے، اس کو علامہ ابن حجر مکی نے بھی ذکر کیا ہے۔

اور علامہ ابن عبدالبر نے فرمایا "گناہوں کی تکفیر (مٹایا جانا) صغائر کے ساتھ خاص ہے" اور فرمایا "جس نے (صغائر کے ساتھ) کبیرہ گناہوں کو شامل کیا اس نے غلط کیا" اسی طرح امام سیوطی نے "حاشیۃ البخاری" میں ذکر کیا۔

---

(۱) الترغیب والترھیب، کتاب الحج، باب الترغیب فی الحج والعمرۃ، برقم: (۱۶۸۸) ۲،۴/۲/۷۰ ایضاً صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کون الاسلام یھدم ما قبلہ الخ، برقم: ۶ ۲۲۳/۱۹۲ (۱۲۱) ص ۷۸ ایضاً صحیح ابن خزیمۃ کتاب المناسک، باب ذکر البیان ان الحج یھدم الخ، برقم: ۲۵۱۵، ۱۲۰۳/۲

(۲) اکمال المعلم بفوائد مسلم، للقاضی عیاض، کتاب الطھارۃ، باب خروج الخطایا مع ماء الوضوء، برقم: ۳۲، (۲۴۴) تحت الحدیث: فغسل وجھہ خرج من وجھہ الخ، ۴۱/۲

اور رہی وہ بات کہ جس کو حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حج میں علماء کے اختلاف سے ذکر کی کہ حج صغیرہ و کبیرہ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے یا صرف صغیرہ گناہوں کو اور حقوق العباد ساقط ہو جاتے ہیں یا نہیں؟[۲] تو مناسب یہ ہے کہ اس اختلاف کو بعض کبائر پر محمول کیا جائے اور حقوق العباد کی کسی ایک قسم پر جیسا کہ ہم نے تفصیلی طور پر بیان کیا تا کہ مقام اجامع میں نزاع اٹھ جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو سب کو اپنے مغفورین میں سے کر دے اور سلام ہو مرسلین (رسولوں کی جماعت) پر اور سب خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لئے جو مالک سارے جہان والوں کا۔

تمت بحمد اللہ و بعونہ

وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیّدنا محمدٍ

وّآلہ و اصحابہ اجمعین

(۶۲) قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج للعسقلانی، ص۸۶

اَلْمَقَالَةُ الْعَذْبَةُ فِي الْعِمَامَةِ وَالْعَذَبَةِ

کا پہلا اُردو ترجمہ بنام

عمامہ اور شملہ کی شرعی حیثیت

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ وتخریج

حضرت علامہ مولانا ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ

ناشر

اکبر بُک سیلرز

زبیدہ سینٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اے رب کریم میرے علم میں اضافہ فرما!

تمام تعریفیں اللہ کے لئے جس نے خاص و عام ہر طرح کی مخلوق پیدا فرمائی اور انہیں حجت تامہ کے ساتھ سیدھے راستے کی طرف ہدایت دی اور درود و سلام ہو اس مبارک ہستی پر جن پر بادل سایہ کرتے تھے اور جن کی مدد و نصرت کے لئے عمامہ پہنے اور نشان والے فرشتے اترتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزت و اکرامت والے اصحاب پر۔

امابعد!.....اللہ پاک کی بخشش کا طلب گار علی بن سلطان محمد قاری، اللہ پاک اس کے گناہ بخشے اور اس کے عیوب چھپائے، عرض کرتا ہے کہ یہ رسالہ ''عمامہ'' اور ''شملہ'' کی مقدار و کیفیت پر مشتمل ہے۔

تو پہلے یہ جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال مرتبہ کا اظہار کرتے ہوئے یوں فرمایا:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ (پارہ۳، آل عمران:۳۱)

''اے محبوب! تم فرمادو کہ: لوگو! اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ، اللہ تمہیں دوست رکھے گا''۔ (کنز الایمان)

اللہ تعالیٰ نے اپنی اتباع کے لئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی صحت شرط اور سبب قرار دی اور فرمایا:

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ (پارہ۲۱، الاحزاب:۲۱)

"بے شک تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی بہتر ہے اس کے لئے کہ جو اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو"۔ (کنز الایمان)

پھر جان لیجئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال جو اختیاری اور اقتداء کے لائق ہیں چار ہیں!

(۱) مباح (۲) مستحب

(۳) واجب (۴) فرض

اور ہمارے مذہب حنفی میں صحیح یہی ہے جس کی ہمارے علماء اصولیین نے صراحت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جن افعال کا ہم کو پتہ ہے وہ جس طرح واقع ہوئے ہیں ہم اسی انداز میں ان افعال کی اقتدا کریں گے جب تک کہ کوئی دلیل خاص اس کے متضاد نہ پائی جائے اور رہے وہ افعال جنہیں ہم نہیں جانتے کہ مذکورہ چاروں طریقوں میں سے کس طریقہ پر ہیں تو ان افعال پر عمل کا ادنیٰ درجہ اباحت (جواز) ہے۔

(الفصول فی الاصول، جلد ۳ ص ۲۲۶، افاضۃ الانوار علی اصول المنار، ص ۲۲۵)

اس مقام پر حاصل مقصد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فعل اگر پہچان لیا جائے کہ وہ عدم التفات سے متصف ہے، جیسے نماز عصر میں دو رکعت پر ہی سلام پھیر دینا، یا طبعی ہے جیسے کھانا، پینا اور قیام وغیرہ، یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص ہے جیسے نماز تہجد اور نماز چاشت کا وجوب اور چار سے زائد نکاح اور اس کے علاوہ خصوصیات (یہ تمام امور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہیں) تو ہم پر ان کی اتباع لازم نہیں۔

اور اگر ان کے علاوہ ہوں تو اس سلسلہ میں یہ کہا گیا ہے کہ اس میں توقف ضروری ہے جب تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کا حکم اباحت، ندب یا

وجوب معلوم نہ ہو جائے، کیونکہ متابعت ''صفت فعل'' کی معرفت سے قبل ثابت نہیں ہو سکتی، نیز اس سلسلہ میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی اتباع اس وقت تک واجب ہے جب تک اس کی ممانعت کی کوئی دلیل قائم نہ ہو جائے، جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ:

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (پارہ ۵، النساء: ۵۹)

''حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا''۔ (کنز الایمان)

اور معتمد فیصلہ یہ ہے کہ جب تک وجوب یا ندب کی دلیل قائم نہ ہو جائے اس میں اباحت کا اعتقاد رکھا جائے گا، اباحت پر یقین ہو جانے کی وجہ سے اور اللہ زیادہ جانتا ہے۔

(الدبوسی: تقویم الاول، جلد ۱ ص ۲۴۷، الجصاص: الفصول، ج ۳ ص ۲۱۵)

پھر جان لیجئے! کہ احادیث و آثار سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ پوشی فرمائی ہے، جس کے دلائل معنوی طور پر حد تواتر کے قریب ہیں اور یوں ہی عمامہ پوشی کی رغبت پر بھی بہت سی حدیثیں ہیں اگرچہ ان کی سندیں ضعیف ہیں البتہ ان کے مجموعے سے جو قوت حاصل ہوتی ہے اس سے وہ حدیثیں حسن بلکہ صحیح کے درجہ تک ترقی پا جاتی ہیں، جن سے عمامہ کے مستحب ہونے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

(۱) انہی میں سے ایک یہ ہے کہ:

اعتموا تزدادوا حلما۔

''عمامہ باندھو! تمہاری بردباری بڑھے گی''۔

اس حدیث کو طبرانی اور حاکم نے ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما'' سے مرفوعاً روایت کیا۔

(المعجم الکبیر، ج ۱۲ ص ۱۴۹، رقم الحدیث ۱۲۹۴۶، کشف

الاستار، کتاب اللباس ج ۳، ص ۳۶۲، رقم الحدیث ۲۹۴۵، مستدرک حاکم، کتاب اللباس، ج ۴ ص ۲۱۴، رقم الحدیث ۷۴۱۱)

(۲) انہی میں سے ایک یہ ہے کہ:

اعتموا وخالفوا الامم قبلکم

''عمامہ باندھو! اگلی امتوں (یعنی یہود ونصاریٰ) کی مخالفت کرو کہ وہ عمامہ نہیں باندھتے''۔

اس حدیث کو بیہقی نے ''خالد بن معدان'' سے مرسلاً روایت کیا۔

(شعب الایمان، باب: فی الملابس والاوفی، فصل فی العمائم ج ۵ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۶۲۶۲، دارالکتب العلیمہ بیروت)

(۳) اور انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

اعتموا تزدادوا حلما، والعمائم تیجان العرب

''عمامہ باندھو! تمہاری بردباری بڑھے گی اور عمامے عرب کے تاج ہیں''۔

اس کو ابن عدی اور بیہقی نے ''اسامہ بن عمیر'' سے روایت کیا۔

(بیہقی: شعب الایمان، باب فی الملابس والاوانی، فصل فی العائم، ج ۵ ص ۱۷۶ رقم الحدیث ۶۲۶۱، دارالکتب العلیمہ بیروت، کنز العمال، کتاب المعیشۃ والطوات، قسم الاقوال، ج ۱۵ ص ۱۳۳ رقم الحدیث ۴۱۱۲۸)

(۴) اور انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

ان اللہ اکرم هذه الامۃ بالعمائم والالویہ

''یقیناً اللہ پاک نے اس امت کو عماموں اور جھنڈوں سے مکرم فرمایا''۔

اس کو ابن وضاح نے ''خالد بن معدان'' سے مرسلاً روایت کیا۔

(سنن سعید بن منصور، ج ۲ ص ۲۰۷، رقم الحدیث ۲۵۲۸، کنز

العمال، کتاب المعیشة والعادات، قسم الاقوال ج ۱۵ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۴۱۱۳۷)

(۵) انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

لاتزال امتی علی الفطرہ ما لبسوا العمائم علی القلنسوہ .

''میری امت جب تک ٹوپیوں پر عمامے باندھتی رہے گی فطرت پر رہے گی''۔

اس کو دیلمی نے ''حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ'' سے روایت کیا۔

(مسند الفردوس، ج ۵ ص ۹۳ رقم الحدیث ۷۵۶۹)

(۶) انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس .

''ٹوپیوں پر عمامے ہمارے اور مشرکین کے درمیان خط امتیاز ہیں''۔

اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے ''حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ'' سے روایت کیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب: فی العمائم، ج ۴ ص ۷۳، رقم الحدیث ۴۰۷۸، دار المعرفة بیروت، جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب: العمائم علی القلانس، ص ۴۴۵، رقم الحدیث ۱۷۸۴، دار الکتب العلمیة بیروت، مسند ابی یعلی، مسند رکانه، ص ۳۱۰، رقم الحدیث ۱۴۱۳، دار المعرفة بیروت، المعجم الکبیر، جز ۵ ج ۳ ص ۵۸، رقم الحدیث ۴۶۱۴، دار احیاء التراث العربی بیروت، مستدرك علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابه، ذکر مناقب رکانه بن عبدالعزیز، ج ۳ ص ۵۱۱، رقم الحدیث ۵۹۰۲، دار الکتب العلمیة بیروت، شعب الایمان، باب فی الملابس والاوانی، فصل فی العمائم، ج ۵ ص ۱۷۵ رقم الحدیث ۶۲۸۵، دار الکتب العلمیة)

(۷) انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

العمامة علی القلنسوة فصل ما بیننا و بین المشرکین یعطی

المومن یوم القیامة بکل کورة یدورها علی راسه نورًا

''ٹوپی پر عمامہ ہمارے اور مشرکین کے درمیان خط امتیاز ہے، اس کے ہر پیچ کے بدلے مسلمان کو قیامت کے دن ایک نور عطا کیا جائے گا۔

اس باوردی نے ''حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ'' سے روایت کیا۔

(کنز العمال، ج ۱۵ ص ۱۳۲ رقم الحدیث ۴۱۱۲۶، الجامع الصغیر، ص ۳۵۳، رقم الحدیث ۵۷۲۵)

(۸) نیز ایک اور روایت میں ہے کہ:

ومن اعتم فله بکل کوره حسنة، فاذا احط، فله بکل حطة حط خطیئةٍ

''جس شخص نے عمامہ باندھا اس کے لئے ہر پیچ پر ایک نیکی ہے اور جب پیچ کھولے گا تو اس کے لئے ہر پیچ کھولنے پر ایک گناہ زائل ہوگا''۔

اس حدیث کا ضعف شدید نہ ہوتا تو بڑے عمامے پہننے پر حجت ہوتی۔

(کنز العمال، ج ۱۵ ص ۱۱۳ رقم الحدیث ۴۱۱۳۷، دار الکتب العلیمة بیروت)

(۹) انہی میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:

رکعتان بعمامة خیر من سبعین رکعة بلا عمامه

''عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بغیر عمامہ کی ستر رکعات سے بہتر ہیں''۔

اس کو ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ'' سے دیلمی نے مسند الفردوس میں روایت کیا۔

(مسند الفردوس، ج ۲ ص ۲۶۵، رقم الحدیث ۳۲۳۳، الجامع الصغیر ص ۲۷۳ رقم الحدیث ۴۴۶۸)

(۱۰) انہی میں سے ایک یوں ہے کہ:

صلاة تطوع او فریضة بعمامة تعدل خمسا و عشرین صلاة

بلا عمامة و جمعة بعمامه تعدل سبعين جمعة بلا عمامةٍ

''ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ بغیر عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستر جمعہ بغیر عمامہ کے برابر ہے''۔

اس کو ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما'' سے ابن عساکر نے روایت کیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر، ج ۳۷ ص ۳۴۴، ۳۵۵)

(۱۱) اور ان ہی میں سے ایک یوں ہے کہ:

ان لله ملائكة تستغفر للابسي العمائم يوم الجمعة

''جمعہ کے دن عمامہ پہننے والوں کے لئے فرشتے اللہ کی بارگاہ میں مغفرت کی دعا کرتے ہیں''۔

اسی مضمون کو بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے روایت کیا۔

(تاریخ بغداد، ج ۱۶ ص ۳۰۱)

(۱۲) اور انہی میں سے ایک یوں بھی ہے کہ:

ان الله ملائكة يصلون على اصحاب العمائم يوم الجمعة

''بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے روز عمامہ باندھنے والوں پر درود بھیجتے ہیں''۔

اسی مضمون کو بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان نے روایت کیا۔

(مسند الشامیین، مکحول عن ابی الدرداء، ج ۴ ص ۳۳۶، رقم الحدیث ۳۴۸۷)

(۱۳) انہی میں سے ایک یوں ہے کہ:

العمائم وقار للمومن و عِز للعرب فاذا وضعت العرب عمائمها وضعت عزها .

''عمامے مومن کا وقار اور اہل عرب کی عزت ہیں چنانچہ جب اہل عرب

نے عمامے اتار ڈالے تو اپنی عزت اتار ڈالی''۔

اس کو دیلمی نے ''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ'' سے روایت کیا۔

(مسند الفردوس، ج ۳ ص ۸۸، رقم الحدیث ۴۲۴۷، دار الکتب العلیمه)

(۱۴) انہی میں سے ایک یوں بھی ہے کہ:

العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزهم

''عمامے عرب کا تاج ہیں تو جب انہوں نے اسے اتار ڈالا تو گویا اپنی عزت اتار ڈالی''۔

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما'' سے مسند الفردوس میں دیلمی نے روایت کیا۔

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۱۳۸، رقم ۴۱۱۵، مسند الفردوس، ج ۳ ص ۸۸، رقم الحدیث ۴۲۴۷)

(۱۵) اور انہی میں سے ایک یوں بھی ہے کہ:

العمائم تیجان العرب والاحتباء حیطانها و جلوس المومن فی المسجد رباطه

''عمامے عرب کے تاج ہیں کپڑے میں لپٹے رہنا ان کی دیوار ہے اور ان کا مسجد میں بیٹھنا قلعہ میں رہنا ہے''۔

قضاعی اور دیلمی نے ''حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ'' سے ایک کو روایت کیا۔

(مسند الشهاب، ص ۱۰۴، رقم الحدیث ۶۸، مطبوعه لاهور، فیصل آباد، مسند الفردوس، ج ۳ ص ۸۷، رقم الحدیث ۴۲۴۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۱۶) اور انہی میں سے ایک یوں بھی ہے کہ:

العمائم تیجان المسلمین ۔

''عمامے مسلمانوں کے تاج ہیں''۔

ابن عدی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کو روایت کیا۔

(کامل ابن عدی، ج ۸ ص ۱۶۴)

(۱۷) اور انہی میں سے ایک یوں بھی ہے کہ:

انه صلی الله علیه وسلم کان یلبس القلانس تحت العمائم وبغیر العمائم و یلبس العمائم بغیر قلانس و کان یلبس القلانس الیمانیة وهن البیض المضربه، ویلبس ذوات الاذان فی الحرب، و کان ربما نزع قلسونه فجعلها ستره بین یدیه''

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمامے کے نیچے ٹوپی پہنتے، بلکہ کبھی بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی اور کبھی کبھار بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ پہنا کرتے، نیز یمنی سفید سلی ہوئی ٹوپیاں پہنتے اور جنگ میں کانوں والی ٹوپی ہی پہنا کرتے، نیز کبھی اپنی ٹوپی کو ہی نماز میں سترہ بنالیا کرتے''۔

(مختصر تاریخ دمشق، ج ۲ ص ۳۶۴، الحاوی للفتاوی ج ۱ ص ۷۲، دار الکتب العلمیة)

(۱۸) اور رہی یہ حدیث کہ:

''یہود کی مخالفت کرو، پس شملہ نہ لٹکاؤ کیوں کہ عمامہ کا شملہ اہل کتاب کی علامت ہے''۔

اور ایک حدیث یوں ہے کہ:

''میں شملہ والے عمامہ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں''۔

چنانچہ ان دونوں حدیثوں کے بارے میں حافظ سیوطی نے کہا کہ: ''ان دونوں حدیثوں کی کوئی اصل نہیں'' کلام مکمل ہوا۔

عمامہ کی لمبائی اور چوڑائی

حفاظ کی ایک جماعت نے کہا کہ: ''عمامہ کی لمبائی چوڑائی کے سلسلے میں کچھ بھی متحقق نہیں ہے''، یہی وجہ ہے کہ جب حافظ عبدالغنی سے سوال کیا گیا تو (فرمایا) کہ: ''اس بارے میں کچھ بھی ثابت نہیں'' نیز فرمایا کہ: ''متاخرین حفاظ میں سے کسی نے یوں فرمایا کہ: ''میں نے اس شخص کو دیکھا جس نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف اس بات کو منسوب کیا کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں سفید عمامہ پہنتے تھے اور حضر میں اونی کالا عمامہ پہنتے تھے نیز وہ عمامہ سات ذراع لمبا اور ایک ذراع چوڑا تھا اور سفر میں عمامہ کا شملہ اس کے علاوہ ہوتا تھا اور حضر میں اسی کا ہوتا تھا'' اور اس بارے میں ہمیں کچھ بھی معلوم نہیں'' کلام مکمل ہوا۔

چنانچہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس منقول تفصیل کی کوئی اصل نہیں ہے، اگرچہ صاحب مدخل نے اسی کی تقلید کی ہے (اور کہا ہے کہ) سفر میں سفید اور حضر میں کالا عمامہ ہوتا تھا حالانکہ یہ بات موضوع سے الگ، لکھی ہوئی کے برعکس اور مشہور شرعی کے خلاف ہے، کیونکہ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں فتح کے سال داخل ہوئے تو کالا عمامہ پہنے ہوئے تھے''۔ بعض نے کہا کہ ''عمامہ کالا ہی تھا''۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: جواز دخول مكة بغير احرام، ص ۶۱۵ رقم الحديث ۳۲۹۶، دار المعرفة بيروت، سنن ابی داؤد، كتاب اللباس، باب: في العمائم، ج ۴ ص ۷۳، رقم الحديث ۴۰۷۶، دار المعرفة بيروت، جامع ترمذی، كتاب اللباس، باب: ماجاء فی العمامة السوداء ص ۴۳۶ رقم الحديث ۱۷۳۵، دار الكتب العلمية،

سنن ابن ماجه، ابواب الجهاد، باب لبس العمائم فی الحرب، ج ۲ ص ۵۱۲ رقم الحديث ۲۸۲۲، مكتبه اسلاميه، لاهور، السنن الكبرى، كتاب المواقهت، باب دخول مكة بغير احرام، ج ۴ ص ۹۸، رقم الحديث ۳۸۴۸)

نیز بعض نے یوں کہا کہ اس سے مراد ''مغفر'' کا کالا ہونا ہے کیونکہ عمامہ اس کے اوپر ہوتا ہے ایک روایت کے مطابق جبکہ دوسری روایت کے مطابق گرد وغبار سے کالا ہو گیا تھا یا پھر بالوں پر تیل اور چکنائی کی وجہ سے عمامہ کالا ہو گیا تھا۔

اور ہمارے علماء میں سے زیلعی کی شرح کنز میں ہے کہ: ''کالا پہننا سنت ہے''۔ کیونکہ اس بارے میں حدیث وارد ہے۔

(شرح كنز الدقائق ج ۶ ص ۲۲۸)

اور ان کے علاوہ دیگر علماء نے اس حدیث سے کالا کپڑا پہننے کے جواز پر استدلال کیا ہے، اگرچہ سفید لباس ہی افضل ہے، کیونکہ یہ حدیث صحیح (تمہارے کپڑوں میں سفید بہتر ہے'' (سنن ابوداؤد، کتاب الطب ج ۴ ص ۱۰ رقم الحدیث ۳۸۷۸) سے ثابت ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کالا عمامہ بیان جواز کے لئے پہنا تھا'' جیسا کہ نووی نے ''شرح مسلم'' میں ذکر کیا (شرح مسلم ج ۹ ص ۱۳۳) بلکہ ''روضہ'' میں تو یہ مذکور ہے کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کالا عمامہ فتح مکہ کے دن کے سوا کبھی نہیں پہنا''۔

اور رہی عمامہ کی لمبائی اور چوڑائی تو اس کا پتہ احادیث وسیر میں کہیں نہیں، اس کی صراحت محدث سیّد جمال الدین نے اپنی کتاب ''روضۃ الاحباب'' میں کی ہے۔ (رسالت مآب ترجمہ روضۃ الاحباب، حصہ ۲ ص ۲۵۳، مکتبۃ العلم اردو بازار لاہور)

البتہ بعض علماء احناف نے ذکر کیا ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو عمامہ ہمیشہ

پہنا کرتے تھے اس کی لمبائی سات (۷) ذراع اور جو جمعہ اور عید میں پہنتے تھے اس کی لمبائی بارہ (۱۲) ذراع تھی، اس کی تائید اس تصریح سے بھی ہوتی ہے جو جزری نے ''تصحیح المصابیح'' میں ذکر کی ہے۔

میں نے کتابوں میں تلاش کیا، سیر و تواریخ میں ڈھونڈا تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کی مقدار پر واقف ہو جاؤں مگر میں کامیاب نہ ہو سکا یہاں تک کہ مجھے میرے ایک معتمد علیہ نے خبر دی کہ: وہ شیخ محی الدین نووی کے کسی ایسے کلام پر واقف ہوا ہے جس میں انہوں نے یہ فرمایا کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمامہ چھوٹا تھا اور ایک بڑا، چھوٹا سات (۷) ذراع اور بڑا بارہ (۱۲) ذراع کا تھا، اور اللہ خوب جانتا ہے''۔ کلام مکمل ہوا۔

اس سے پتہ چلا کہ عمامہ کی لمبائی اور چوڑائی کے سلسلے میں ایسا کچھ بھی وارد نہیں ہوا جس پر اعتماد کیا جا سکے، لہٰذا انسان کو اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے عمامے کی لمبائی اپنے علاقے کے رہنے والوں کی عادت کے مطابق ہی رکھے اور اجمالی طور پر یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ اس قدر بڑا نہیں ہوتا تھا جس کا اٹھانا تکلیف، بوجھ بڑھنے اور آفتوں کا سبب بنے، جیسا کہ ہمارے اصحاب کی حالت کا مشاہدہ ہے اور نہ ہی اس قدر چھوٹا ہوتا کہ گرمی اور سردی سے سر کی حفاظت میں ہی کم پڑ جائے بلکہ ان دونوں سے درمیانی مقدار میں ہوتا تھا۔

پھر عمامہ پہننے کے جو فضائل وارد ہوئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ماخوذ ہیں کہ:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف: ۳۱)

''اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ''۔ (کنز الایمان)

(۱۹) اور وہ جو وارد ہوا ہے کہ:

انہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یکتفی بالقلنسوۃ

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار محض ٹوپی پر ہی اکتفاء فرمایا کرتے تھے''۔ (اخلاق النبی وآدابہ ص ۱۱۷ رقم الحدیث ۳۱۸)

مناسب ہے کہ اسے یا تو گرمی وغیرہ کی ضرورت پر محمول کیا جائے یا پھر اپنے گھر میں آرام کے وقت پر، یا اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما ہونے پر، یا پھر حکم جواز کے بیان پر، یا حالت نماز کے علاوہ پر، یا پھر نفل نماز میں پہننے پر ہی محمول کیا جائے اور یہ اعتبار امام غزالی کے اس کلام سے بھی اخذ شدہ ہے کہ:

''گرمی کے سبب نماز سے قبل عمامہ اتار دینے میں کوئی حرج نہیں''۔

(احیاء العلوم، ج ۱ ص ۱۸۱)

اور رہا وہ عمل جو ہمارے زمانہ کے فقہاء نے اختیار کر رکھا ہے کہ وہ لوگ مسجد میں بڑے عمامے کے ساتھ آتے ہیں پھر اسے اتار کر چھوٹا سا کپڑا لپیٹ لیتے ہیں اور عمامہ کے بغیر ہی نماز ادا کرتے ہیں، تو یہ انتہائی مکروہ ہے۔ اور کاش کہ وہ لوگ اپنے شانوں پر پڑے رومالوں کو ہی بطور عمامہ باندھ لیتے۔ کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اس سے لغوی تقاضے اور ظاہر شریعت کے مطابق اصل عمامہ پوشی کا ثواب حاصل ہو جائے گا اگرچہ اس کا عرف عام میں وہ اعتبار نہیں۔

بعد ازاں میں نے ''شرح شرعۃ الاسلام'' میں نماز جمعہ کے باب میں ''امام زادہ'' کا کلام دیکھا کہ ''جمعہ کے دن عمامہ مستحب ہے''۔

(۲۰) حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر درود بھیجتے ہیں''۔ (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۸۱)

(۲۱) نیز ایک حدیث میں یوں ہے کہ:

''عمامہ کے ساتھ جمعہ بغیر عمامہ ستر نمازوں سے بہتر ہے''۔ (اس کی تخریج گزر چکی ہے)

البتہ اگر اسے گرمی ستائے تو نماز سے قبل اور نماز کے بعد عمامہ اتارنے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن گھر سے جمعہ کے لئے نکلتے وقت نہ اتارے اور نہ ہی نماز کے وقت اور نہ ہی امام کے منبر پر چڑھتے وقت اور نہ ہی خطبہ کی حالت میں۔

(احیاء العلوم ج۱ص۱۸۱)

(۲۲) اور ترمذی نے حضرت ابو کبشہ انماری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ:

کانت کمام اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بَطحا

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی ٹوپیاں پورے سر کو ڈھکنے والی اور چپکی ہوئی ہوتی تھیں''۔

(جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب: کیف کان کمام الصحابہ، ص ۴۴۴، رقم الحدیث ۱۷۸۲، دار الکتب العلمیة، بیروت)

اور ایک روایت میں لفظ ''اکمة'' آیا ہے اور یہ دونوں (یعنی ''کمام'' اور ''اکمة'') کی جمع کثرت اور جمع قلت ہیں اور ''کمة'' سے مراد سر سے چپکی ہوئی ٹوپی ہے نہ کہ کھڑی۔

(النہایة فی غریب الحدیث ج ۴ ص ۲۰۰، مواهب اللدنیه ج ۲ ص ۱۵۵)

(۲۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کمة بیضاء

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفید چپکی ہوئی ٹوپی تھی''۔

اس کو دار قطنی نے روایت کیا۔

(المعجم الاوسط، ج ۵ ص ۵۰۹، رقم الحدیث ۶۱۸۳، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۴ ص ۱۹۳، مواھب اللدنیہ ج ۲ ص ۱۵۵)

اور بعض لوگوں نے وہم کیا کہ "کمام"، "کم بالضم" کی جمع ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے اور وہ جو بعض مشائخ "یمن" نے لمبی ٹوپی کو پسند کیا ہے اور اسی پر اکثر اکتفا کرتے ہیں تو ان کا یہ عمل سنت دائمہ اور طریقہ مستمرہ کے خلاف ہے اور ان میں سے بعض کا کعبہ کے کپڑے کا عمامہ بنانا زیادہ قبیح ہے، کیونکہ اس کی ملکیت کی صحت میں اختلاف ہے، علاوہ ازیں وہ ریشم کا ہوتا ہے اسی وجہ سے بحکم اجماع اس کا استعمال حرام ہے۔

"وہ روایات جو شکل وصورت کے اچھا رکھنے نیز بدن اور لباس کو آراستہ کرنے کے سلسلے میں وارد ہوئیں!"

(۲۴) مروی ہے کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب کے پاس جانے کا ارادہ فرمایا تو پانی میں دیکھ کر اپنا عمامہ اور بال درست فرمائے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بھی یہ کر رہے ہیں؟ فرمایا: ہاں! بے شک اللہ اس بندے کو پسند فرماتا ہے جو اپنے بھائیوں کے پاس آراستہ ہو کر جائے"۔

(احیاء العلوم، ج ۳ ص ۳۰۰، کامل ابن عدی، ج ۲ ص ۶)

(۲۵) اور حدیث صحیح میں وارد ہوا کہ:

ان اللہ جمیل یحب الجمال

"اللہ تعالیٰ باجمال ہے جمال کو پسند فرماتا ہے"۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، ص ۹۵ رقم الحدیث ۲۶۱، مسند احمد، ج ۳ ص ۲۶۰، رقم الحدیث ۳۷۸۹)

(۲۶) ایک اور حدیث میں ہے کہ:

ان اللّٰہ نظیف یحب النظافة

''اللہ پاک ہے، پاکیزگی کو پسند فرماتا ہے''۔

(جامع ترمذی، کتاب الادب، باب : ماجاء فی النظافة، ص ۶۵۴، رقم الحدیث ۲۷۹۹، مسند ابو یعلی ص ۱۸۴، رقم ۷۹۱)

(۲۷) اور حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پراگندہ حال آدمی کو دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، فرمایا: کیا اسے سر سنوارنے کے لئے کوئی چیز نہیں ملتی؟ نیز میلے کپڑے پہنے ایک شخص کو دیکھا تو فرمایا: کیا اسے کپڑے دھونے کے لئے کچھ نہیں ملتا؟''۔

اس حدیث کو احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، ج ۹ ص ۱۸۰ رقم الحدیث ۱۴۸۶۱ء سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، ج ۴ ص ۶۹، رقم الحدیث ۴۰۶۲)

(۲۸) اور سنن میں ہے کہ:

ان اللّٰہ یحب ان یری اثر نعمة علی عبدہ

''اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنے بندہ پر اپنی نعمت کا اثر دیکھے''۔

(سنن ترمذی، کتاب الادب ص ۶۵۸، رقم الحدیث ۲۸۱۹)

اور بہت سے لوگ آراستگی اور بدحالی میں کمی، زیادتی کے شکار ہیں حالانکہ اس میں اعتدال بہتر ہے، جیسا کہ عقائد، اخلاق اور اعمال کی تمام حالتوں میں یہی معتبر ہے اور ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے مطابق ہے۔

(۲۹) ترمذی اور حاکم نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا کہ:

جس شخص نے اللہ کے لئے تواضعاً (اعلیٰ) لباس چھوڑا حالانکہ وہ اس پر قدرت رکھتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے مخلوق کے سامنے بلا کر اختیار دے گا کہ ایمان کا جو لباس چاہے پہن لے۔

(جامع ترمذی، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع، ص ۵۸۸، رقم الحديث: ۲۴۸۱، مسند ابو يعلى، ص ۳۲۸، رقم الحديث ۱۴۸۵، مستدرك حاكم، جلد ۱، صفحه ۱۳۰، رقم الحديث ۲۰۶)

(۳۰) اور وارد ہوا کہ:

احذروا الشهرتين الصوف والخز

''شہرت والی دو چیزیوں سے بچو! اون اور ریشم سے''۔

اس کو ابوعبدالرحمٰن سلمی نے ''سنن صوفیہ'' میں اور دیلمی نے ''مسند الفردوس'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کیا۔ (مسند الفردوس ج ۱ ص ص ۸۳، رقم ۲۵۸)

امام اعظم کا لباس

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے چار سو دینار کی چادر زیب تن فرمائی اور اپنے ساتھیوں سے فرمایا کرتے کہ:

''خود کو آراستہ رکھا کرو تاکہ تمہیں کوئی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے''۔

البتہ یہ عمل آراستگی کے ارادے پر، لوگوں سے بے نیازی پر، علم کی تعظیم پر، دنیا کے متکبرین کے خلاف، دنیا داروں کے سامنے ذلت و رسوائی سے بچنے پر ہی محمول ہے، نہ کہ لوگوں بالخصوص فقراء اور صالحین کے سامنے فخر کرنے اور بڑائی مارنے کے لئے ہے، لہٰذا اعمال کا مدار حسن نیت اور سلیم طبیعت پر ہے۔

اور حدیث میں یوں بھی وارد ہوا ہے کہ:

ان اللّٰہ لا ینظر الی صورکم و اعمالکم ولکن ینظر الی
قلوبکم ونیاتکم"

(۳۱) "یقیناً اللہ پاک تمہاری صورتوں اور تمہارے اعمال کو نہیں بلکہ
تمہارے دلوں اور تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہے"۔ (صحیح مسلم ۶۴۸۸)

(۳۲) انما الاعمال بالنیات

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے"۔ (صحیح بخاری، رقم ا، صحیح مسلم، رقم ۱۹۰۷)

(۳۳) نیۃ المومن خیر من عملہ

"مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے"۔ (المعجم الکبیر ج ۶ ص ۱۵۹، رقم
۵۹۴۲)

اور "شرعۃ الاسلام" میں ہمارے بعض جید علماء سے منقول ہے کہ: "پیوند والے
اور کھردرے کپڑے پہننا اسلامی طریقہ ہے"۔ (شرح شرعۃ الاسلام ص ۲۸۴)

(۳۴) اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ:

من رق ثوبہ، رق دینہ"

"جس کے کپڑے باریک ہوں اس کا دین کمزور ہے"۔
(احیاء العلوم ج ۲ ص ۹۷)

(۳۵) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ:

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ایک شخص کو دو باریک کپڑے پہنے
دیکھا تو اس پر درہ اٹھایا اور فرمایا: یہ عورتوں کے لئے چھوڑ دو"۔
(عوارف المعارف ص ۱۶۴)

ہاں! اس سلسلے میں رخصت ان کے لئے دی گئی ہے جو (اعلیٰ درجے کے) زہد

سے وابستہ نہیں ہیں اور شریعت کی دی ہوئی رخصت پر کاربند رہتے ہیں، جیسا کہ: ''عوارف'' میں ہے۔ (عوارف المعارف ص ۱۶۵)

(۳۶) یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ

''حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عمدہ لباس زیب تن کئے ہوئے حاضر ہوئے اور ان سے زہد سے متعلق دریافت کیا تو حضورت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی ہتھیلی منہ پر رکھ کر ٹھٹھہ مارا پھر ان سے منہ پھیر لیا اور کوئی بات نہیں کی، حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے شکایت کی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ ابوذر کے پاس ان کپڑوں میں حاضر ہو کر ان سے زہد کے بارے میں پوچھتے ہو؟ (یعنی اس طرح کے کپڑے پہن کر زہد کے بارے میں پوچھنے کے سبب ایسا ہوا) (قوت القلوب ج۱ ص ۲۸۹)

اور وہ فرماتے ہیں کہ ''باریک کپڑے فساق کے کپڑے ہیں''۔ ایسا ہی شرح خطب میں ہے۔ (روضۃ الطالبین فی شرح الخطب الاربعینۃ)

اور ملائم کپڑا پہننا تو وہ درست نہیں البتہ جو اپنے حال سے واقف، اپنے نفس کی صفات سے آشنا، نفس کی چھپی ہوئی شہوتوں سے چھٹکارا پانے والا ہو اس کے لئے جائز ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس سلسلے میں اپنی حسن نیت کی وجہ سے ملاقات کرے گا اور اس سلسلے میں حسن نیت کی متعدد صورتیں ہیں جن کا ذکر باعث تطویل ہے۔ نیز شیخ ابو نجیب سہروردی کسی خاص لباس کے پابند نہیں تھے بلکہ جو بغیر تکلف مل جاتا وہ پہن لیا کرتے تھے اور عمامہ دس دینار کا بھی پہنتے تھے اور ایک دانق کا بھی۔

اور میں نے بعض مشائخ سے سنا کہ (حضرت) جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے

بعض ایام میں ہرے رنگ کی قیمتی، نہایت ہی باریک اور ملائم اون پہنی جب ان سے اس معاملہ میں عرض کیا گیا تو فرمایا کہ: اے بندۂ خدا! رک جا تقویٰ حرارت (ایمانی) میں ہے نہ کہ کپڑے میں۔ (شرح شرعۃ الاسلام، ص ۲۸۴، ۲۸۵)

حاصل یہ کہ زہد کا آغاز کرنے والوں کے لئے زیادہ مناسب ہے کہ وہ دنیاوی معاملات میں کھانے، پینے، پہننے، رہنے اور اسی طرح کے ہر معاملہ میں سادگی کو ہی اختیار کریں اور درجہ زہد تک پہنچ جانے والوں کے لئے یوں ہی اس سے بھی افضل حالت کو اختیار کرنا (زیادہ مناسب ہے) بشرطیکہ حسن نیت شامل ہو، ان کا ایسا کرنا اقتدا کی وجہ سے ہے (کیونکہ لوگ ان کی اقتداء کریں گے) واللہ اعلم۔

اور ''شال'' بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمائی ہے جیسا کہ (امام) سیوطی نے اپنے رسالہ بنام ''طی اللسان عن ذم الطیلسان'' میں اس کو بیان کیا ہے البتہ بعض علماء نے اس کو ضروری اوقات میں استعمال کرنے پر محمول کیا ہے جیسا کہ صاحب ''قاموس'' نے ''صراط مستقیم'' میں اس کو ذکر کیا۔

اور ابن قیم نے کہا کہ یہ گریبان کی طرح لمبی چوڑی آستینیں اور میناروں کی طرح عمامے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور کسی صحابی نے نہیں پہنے لہٰذا یہ سنت کے خلاف ہے اور اس کا جواز محل نظر ہے کیونکہ یہ تکبر کی جنس سے ہے۔ (زاد المعاد، ج ۱ ص ۱۳۵)

اور صاحب ''مدخل'' نے کہا کہ صاحب بصیرت پر پوشیدہ نہیں کہ اس وقت بعض اہل علم کی آستینیں (ایسی ہیں) کہ اس میں اضاعت مال ہے جو ممنوع ہے، کیونکہ کبھی کبھار ایسی آستین سے کسی اور کے لئے کپڑا بچ جاتا ہے۔ (ابن الحاج، المدخل ص ۱۳۰)

قسطلانی نے کہا: کہ لوگوں میں لمبی آستینوں کا رواج ہر طرح کے لوگوں کا شعار اور پہچان بن چکا ہے تو اگر یہ طریقہ تکبر کے طور پر ہے تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شک نہیں اور اگر عادت و رواج کے طور پر ہے تو جب تک لٹانے کی حد ممنوع تک نہ

پہنچے، جائز ہے۔ (مواہب للدنیہ ج۲ ص۱۵۱)

حاصل کلام یہ ہے کہ مقدار سنت سے زیادہ کرنا یا تو مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی، لہٰذا نفس کی پیروی اور اتباع شریعت کے ترک سے کلی طور پر بچنا چاہئے۔

اور ابن حجر نے اس مقام پر ''شرح اربعین'' میں ایک عجیب بات کہی کہ: آستینیں لمبی رکھنے کے سلسلے میں علماء نے اختلاف کیا ہے بعض نے مکروہ قرار دیا ہے اور بعض نے سنت۔ کلام مکمل ہوا۔ نیز آستین کی لمبائی کے سلسلے میں جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے جو کچھ ثابت ہے وہ آپ جان چکے ہو، لہٰذا یہ کہنا زیادہ بہتر ہے کہ: ''اس کو بعض علماء نے جائز قرار دیا ہے''۔ واللہ اعلم۔

''شملہ سے متعلق احادیث''

(۳۷) انہی میں سے ایک وہ روایت ہے جسے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، فرماتے ہیں کہ:

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر کالا عمامہ باندھے ہوئے دیکھا جس کا کنارہ دونوں شانوں کے بیچ لٹکا تھا''۔

اس کو مسلم اور ابوداؤد نے روایت کیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج، باب: جواز دخول مکہ بغیر احرام، ص ۶۱۵، رقم الحدیث ۳۲۹۹، سنن ابوداؤد، کتاب الباس، باب فی العمائم، ج ۴ ص ۷۳، رقم ۴۰۷۷)

اور ان کا قول ''طرفھا'' مسلم کے اکثر نسخوں میں تثنیہ ''طرفیھا'' کے ساتھ ہے اور بعض نسخوں میں منفرد ''طـــرفھـــا'' ہے، قاضی عیاض نے فرمایا کہ: مفرد ہی ٹھیک ہے۔ (اکمال المعلم بفوائد مسلم، ج۴ ص۴۷۸)

اور قسطلانی نے کہا کہ مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کالا عمامہ پہنے ہوئے داخل ہوئے''۔

اس میں شملہ کا ذکر نہیں ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ شملہ نہیں لٹکاتے تھے۔ (المواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۱۵۴)

(۳۸) انہی میں سے ایک وہ بھی ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا اور فرمایا کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اپنے دونوں شانوں کے درمیان شملہ لٹکاتے'' نافع کہتے ہیں کہ ''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی ایسا ہی کرتے تھے''۔

(جامع ترمذی، کتاب اللباس، باب: فی سدل العمامۃ بین الکتفین ص ۴۳۴، رقم ۱۷۳۶)

اس کو شمائل میں ترمذی نے روایت کیا۔

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی صفۃ عمامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۲۲۴، ۲۲۵، رقم ۱۱۷)

(۳۹) نیز انہی میں سے ایک یہ بھی ہے جسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روایت کیا اور فرمایا کہ:

عممنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسدلها بین یدی ومن خلفی

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے عمامہ باندھا تو میرے آگے اور پیچھے شملہ لٹکایا''۔

اس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی العمائم، ج ۴ ص ۴۳ رقم الحدیث ۴۰۷۹، دار المعرفۃ بیروت)

(۴۰) انہی میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے روایت کیا، وہ فرماتی ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو عمامہ باندھا اور چار انگل شملہ لٹکایا''۔

اس کو طبرانی نے اوسط میں اپنے شیخ ''مقدام بن داؤد'' سے روایت کیا جو ضعیف ہے۔ (المعجم الاوسط، ج ۷ ص ۵۲۴، رقم الحدیث ۸۹۰۱)

(۴۱) پھر انہی میں سے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بھی ایک حدیث مروی ہے کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ اپنے آگے اور پیچھے لٹکاتے''۔

اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا اور اس روایت میں ''حجاج بن رشدین'' ہے جسے ضعیف کہا گیا ہے۔

(المعجم الاوسط، ج ۱ ص ۲۹۵، رقم ۳۴۲)

(۴۲) انہی میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمٰن بن عوف کو عمامہ باندھا تو چار انگل شملہ پیچھے لٹکایا پھر فرمایا اس طرح عمامہ باندھا کرو کیونکہ یہ عربی طریقہ ہے اور بہت اچھا ہے''۔

(مسند الشامیین، ج ۲ ص ۳۹۰، ۳۹۱، رقم الحدیث ۱۵۵۸)

اس روایت کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا نیز اس کی سند حسن ہے۔

(المعجم الاوسط، ج ۴ ص ۴۳۷، رقم الحدیث ۴۶۷۱، مطبوعہ لاہور)

اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ عمامہ شملہ کے ساتھ زیادہ اچھا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ بغیر شملہ کے عمامہ بھی درست ہے بلکہ اس میں تو شملہ کو مکروہ کہنے والے شخص کا رد بھی ہے۔

(۴۳) انہی میں سے ایک وہ روایت بھی ہے جسے حضرت ابوعبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا، فرمایا کہ:

''میں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے عمامہ باندھتے تھے؟ فرمایا: عمامہ کے کنارے کے پیچ کو اپنے سر پر گھماتے تھے اور اسے پیچھے گھڑس لیتے تھے اور اس کا شملہ اپنے دونوں شانوں کے درمیان لٹکا لیتے تھے''۔

اس کو طبرانی نے ''کبیر'' میں روایت کیا نیز اس کی سند صحیح کی شرط کے مطابق ہے سوائے ''ابوعبدالسلام'' کے۔ البتہ (صحیح یہی ہے کہ) وہ ثقہ ہیں۔

(اخلاق النبی و آدابہ، ص ۱۱۶، رقم الحدیث ۳۱۲، دار الحدیث قاھرہ، مصر۔

(۴۴) انہی میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ:

''جبرائیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس حالت میں حاضر ہوئے کہ ان پر کالا عمامہ تھا جس کے کنارے پیچھے لٹکے ہوئے تھے''۔

اس کو طبرانی نے ''کبیر'' میں روایت کیا اور اس میں ''عبداللہ بن عامر'' ہے جو کہ ضعیف ہے۔

(مسند رویانی، ص ۲۱۱، رقم الحدیث ۵۶۹، دار الکتب العلمیہ' بیروت)

(۴۵) اورانہی میں سے ایک وہ حدیث ہے جو حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرمایا کہ:

رأیت عمر بن الخطاب قد ارخی عمامۃ مِنْ خَلْفِہٖ

''میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنا شملہ پیچھے لٹکاتے''۔

اس روایت میں ان کی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۱۷۵، ۱۷۴، رقم الحدیث ۶۲۵۵)

(۴۶) انہی میں سے ایک وہ حدیث ہے جسے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو والی بنا کر بھیجتے تو اس کو عمامہ باندھتے اور سیدھی جانب کان کے قریب شملہ لٹکاتے''۔

اس کو طبرانی نے ''کبیر'' میں روایت کیا۔

(المعجم الکبیر، جز ۸ ج ۴ ص ۱۲۰، رقم الحدیث ۷۶۴۱، دار احیاء الراث العربی)

نیز اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس طرح عمامہ پوشی اس امت کے امراء کے ساتھ خاص ہے تاکہ وہ عام لوگوں سے ممتاز رہیں۔

(۴۷) اورانہی میں سے ایک وہ روایت ہے جسے حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا، فرمایا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر کی طرف بھیجا تو ان کو کالا عمامہ باندھا اور عمامہ کے پیچھے شملہ لٹکایا (راوی نے) کہا کہ: ان کے دونوں شانوں کے درمیان (لٹکایا)

اس روایت کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

(مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۶۷، مکتبہ القدسی، قاہرہ)

(۴۸) انہی میں سے ایک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرمایا کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اس گھر کے صحن میں عبدالرحمٰن بن عوف کو عمامہ باندھا اور ان کے عمامہ سے ''عشر'' (بوہڑ کی طرح بڑے پتوں اور گوند والے ایک بڑے درخت) کے پتے کے برابر چھوڑ دیا''۔

''عشر'' بروزن ''صرد'' بمعنی: پیڑ، ایسا ہی قاموس اور نہایہ میں ہے۔

پھر فرمایا:

رایت اکثر الملائکۃ معتمین۔

''میں نے اکثر فرشتوں کو عمامہ باندھے دیکھا ہے''۔

اس کی تخریج ابن عسا کرنے کی۔ (تاریخ دمشق الکبیر، ج ۲۲ ص ۸۱، دار الفکر بیروت)

(۴۹) انہی میں سے ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرمایا کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمامہ باندھتے تھے اور عمامہ کے پیچ اپنے سر پر گھماتے اور اسے پیچھے گھڑس لیتے اور اپنے دونوں شانوں کے درمیان شملہ لٹکاتے تھے''۔ (اس کی تخریج گزر چکی ہے)

(۵۰) اور حضرت واثلہ اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں آتا ہے کہ:

''وہ دونوں حضرات اپنے شملے ایک ذراع کے قریب اپنے پیچھے لٹکاتے

تھے"۔ (الحاوی للفتاوی، ج ا ص۸۹)

بعض حفاظ نے کہا کہ شملہ کی لمبائی میں کم سے کم جو وارد ہوا ہے، وہ چار انگل ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک ذراع اور ان دونوں کے مابین ایک بالشت۔

لیکن "عین العلم مختصر الاحیاء" میں ہے کہ شملہ دونوں شانوں کے درمیان ایک بالشت تک لٹکایا جائے یا بیٹھنے کی جگہ تک یا نصف پیٹھ تک اور یہ لٹکانے کی درمیانی حد ہے، البتہ تمام صورتیں مروی ہیں۔

(۵۱) اور انہی میں سے ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، فرمایا کہ:

"مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے دن عمامہ باندھا تو میرے پیچھے شملہ لٹکایا"۔

اور ایک روایت میں ان الفاظ سے ہے کہ: "کہ عمامہ کا کنارہ میرے کاندھے پر لٹکایا"۔

اور (حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی) فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے بدر وحنین کے دن اس عمامہ کی طرح عمامہ باندھے ہوئے فرشتوں کے ذریعہ میری مدد فرمائی"۔

بلکہ یوں بھی فرمایا کہ:

"عمامہ کفر اور ایمان کے درمیان فاصل ہے"۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: "مسلمان اور مشرکوں کے درمیان"۔

اس کو ابن ابی شیبہ، بیہقی اور طیالسی نے روایت کیا۔

(مسند ابو داؤد الطیالسی، ج ۱ ص ۱۱۵، رقم الحدیث ۱۴۹)

(۵۲) نیز انہی میں سے ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی

(مرفوعاً) مروی ہے کہ:

”عمامے اختیار کرو کیونکہ وہ فرشتوں کی پہچان ہیں اور عمامے کے شملے پیچھے لٹکاؤ“۔

اس کو طبرانی نے روایت کیا اور ایسے ہی ”حضرت عبادہ“ سے بیہقی نے روایت کیا۔

(المعجم الکبیر، جز ۱۲ ج ۶ ص ۲۵۶، رقم الحدیث ۱۳۴۱۸، شعب الایمان ج ۵ ص ۱۷۶، رقم الحدیث ۶۲۶۲

(۵۳) نیز انہی میں سے حضرت عبدالاعلیٰ بن عدی رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ:

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو عمامہ باندھا اور عمامہ کا شملہ ان کے پیچھے کی طرف لٹکایا“۔

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۴۸۳)

نیز فرمایا:

فان العمامة سيما الاسلام وهي حاجزة بين المسلمين والمشركين.

”عمامہ اسلام کی علامت اور مسلمانوں اور مشرکوں کے درمیان خط امتیاز ہے“۔

اس کو دیلمی نے روایت کیا ہے۔ (ایضاً)

(۵۴) اور انہی میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یوں بھی مروی ہے کہ:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ سے عمامہ باندھا تو عمامہ کا کنارہ ان کے پیچھے اور آگے لٹکایا پھر ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ پیچھے مڑو، تو وہ پیچھے مڑے، پھر فرمایا: آگے ہو جاؤ تو وہ آگے گئے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے فرمایا: فرشتوں کے تاج ایسے ہی ہوتے ہیں"۔

اس کو ابن شاذان نے اپنی "المشیخۃ (الصغریٰ)" میں روایت کیا۔

(کنز العمال، ج ۱۵ ص ۴۸۴، مشیخۃ الصغریٰ، رقم ۲۶)

(۵۵) اور ایک روایت میں ہے کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک "سحاب" نامی عمامہ تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو پہنایا اور اس کا شملہ لٹکایا"۔

(شرح اصول الاعتقاد، رقم ۲۸۲۲، العلل المتناهیة، ج ۱ ص ۲۱۹)

(۵۶) اور انہی میں سے ایک روایت حضرت ابن ابی رزین رحمۃ اللہ علیہ سے بھی مروی ہے، فرمایا کہ:

"میں عید کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ عمامہ باندھے ہوئے تھے اور ان کے عمامہ کا شملہ ان کے پیچھے لٹکا ہوا تھا"۔

(شعب الایمان ج ۵ ص ۱۷۴، رقم الحدیث ۶۲۵۵، السنن الکبریٰ، ج ۳ ص ۳۸۹)

اس میں اس امر کا شعور دلانا ہے کہ شملہ کا دونوں طرف لٹکانا حکومت اور جنگ کی حالت میں خاص ہے اور پیچھے لٹکانا عظیم محافل کے ساتھ خاص ہے یا پھر اکابر آئمہ اور لوگوں کے خطباء کے لئے خاص ہے، اور شملہ آگے کی طرف کرنا ملائکہ کے شعار کی خبر دینا ہے، جب وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے اترے جیسا کہ اللہ پاک نے اپنے اس قول کے ذریعہ خبر دی:

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ○

(پارہ ۴، آل عمران: ۱۲۵)

''تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا''۔(کنزالایمان)

واؤ مشدد کے کسرہ اور اس کے فتحہ کے ساتھ جو ''معلمین'' کے معنی میں ہے۔

(۵۷) حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''فرشتے چتکبرے گھوڑوں پر تھے ان پر پیلے عمامے تھے اور ان کے شملے ان کے شانوں پر تھے''۔

(تفسیر عبدالرزاق، ج ۱ ص ۴۱۱، تفسیر ثعلبی ج ۳ ص ۱۴۴، تفسیر بغوی، ج ۲ ص ۱۰۱)

(۵۸) اور ایک روایت میں آیا کہ:

عمائم سود

''ان کے عمامے کالے تھے''۔

اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا۔

(المعجم الکبیر، جز ۱۱، ج ۶ ص ۱۳۶، رقم الحدیث ۱۱۲۶۹)

(۵۹) دوسری روایت میں ہے کہ:

عمائم بیض

''ان کے عمامے سفید تھے''۔

اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(المعجم الکبیر، جز ۱۱، ج ۶ ص ۲۷۰، رقم الحدیث ۱۲۰۸۵)

اور سخاوی نے ''معجم الطبرانی الکبیر'' کے حوالے سے سند حسن کے ساتھ ذکر کیا کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر بھیجا تو انہیں

کالا عمامہ باندھا اور ان کے پیچھے شملہ لٹکایا"۔

یا یوں فرمایا کہ:

علی کشفه الایسر

"ان کے دائیں جانب شملہ لٹکایا"۔

اس میں (راوی کو) شک ہے اور کبھی دوسرے قول پر بھی یقین کیا گیا ہے۔

(الحاوی للفتاوی، ج ۱ ص ۳۵۹)

حافظ سیوطی نے بعض سابقہ احادیث کے ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ:

"شملہ سے متعلق احادیث سے اب مجھے جو کچھ حاصل ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ شیخ مجد الدین کا یہ قول کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شملہ تھا" یہ صحیح ہے البتہ ان کا قول "طویلة" (یعنی شملہ لمبا تھا) تو میں نے اسے کہیں نہیں دیکھا، لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ یہ مقدار شانوں کے درمیان شملہ لٹکانے والی احادیث سے اخذ کی گئی ہو اور ان کا قول "بین کتفیہ" صحیح ہے، جیسا کہ گزر چکا، البتہ ان کا قول "وتارة علی کتفه" (یعنی شملہ کبھی ان کے شانے پر ہوتا) تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح پہننے پر واقف نہیں ہوا، البتہ پہنانے کا بیان حضرت علی اور حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عمامہ پہنانے کے سلسلہ میں گزر چکا۔ (الحاوی للفتاوی، جلد ۱ صفحہ ۳۵۹، ۳۶۰)

نیز ان کا یہ قول کہ: "شملہ کبھی ترک نہیں فرمایا" تو اس سلسلے میں مجھے کوئی حدیث نہیں مل سکی بلکہ صاحب "زاد المعاد فی) الهدیٰ" نے ذکر کیا ہے کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شملہ کے ساتھ عمامہ پہنتے اور کبھی بغیر شملہ کے"۔ (امام سیوطی کا) کلام مکمل ہوا۔

اور ابن حجر نے بھی انہی (سیوطی) کی اتباع کی ہے، البتہ ان کی طرف نسبت نہیں کی بلکہ ان سے بھی زیادہ سختی کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"وھو مردود" (یعنی شیخ مجد الدین کا قول مردود ہے)

میں کہتا ہوں کہ: شیخ مجد الدین کی (طرف منسوب کردہ قول کی) یہ نقل بھی محل نظر ہے کیونکہ یہ نقل خود انہی کے اس بیان کے مخالف ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی عمامہ کا شملہ اپنے شانوں کے درمیان لٹکاتے اور کبھی عمامہ بغیر شملہ پہنتے تھے، بلکہ کبھی عمامہ تھوڑی کے نیچے سے پہنتے تھے نیز کبھی عمامہ بغیر ٹوپی کے پہنتے اور کبھی ٹوپی کے ساتھ، کبھی تو بغیر عمامہ کے محض ٹوپی ہی پہنتے البتہ اکثر حالتوں میں عمامہ کا شملہ اپنے شانوں کے درمیان ہی لٹکایا کرتے تھے"۔ کلام مکمل ہوا۔

لہٰذا ان کا یہ قول کہ "شملہ کبھی ترک نہیں فرمایا" ہمیشگی کے سلسلہ میں مبالغہ پر محمول ہے، یا پھر ان کی مراد "کل" کو "اکثر" کے حکم میں اتارنے کی ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے کہ:

كان يصوم شعبان كله

"یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پورے شعبان کے روزے رکھتے تھے"۔

(صحيح بخاری، رقم الحديث ۱۹۷۰)

اور نووی نے "شرح مہذب" میں کہا کہ: "عمامہ شملہ اور بغیر شملہ دونوں طرح پہننا جائز ہے اور دونوں صورتوں میں سے کسی میں بھی کوئی کراہت نہیں ہے البتہ شملہ کے ترک کے بارے میں جو نہی ہے وہ صحیح نہیں اور شملہ کا زیادہ لٹکانا ارسال ثوب (یعنی کپڑا لٹکانے) کی طرح ہے لہٰذا وہ اگر از راہ تکبر ہے تو حرام ہے اور اگر بلا تکبر ہے تو محض مکروہ ہے، جس کی دلیل حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے کہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لٹکانا ازار، قمیص اور عمامہ سب میں ہے، جس نے بھی ان میں سے کسی کو بطور تکبر گھسیٹا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا"۔

اس کو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند سے روایت کیا۔

(سنن ابوداؤد، رقم الحدیث ۴۰۹۴، ابن ماجه ۳۵۷۶)

چنانچہ جب کوئی شخص اس معاملہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور اس میں تکبر پائے تو اس کی دوا یہ ہے کہ اس سے اعراض کرے اور اپنے نفس کو اس کے ترک پر آمادہ کرے پھر اس پر شملہ کا ترک واجب نہیں ہے، ہاں! اگر بغیر ترک کے (وہ کیفیت) زائل نہ ہو تو کچھ مدت کے لئے چھوڑ دے تاکہ وہ کیفیت ختم ہو جائے کیونکہ شملہ کا ترک مکروہ نہیں لیکن تکبر کا ازالہ ضروری ہے"۔ کلام مکمل ہوا۔

(الحاوی للفتاویٰ، ج ۱ ص ۳۶۰)

ابن حجر نے فرمایا کہ: "فرض ہو یا نفل جس میں ریا کا خوف ہو تو خاص مدت تک اس کا ترکِ لازم ہے (یعنی جب تک یہ کیفیت رہے) اور اس پر نظر کا ہونا ظاہر ہے۔ کلام مکمل ہوا۔

(در الغمامة فی در الطیلسان والعزبة والعمامة، ورقه ۵)

اور تعجب اس بات میں ہے جو انہوں نے کہی کہ: "اس پر فرض کا ترک لازم ہے" حالانکہ اس میں اور سنت میں تو کوئی کلام ہی نہیں بلکہ کسی بھی عبادت میں نہیں، چنانچہ اس (شملہ) کا ترک مکروہ نہیں ہے۔

پھر ابن ابی شریف نووی نے ان کا اس سلسلہ میں تعقب کیا، جن کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ: "شملہ کا لٹکانا اور نہ لٹکانا دونوں طرح جائز ہے" فرمایا کہ: "ایسا نہیں ہے بلکہ شملہ کا لٹکانا مستحب ہے اور اس کا ترک کرنا خلاف اولیٰ ہے"۔ ایسا ہی حطاب

نے ذکر کیا۔ (مواہب الجلیل ج ۱ ص ۵۴۱)

لیکن اس قول میں ایک بحث ہے، چنانچہ ان کا یہ کہنا کہ: ''شملہ کے لٹکانے اور نہ لٹکانے میں کوئی کراہت نہیں ہے'' اس کا مدار اس بات پر ہے کہ: ترک شملہ کے سلسلے میں نہی صحیح نہیں ہے حالانکہ یہ شملہ کے مستحب ہونے کے منافی نہیں البتہ اس کا ترک خلاف اولیٰ ہے۔

ہمارے علمائے احناف نے شملہ کے مستحب ہونے کی صراحت فرمائی ہے اور مستحب کی یہ تعریف کی ہے کہ اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو اور کبھی چھوڑا ہو، بخلاف سنت کے کیونکہ سنت پر ہمیشگی فرمائی ہے اس کا ترک نادر الوقوع ہے اور پیچھے گزر چکا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی شملہ لٹکاتے اور کبھی نہیں۔

اور میرک شاہ کی ''شرح شمائل'' میں ہے کہ: ''کتب سیر میں روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اپنے شانوں کے درمیان شملہ لٹکاتے تھے اور کبھی عمامہ بغیر شملہ پہنا کرتے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ دونوں میں سے ہر ایک کا ادا کرنا سنت ہے''۔ کلام مکمل ہوا۔

اور رہا شملہ کے نہ لٹکانے کے سلسلے میں نہی کا معاملہ تو اس سلسلہ میں سنداً کچھ بھی وارد نہیں ہوا۔

اور حنابلہ میں سے حضور شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''غنیۃ'' میں شملہ کے مستحب ہونے اور ''اقتعاط'' یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے عمامہ نہ باندھنے کے مکروہ ہونے کی صراحت کی ہے۔ (غنیۃ الطالبین ص ۲۶،۲۵)

البتہ یہ حجت نہیں ہے۔ کیونکہ شملہ کی بعض احادیث سے ظاہر ہو چکا ہے کہ یہ طریقہ عوام سے تمیز کے لئے ''امراء'' وغیرہم کے ساتھ خاص ہے اور شاید یہی توجیہ زیادہ مناسب ہے کہ وہ ہدایت دینے والے مشائخ اور فائدہ بخشنے والے علماء کے ساتھ

خاص ہو۔

اور مالکیہ میں سے صاحب مدخل کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ: عمامہ بغیر شملہ باندھنا اور ٹھوڑی کے نیچے نہ باندھنا بھی بدعت مکروہہ ہے۔ تو اگر دونوں پر عمل کیا جائے تو زیادہ مناسب ہے اور اگر ان میں سے کسی ایک پر بھی عمل کرلیا تو مکروہ سے نکل کر سنت میں داخل ہو گیا۔ (المدخل لابن الحاج ج ص ۱۴۱)

اس لئے کہ کبھی شملہ کا نہ ہونا بھی ثابت ہے تو اس کو بدعت کیسے مان لیا جائے نیز شملہ کے ترک پر عدم نہی کے ہوتے ہوئے اسے مکروہ کیسے قرار دیا جائے؟ البتہ "تحنيك" (یعنی تھوڑی کے نیچے سے عمامہ باندھنا) احادیث میں تو مذکور نہیں مگر صاحب قاموس نے اسے ذکر کیا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا صدور ضرور ہے اگرچہ نادر الوقوع ہے۔

اور وہ جو صاحب "مواہب" نے مالکیہ میں سے عبدالحق اشبیلی سے نقل کیا ہے کہ: "عمامہ باندھنے کے بعد اس کا شملہ لٹکانا اور "تحنيك" (یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے عمامہ باندھنا) سنت ہے۔ تو اگر ان دونوں کے بغیر عمامہ باندھا تو علماء کے نزدیک مکروہ ہے۔ (مواہب اللدنیہ ج ا ص ۱۵۵،۱۵۴)

تو مناسب یہی ہے کہ اس تصریح کو اسی بات پر محمول کیا جائے کہ: علماء سے ان کی مراد محض علماء مالکیہ ہیں۔

نیز فرمایا کہ: سبب کراہت میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض فرماتے ہیں کہ سنت کی مخالفت کی وجہ سے مکروہ ہے اور بعض کہتے ہیں کہ: اس طرح کے عمامے شیطان کے عمامے ہیں (اس وجہ سے مکروہ ہے) کلام مکمل ہوا۔

(مواهب اللدنيه ج ا ص ۱۵۵، ۱۵۴، دار الكتب العلمية)

دراصل دونوں علتیں ہی محل نظر ہیں! دوسری اس لئے کہ وہ ثابت نہیں اور اس کی

تردید میں بعض علماء نے کتابیں لکھی ہیں اور پہلی اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شملہ نہ لٹکانا بھی ثابت ہے تو اس کا ترک خلاف سنت نہیں ہوگا۔

ابن ابی شریف نے کہا کہ: یہاں ایک تنبیہ ہے اور وہ یہ کہ: شملہ سادات، صوفیاء اور اکابر علماء کی پہچان بھی بن چکی ہے لہٰذا جب کوئی غیر اہل ان کے شعار کو لوگوں پر تکبیر کی نیت سے اپنائے تو اس بدنیتی کی وجہ سے یہ گناہ ہے۔ (اسی طرح اگر اس ارادے سے پہننے کو لازم قرار دے) خواہ عالم ہو یا صوفی، تو وہ بھی اس وجہ سے گناہگار ہوگا، خواہ شملہ لٹکائے یا نہ لٹکائے، لمبا ہو یا نہ ہو۔ کلام مکمل ہوا۔

(صوب العمامة ص ۴۹)

اور اس کا حاصل یہ ہے کہ: تکبر کا ارادہ مطلقاً برا ہے اور وہ شملہ بھی جس میں تکبر کا ارادہ ہو، مزید یہ کہ اگر اس میں ریا، دکھاوا، غیر حاصل شے کا اظہار، فریبیوں کے لباس سے تشبیہ اور خودستائی پائی جائے تو اس کے ترک کے ذریعے اس کا علاج کرنا اس کے منافی نہیں ہے اور شاید اکثر شہروں میں اکثر علماء اور صلحاء کے شملہ چھوڑ دینے کی یہی وجہ ہے۔

زرکشی نے کہا ہے کہ:

"مناسب یہی ہے کہ غیر صالح پر ایسے پہناوے کو حرام قرار دیا جائے جبکہ اس میں غیر کی ہلاکت کا خوف ہو، البتہ جب اس کے نیک ہونے کا یقین ہو جائے تو پھر اسے پہننے کی اجازت دی جائے"۔

(ابن حجر، تحفة المحتاج، ج ۳ ص ۳۷)

اور ابن عبد السلام کا یہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ: "غیر صالح کے لئے ان کا پہناوا پہننا (جائز ہے) جبکہ فتنہ کا خوف نہ ہو"۔ (ایضاً)

اور علماء کی ایک جماعت نے جن میں امام غزالی بھی ہمیں اسی بات کی صراحت

کی ہے کہ:

''جس شخص کو اس کی کسی صفت پر (اچھا ہونے کا) یقین کر کے کچھ دیا جائے تو اس کے لئے اس کا قبول کرنا جائز نہیں جب تک کہ اس کا باطن بھی ویسا ہی نہ ہو''۔ کلام مکمل ہوا۔ (ابن حجر، در الغمامۃ ص ۵)

بالجملہ وہ شخص جو جاہل ہو اس کے لئے فقہاء کا عمامہ پہننا جائز نہیں ہے اور اس کے لئے اس کے آباء کا علماء ہونا بھی کافی نہیں۔

ابن حجر نے کہا کہ: ''شملہ دونوں شانوں کے درمیان اور داہنی طرف ثابت ہے، البتہ پہلا طریقہ افضل ہے، کیونکہ اس کی حدیث زیادہ صحیح ہے، اور بائیں طرف شملہ لٹکانا مسنون نہیں کیونکہ اس سلسلے میں کچھ بھی وارد نہیں ہوا، اسی لئے صوفیاء پر اعتراض کیا جاتا ہے کہ وہ اس کو اختیار کرتے ہیں محض یہ سوچتے ہوئے کہ شملہ دل کی طرف ہے جو انہیں اللہ کے سوا سے فارغ کر کے اللہ کی یاد دلاتا ہے حالانکہ وہ وارد شدہ احادیث کی طرف نہیں دیکھتے، اللہ کرے کہ ان کو عذر پیش ہو کہ وہ احادیث ان تک نہیں پہنچیں''۔ (در الغمامۃ ص ۴)

میں کہتا ہوں کہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اس حدیث میں بھی یہ وارد ہو چکا ہے، جس کو طبرانی نے ''کبیر'' میں روایت کیا، جیسا کہ سخاوی کی منقولہ عبارت میں گزر چکا کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کی بائیں جانب شملہ لٹکایا''۔ (وتقدم)

تو شاید انہوں (صوفیہ) نے اسی روایت کو اختیار کیا ہو، جیسا کہ ان کے بیان کردہ نکتہ اور حکمت سے ظاہر ہے، البتہ یہ ہیئت اکثر صوفیاء کے یہاں مشہور نہیں اور

ان کی کتابوں میں بھی اس کا ذکر نہیں لہٰذا اس کو بعض صوفیاء پر ہی محمول کیا جائے گا (یعنی بعض صوفیاء اس طرح شملہ لٹکاتے تھے)

اور ''مواہب'' میں ہے کہ: ابن قیم نے ''الھدی النبوی'' میں کہا کہ:

''شیخ الاسلام ابن تیمیہ (یہ اس وقت کا لقب ہے جب اس کی ضلالت و گمراہی ظاہر نہ ہوئی تھی) نے شملہ لٹکانے کے سبب کے سلسلے میں ایک نئی چیز بیان کی اور وہ یہ کہ:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں جب معراج منامی میں اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تو رب تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! فرشتے کس بارے میں جھگڑ رہے ہیں؟ میں نے عرض کیا: تو بہتر جانتا ہے، تو اللہ پاک نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا تو میں نے زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب جان لیا...... الحدیث۔

یہ حدیث ترمذی میں ہے، نیز بخاری سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا ''صحیح ہے''۔

(جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ ص، ص ۷۴۷، رقم الحدیث ۳۲۳۴)

(ابن تیمیہ نے) کہا کہ: ''اس وقت سے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے شانوں کے درمیان شملہ لٹکانے لگے''۔

نیز یہ بھی کہا کہ: ''یہ ایسی معلومات ہے کہ جہلاء کی زبانیں اور ان کے دل جس کا انکار کریں گے''۔

اور یہ بھی کہا کہ: ''میں نے شملہ لٹکانے میں اس کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں دیکھا''۔ (زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، ج ۱ ص ۱۳۱)

یہاں تک "ھدی" کی عبارت مکمل ہوئی۔

نیز "ھدی" کے علاوہ دیگر کتب میں یوں ہے کہ: ابن تیمیہ نے ذکر کیا:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے رب کو دیکھا کہ اپنا دست قدرت ان کے دونوں شانوں کے درمیان رکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کو شملہ کے ذریعہ تکریم فرمائی"۔ عبارت مکمل ہوئی۔

(تاریخ الخمیس ج ۲ ص ۱۹۰)

البتہ عراقی نے اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد فرمایا کہ: "ہم نے اس کی کوئی اصل نہیں پائی"۔

بلکہ ابن قیم نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے جیسا کہ گزر چکا۔

البتہ ابن حجر نے "شرح شمائل ترمذی" میں (ابن تیمیہ کے) اس قول کا بڑی شد و مد سے انکار کیا ہے، انہوں نے عراقی کے کلام کے بعد کہا کہ: "بلکہ یہ ان دونوں (ابن تیمیہ اور ابن قیم) کی قبیح رائے اور ان کی گمراہی کا ثبوت ہے، کیونکہ اس بات کا مدار ان دونوں کے مذہب اور اس کے طرز استدلال پر ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس نے اپنے موقف کی نفی کرنے والے علماء اہل سنت کی تردید کی ہے۔ کیونکہ ان (ابن تیمیہ اور ابن قیم) کا عقیدہ اللہ پاک کے لئے جہت اور جسمانیت ماننا ہے، حالانکہ اللہ کی ذات ان ظالموں اور منکروں کے الزام سے کہیں بلند و بالا ہے اور اس بارے میں ان دونوں (ابن تیمیہ اور ابن قیم) کا یہ بلاشبہ بدترین عقیدہ ہے جسے سننے سے کان بہرے ہو جائیں بلکہ ایسے بدترین عقیدہ پر تو دھوکہ، جھوٹ، گمراہی اور بہتان سب پورے ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اور جو ان جیسا کہے: ان کو خیر سے دور فرمائے، امام احمد اور ان کے مذہب کے اکابر اس بدترین عیب سے بلاشبہ بری ہیں اور کیسے نہ ہوں کہ یہ عقیدہ اکثر کے نزدیک کفر ہے۔

(اشرف الوسائل الی فهم الشمائل ج ۱ ص ۱۷۲)

میں کہتا ہوں کہ: ''اللہ تعالیٰ ان دونوں کو اس بری صفت اور زہریلی بدنامی سے محفوظ رکھے۔

تو جس شخص نے ''شرح منازل السائرین'' کا مطالعہ کیا ہے اس پر ضرور ظاہر ہوگا کہ: یہ دونوں اہل سنت و جماعت کے اکابرین میں سے تھے۔

اور ابن قیم نے جو کچھ شرح مذکور میں ذکر کیا اور لکھا کہ: ''یہ کلام شیخ الاسلام کا ہے'' اس سے ان کی مراد شیخ عبداللہ انصاری صاحب ''منازل'' قدس سرہ ہیں، اس سے ان کا اہل سنت میں مرتبہ اور علمی قدر و منزلت کا اندازہ ہوتا ہے اور یقیناً وہ بری ہیں اس الزام سے جو ان کے جہمیہ دشمنوں نے ان پر تشبیہ و تمثیل کی تہمت کی صورت میں لگائے ہیں، نیز اہل سنت کے محدثین پر تہمت لگانا ان کی عادت ہے جیسے رافضی تہمت لگاتے ہیں اہل سنت پر کہ وہ ناصبی ہیں، اور معتزلہ کہتے ہیں کہ وہ ''نوابت حشویہ'' (ناتجربہ کار، کمینے لوگ) ہمیں، حالانکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کی میراث ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب پر تہمت لگاتے تھے کہ وہ صابی (دین بدلنے والے) اور بدعات گھڑنے والے ہیں۔

اور سچے سنی محدثین کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ملی ہے کہ: وہ اہل باطل کے دیئے ہوئے گندے القابات انہی پر پلٹا دیتے ہیں۔ ''اللہ تعالیٰ امام شافعی کی روح کو پاکیزگی بخشے!'' جس وقت انہیں رفض سے منسوب کیا گیا تو فرمانے لگے:

ان کان رفضا حب آل محمد ﷺ

''فلیشهد الثقلان انی رافضی''

''اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت رفض ہے تو جن وانس گواہ ہو جائیں کہ میں رافضی ہوں''۔

اور ہمارے شیخ ابو عبد اللہ ابن تیمیہ اللہ ان سے راضی رہے کہا کرتے تھے کہ:

ان کان نصباحب صحب محمد ﷺ

"فلیشهد الثقلان انی ناصبی"

"اگر اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ناصبیت ہے تو جن وانس گواہ ہو جائیں کہ میں ناصبی ہوں"۔

اور اللہ تیسرے کو معاف فرمائے کہ انہوں نے کہا کہ:

"اگر اللہ کی صفات کا ثبوت اور اس کو ہر اختراعی تاویل سے منزہ قرار دینا تجسیم ہے تو بحمد اللہ میں کہتا ہوں کہ میرا رب جسم والا ہے، آؤ! اور گواہ ہو جاؤ اور تمام دستاویز بھر دو"۔

اور پھر شرح مذکور میں وہ چیزیں بیان کی گئی ہیں جو ان کے حسن عقیدہ اور حسن نیت پر دال ہیں، چنانچہ لکھا ہے کہ:

"اسمائے صفات کے نصوص کے تقدس کا تحفظ اس سے متعلق وارد احادیث کے ظاہر اور عامہ امت کو جو معقول ہو اس مفہوم پر ہے، عامہ سے مراد جہال نہیں بلکہ امت کے عام لوگ مراد ہیں جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے جب اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں پوچھا گیا کہ:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ (طٰہٰ:۵)

"وہ بڑی مہر والا اس نے عرش پر استوا فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے" (کنز الایمان)

استویٰ کی کیفیت کیا ہے؟ تو سر جھکا لیا اور پھر پسینہ میں شرابور ہونے پر سر اٹھایا اور فرمایا، استواء معلوم ہے البتہ اس کی کیفیت سمجھ سے باہر ہے، اسی پر ایمان لانا واجب ہے اور اس سلسلے میں پوچھنا بدعت ہے، آپ نے اس لفظ کے معنی معلوم اور

اس کی کیفیت کے درمیان فرق کر دیا جسے بندہ نہیں سمجھ سکتا، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ جواب صفات الٰہیہ مثلاً! سمع، بصر، علم، حیات، قدرت اور ارادہ، نزول، غضب، رحمت، ضحک وغیرہا کے تمام مسائل میں کافی وشافی ہے، ان تمام صفات کے معانی تو معلوم ہیں البتہ ان کی کیفیت سمجھ سے باہر ہے۔ کیونکہ کیفیت کا سمجھنا ذات اور حقیقت کی کیفیت کو جاننے کی فرع ہے تو جب یہی معلوم نہیں تو صفات کی کیسے سمجھ میں آئے گی۔

اس بات میں نفع بخش بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس صفت سے موصوف کیا جائے جس صفت سے خود اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو موصوف فرمایا ہے اور اس صفت سے جس سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے موصوف کیا ہے کسی تبدیلی اور انکار اور کیفیت ومثال کے بغیر۔

بلکہ اللہ کے لئے اسماء اور صفات کو ثابت مانا جائے اور اس سے مخلوقات کی مشابہت کی نفی کی جائے تو تیرا اثبات تشبیہ سے منزہ اور تیری نفی انکار صفات سے مبرا ہوگی۔ لہٰذا جو شخص استواء کی حقیقت کی ہی نفی کر دے وہ معطل (یعنی صفات کا انکار کرنے والا) ہے اور جو مخلوق کے استواء سے مشابہ قرار دیدے وہ ممثل (یعنی اللہ کو مخلوق جیسا بتانے والا) ہے اور وہ جو یہ کہے کہ: استواء وہ ہے جس کی طرح کوئی چیز نہیں تو وہی موحد منزہ ہے۔ ان کا کلام مکمل ہوا۔

ان کا مقصد واضح اور ان کا عقیدہ ظاہر ہوگیا کہ وہ جمہور اسلاف اور اہل سنت و جماعت کے اکثر علماء خلف کے معتمد ہیں اور اسی سے ان کے شیخ سے تجسیم کی نفی بھی ہوگئی تو بدیع کا معنی جس کا ذکر حدیث میں ہے ارباب ذوق سلیم کے نزدیک بالکل ظاہر ہے خواہ رؤیت معراج منامی کے باب سے ہو یا تجلیات صوری کے باب سے ہو۔

یہی ''مجد دفیروز آبادی نے ''صراط مستقیم'' میں کہا کہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ:

''ایک رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا تو رب نے فرمایا: اے محمد! فرشتے کس بات میں جھگڑ رہے ہیں؟ عرض کیا: مجھے معلوم نہیں، فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے شانوں کے درمیان رکھا، تو زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب کچھ میں نے جان لیا، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات کی صبح کو اپنے شانوں کے درمیان شملہ لٹکایا''۔ (اس کی تخریج گزر چکی ہے)

اور کوئی شک نہیں کہ جس نے یاد رکھا اس کے لئے یہ حجت ہے اس شخص پر جس نے یاد نہیں رکھا، لہٰذا ثقات کے بارے میں حسن ظن اچھی صفات میں سے ہے، تمام تعریفیں اللہ کے لئے جس کے فضل سے خوبیاں مکمل ہوتی ہیں۔

كَشْفُ الْخِدْرِ عَنْ حَالِ الْخِضْرِ

کا پہلا اُردو ترجمہ بنام

حیاتِ خضر علیہ السلام

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ

محمد گلریز رضا مصباحی

تخریج

ابو ذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور

پہلی فصل

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا واقعہ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا ازلی اور ابدی ہے اے میرے رب میرے علم میں اضافہ فرما۔

تمام تعریف اس اللہ رب العزت کے لئے جس نے اپنے فضل سے ہمیں پیدا فرمایا اور اپنی مہربانی سے اپنی ذات کی طرف آمادہ کیا، اپنے فضل سے رکوع وسجود کے قیام کی ہدایت دی اور ہمیں ایسا علم عطا فرمایا جس کے ذریعہ شکر ادا کرنے میں واقع ہونے والی کوتاہیوں کو جان لیں، بلکہ ہمیں ایسا علم عطا فرمایا جس کے ذریعہ ہم اس کے بے شمار انعامات اور نعمتوں کو جان سکیں۔ درود وسلام ہو اس کے پیارے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ان کی آل، اصحاب، متبعین، احباب پر، نیز کامل طور پر ان کی پیروی کرنے والوں پر بھی درود وسلام ہو۔

درود وسلام کے بعد: اپنے پیدا کرنے والے رب سے امید لگا کر علی بن سلطان محمد قاری کہتا ہے: بے شک حضرت خضر علیہ السلام کے حالات، ان کے حسب ونسب، ولایت، نبوت، درازگئ عمر، حیات ووفات اور عدم موجودگی، بعض مقامات پر مختلف صورتوں کے ساتھ ان کے حاضر ہونے اور بعض وقتوں میں خلاف عادت امور کے صادر ہونے کے سلسلہ میں یہ ایک مقالہ ہے۔

یاد رہے کہ مفسرین کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آیت کریمہ:

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ

لَّدُنَّا عِلْمًا○ (الکہف:۶۵)

''تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے علم لدنی عطا کیا''۔

سے مراد حضرت خضر علیہ السلام ہی ہیں، یہی آیت کریمہ ان کے علم وفضل اور شرف و بزرگی کے لئے کافی ہے۔ عام اہل علم کا خیال ہے کہ آیت کریمہ میں موسیٰ سے موسیٰ ابن عمران مراد ہیں اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یوسف علیہ السلام کی اولاد سے وہ موسیٰ بن میثا ہیں۔ لیکن درست پہلا قول ہے۔

آیت کریمہ میں علم لدنی سے مراد غیب کا علم ہے۔

حدیث (۱) جیسا کہ صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس سے کہا نوف بن فضالہ حمیری بکالی کوفہ کے قاضی کا خیال یہ ہے کہ موسیٰ جو حضرت خضر کے ساتھی ہیں وہ بنی اسرائیل کے موسیٰ نہیں ہیں تو حضرت ابن عباس نے (بطور زجر وتوبیخ) فرمایا اللہ کے دشمن بکالی نے جھوٹ کہا۔ ہم سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک دن بنی اسرائیل میں خطاب فرما رہے تھے تو پوچھا گیا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ علم والا کون ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا سب سے زیادہ علم والا میں ہوں جب اللہ تعالیٰ نے ان کو علم عطا نہیں کیا تو فہمائش کرتے ہوئے ان کی طرف وحی فرمائی: مجمع البحرین (بحر روم اور بحر قلزم کو کہا جاتا ہے) میں میرا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ جانتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے میرے رب! میں ان سے کیسے مل سکتا ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنے ساتھ ایک مچھلی لے لو اور اسے ایک ٹوکری میں ڈال لو تو جہاں یہ مچھلی گم ہو جائے تو وہی اس بندہ سے ملاقات کی جگہ ہوگی تو انہوں نے مچھلی لی اور اسے ایک

ٹوکری میں ڈال لیا پھر وہ چلے، ان کے ہمراہ ایک جوان یوشع بن نون بھی تھے، یہاں تک کہ جب ایک چٹان کے پاس پہنچے تو ٹھہر گئے اور سو گئے، مچھلی ٹوکری سے حرکت کرتے ہوئے سمندر میں چلی گئی اور سرنگ کی طرح سمندر میں اپنا راستہ بنا لیا، اللہ تعالیٰ نے پانی کی تری کو مچھلی سے روک دیا، تو وہ پانی پر طاق کی طرح ہوگئی، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بیدار ہوئے تو ان کا ہمراہی مچھلی کا واقعہ بیان کرنا بھول گیا، رات و دن کے باقی حصہ میں سفر کرتے رہے، یہاں تک کہ جب اگلا دن آیا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہمراہی سے کہا: ہمارے پاس ناشتہ لے کر آؤ یقیناً ہمیں اس سفر سے تھکن ہوگئی، موسیٰ علیہ السلام آرام نہ کر سکے تھے اور اس جگہ کا رخ کر لیا تھا جہاں کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا تھا تو ان کے ہمراہی نے کہا:

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۚ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا۝ (الکہف:۶۳)

”بولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی تو بیشک میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا مذکور (ذکر) کروں اور اس نے تو سمندر میں اپنی راہ لی اچنبا (عجیب بات) ہے۔

راوی بیان کرتے ہیں کہ مچھلی کا سرنگ بنا لینا موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ہمراہی کے لئے تعجب خیز تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا۝ (الکہف:۶۴)

”موسیٰ نے کہا یہی تو ہم چاہتے تھے تو پیچھے پلٹے اپنے قدموں کے نشان دیکھتے“۔

راوی کہتے ہیں کہ وہ دونوں اپنے پچھلے نشانات پر واپس آئے یہاں تک کہ اس چٹان کے پاس پہنچ گئے۔

(صحیح بخاری: ۴۷۲۵، صحیح مسلم: ۲۳۸۰، جامع ترمذی: ۳۱۴۹، سنن کبریٰ نسائی: ۱۱۲۴۵)

سفیان نے کہا: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ چٹان آب حیات کے چشمہ کے قریب تھی جس کا پانی کوئی مردہ پی لیتا تو وہ زندہ ہو جاتا اور مچھلی نے اسے پی لیا جب پانی کا قطرہ اس کے جسم میں پہنچا تو وہ بھی زندہ ہو گئی۔ راوی کہتے ہیں پھر وہ دونوں اپنے نشان قدم پر واپس پلٹے یہاں تک کہ چٹان کے پاس پہنچ گئے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو بیچ سمندر میں کپڑا لپیٹے، سبز قالین پر بیٹھے ہوئے پایا، انہوں نے چادر کے ایک کنارے کو پیر کے نیچے اور دوسرے کنارے کو سر کے نیچے رکھ لیا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص کو کپڑا اوڑھے ہوئے پایا، موسیٰ علیہ السلام نے انہیں سلام کیا، تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: تمہاری زمین پر سلام کیسے آیا؟ (صحیح بخاری ۴۷۲۵) دوسری روایت میں ہے کہ جواب میں فرمایا: علیک السلام، تم پر بھی سلام اور یہ سلام اس زمین پر کیسے آیا؟ اور آپ کون ہیں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: میں موسیٰ ہوں۔ فرمایا کیا موسیٰ بنی اسرائیل ہیں؟ فرمایا: ہاں، میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ جو نیک بات آپ کو تعلیم ہوئی ہے وہ مجھے سکھا دیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ؟ آپ میرے ساتھ رہ کر ہرگز صبر نہیں کر سکیں گے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا علم عطا فرمایا ہے جسے آپ نہیں جانتے ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا علم عطا فرمایا ہے جسے میں نہیں جانتا ہوں تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور اللہ نے چاہا تو میں کسی کام میں آپ کی مخالفت نہیں کروں گا تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ٹھیک ہے آپ میرے ساتھ چلیں لیکن کسی چیز کے بارے میں مت پوچھنا وقت آنے پر میں

خود ہی بیان کر دوں گا، تو انہوں نے سمندر کے کنارے چلنا شروع کیا اچانک ان کے پاس ایک کشتی گزری انہوں نے کشتی والوں سے کہا کہ انہیں بھی سوار کرلیں تو کشتی والوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا اور بغیر اجرت کے انہیں سوار کرلیا جب وہ دونوں کشتی میں سوار ہوئے تو حضرت خضر علیہ السلام نے بسولے سے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا اور دوسری روایت میں ہے کہ تختہ کی کیل کو اکھاڑ دیا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کہ ان لوگوں نے تو ہمیں بغیر اجرت کے سوار کیا تھا اور آپ نے اس میں شگاف کر دیا تاکہ یہ لوگ ڈوب جائیں یقیناً آپ نے ایک ناپسندیدہ کام کیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز صبر نہیں کرسکیں گے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے میری بھول پر گرفت نہ کرو اور مجھ پر میرے کام میں مشکل نہ ڈالو۔

راوی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پہلی مرتبہ (سوال کرنا) موسیٰ علیہ السلام کی جانب سے بطور نسیان اور دوسری مرتبہ بطور شرط اور تیسری مرتبہ قصداً تھا۔ (صحیح بخاری: ۴۷۲۶) دوسری روایت میں ہے کہ ایک چڑیا آکر کشتی کے کنارے بیٹھ گئی اور سمندر میں چونچ ماری تو حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اللہ کے علم کے مقابلے میں میرے اور آپ کے علم کی مثال ایسی ہے جیسے اس چڑیا نے سمندر سے پانی لے کر جو کمی کی ہے۔

پھر وہ دونوں کشتی سے نکلے اور سمندر کے کنارے کنارے چلنے لگے تو اچانک حضرت خضر ایک بچے کو دیکھتے ہیں جو لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا ہے خضر علیہ السلام نے اس کا سر اپنے ہاتھ سے پکڑا اور زمین پر گرا کر قتل کر دیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اسے پکڑا زمین پر لٹایا پھر چھری سے ذبح کر دیا۔ (ایضاً) دوسری روایت میں ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے پکڑا پھر ایک پتھر لیا اور سر کو کچل کر قتل کر ڈالا۔ (تفسیر الطبری ج ۱۸ ص

۶۷) تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا: کیا تم نے ایک ستھری جان بغیر کسی جان کے بدلے قتل کر دی بے شک تم نے بہت بری بات کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے۔ راوی بیان کرتے ہیں: کہ یہ جواب پہلے والے سے سخت تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اس کے بعد میں تم سے کچھ پوچھوں تو پھر مجھے اپنے ساتھ مت رکھنا بے شک میری طرف سے تمہارا عذر پورا ہو چکا۔

پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں والوں کے پاس آئے ان گاؤں والوں سے کھانا مانگا انہوں نے انہیں دعوت دینی قبول نہ کی پھر انہوں نے اس گاؤں میں ایک دیوار گرتی ہوئی پائی جو جھکی ہوئی تھی حضرت خضر علیہ السلام نے اسے سیدھا کر دیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ہم اس قوم کے پاس آئے انہوں نے نہ کھانے کو پوچھا اور نہ مہمانی کی اگر آپ چاہتے تو دیوار سیدھی کرنے پر کچھ اجرت لے لیتے، خضر علیہ السلام نے فرمایا: یہیں سے میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہو گیا اب میں آپ کو ان باتوں کا مطلب بتاتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ ایک روایت میں ہے موسیٰ علیہ السلام نے ان کے کرتے کا دامن پکڑا اور کہا مجھے ان باتوں کا مطلب بتائیں، خضر علیہ السلام نے فرمایا وہ کشتی کچھ محتاجوں کی تھی جو دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر ثابت کشتی کو زبردستی چھین لیتا اور جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر میں مبتلا نہ کر دے تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ مہربانی میں قریب عطا کرے۔ رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچیں اور اپنا خزانہ نکال لیں آپ کے رب کی رحمت سے، اور یہ جو

کچھ میں نے کیا اپنے حکم سے نہ کیا یہ مطلب ہے ان باتوں کا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کے واقعات خود ہم سے بیان کرتا۔ (مسند احمد: ۲۱۱۱۸)

کہا گیا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیوار سیدھی کرنے پر اجرت لینے، کشتی میں شگاف کرنے اور اللہ کے لئے بچے کو قتل کرنے پر سوال کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو کشتی میں شگاف کرنے اور بچے کو قتل کرنے کے سوال پر اپنے سے جدا نہیں کیا لیکن جب انہوں نے دیوار سیدھی کر دی اور موسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا یہ میری اور آپ کی جدائی کا وقت ہے ان کے پہلے دو سوال اللہ رب العزت کے لئے تھے اور تیسرا سوال خود اپنی ذات کے لئے تھا اور موسیٰ علیہ السلام نے وعدہ بھی کیا تھا کہ ان دونوں سوالوں کے بعد اگر میں آپ سے سوال کروں تو مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا "هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَ بَيْنِكَ" یہ مقصود کے بارے میں اجمالی کلام ہے اور علمائے کرام نے اس کی یہی تفسیر کی ہے۔

(تاریخ طبری، ج:۱، ص:۱۹۱)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ پانی مچھلی کے راستہ سے ہٹ گیا اور ایک ایسا روشن دان ہو گیا جو متصل نہیں ہوتا تھا موسیٰ علیہ السلام مچھلی کے پیچھے اس روشن دان میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت خضر علیہ السلام کو پایا۔

(تفسير ثعلبی: ج ٦ ص ١٨١، تفسير بغوی: ج ٥ ص ١٨٦)

دوسری فصل

خضر علیہ السلام کون ہیں؟

ان کا نام، کنیت، نسب آغاز زندگی اور لقب کیا ہے

خضر علیہ السلام کون ہیں؟

کہا گیا ہے کہ وہ فرشتے ہیں۔ (فتح الباری، ج:۶ ص:۳۰۹)

تاریخ میں درست یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خضر نیک بندے ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الکھف، باب قولہ: فلما بلغ مجمع بینھما ج :۵، ص :۲۳۳)

خضر خا کے فتحہ اور ضاد کے کسرہ کے ساتھ، ضاد کے سکون اور خا کے کسرہ کے ساتھ خضر بھی پڑھا جا سکتا ہے اور تیسری لغت خضر بھی ہے۔

(فتح الباری، ج : ۱، ص : ۱۵۴)

نام

ان کا نام بلیا ابن ملکا ہے۔ بلیا: با کے فتحہ اور لام کے سکون، یا اور الف ممدودہ کے ساتھ، ابن ملکا میم کے فتحہ اور لا کے سکون کے ساتھ۔

(المعارف لابن قتیبہ: ض ۴۲، تاریخ دمشق الکبیر: ج ۱۶ ص ۳۹۹، تفسیر بغوی: ج ۵ ص ۱۸۸، تھذیب الاسماء واللغات: ج ۱ ص ۱۷۶)

اور کہا گیا ہے کہ آپ بنی اسرائیل میں سے ہیں جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

کہا گیا ہے کہ فرعون کے بیٹے ہیں...... (البدایہ والنہایہ: ج۱ص:۳۲۶)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فرعون کے باپ ہیں اور یہ بعید نہیں ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ زندہ کو مردے سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔

درست یہ ہے جسے دار قطنی اور ابن عساکر نے مقاتل بن سلیمان سے روایت کیا ہے انہوں نے ضحاک سے اور ضحاک نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خضر علیہ السلام حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی لڑکے ہیں اور ان کی موت کو موخر کر دیا گیا ہے اور (آخری زمانے میں) وہی دجال کی تکذیب کریں گے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۱، ص ۳۲۶، الدار قطنی، الموتلف والمختلف ج ۲ ص ۸۲۷)

آغاز زندگی

حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد ہیں اس کا ثبوت اس حدیث سے بھی ہوتا ہے جسے ابن عساکر نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں ہم سے ہمارے اصحاب نے بیان کیا جب حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب ہوا تو اپنے تمام لڑکوں کو جمع کر کے فرمایا: اے میرے لڑکوں! بے شک اللہ تعالیٰ زمین والوں پر عذاب نازل فرمانے والا ہے، تو اپنے ساتھ میرے جسم کو غار میں رکھ دینا یہاں تک کہ جب سکون پا جاؤ تو میرے جسم کو لے کر ملک شام میں دفن کر دینا، تو حضرت آدم علیہ السلام کا جسم مبارک ان کے بیٹوں کے پاس رہا، جب اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کو اپنے پاس رکھا، جس وقت اللہ تعالیٰ نے زمین پر طوفان بھیجا اور پوری زمین ایک زمانے تک ڈوبی رہی، پھر طوفان ختم ہونے کے بعد نوح علیہ السلام بابل میں آکر ٹھہرے اور اپنے تینوں بیٹوں سام، یافث اور حام کو وصیت کی کہ آدم علیہ السلام کے جسم مبارک کو اس جگہ غار میں لے جا کر دفن کر دیں جہاں کی انہوں نے وصیت کی تھی، تو ان کے لڑکوں

نے کہا زمین وحشت ناک ہے، نہ کوئی اس زمین سے مانوس ہے اور نہ ہم وہاں کا راستہ جانتے ہیں، زیادہ لوگوں کی تعداد میں ہی ہم وہاں جاسکتے ہیں، نوح علیہ السلام نے فرمایا: حضرت آدم علیہ السلام نے اس شخص کے لئے جو ان کے جسم کو دفن کرے گا قیامت تک زندہ رہنے کی دعا کی ہے، پھر ان کا جسم مبارک اسی طرح رہا یہاں تک کہ خضر علیہ السلام نے ان کے جسم مبارک کو دفن کیا، اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا، تو خضر علیہ السلام جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا زندہ رہیں گے۔

(روح البیان، ج: ۲، ص: ۴۹۸، تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۶ ص ۴۰۰)

ابن عساکر نے سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا خضر علیہ السلام کی ماں رومی اور والد فارسی تھے۔

(فتح الباری، ج: ٦، ص: ۳۱۰، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۱٦، ص ۴۰۱)

دیلمی نے مسند فردوس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت الیاس اور حضرت خضر علیہما السلام دونوں بھائی بھائی ہیں ان کے والد فارسی اور ماں رومی ہیں۔ (مسند فردوس ج:۱، ص:۴۲۷)

اور کہا گیا ہے کہ وہ دونوں دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرنے والے بادشاہوں کے بیٹے ہیں۔ (البحر المحیط، ج:٦، ص:۱۴۷، تفسیر بغوی: ج۵ ص ۱۸۸)

لقب

ان کا لقب خضر ہے، امام بخاری وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کا نام خضر اس لئے رکھا گیا کہ جب وہ کسی بے آب و گیاہ اور چٹیل زمین پر بیٹھتے تو اٹھتے ہی وہ سبزے سے لہلہانے لگتی تھی۔ (صحیح بخاری ۳۴۰۲، جامع ترمذی ۳۱۵۱، مسند احمد ۸۱۱۳)

اور امام مجاہد فرماتے ہیں کہ ان کو خضر اس لئے کہا جاتا ہے کہ جہاں وہ نماز ادا

کرتے ہیں اس کے اردگرد میں سبز ہو جاتا ہے۔ (تفسیر ثعلبی ج۶ ص۱۸۲)

اور حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کا لباس سبز ہوتا ہے۔
(تفسیر درمنثور: ج۵ ص۴۲۵)

اور علم سے مراد علم لدنی ہے اور یہ باطنی علم ہے جو کہ الہام کیا گیا ہے۔

تیسری فصل

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کے بارے میں

امام بغوی نے بیان کیا کہ اکثر اہل علم کے نزدیک خضر نبی نہیں ہیں۔ (تفسیر بغوی: ج۵ص۱۸۸) سعدی جلبی نے فرمایا کہ ہمارے علمائے فرماتے ہیں جمہور کا یہ کہنا ہے کہ وہ نبی ہیں۔

کرمانی نے فرمایا: ان کے نبی ہونے کے بارے میں دو قول ہیں:

(۱) وہ نبی مرسل ہیں (۲) وہ نبی غیر مرسل ہیں۔

اور کہا گیا کہ وہ ولی ہیں۔

اور کہا گیا کہ وہ فرشتوں میں سے ہیں۔ (الکواکب الدراری: ج۲ص۴۴)

امام نووی نے شرح مسلم میں فرمایا: جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ وہ زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں۔

اور اس بات پر صوفیہ اور اہل معرفت کا اتفاق ہے، ان کو دیکھنے، مجمع میں شرکت کرنے، ان سے کچھ حاصل کرنے، ان کے سوال و جواب، پاکیزہ جگہوں میں ان کے موجود ہونے کی روایات و واقعات شمار اور بیان سے زیادہ ہیں۔

(شرح المسلم: ج۱۵ص۱۳۶،۱۳۵)

ابن صلاح نے کہا: جمہور علماء کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور عام علماء بھی ان کے ساتھ ہیں، جبکہ بعض محدثین نے ان کے زندہ ہونے کا انکار کیا ہے۔

(فتاویٰ ابن الصلاح: ص۱۸۵)

امام نووی نے مفسر ثعلبی سے نقل کیا ہے کہ خضر علیہ السلام اکثر اقوال کے مطابق

عمر دراز نبی ہیں اکثر لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں کہا گیا ہے آخری زمانے میں جس وقت قرآن اٹھایا جائے گا وصال فرمائیں گے۔ (شرح مسلم: ج ۱۵ ص ۱۳۶)

اور کہا گیا ہے کہ جمعہ کے دن حضرت مہدی اور عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مسجد حرام میں جمع ہوں گے۔

عبدالرزاق کاشی نے کہا ہے کہ خضر کشادگی کا نام ہے اور الیاس تنگی سے کنایہ ہے۔ (مقالات الصوفیہ ص ۱۷۹) لیکن یہ قول ماہر اہل عقل کے نزدیک مقبول و درست نہیں ہے، اسی طرح کا قول شیخ صدر الدین اسحاق قونوی نے "تبصرة المبتدی و تذكرة المنتهی" میں نقل کیا ہے کہ خضر علیہ السلام کا وجود عالم مثال میں ہے صوفیہ کے نزدیک یہ بات محالات میں سے ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی نے "السر المکتوم" میں ذکر کیا ہے کہ ہم سے حضرت خضر علیہ السلام نے تین ایسی حدیثیں بیان کی جنہیں انہوں نے براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

اسی طرح کی بات شیخ علاء الدین نے بیان کی کہ خضر علیہ السلام نے بلاواسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث سنیں لیکن ان کی یہ بات درست نہیں ہے کیوں کہ محدثین کا اس بات پر اجماع ہے کہ خضر علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت نہیں کی جیسا کہ اس کی صراحت عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمٰن عراقی نے "فی تخریج احادیث الاحیاء" میں کی ہے۔ (تخریج الاحیاء: ج ا ص ۴۰۰)

حسن بن محمد بن حسین قمی نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ اکثر لوگوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں اور اس پر ان کا یہ ارشاد "وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ" دلالت کر رہا ہے۔ (تفسیر غرائب القرآن: ج ۴ ص ۴۴۸)

اسی طرح امام غزالی نے فرمایا اکثر لوگوں کا اتفاق ہے کہ وہ نبی ہیں۔

آیتوں کا ظاہر اور احادیث کریمہ ان کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں۔ محمد بن یعقوب بن محمد ابو طاہر مجد الدین شیرازی فیروز آبادی نے اسی طرح فرمایا ہے کہ خضر علیہ السلام نبی ہیں۔ (القاموس المحیط)

اکثر لوگوں نے کہا ہے کہ آپ کی پیدائش فارس میں ہوئی۔ (تاریخ طبری ج ص ۳۶۵، المنتظم: ج ا ص ۳۵۷) بیان کیا گیا ہے کہ ماء الحیات علم سے کنایہ ہے اور والظلمات جہل سے کنایہ ہے۔ (تفسیر ثعلبی: ج ۶ ص ۱۸۱)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد: اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ (انعام: ۱۲۲)

''اور کہا کہ وہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا: سے یہی مراد ہے''۔ (ایضاً)

صحیح مسلم میں حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور انہوں نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بچہ کفر پر پیدا ہوا تھا اور اس کے والدین اس پر مہربانی کرتے تھے اگر وہ بالغ ہو جاتا تو انہیں کفر و سرکشی پر مجبور کرتا۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث ۲۶۶۱)

حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ وہ بچہ بالغ نہیں ہوا تھا (تفسیر بغوی: ج ۵ ص ۱۹۱، شرح مشکل الاثار: ج ۸ ص ۱۴۴) اور اکثر حضرات کا یہی قول ہے۔

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ پورا مرد تھا۔

کلبی نے کہا کہ وہ بچہ رہزنی کر کے مال حاصل کرتا اور والدین کو سپرد کر دیتا تھا۔

ضحاک نے کہا ہے: کہ وہ بچہ برے کام کرتا تھا جس سے اس کے والدین کو تکلیف ہوتی تھی۔ (تفسیر بغوی: ج ۵ ص ۱۹۱)

خزانے کا اختلاف

دیوار کے نیچے چھپے ہوئے خزانے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ سونے کی تختی تھی جس میں لکھا ہوا تھا: ''تعجب ہے اس شخص پر جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے پھر بھی رنجیدہ ہوتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو رزق کا یقین رکھتا ہے پھر بھی دوڑ دھوپ کرتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو حساب کا یقین رکھتا ہے پھر بھی غفلت کرتا ہے، تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور دنیا والوں کے تبدل و تغیر کا یقین رکھتا ہے پھر بھی اس میں آرام پاتا ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

اور دوسری جانب لکھا ہوا تھا، میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں، میں اکیلا ہوں میرا کوئی شریک نہیں میں نے اچھائی اور برائی کو پیدا کیا، خوش خبری ہے اس کے لئے جسے میں نے بھلائی کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر صادر کر دیا، ہلاکت ہے اس کے لئے جسے میں نے برائی کے لئے پیدا کیا اور اس کے ہاتھوں پر صادر کر دیا اور یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور اس حدیث کو مرفوعاً بھی روایت کیا گیا ہے۔

(تفسیر بغوی: ج ۵ ص ۱۹۶، تفسیر طبری: ج ۱۸ ص ۸۹، ابن کثیر: ج ۵ ص ۱۸۶، صحیح ابن حبان: ۳۶۱، حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۶، ۱۶۸)

کہا گیا ہے کہ دونوں یتیم بچوں اور ان کے نیک والد کے درمیان سات آباء اور اجداد تھے۔ (تفسیر بغوی ج۵ص۱۹۶، تفسیر کبیر: ج۱ص۴۹۲)

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے جدائی کا ارادہ کیا تو کہا مجھے نصیحت کیجئے، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا علم کو صرف بیان کرنے کے لئے طلب نہ کرو بلکہ اس پر عمل کرنے کے لئے حاصل کرو (تفسیر بغوی: ج۵ص۱۹۷) اور ایک روایت میں مزید یہ ہے کہ خضر علیہ السلام نے عرض کیا: میرے لئے دعا فرمائیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر اپنی اطاعت و بندگی کو آسان کر دے۔ (تفسیر در منثور: ج۵ص۴۳۲)

چوتھی فصل

خضر علیہ السلام کے واقعات اور ملاقاتیں

خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں گفتگو

اس بارے میں اختلاف ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں یا وفات فرما گئے ہیں۔

کہا گیا ہے کہ خضر علیہ السلام اور الیاس علیہما السلام دونوں زندہ ہیں اور ہر سال حج کے موقع پر ملاقات کرتے ہیں۔ (تفسیر بغوی ج ۵ ص ۱۹۷، کامل ابن عدی ج ۳ ص ۱۷۵)

حیات خضر کی وجہ

کہا گیا ہے کہ خضر علیہ السلام کے زندہ رہنے کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے آب حیات کے چشمہ کا پانی پی لیا ہے۔

اور ہوا یوں کہ حضرت ذوالقرنین آب حیات کی تلاش میں تاریکی میں پہنچ گئے اور خضر علیہ السلام ان کے آگے تھے تو وہ آب حیات کے چشمہ پر پہنچ گئے سواری سے اتر کر غسل کیا پانی پیا، نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا، ذوالقرنین راستہ بھٹک گئے اور واپس آ گئے۔ (تفسیر البغوی: ج ۵ ص ۱۹۷)

کچھ دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ وہ وصال فرما گئے ہیں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط (الانبیاء: ۳۴)

''اور ہم نے تم سے پہلے کسی آدمی کے لئے دنیا میں ہیشگی نہ بنائی''۔

دلالت کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد فرمایا: یقیناً میں نے تم سب کو اس رات دیکھا اور تم میں سے جو کوئی بھی آج زمین پر موجود ہے ۱۰۰ سال کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔ آپ کا یہ ارشاد بھی ان کی وفات پر دلالت کرتا ہے۔ اگر خضر علیہ السلام اس وقت زندہ تھے تو ۱۰۰ سال بعد زندہ نہیں رہے ہوں گے ایسا ہی امام بغوی نے بیان کیا ہے۔

(تفسیر بغوی: ج ۵ ص ۱۹۷، صحیح بخاری: ۱۱۶، صحیح مسلم: ۲۵۳۷)

لیکن آیت مذکورہ کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ زمانہ دراز تک زندہ رہنے سے موت نہ آنا لازم نہیں آتا ہے۔

اور حدیث پاک میں وارد قول کا یہ جواب ہے کہ ممکن ہے اس زمانے میں خضر علیہ السلام روئے زمین پر نہ ہوں بلکہ ہوا کے دوش پر ہوں یا پانی کی سطح پر ہوں۔

زیادہ واضح جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں ارشاد ۱۰۰ سو سال کے بعد کوئی زندہ نہیں رہے گا اس سے لمبی عمر کی نفی ہوتی ہے مگر وہ مستثنیٰ ہیں جیسا کہ روایات سے ثابت ہے اور یہ حدیث رتن ہندی جیسے بعض لمبی عمر والوں کا بھی رد کرتی ہے جو صحابیت کے مدعی ہیں اور ۱۰۰ سال کے بعد طویل مدعی رہے۔

وصال مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خضر علیہ السلام کی آمد

امام حاکم نے مستدرک میں حدیث نقل کی ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا اور رونے لگے تو ایک آدمی وہاں پر آیا جس کی داڑھی سرخی مائل سفید تھی، بہت خوبصورت اور جسیم آدمی تھا۔ یہ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آیا اور خود بھی رو رہا، پھر یہ صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر

بولا: بے شک اللہ تعالیٰ ہر مصیبت میں سہارا دیتا ہے ہر ضائع ہونے والی چیز کا عوض دیتا ہے۔ عطا کرنے، ہر ہلاک ہونے والے کا نائب عطا کرنے والا ہے تو اللہ کی جانب متوجہ ہو اسی کے مشتاق ہو وہی تم پر مصائب میں نظر کرم فرماتا ہے۔

خیال رکھو اسے ہی عطا کیا جاتا ہے جو غرور و تکبر نہ کرے، اتنا کہہ کر وہ واپس چلے گئے تو کسی شخص نے دوسرے سے کہا کیا تم اس شخص کو جانتے ہو؟ تو حضرت ابو بکر و علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی خضر علیہ السلام ہیں۔ (مستدرک حاکم: ۴۳۹۲، دلائل النبوۃ: ج ۷ ص ۲۶۹)

اسی طرح کرام کی روایت میں ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ان دونوں حضرات کا قول ہو یا کسی راوی کا قول ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سارے اقوال ان کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں اور وہ اپنے دین میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر موسیٰ علیہ السلام میرے زمانے میں زندہ ہوتے تو میری پیروی کے علاوہ انہیں کوئی چارہ نہ ہوتا۔ (تفسیر در منثور: ج ۵ ص ۴۲۵) کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں اور رسولوں کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں تو حکمی طور پر ان سب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو پایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝ (آل عمران: ۸۱)

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں

کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ کی تفسیر میں ثابت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیائے کرام اور رسولان عظام کے بھی رسول ہیں اور انہوں نے آپ کے زمانے کو حکمی طور پر پایا"۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں لفظ "رسول" میں تنوین عظمت وتعظیم کے لئے ہے نہ کہ نکرہ کے لئے مطلب یہ ہے وہ عظیم رسول تشریف لائے، اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے مطابق نزول فرمائیں گے اور آپ کی امت کے ایک فرد ہوں گے۔

حضرت خضر علیہ السلام کی نبوت کے دلائل

خضر علیہ السلام کو نبی کہنے والوں کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ (الکہف:۸۲)

"اور یہ کچھ میں نے اپنے حکم سے نہ کیا"۔

دلالت کر رہا ہے کہ خضر علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ جانتے تھے اور نبی ہیں کہ کیوں کہ ولی نبی سے زیادہ نہیں جانتا ہے۔

اس دلیل (یعنی خضر علیہ السلام کو جنہوں نے نبی مانا ہے اس) کا جواب یہ دیا گیا کہ ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے نبی کی طرف وحی فرمائی ہو کہ وہ خضر علیہ السلام کو اس طرح کرنے کا حکم فرمائیں۔

اس جواب کا کوئی اعتبار نہیں اور یہ ایسا احتمال ہے جو بہت بعید ہے اگر وہ نبی اس زمانے میں موجود ہوتے تو موسیٰ علیہ السلام کو ان سے ملاقات کا حکم دیا جاتا نہ کہ خضر

علیہ السلام سے ملاقات کا۔

اور ان کے نبی ہونے کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جسے ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (الکہف:۶۵)

''ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی''۔

کی تفسیر میں بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے انہیں ہدایت اور نبوت عطا فرمائی۔

(تفسیر ابن ابی حاتم، ج ۶ ص ۱۵۸، رقم الحدیث ۱۳۹۵۴، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، تفسیر در منثور، ج ۴ ص ۴۲۷، دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان)

حضرت احمد نے حضرت عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نجدہ حروری نے حضرت ابن عباس کو لکھا کہ آپ بچوں کو قتل کرنے کے تعلق سے کیا فرماتے ہیں تو حضرت ابن عباس نے انہیں لکھا اگر تم خضر ہو اور کافر و مومن کو پہچان سکتے ہو تو کافر بچوں کو قتل کرو۔

(مسند احمد: مسند عبداللہ ابن عباس، ج ۲ ص ۲۹۰، رقم الحدیث: ۱۹۶۷، مسند احمد، ج ۲ ص ۳۸۴، رقم الحدیث ۲۲۳۵)

اور اس میں تنبیہ ہے کہ غیر نبی کے لئے یہ درست نہیں کہ محض الہام کے طور پر کسی کو قتل کرے (اور آپ نے اللہ کے حکم سے قتل کیا تھا جو آپ کی نبوت کے لئے کافی ہے) اور اس بات کو بلند و زبردست علماء کرام نے اصول احکام کی تحقیق میں ثابت کیا ہے کہ الہامی طور پر کسی کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

ثعلبی نے حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے تعلق سے تین اقوال ذکر کئے ہیں: وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں تھے، یا ان سے تھوڑا یا زیادہ زمانے

کے وقفہ سے دنیا میں تھے، نیز کہا: کہ تمام اقوال کی بنیاد پر وہ عمر دراز نبی ہیں اور لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔

(عرائس المجالس: ص ۱۹۹، دار الکتب العلمیہ بیروت، تفسیر قرطبی: ج ۶ ص ۴۱، دار الحدیث قاہرہ)

حضرت خضر علیہ السلام کی حیات کے دلائل

کہا گیا ہے کہ خضر علیہ السلام آخری زمانے میں وصال فرمائیں گے اور کہا گیا ہے کہ وہ زندہ رہیں گے یہاں تک کہ دجال سے جنگ کریں گے، ابن صلاح کہا ہے: جمہور علماء اور صالحین اس بات پر ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں اور امام نووی فرماتے ہیں: اکثر علماء کے نزدیک وہ زندہ ہیں اور ہمارے درمیان موجود ہیں اور اس پر تمام صوفیائے کرام و صالحین کا اتفاق ہے۔

کشتی اور غلام

ابن منذر وغیرہ نے ابو العالیہ سے رویات کیا ہے، خضر علیہ السلام ایسے بندہ ہیں جنہیں وہی انسان دیکھ سکتا ہے جسے اللہ دکھائے اور انہیں پوری قوم میں سے موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا اگر قوم ان کے اس کام کو دیکھ لیتی تو خضر علیہ السلام کشتی کے شگاف اور بچے کے قتل میں رکاوٹ بن جاتی۔

(تفسیر در منثور، ج ۴ ص ۴۲۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان)

بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: مطرف بن شخیر نے فرمایا: ہم یقیناً جانتے ہیں کہ اس لڑکے کے والدین جس دن وہ پیدا ہوا تھا خوش ہوئے تھے لیکن جس دن وہ قتل کیا گیا تو وہ رنجیدہ ہو گئے۔ اگر وہ لڑکا زندہ رہتا تو ان دونوں کو بھی ہلاک کر دیتا، تو مومن کو اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا چاہیئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ مومن کے لئے ناپسندیدہ چیز میں بہتر ہوتا ہے اور اس کے خود کے محبوب فیصلے میں بھی بہتر ہوتا ہے۔

(ارشاد الباری ج : ۷، ص : ۲۲۶، تفسیر درمنثور، ج ۴ ص ۴۳۰، شعب الایمان ج ۷ ص ۲۴۵، رقم ۱۰۱۷۲، دارالکتب العلیمة بیروت)

بعض سلف صالحین سے منقول ہے اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے بدلے اس کے والدین کو لڑکی عطا فرمائی تو اس سے نبی پیدا ہوئے۔ (روح المعانی، ج:۱۶،ص:۱۲)

حضرت خضر علیہ السلام کی نصیحتیں

احمد نے کتاب الزہد میں حضرت وہب سے روایت کیا ہے، خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کے وقت فرمایا: جھگڑے کو چھوڑ دو اور بلا ضرورت نہ چلو، خود پسندی میں مبتلا ہو کر مت ہنسو، اپنے گھر میں ٹھہر جاؤ، اپنی لغزشوں پر رو۔

(کتاب الزهد، ص :۵۳، رقم الحدیث ۳۴۰، دارالکتب العلمية بیروت، لبنان ۔ تفسیر در منثور ج ۴ ص ۴۳۳)

ابن ابی حاتم نے حضرت بقیہ سے روایت کیا انہوں نے کہا مجھ سے ابوسعید رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے آخری وہ بات سنی جسے حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے جدا ہوتے وقت کہی تھی: کسی گنہگار کو گناہ کرنے پر عار مت دلاؤ، ورنہ آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

(روح المعانی، ج :۲، ص : ۵۱۱، تفسیر در منثور، ج ۴ ص ۴۳۳، دار الکتب علمیه)

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے: اور ابن عساکر نے ابو عبد اللہ سے روایت کیا ہے میرا خیال ہے کہ ان کا نام ملطی ہے: فرمایا: جب موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے جدا ہونا چاہا تو ان سے کہا مجھے نصیحت کیجئے، فرمایا: بہت فائدہ پہنچانے والے بنو، نقصان پہنچانے والے نہ بنو، ہنس مکھ ہو، ناراض مت ہو، جھگڑے سے باز آجاؤ، بلا ضرورت نہ چلو، کسی انسان کو اس کی خطا پر عار مت

دلاؤ، اے ابن عمران! اپنی لغزشوں پر رو۔

(تفسیر قرطبی، ج: ۱۱، ص: ۴۵، ابن ابی الدنیا، کتاب التوبة، رقم الحدیث ۵۶، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۶۱ ص ۲۱۴)

ان تمام احادیث میں ان کے مرتبہ اور بلند بالا مقام پر واضح دلائل موجود ہیں، اس لئے کہ غیر نبی کے لئے یہ حق نہیں ہے کہ وہ بلند و بالا رسول سے اس طرح کی گفتگو کرے۔

ابن عساکر نے وہب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ: خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا: اے موسیٰ! بے شک لوگوں کو دنیا میں ان کے رنج و غم کے اعتبار سے عذاب دیا جاتا ہے۔

(روح المعانی، ج ۱۶، ص ۸، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۱۶ ص ۴۱۶)

خضر علیہ السلام کی ملاقاتیں

خطیب اور ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: آپ نے فرمایا کہ میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا، اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص خانہ کعبہ کے پردہ سے لپٹ کر کہہ رہا ہے:

"یامن لا یشغله سمع عن سمع، یامن لا تغلطه المسائل، ویامن لایتبرم بالحاح الملحین اذقنی بردعفوك و حلاوة رحمتك"

(تفسیر القرطبی ج ۱۱، ص ۴۳، روح المعانی ج۱۵، ص ۳۲۲)

وہ ذات جسے کسی کی سماعت اکتاہٹ میں نہیں ڈالتی، اے وہ ذات جسے کثیر مسائل مغالطہ میں نہیں ڈالتے ہیں اے وہ ذات جسے جھگڑا کرنے والوں کے جھگڑوں سے ناگواری نہیں ہوتی ہیں مجھے معاف فرما اور اپنی رحمت عطا فرما۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے کہا: اے اللہ کے بندے، دوبارہ وہی کلمات ارشاد

فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا: کیا آپ نے ان کلمات کو سن لیا ہے، میں نے کہا: ہاں، پھر فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں خضر کی جان ہے اور وہ خضر علیہ السلام تھے، جو بندہ ان کلمات کو فرض نمازوں کے بعد کہے گا اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ وہ ریت کے ذرات، بارش کے قطرات اور درختوں کے پتوں جتنے ہوں۔

(النهاية، ج ١١ ص ٤٣، تاريخ بغداد، ج ٥ ص ١٩٠، تاريخ دمشق الكبير، ج ١٦ ص ٤٢٥، العلل المتنابية، ج ١ ص ١٩٨، اللالى المصنوعة، ج ١ ص ١٥٤، تنزيه الشريعة، ج ١ ص ٢٣٥)

خضر علیہ السلام سمندر میں

ابوالشیخ نے ''عظمۃ'' میں اور ابونعیم نے ''حلیۃ الاولیاء'' میں کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ خضر بن عامیل اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے جب بحر ہند پہنچے اور یہی بحر چین بھی ہے۔ تو فرمایا: اے میرے ساتھیو! مجھے سمندر میں ڈال دو۔ تو انہوں نے چند دن اور چند راتوں کے لئے انہیں سمندر میں ڈال دیا پھر اوپر آئے، تو ان کے اصحاب نے کہا: اے خضر! تم نے کیا دیکھا! تمہیں اللہ نے مکرم و معظم کیا اور اس سمندر کی گہرائی میں تمہاری حفاظت فرمائی، تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: سمندر میں پہنچنے کے بعد میری ملاقات ایک فرشتے سے ہوئی تو اس نے مجھ سے کہا: اے انسان! تو کہاں سے آیا ہے اور کہاں جا رہا ہے! میں نے کہا: میں اس سمندر کی گہرائی دیکھنا چاہتا ہوں، تو اس نے مجھ سے کہا تو سمندر کی گہرائی کیسے دیکھ سکتا ہے، جبکہ ایک آدمی داؤد علیہ السلام کے زمانے میں سمندر میں گرا تھا اور اب تک تین گہرائیوں تک نہیں پہنچا ہے اور اس کی گہرائی تین سو سال کی مسافت ہے۔

(حلية الاولياء، ج ٦ ص ٧، كتاب العظمة، باب: صفة البحر و الحوت و عجائب ما فيها، ص ٣١٢، رقم الحديث ٩٢٧، دار الكتب العلمية)

امام طبرانی اور ابن عساکر نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا: کیا میں تمہیں خضر علیہ السلام کے بارے میں نہ بتادوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیوں نہیں؟ تو آپ نے فرمایا: حضرت خضر ایک دن بنی اسرائیل کے بازار میں چل رہے تھے تو انہیں ایک مکاتب غلام نے دیکھا اور کہا: مجھ پر صدقہ کرو: اللہ تعالیٰ تمہاری ذات میں برکت عطا فرمائے، تو خضر علیہ السلام نے کہا: "امنت باللہ، ماشاء اللہ من امر یکون" میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کوئی چیز نہیں ہے، تو مسکین آدمی نے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ پر کچھ صدقہ کریں کیوں کہ میں آپ کے چہرہ میں چمک دیکھتا ہوں اور آپ سے برکت کی امید رکھتا ہوں، خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں اللہ پر ایمان لایا: میرے پاس تمہیں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے ہاں تم مجھے لے جا کر بیچ دو، تو اس مسکین آدمی نے کہا: کیا تم اس بات پر قائم رہو گے؟ فرمایا: ہاں میں سچ ہی کہتا ہوں، یقیناً تم نے مجھ سے ایک بڑی چیز کا سوال کیا ہے، میں تمہیں اپنے رب کی رضا کے لئے نامراد نہیں کرسکتا، تم مجھے بیچ دو، پھر وہ خضر علیہ السلام کو بازار لے گیا اور چار سو درہم میں فروخت کردیا، آپ خریدار کے پاس ایک زمانے تک رہے لیکن وہ آپ کو کسی کام میں مشغول نہیں کرتا تھا، تو آپ نے اس سے کہا: تم نے مجھے خریدا ہے تو مجھے کچھ کام بتائے اس نے کہا میں آپ کو مشقت میں ڈالنا ناپسند کرتا ہوں اور آپ بہت کمزور بھی ہیں، آپ نے کہا: مجھے کوئی مشقت نہیں ہوگی، اس نے کہا: آپ کھڑے ہوں اور اس پتھر کو ہٹادیں اور اس پتھر کو اس زمانے میں چھ لوگوں سے کم لوگ نہیں اٹھا سکتے تھے پھر وہ مرد کسی ضروری کام سے چلا گیا، جب وہ واپس آیا تو دیکھا کہ پتھر کو اس کی جگہ سے ہٹادیا گیا تھا، تو اس نے کہا: تم نے اچھا اور خوب صورت کام کیا، اور تم اتنی طاقت رکھتے ہو جس کا میں گمان بھی نہیں کرتا تھا، پھر اس آدمی کو سفر درپیش ہوا اس نے خضر

علیہ السلام سے کہا: یقیناً میں تمہیں امین سمجھتا ہوں، تم میری غیر موجودگی میں میرے گھر والوں کے اچھے قائم مقام ہو جاؤ، پھر آپ نے فرمایا مجھے کوئی دشواری نہیں ہوگی۔ اس نے کہا اینٹیں بنا کر ایک عمارت تیار کر دو یہاں تک کہ میں آ جاؤں، پھر وہ مرد اپنے سفر پر چلا گیا، جب وہ آدمی واپس آیا تو مضبوط عمارت تیار ہو چکی تھی، اس آدمی نے کہا، میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں تمہارا راستہ کیا ہے اور کام کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تم نے مجھ سے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھا ہے اور اللہ کی رضا نے مجھے غلامی میں رکھا پھر آپ نے فرمایا میں تمہیں اپنے بارے میں خبر دیتا ہوں میں وہی خضر ہوں جن کے بارے میں آپ نے سنا ہوگا: مجھ سے کسی مسکین نے کچھ صدقہ کا مال مانگا اور میرے پاس اسے دینے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا پھر اس نے مجھ سے اللہ کا واسطہ دے کر سوال کیا: تو میں نے خود کو اس کے حوالے کر دیا اور اس نے مجھے فروخت کر دیا اور میں تمہیں یہ بات بتاتا ہوں کہ جس سے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر سوال کیا گیا اور وہ اپنے سائل کو نامراد واپس کر دے حالانکہ وہ دینے پر قادر ہو تو قیامت کے دن اس حال میں کھڑا ہوگا کہ اس کی کھال، گوشت اور ہڈیاں حرکت نہیں کریں گی۔ تو اس آدمی نے کہا میں اللہ پر ایمان لایا، اے اللہ کے نبی، میں نے آپ کو مشقت میں ڈال دیا اور مجھے آپ کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں تم نے مجھے روک کر اچھا کیا، اس آدمی نے کہا: اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان میرے مال اولاد کے بارے میں کوئی حکم فرمائیں جو آپ کو پسند ہو، یا آپ اختیار فرمائیں، پھر میں آپ کو روانہ کر دوں گا، آپ نے فرمایا: مجھے یہ محبوب ہے کہ تم مجھے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے رب کی عبادت کر سکوں، تو اس نے آپ کو چھوڑ دیا خضر علیہ السلام نے اس کے بعد فرمایا: تمام تعریف اس اللہ رب العزت کے لئے جس نے مجھے غلامی عطا کی پھر نجات عطا فرمائی۔

(المعجم الكبير طبرانی، ج ۸، ص ۱۳۲، تا ۱۳۴، تاريخ دمشق الكبير، ج ١٦ ص ۴۱۷، شرح شكل الاثار، رقم الحديث ۱۸۷۷، الاصابه فی تمييز الصحابه، ج ۲ ص ۵۴، دار الفكر بيروت)

اس حدیث میں آپ کے نبی ہونے پر واضح دلیل موجود ہے۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابوملیکہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ بچے جنت میں جائیں گے؟

توانہوں نے فرمایا: جو موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے درمیان مباحثہ ہوا تھا وہی کافی ہے۔

(مستدرك حاكم ج ۲ ص ۴۰۱، رقم الحديث ۳۳۹۸، دار الكتب العلمية بيروت، الدر المنثور فی التفسير بالماثور، ج ۴ ص ۴۲۹، دار الكتب العلمية بيروت، تفسير ابن ابی حاتم، ج ٦ ص ۱۵۹ رقم الحديث ١٣٩٦٦، دار الكتب العلمية بيروت)

مسلم، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے حضرت ابی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ بچہ جس کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا، کافر پیدا کیا گیا تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کو کفر وطغیان میں مبتلا کر دیتا۔

(صحيح مسلم، كتاب القدر، باب: معنى كل مولود يولد على الفطرة ص ۱۲۰۹ رقم الحديث ٦٧٠٨، دار المعرفة بيروت، سنن ابو داؤد، كتاب السنة، باب فی القدر، ج ۴ ص ۲۹۸، رقم الحديث ۴۷۰۵، دار المعرفة بيروت، جامع ترمذی، كتاب تفسير القرآن، سوره الكهف ص ۷۲۸ رقم الحديث ۳۱۵۰، دار الكتب العليمة بيروت، السنن الكبرىٰ للنسائی، كتاب التفسير، سوره الكهف، ج ۱۰ ص ۱٦۲، ۱٦۱، رقم الحديث ۱۱۲۴۴، موسة الرسالة بيروت)

بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حجاج بن فرافصہ سے نقل کیا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس دو آدمی خرید و فروخت کر رہے تھے، تو ان میں سے ایک

بات بات پر قسم اٹھاتا، اسی دوران ایک شخص ان دونوں کے پاس سے گزرا اور ان کے پاس کھڑا ہو کر زیادہ قسم کھانے والے شخص سے کہتا ہے اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور زیادہ قسم نہ کھا، قسم کھانے سے تیری روزی میں اضافہ نہیں ہو سکتا نہ تیری روزی میں کمی ہوگی اگر تو قسم نہ کھائے، قسم کھانے والا شخص کہتا ہے چلے جاؤ، تم جو مراد لیتے ہو وہ نہیں ہے، تو اس نے کہا یقیناً وہی درست ہے جو میں مراد لیتا ہوں اسے اس نے تین مرتبہ کہا اور اس کی بات کا جواب دیا، تو جب اس شخص نے واپسی کا ارادہ کیا کہا جان لو کہ ایمان کی نشانی یہ ہے کہ ہر حال میں سچ کو اختیار کیا جائے چاہے جھوٹ تمہیں فائدہ یا نقصان دے، اپنے قول کو فعل پر فضیلت نہ دو اتنا کہہ کر وہ چلا گیا تو حضرت عبداللہ ابن عمر نے حالف (یعنی قسم کھانے والے) سے فرمایا: ان باتوں کو یاد رکھو اور لکھ لو، تو اس نے کہا: اے عبداللہ! آپ میرے لئے ان باتوں کو لکھ دیں اللہ آپ پر رحم فرمائے، پھر اس آدمی نے کہا اللہ تعالیٰ جو ثابت کرتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے پھر اس نے ان کلمات کو دہرایا یہاں تک کہ وہ باتیں اسے یاد ہو گئیں، پھر وہ اس طرح گیا کہ اپنے ایک قدم کو مسجد میں رکھا مجھے معلوم نہیں کہ اسے زمین کھا گئی یا آسمان نگل گیا، ایسا لگ رہا تھا کہ وہ خضر یا الیاس علیہما السلام میں سے کوئی ایک ہیں۔

(الاصابہ، ج ۲ ص ۱۳، شعب الایمان ج ۴ ص ۲۲۱، رقم الحدیث ۴۸۵۶، دار الکتب العلیمة بیروت، الدر المنثور، ج ۴ ص ۲۳۴، دار الکتب العلیمه)

حضرت الیاس و خضر علیہما السلام

حارث بن اسامہ نے اپنی مسند میں ایک سند سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک خضر تری میں اور الیاس خشکی میں ہیں۔ ہر رات اس بندش کے پاس ملاقات کرتے ہیں جسے حضرت ذوالقرنین نے لوگوں اور یاجوج ماجوج کے درمیان بنایا ہے، ہر سال حج و عمرہ کرتے

ہیں اور زم زم کا پانی پیتے ہیں جو انہیں آئندہ سال تک کافی ہوتا ہے۔

(الدر المنثور فی التفسیر بالماثور ج ۴ ص ۴۳۴، دار الکتبه العلیمة، الزهر النضر فی نباء الخضر: ص ۷۵، الاصابه، ج ۲ ص ۵۲)

ابن عساکر نے ابی رواد سے روایت کیا ہے کہ حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام بیت المقدس میں ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں اور ہر سال حج کرتے ہیں اور ملاقات کرتے ہیں اور زم زم کا پانی پیتے ہیں جو انہیں دوبارہ ملاقات کرنے تک کافی ہوتا ہے۔

(اتحاف السادة المتقین، ج ۴ ص ۳۷۹، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۱۶ ص ۴۲۸، تفسیر در منثور، ج ۴ ص ۴۳۴)

عقیلی اور دارقطنی نے افراد میں اور ابن عساکر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے وہ روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا: خضر اور الیاس علیہم السلام ہر سال حج کے موسم میں ملاقات کرتے ہیں اور ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں اور یہ دعائیہ کلمات پڑھتے ہیں:

"بسم الله ماشاء الله، لا يسوق الخير الا بالله، ماشاء الله لا يصرف السوء الا بالله، ماشاء الله، ما كان من نعمة فمن الله، ماشاء الله، لاحول ولا قوة الا بالله"۔

اللہ کے نام سے شروع، اللہ کی کیا شان ہے، بھلائی نہیں آتی مگر اللہ کی طرف سے، اللہ کی کیا شان ہے مصیبت کو صرف اللہ ہی دور کرتا ہے، اللہ کی کیا شان ہے جو بھی نعمت ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اللہ کی کیا شان ہے، نہیں ہے کوئی طاقت وقوت مگر اللہ کی توفیق سے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جو شخص صبح وشام ان کلمات کو تین مرتبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اسے ڈوبنے، آگ میں جلنے اور چوری سے اس کی حفاظت فرمائے

گا، نیز شیطان، بادشاہ، سانپ اور بچھو سے بھی اس کی حفاظت فرمائے گا۔

(الاصابة لابن حجر، ج ۲ ص ۱۲۴، الضعفاء ج ۱ ص ۲۲۴، کامل ابن عدی، ج ۳ ص ۱۷۵، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۹ ص ۲۱۱، ج ۱۶ ص ۴۲۷، ۴۲۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ملاقات

ابن بشکوال نے ''المستغیثین باللہ'' میں حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں جہاد کے لئے نکلا اور میرا گھوڑا بھی میرے ساتھ تھا، تو راستے میں میرا گھوڑا گر گیا، دریں حال ایک خوبصورت، حسین وجمیل اور خوشبودار آدمی میرے پاس سے گزرا تو کہنے لگا: کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے گھوڑے پر سواری کرو؟ میں نے کہا: جی ہاں، تو اس نے اپنا ہاتھ گھوڑے کی پیشانی سے لے کر پیٹھ تک پھیرا اور کہنے لگا:

اقسمت عليك ايتها العلة بعزة الله وبعظمة عظمة الله و بجلال جلال الله، وبقدرة قدرة الله و بسلطان سلطان الله، وبلا اله الا الله وبما جرى به القلم من عند الله، وبلاحول ولا قوة الا بالله، الا انصراف"

اے بیماری! میں تجھے اللہ تعالیٰ کی عزت، اس کی بزرگی، اس کے جلال، اس کی قدرت، اس کی بادشاہت کی قسم دیتا ہوں اور ایسے اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ایسے کی قسم دیتا ہوں کہ جس کے پاس تقدیریں لکھنے والا قلم ہے اور ایسی ذات کی قسم دیتا ہوں نہیں ہے کوئی طاقت وقوت مگر اللہ کی طرف سے تو اس گھوڑے سے ختم ہو جا، راوی عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں تو گھوڑا کانپنے لگا اور اس آدمی نے میری رکاب کو پکڑا اور کہا: سوار ہو جاؤ، میں سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا کر مل گیا،

جب صبح ہوئی اور ہم دشمن پر غالب آ گئے، جس وقت وہ ہمارے درمیان موجود تھے تو میں نے کہا: کیا آپ گزشتہ کل ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، تو میں نے کہا، میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آپ اپنے بارے میں بتائیے کہ آپ کون ہیں؟ یہ سن کر وہ کھڑے ہو گئے تو ان کے قدم رکھتے ہی زمین ہری بھری ہو گئی اور وہ خضر علیہ السلام تھے، ابن مبارک فرماتے ہیں میں نے جب بھی ان کلمات کو پڑھ کر کسی بیمار پر دم کیا تو وہ اللہ کے حکم سے شفایاب ہو گیا۔

(روح المعانی، ج ۱۵، ص ۳۲۴، المستغیثین باللہ، ص ۱۲۱، ۱۲۰)

ابن عساکر نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن منکدر سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایک جنازہ پڑھانے لگے تو پیچھے ایک آواز دینے والے نے آواز دی: نماز پڑھنے میں ہم سے سبقت نہ کرنا اللہ تم پر رحم فرمائے، انہوں نے انتظار کیا یہاں تک کہ وہ بندہ صف میں مل گیا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تکبیر کہی اور ان کے ساتھ تمام لوگوں نے بھی تکبیر کہی، پھر اس ہاتف غیبی نے کہا: اے اللہ! اگر تو اس کو عذاب دے تو اس کے گناہ بہت زیادہ ہیں اور اگر تو بخش دے تو یہ تیری رحمت کا محتاج ہے۔ حضرت عمر اور آپ کے اصحاب نے اس شخص کو دیکھا کہ جب میت کو دفن کیا گیا اور قبر کی مٹی اس پر برابر کر دی گئی: تو اس شخص نے کہا: اے قبر والے خوش خبری ہے تیرے لئے کہ تو تعارف کرنے والا، ٹیکس وصول کرنے والا، خزانچی کلرک اور سپاہی نہیں تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اس شخص کو پکڑو، ہم اس سے اس کی نماز اور اس طرح کی بات چیت کرنے کے بارے میں پوچھتے ہیں، فوراً وہ ان کی نظروں سے غائب ہو گئے انہوں نے دیکھا کہ ایک گز تک ان کے قدموں کے نشانات تھے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم،

یہ وہی خضر تھے جن کے بارے میں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔
(الاصابہ، ج ۲، ص ۱۳، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۱۶ ص ۴۲۴،
دار الفکر بیروت)

ابن عساکر نے اپنی سند میں حضرت امام اوزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے مکحول سے روایت کیا ہے۔ حضرت مکحول فرماتے ہیں کہ میں نے واثلہ بن اسقع کو فرماتے ہوئے سنا انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ تبوک میں جہاد کے لئے نکلے یہاں تک کہ جب ہم ان کی زمین میں جذام شہر میں پہنچے جسے ''حورہ'' کہا جاتا تھا تو ہمیں سخت پیاس لگ گئی تو ہمیں اپنے سامنے بارش کے آثار نظر آئے تو ہم خوشی سے جھوم اٹھے ہم نے ایک تالاب دیکھا جس میں دو مردار تھے اور درندے کے نشانات تھے میں پانی کے قریب آیا تو میں نے دو مردار کھائے اور پانی پیا پھر ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دو مردار ہیں اور درندوں کے نشانات ہیں جنہیں میں نے کھالیا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں وہ دونوں پاک ہیں آسمان وزمین سے وہ جمع ہوتے ہیں ان دونوں کو کوئی چیز نجس نہیں کرسکتی اور درندوں کے لئے وہ ہے جو ان کے پیٹ میں چلا گیا اور ہمارے لئے وہ ہے جو باقی رہ گیا یہاں تک کہ جب رات ہوگئی تو ہم نے سنا کہ ایک شخص غمگین آواز میں پکار رہا ہے اے اللہ! مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل فرما جو کہ جنتی، بخشی ہوئی، مغفور اور بابرکت ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے حذیفہ اور اے انس! اس پہاڑ کی گھاٹی میں جاؤ اور دیکھو کہ یہ آواز کیسی ہے، وہ دونوں فرماتے ہیں ہم پہاڑ کی گھاٹی میں داخل ہوئے تو ہم نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جس کے بدن پر برف سے زیادہ سفید کپڑے ہیں اور اس کا چہرہ اور داڑھی بھی اسی طرح بالکل سفید تھی، ہم سمجھ نہیں پارہے تھے کہ اس کے کپڑوں اور چہرہ میں سے کون سا زیادہ چمک دار ہے اور وہ ہم سے جسم میں دو یا تین گز لمبے تھے، ہم نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا پھر

کہا مبارک ہو کیا تم دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہو؟ ہم نے کہا، جی ہاں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں، حضرت انس و حذیفہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم نے کہا آپ کون ہیں اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے انہوں نے کہا کہ میں اللہ کا نبی الیاس علیہ السلام ہوں، میں مکہ جا رہا تھا تو اچانک میں نے تمہارے لشکر کو دیکھا تو مجھ سے فرشتوں کی ایک فوج نے کہا جن میں سب سے آگے جبرئیل علیہ السلام ہیں اور پیچھے میکائیل علیہ السلام ہیں، یہ تمہارے بھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان کو سلام کرو اور ملاقات کرو، پھر حضرت الیاس علیہ السلام نے حضرت انس و حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا: تم دونوں جاؤ اور میری جانب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرو اور ان سے کہنا میں تمہارے لشکر میں شامل ہو جاتا لیکن مجھے خوف ہے کہ میری لمبائی دیکھ کر اونٹ اور مسلمان ڈر جائیں گے کیوں کہ میرے جسم کی ساخت و بناوٹ تمہارے جسم کی طرح نہیں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ وہ تشریف لائیں، حضرت حذیفہ و حضرت انس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے ان سے مصافحہ کیا پھر انہوں نے حضرت انس سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟ حضرت انس نے عرض کیا یہ حذیفہ بن یمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، یہ سن کر الیاس علیہ السلام نے انہیں مبارک باد پیش کی اور فرمایا: بخدا ان کا نام آسمان و زمین سے زیادہ مشہور ہے، آسمان والے انہیں رازدار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے جانتے ہیں، حضرت حذیفہ نے عرض کیا، کیا آپ فرشتوں سے ملاقات کرتے ہیں؟ فرمایا: میں ہر دن ان سے ملاقات کرتا ہوں، وہ مجھ پر سلام بھیجتے ہیں اور میں ان پر سلام بھیجتا ہوں، پھر ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب روانہ ہوئے تو وہ بھی ہمارے ساتھ چلنے لگے، جب ہم ایک گھاٹی کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ان کا چہرہ نور سے چمک رہا ہے اور ان کے کپڑوں اور چہرہ کی روشنی سورج کی طرح نظر آتی ہے، جب ہم لشکر سے تھوڑی دور تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جگہ ٹھہرے

رہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس قدم چل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور حضرت الیاس علیہ السلام سے کھل کر معانقہ کیا، پھر دونوں حضرات بیٹھ گئے، حضرت حذیفہ وانس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس وقت ہم نے دیکھا کہ اونٹوں کی برابر بڑے بڑے سفید پرندوں نے انہیں گھیر لیا، انہوں نے اپنے بازو پھیلا دیئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والیاس علیہ السلام اور ہمارے درمیان حائل ہو گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: اے حذیفہ وانس رضی اللہ عنہما! آگے بڑھو، ہم آگے بڑھے، ہم نے دیکھا کہ ان کے درمیان ایک سبز دستر خوان رکھا ہوا ہے، میں نے اس سے خوب صورت کبھی کوئی چیز نہیں دیکھی، اس کا ہرا رنگ سفید رنگ پر غالب آ گیا تھا، اس کی وجہ سے ہمارے چہرے اور کپڑے بھی سبز ہو گئے اور اس دستر خوان پر گیندنا (ایک قسم کی بدبودار ترکاری) کے علاوہ روٹی، انار، کیلا، انگور، خستہ کھجوریں اور سبزی سب کچھ تھا، پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کا نام لے کر شروع کرو، دونوں راوی فرماتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ دنیا کا کھانا ہے؟ فرمایا نہیں، الیاس علیہ السلام نے فرمایا: یہ میری چالیس دن اور چالیس راتوں کی غذا ہے جسے میرے پاس فرشتے لے کر آتے ہیں اور یہ پورے چالیس دن اور چالیس راتوں کا کھانا ہے اور یہ ایسی چیز ہے جس سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے، ہم نے کہا آپ کا ارادہ کہاں کا ہے؟ فرمایا میرا ارادہ رومیوں کے پیچھے جانے کا ہے، میں مسلمانوں کی فوج کے ساتھ فرشتوں کے لشکر میں تھا، انہوں نے کفار سے جنگ کی، ہم نے کہا: یہاں سے اس جگہ کی مسافت کتنی ہے؟ جہاں پر آپ تھے، فرمایا: چار ماہ کی مسافت ہے اور دس دن پہلے میں ان سے جدا ہو چکا ہوں اور اب میں مکہ جا رہا ہوں میں ہر سال ایک مرتبہ پانی پیتا ہوں اور وہ پانی آئندہ سال حج کے موسم تک میرے لئے کافی ہوتا ہے، ہم نے کہا آپ زیادہ تر کہاں اقامت اختیار کرتے ہیں؟ فرمایا: میں شام، بیت المقدس، مغرب

اور یمن میں زیادہ رہتا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی بڑی کوئی بھی مسجد ہو لیکن میں ضرور جاتا ہوں، ہم نے پوچھا آپ کی ملاقات خضر علیہ السلام سے کب ہوتی ہے؟ فرمایا: میری ملاقات ان سے ہر سال حج کے مہینے میں ہوتی ہے اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے آپ کی ملاقات ان سے ہر سال حج کے مہینے میں ہوتی ہے، اور انہوں نے مجھ سے کہا ہے آپ کی ملاقات اس بار محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ سے پہلے ہوگی میری جانب سے انہیں سلام عرض کرنا۔ الیاس علیہ السلام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کیا اور روئے، پھر ہم سے انہوں نے مصافحہ و معانقہ کیا اور ہمارے ساتھ مل کر روئے، پھر ہم نے ان کو دیکھا تو وہ آسمان میں چڑھ گئے گویا کہ کوئی انہیں اٹھائے ہوئے ہے پھر ہم نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ایک عجیب چیز دیکھی ہے کہ الیاس علیہ السلام آسمان میں چڑھ گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ایک فرشتہ کے بازوؤں کے درمیان رہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں وہ انہیں لے جاتا ہے۔

ابن عساکر نے کہا: یہ حدیث منکر ہے اس کی اسناد قوی نہیں ہے یعنی معنی کے اعتبار سے اس طریقے پر کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اس کی اسناد قوی نہیں ہے

(الاصابة فی تمییز الصحابة لابن حجر، ج ص ۱۲۳، تاریخ دمشق الکبیر، ج ۹ ص ۲۱۴، ۲۱۳)

حاصل کلام یہ ہے کہ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خضر اور الیاس علیہما السلام دونوں نبی ہیں اور دونوں امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرد ہیں جبکہ وہ ان لوگوں میں سے بھی ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیدار سے مشرف ہوئے۔

چنانچہ پہیلی کے طور پر بھی یہ سوال کیا جاتا ہے۔

صحابہ میں سب سے افضل چاروں خلیفہ یعنی حضرت ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا اور بعض محدثین نے بھی حضرت خضر کو صحابہ کرام میں شمار کیا ہے۔

امام ذہبی نے ''تجرید اسماء الصحابہ'' میں فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور صحابی بھی ہیں کیوں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور وہ وصال فرمانے والے آخری صحابی ہوں گے۔ (تجرید اسماء الصحابہ، ج ۱ ص ۴۳۲)

نیز یہ بات محال عادی میں سے ہے کہ خضر اور الیاس علیہما السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود ہوں اور رات و دن کسی بھی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف نہ ہوئے ہوں اور جب وہ دونوں اس امت کے فرد ہیں تو ان پر اسلام کے احکام کو جاننا ضروری ہے تو یقیناً انہوں نے احکام اسلام سیکھے ہیں جس طرح دیگر صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے ہیں۔ ان دونوں کے عوام کی نظروں سے پوشیدہ رہنے میں جو حکمت ہے بہتر ہے اسے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش کر دیا جائے اور توقف کیا جائے۔ (روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۲۷)

رہی یہ حدیث ''لو کان اخی الخضر حیا لزارنی'' اگر میرے بھائی خضر زندہ ہوتے تو ضرور مجھ سے ملاقات کرتے اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے جیسا کہ اس کی تصریح حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے۔

ابن عساکر نے بھی اسباط سے روایت کیا ہے انہوں نے سدی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک بادشاہ تھا جس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام خضر تھا اور الیاس اس کے بھائی تھے تو لوگوں نے بادشاہ سے کہا آپ بوڑھے ہو چکے ہیں اور آپ کا بیٹا خضر آپ کی بادشاہت میں دلچسپی نہیں لیتا ہے آپ اس کی شادی کر دیں تا کہ اس کا لڑکا

آپ کے بعد بادشاہ بن جائے تو بادشاہ نے اس سے کہا: اے میرے بیٹے! شادی کرلے، اس نے کہا میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں ہے، بادشاہ نے کہا شادی کرنا تمہارے لئے ضروری ہے، اس نے کہا: تو پھر میری شادی کرادیں، بادشاہ نے اس کی شادی ایک باکرہ لڑکی سے کرادی، خضر علیہ السلام نے اس سے فرمایا: مجھے عورتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے اگر تو چاہے تو میرے ساتھ اللہ کی عبادت کر اور تجھے شاہی غذا اور خرچ ملے گا اور اگر چاہے تو میں تجھے طلاق دیدوں تو اس نے کہا: طلاق نہ دیں بلکہ میں بھی آپ کے ساتھ عبادت کروں گی، پھر آپ نے فرمایا: تو میرے راز کو ظاہر مت کرنا، اگر تو میرے راز کی حفاظت کرے گی تو اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمائے گا اور اگر تو نے ظاہر کیا تو اللہ تعالیٰ تجھے ہلاک کردے گا، تو وہ عورت ان کے ساتھ ایک سال تک رہی لیکن بچہ پیدا نہیں ہوا، ایک سال کے بعد بادشاہ نے اسے بلا کر پوچھا، تو بھی جوان ہے اور میرا لڑکا بھی جوان ہے تو بچہ پیدا کرنے والی عورتوں میں سے ہے پھر بھی بچہ پیدا نہیں ہوا، آخر وجہ کیا ہے؟ اس عورت نے جواب دیا، بے شک لڑکا اللہ کے حکم سے پیدا ہوتا ہے پھر خضر علیہ السلام کو بلایا اور ان سے بھی پوچھا، اے میرے بیٹے! اب تک کوئی لڑکا کیوں پیدا نہیں ہوا؟ آپ نے بھی وہی جواب دیا، لڑکا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے پیدا ہوتا ہے تو بادشاہ سے کہا گیا: شاید یہ عورت بانجھ ہے، بچہ جننے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے، ان کی شادی کسی بچے پیدا کرنے والی عورت سے کرادیجئے، بادشاہ نے خضر علیہ السلام سے کہا: اس عورت کو طلاق دیدے، خضر علیہ السلام نے عرض کیا: آپ میرے اور اس کے درمیان جدائی کریں گے جبکہ میں اس سے خوش ہوں۔ بادشاہ نے کہا: جدائی ضروری ہے، پھر آپ نے اسے طلاق دیدی، پھر ان کی شادی ثیبہ اور بچے جننے والی عورت سے کرادی، تو خضر علیہ السلام نے اس دوسری عورت سے بھی وہی بات کہی جو پہلی والی سے کہی تھی، تو اس عورت نے کہا: ٹھیک ہے میں آپ

کے ساتھ رہوں گی جب ایک سال ہوگیا اور کوئی اولاد نہیں ہوئی تو بادشاہ نے اس عورت کو بلایا اور پوچھا کہ تو ثیبہ ہے اور میرے لڑکے سے شادی سے قبل کئی بچے پیدا کئے ہیں تو اب میرے لڑکے کے ساتھ شادی کو ایک سال ہوگیا ہے تو پھر لڑکا پیدا کیوں نہیں ہوا، اس نے کہا: لڑکا شوہر اور بیوی کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے اور میرا شوہر عبادت میں مشغول رہتا ہے اسے عورتوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے، تو بادشاہ اس بات سے غصہ ہوگیا، بادشاہ نے حکم دیا اس کو بلا کر لاؤ یہ سن کر وہ گھر سے بھاگ گئے، تو بادشاہ نے ان کی تلاش میں تین آدمیوں کو بھیجا تو دو آدمیوں نے انہیں تلاش کر لیا تو انہوں نے ان دونوں سے گزارش کی کہ اسے چھوڑ دیں لیکن وہ دونوں نہ مانے یہاں تک کہ تیسرا شخص بھی آ گیا تو اس نے کہا کہ اسے بادشاہ کے پاس مت لے کر جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے لڑکے کو مارے تو ان دونوں نے خضر کو چھوڑ دیا، پھر وہ تینوں لوگ بادشاہ کے پاس آئے تو ان میں سے دو نے بادشاہ کو بتایا کہ ہم نے اسے پکڑ لیا تھا لیکن اس تیسرے شخص نے اسے چھڑا دیا تو بادشاہ نے اس تیسرے آدمی کو گرفتار کر لیا۔

پھر بادشاہ نے غور و فکر کیا اور ان دونوں آدمیوں کو بلایا اور کہا: تم دونوں نے میرے لڑکے کو ڈرایا یہاں تک کہ وہ بھاگ گیا پھر ان دونوں کے قتل کا حکم دیا تو وہ دونوں قتل کر دیئے گئے، پھر خضر کی دوسری بیوی کو بلایا اور کہا: تو نے میرے لڑکے کو بھگایا اور اس کے راز کو فاش کر دیا اگر تو اس کے راز کو فاش نہ کرتی تو وہ میرے پاس موجود رہتا تو بادشاہ نے ان کی دوسری بیوی کو قتل کروا دیا اور پہلی بیوی اور انہیں چھوڑنے والے مرد کو رہا کر دیا، پھر اس عورت نے جانے کے بعد شہر کے دروازے پر ایک خیمہ بنایا وہ لکڑیاں جمع کرتی اور انہیں بیچتی اور اس کی قیمت سے گزارہ کرتی تھی، پھر ایک دن شہر سے ایک فقیر آدمی نکلا تو اس نے کہا: ''بسم اللہ'' اللہ کے نام سے شروع، تو اس عورت نے کہا: کیا تم اللہ کو جانتے ہو؟ اس نے کہا، ہاں: اور میں خضر علیہ السلام کا

ساتھی ہوں، تو عورت نے کہا: اور میں خضر علیہ السلام کی بیوی ہوں، تو اس شخص نے اس عورت (جسے خضر علیہ السلام نے طلاق دیدی تھی) سے شادی کرلی اور اس سے ایک بچہ پیدا ہوا اور وہ عورت فرعون کی بیٹی تھی۔

اسباط نے عطاء بن سائب سے روایت کیا ہے وہ روایت کرتے ہیں سعید بن جبیر سے وہ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس سے، انہوں نے فرمایا: کہ وہ مسلمان عورت (جو پہلے خضر علیہ السلام کے نکاح میں تھی پھر اسے طلاق دیدی تھی) ایک دن فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی کررہی تھی، اچانک کنگھی اس عورت کے ہاتھ سے گر گئی تو اس نے کہا ''سبحان اللہ ربی'' اس اللہ کی پاکی جو میرا رب ہے، تو فرعون کی بیٹی نے کہا: تو میرے باپ فرعون کو رب کہہ رہی ہے؟ اس نے کہا نہیں، بلکہ میں اس اللہ کو پکار رہی ہوں جو میرا اور تیرے باپ کا رب ہے، تو فرعون کی بیٹی نے کہا کیا یہ بات میں اپنے باپ کو بتادوں؟ اس نے کہا ہاں بتادے، چنانچہ فرعون کی بیٹی نے اس عورت کی بات اپنے باپ کو بیان کردی، فرعون نے اس عورت کو بلایا اور کہا دین اسلام کو چھوڑ دے، اس عورت نے کہا میں دین اسلام کو نہیں چھوڑ سکتی، چنانچہ فرعون نے تانبے کی ایک کڑھائی منگائی اور اس کے لڑکے کو پکڑ کر اس جوش مارتی ہوئی گائے میں ڈال دیا، پھر کہا: کیا تو اپنا دین نہیں چھوڑے گی؟ اس عورت نے کہا: نہیں، پھر اس نے اس کے دوسرے لڑکے پکڑ کر گائے میں ڈال دیا اس طرح سارے بچوں کو اس میں ڈال کر ختم کردیا، پھر اس سے کہا: کیا تو اب بھی باز نہیں آئے گی؟ اس نے کہا نہیں، پھر اس کے بارے میں بھی حکم دیا کہ اسے بھی کھولتی ہوئی آگ میں ڈال دیا جائے، اس عورت نے کہا: مرنے سے پہلے میری ایک خواہش ہے، پوچھا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: جب تو مجھے تانبے کی کڑھائی میں ڈالے، پھر اس کڑھائی کو اٹھا کر ہمارے اس گھر میں ڈال دے جو شہر کے دروازے پر ہے، پھر کڑھائی کو ہٹا کر اس گھر کو ہمارے اوپر ڈھادے

تا کہ وہ گھر ہم سب کی قبر بن جائے، فرعون نے کہا: ٹھیک ہے تیری یہ بات ہمیں منظور ہے، کیوں کہ ہم پر تیرا یہ حق ضروری ہے، چنانچہ اسے مارنے کے بعد اس کے ساتھ ایسا ہی کیا گیا۔ (البدایہ والنہایہ، ج ا ص ۲۳۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: معراج کی رات جب میں نے سفر کیا تو میں نے ایک پاکیزہ خوشبو سونگھی، میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: یہ فرعون کی بیٹی کے بال سنوارنے والی عورت اور اس کے بچے کی خوشبو ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۱۶ ص ۴۱۹)

ابن عساکر نے ابی بن کعب سے روایت کیا ہے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اے جبرئیل یہ پاکیزہ خوشبو کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ کنگھی کرنے والی، اس کے بیٹے اور اس کے شوہر کی قبر کی خوشبو ہے۔

اس بات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خضر علیہ السلام بنی اسرائیل کے شرفاء لوگوں میں سے تھے، ان کا گزر گرجا گھر کے ایک راہب کے پاس سے ہوتا ہے تو اس راہب سے ملاقات کر کے اسے اسلام کی تعلیم دیتے ہیں اور اس سے وعدہ کرتے ہیں کہ وہ کسی کو بھی نہیں بتائے گا، پھر ان کے والد نے ان کی شادی ایک عورت سے کر دی تو اسے بھی اسلام کی تعلیم دی اور اس سے بھی وعدہ لیا کہ وہ کسی کو نہیں بتائے گی پھر اسے طلاق دیدی، تو ایک عورت نے ان کے راز کو فاش کر دیا اور دوسری نے چھپالیا، جب راز فاش ہو گیا تو بادشاہ کے گھر سے بھاگ گئے اور سمندر میں ایک جزیرہ میں آکر ٹھہر گئے تو انہیں دو آدمیوں نے دیکھ لیا، ان میں سے ایک نے ان کا پتہ بتا دیا اور دوسرے نے چھپالیا، پھر راز فاش کرنے والے سے کہا گیا: کس نے اسے تمہارے ساتھ دیکھا ہے؟ اس نے چھپانے والے کا نام بتا دیا اور ان کے مذہب میں یہ طریقہ تھا کہ جو شخص جھوٹ بولتا تو اسے قتل کر دیا جاتا، تو جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے چھپالیا، پھر اس

سے کہا گیا جس نے بات کو فاش کر دیا تھا چنانچہ اسے قتل کر دیا، پھر خضر علیہ السلام کا پتہ نہ بتانے والے مرد کی شادی ان کی خبر چھپانے والی عورت سے کر دی گئی۔ ایک دن وہ فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی کہ کنگھی اس کے ہاتھ سے گر گئی تو اس نے کہا فرعون ہلاک ہو جائے، فرعون کی لڑکی نے اس کی خبر اپنے باپ کو دیدی تو اس نے اس عورت، اس کے شوہر اور اس کے لڑکے کو بلایا تو اس نے ان سے کہا کہ وہ اپنے دین سے پھر جائیں لیکن انہوں نے انکار کیا، تو اس لڑکی نے کہا: یقیناً میں تم سب کو قتل کر دوں گی تو انہوں نے کہا: ہماری خواہش یہ ہے کہ جب تو ہم سب کو قتل کر دے تو ہم سب کی ایک قبر بنا دینا، تو ان سب کو قتل کر کے ان کی ایک قبر بنا دی گئی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے معراج کی رات اس خوشبو سے زیادہ اچھی خوشبو نہیں سونگھی یہاں تک کہ میں جنت میں داخل ہو گیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر، ج ۱۶ ص ۴۲۰، دار الفکر بیروت)

صالحین (نیک لوگوں) سے ملاقات

ابو الحسین بن مناوی نے اپنے رسالہ میں جو انہوں نے خضر علیہ السلام پر لکھا ہے میں ایک سند سے حضرت ابو عمرو نصیبی سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ملک شام میں مسلمہ بن مصقلہ کو تلاش کرتے ہوئے نکلا اور کہا یہ جاتا تھا کہ وہ ابدال ہیں، تو میں نے ان سے اردن کی وادی میں ملاقات کی، تو انہوں نے مجھ سے کہا: کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز کے بارے میں نہ بتا دوں جو آج میں نے اس وادی میں دیکھی ہے، میں نے کہا کیوں نہیں؟ انہوں نے فرمایا: کہ میں وادی میں داخل ہوا تو میں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو ایک درخت کے قریب نماز پڑھ رہے ہیں، تو میرے دل میں یہ بات ڈال دی گئی کہ ضرور الیاس علیہ السلام ہیں تو میں ان سے قریب ہوا اور انہیں سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا تو میں نے کہا: آپ کون ہیں اللہ تعالیٰ آپ

پر رحم فرمائے، فرمایا: میں اللہ کا نبی الیاس علیہ السلام ہوں، میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کیا زمین میں آج ابدال موجود ہیں؟ فرمایا: ہاں ساٹھ ابدال موجود ہیں، ان میں سے پچاس عریش سے فرات کے درمیان میں ہیں، تین مصیصہ (یہ ایک گاؤں ہے جو دمشق سے قریب ہے) میں ہیں اور ایک انطاکیہ میں ہے اور باقی دس عرب کے تمام شہروں میں ہیں۔

(الزهد النضر فی نباء الخضر، ص ۱۰۲، ۱۰۰)

اور ہم نے ابدال کی احادیث اپنے رسالہ ''المعدن العدنی فی فضائل اویس القرنی'' میں ذکر کی ہے۔

قشیری نے اپنے رسالہ میں ایک سند سے خواص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں بنی اسرائیل کے میدان تیہ میں تھا تو اچانک ایک شخص میرے پاس سے گزرتا ہے تو مجھے تعجب ہوا پھر مجھے خیال آیا کہ یہ خضر علیہ السلام ہیں تو میں نے ان سے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں آپ یہ بتائیں کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: تیرا بھائی خضر ہوں، میں نے کہا، آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، فرمایا پوچھ: میں نے کہا آپ امام شافعی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، فرمایا وہ اوتاد میں سے ہیں، میں نے کہا، امام احمد بن حنبل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: وہ سچے انسان ہیں، میں نے کہا آپ بشر حافی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ فرمایا: ان کے بعد ان کا مثل کوئی پیدا نہیں ہوا، میں نے کہا: کس وسیلے سے میں آپ کو دیکھوں؟ فرمایا: اپنی ماں کے وسیلے (برکت) سے۔

(مناقب الامام احمد بن حنبل، ج ۲ ص ۱۴۴، الرسالة القشيرية، ص ۱۱۶، دار المنهاج، جده، حلية الاولياء، ج ۹ ص ۱۸۷، تاريخ دمشق الكبير ج ۱۰ ص ۱۸۹)

پانچویں فصل

بدعتیں اور ناپسندیدہ چیزیں

یہ عجیب وغریب معاملات اور نامناسب کام باب ''حزورہ'' (یہ ایک چھوٹا سا ٹیلہ ہے اور یہ ایک بازار کا نام ہے جو اس کے دروازے پر لگتی ہے اور آج اس دروازے کا نام باب الوداع ہے) کے پاس مکہ مکرمہ میں کعبہ معظمہ کے سامنے فقہا کی صورتوں میں بعض بے وقوف لوگوں اور عورتوں کے اجتماع کی مجلسیں قائم ہوتی ہیں اور مغرب کی نماز ذی القعدہ کے پہلے ہفتہ میں جلد ادا کی جاتی ہے یہ خیال کرتے ہوئے آج جو سب سے پہلے اس مسجد سے نکلے گا وہ خضر علیہ السلام ہوں گے اسی طرح کے دیگر منکرات جن کا یہاں ذکر مناسب نہیں۔

اور اس سے تعجب خیز بات یہ ہے کہ حکام حرام مال کھاتے ہیں اور مسلمانوں کے درمیان سے ان بدعتوں کو ختم کرنے کے تعلق سے غافل رہتے ہیں۔

اور بعض علماء نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ خضر علیہ السلام مقام ابراہیم کے پیچھے شافعی امام کے ساتھ صبح کی نماز ادا کرتے ہیں ان کی شافعی امام کے پیچھے نماز پڑھنے والی روایت کو تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی یہ روایت اس بات پر دلالت نہیں کرتی ہے کہ وہ عبادت کے مسائل میں امام شافعی کے پیروکار ہیں اس لئے کہ وہ کسی بھی امام کے مقلد نہیں ہیں جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ ''المشرب الودری فی مذہب المھدی'' میں پوری طرح ثابت کردیا ہے اور نہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام شافعی کا مذہب تمام مذاہب میں سب سے اصح یا

مراتب میں زیادہ احوط ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ جماعتیں مختلف ہیں اور اماموں میں بھی
اختلاف پایا جاتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا داعی اس وقت پایا گیا جو شافعی امام
اقتدا کو راجح کرتا تھا چنانچہ انہوں نے شافعی امام کی اقتدا جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ
''المشرب الودری فی مذهب المهدی'' میں پوری طرح ثابت کر دیا ہے اور نہ
اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام شافعی کا مذہب تمام مذاہب میں سب سے اصح
مراتب میں زیادہ احوط ہے بلکہ یہ کہا جائے کہ جماعتیں مختلف ہیں اور اماموں میں بھی
اختلاف پایا جاتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا داعی اس وقت پایا گیا جو شافعی امام کی
اقتدا کو راجح کرتا تھا چنانچہ انہوں نے شافعی امام کی اقتداء کر لی۔

پھر جان لو کہ جو شخص سنتوں کا پابند ہو جاتا ہے اور بدعتوں سے دوری اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو معرفت کے نور سے روشن فرما دیتا ہے اور جو کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی کرتا ہے اور نبوت کی طاق سے کچھ بھی علم حاصل نہیں کرتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ اسے علم لدنی حاصل ہے تو وہ نفس اور شیطان کے پاس سے ہوتا ہے اس کے لئے کفر اور رسوائی کا دروازہ کھل جاتا ہے تو علم لدنی کی دو قسمیں ہیں:

(۱) علم لدنی رحمانی (۲) علم لدنی شیطانی۔

اور کسوٹی اللہ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں اور خضر علیہ السلام کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کا جو واقعہ پیش آیا اس کے تعلق سے یہ ماننا کہ علم لدنی وحی کے بغیر حاصل ہو جاتا ہے یہ قول تمام مشائخ کے نزدیک بے دینی ہے اور کفر ہے اس سے انسان اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

فرق یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کی طرف نہیں بھیجا گیا اور نہ خضر علیہ السلام کو ان کی پیروی کا حکم دیا گیا اگر خضر علیہ السلام کو ان کی پیروی کا حکم دیا جاتا تو

ان پر ضروری ہوتا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف ہجرت کرتے اور ان کے ساتھ رہتے اسی وجہ سے جب موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے پاس پہنچے تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کیا تم بنی اسرائیل کے موسیٰ ہو؟ انہوں نے جواباً فرمایا ہاں، میں بنی اسرائیل کا موسیٰ ہوں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ جن وانس کی طرف بھیجے گئے ہیں اسی لئے ان کی رسالت ہر زمانے میں جنوں اور انسانوں دونوں کے لئے عام ہے اگر موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ظاہری طور پر زندہ ہوتے تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے۔ امام قسطلانی نے فرمایا جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کا مقام ومرتبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا کہ خضر علیہ السلام کا موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہے یا اس مقام و مرتبہ کو امت میں سے کسی فرد کے لئے جائز مانے تو اسے تجدید اسلام کرنا چاہئے اور کلمہ شریف پڑھے کیوں کہ وہ پورے طور پر اسلام سے خارج ہو گیا چہ جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خاص اولیاء میں سے ہو بلکہ اس وقت وہ شیطان کے دوستوں، جانشین اور نائبوں میں سے ہو گیا۔ (مواہب اللدنیہ، ج ۲ ص ۶۳۴)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ واحباب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گروہ کے ساتھ آپ کے جھنڈے کے نیچے ہمارا حشر فرمائے۔

چھٹی فصل

خضر علیہ السلام کے وصال کا قول کرنے والوں کا ردّ

پھر میں نے ابن قیم جوزیہ کو دیکھا اس نے بیان کیا کہ وہ احادیث جن میں خضر علیہ السلام اور ان کی زندگی کا تذکرہ کیا گیا ہے وہ سب احادیث جھوٹی ہیں اور ان کی حیات کے بارے میں کوئی ایک بھی روایت درست نہیں ہے۔

(المنار المنیف ص ٦٧)

اس کا جواب ان احادیث و آثار میں ہے جو گزشتہ صفحات میں ذکر کی گئی ہیں۔

راوی فرماتے ہیں اسحاق بن بشر حربی سے خضر علیہ السلام کی حیات اور وفات کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا جو کسی غائب کے بارے میں محال بات کہے تو اس نے اس کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور یہ بات لوگوں کے دلوں میں شیطان نے ڈال دی کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔ (الزہر النضر، ص ۵۲)

اس کا یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ان کا یہ قول شاذ ہے جو جمہور علماء اور مشائخ صالحین کے خلاف ہے۔ راوی فرماتے ہیں، امام بخاری سے حضرت خضر و الیاس علیہما السلام کے بارے میں پوچھا گیا کیا وہ دونوں زندہ ہیں؟ تو امام بخاری نے فرمایا یہ کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''آج جو لوگ روئے زمین پر ہیں سو سال گزرنے پر ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا''۔

اور اس کے بارے میں کسی دوسرے امام سے پوچھا گیا تو انہوں نے یہ آیت

پڑھی:

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (الانبیاء:۳۴)

''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لئے ہمیشگی نہیں بنائی''۔

دوسرے سوال کا جواب ظاہر ہے اس لئے کہ مخلد سے مراد یہ ہے کہ وہ کبھی نہ مرے اور ہمیشہ زندہ رہنے کی بات کسی نے بھی خضر علیہ السلام کے بارے میں نہیں کی۔

اور امام بخاری کا حیرت ظاہر کرنا، تو خود ان کے اس قول سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں خضر علیہ السلام کی حیات کی نفی نہیں ہوتی ہے بلکہ ان کا یہ قول سو سال کے بعد خضر علیہ السلام کی موت کا فائدہ دیتا ہے۔

امام بخاری نے جو حدیث پاک بیان کی ہے کہ سو سال گزرنے کے بعد کوئی زندہ نہیں رہے گا تو اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ خضر علیہ السلام اس وقت ظاہری زمین پر نہیں تھے بلکہ وہ پوشیدہ تھے، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک ان لوگوں کے بارے میں ہے جن کو لوگ عام طور پر دیکھ سکتے ہیں، کیوں کہ فرشتے، دجال کا خروج اور شیطان اس سے مستثنیٰ ہیں کہ یہ سب قیامت تک زندہ رہیں گے اور آپ غور کریں۔

ہاں البتہ اس سے رتن ہندی جیسے کذابوں کا رد ہو گیا۔

ابن تیمیہ کا رد

ابن تیمیہ سے سوال کیا گیا تو اس نے کہا کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان پر واجب ہوتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتے اور آپ کے ساتھ مل کر جہاد کرتے اور علم حاصل کرتے اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر والے دن فرمایا: اے اللہ! اگر تو اس جماعت (صحابہ) کو ہلاک کر دے گا تو زمین پر تیری عبادت نہیں

کی جائے گی اور بدر میں صرف تین سو تیرہ صحابہ کرام موجود تھے جن کے خود کے نام باپ داداؤں کے نام اور قبیلوں کے نام سے مشہور ہیں تو اگر خضر علیہ السلام اس وقت زندہ تھے تو اس وقت کہاں تھے اور کیوں جنگ میں شرکت نہیں کی۔

(روح المعانی ج ۱۵، ص ۳۲)

میں کہتا ہوں کہ ابن تیمیہ کا یہ کلام غریب ہے اس طور پر کہ انہوں نے کہا ہے کہ خضر علیہ السلام پر ضروری تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دیتے حالانکہ ماہر علماء میں سے کسی نے بھی اس طرح کا قول نہیں کیا ہے، حضرت اویس قرنی بہترین تابعین میں سے ہیں پھر بھی انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل نہ ہوئی اور نہ جہاد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی اور نہ بلا واسطہ علم حاصل کرنے کا موقع ملا اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آتے اور علم حاصل کرتے لیکن لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہتے تھے کیوں کہ حکمت الٰہی کے تقاضوں کے تحت انہیں علانیہ آنے کا حکم نہیں دیا گیا۔

اور ابن مبارک کے کلام سے گزشتہ صفحات میں یہ بیان کیا ہے کہ خضر علیہ السلام نے بعض جنگوں میں شرکت فرمائی ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک "پھر زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی" کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! زمین پر علانیہ، غلبہ اور طاقت ورامت کے ساتھ تیری عبادت نہیں کی جائے گی اور یہ مطلب نہیں ہے کہ پھر زمین پر کوئی بھی اللہ کی عبادت کرنے والا نہیں رہے گا کیوں کہ اس وقت بہت سے ایسے مومن تھے جو مدینہ وغیرہ سے باہر رہتے تھے اور وہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے۔

ابو الفرج ابن جوزی کا ردّ

انہوں نے کہا ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ نہیں ہیں، ابن قیم نے ابو الفرج ابن

جوزی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ خضر علیہ السلام دنیا میں موجود نہیں ہیں اور اس پر چار حجتیں دلالت کرتی ہیں۔

(۱) قرآن (۲) حدیث رسول (۳) علمائے محققین کا اجماع

(۴) علمائے معقولین کا اجماع۔

(۱) قرآن پاک سے خضر علیہ السلام کے زندہ نہ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ط (الانبیاء:۳۴)

''اور ہم نے آپ سے پہلے کسی انسان کے لئے ہمیشگی نہیں بنائی۔ اگر ان کے لئے ہمیشگی ہوتی تو وہ ہمیشہ رہتے''۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ ابن الجوزی کے اس اعتراض کا جواب بہت اچھی طرح سے گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ خلد سے مراد طول عمر ہے یعنی ایک طویل زمانے تک خضر علیہ السلام زندہ رہ کر وصال فرمائیں گے کیوں کہ عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تھے اور ان کی طویل عمر پر عوام کا اتفاق ہے۔ (کشف الظنون ج ص ۱۱۲۵)

(۲) حدیث پاک سے خضر علیہ السلام کی وفات پر دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **ارائیتکم لیلتکم ھذہ فان علی راس مئة سنة لا یبقی علی ظھر الارض ممن ھو الیوم علیھا احد** (متفق علیہ) آج اس معراج کی رات میں نے تم سب کو دیکھا تو آج تم سے کوئی بھی جو روئے زمین پر موجود ہے سو سال پورا ہونے پر کوئی بھی زندہ باقی نہیں رہے گا۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے کچھ پہلے فرمایا: **ما من نفس منفوسة تاتی علیھا مئة**

سنة وهی یومئذ حية" (الفتح الکبیر، ج ا ص ۱۶۶، صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ) جو بھی جاندار آج موجود ہے وہ صرف سو سال تک زندہ رہے گا۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ ابن جوزی کے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک زمین پر رہنے والوں کے ساتھ مخصوص ہے یعنی جو لوگ بھی زمین پر بستے ہیں ان میں سے کوئی بھی سو سال ہونے پر زندہ نہیں رہے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں بیان کیا گیا ہے۔

پھر ابن جوزی نے امام بخاری اور علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ خضر علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں اگر ان دونوں کا یہ قول تسلیم کر لیا جائے تو کہا جائے گا کہ ان کی وفات نہیں ہوئی ہے۔

ان کی وفات کی دلیل ان کی حیات کے منافی ہے بیان کیا گیا ہے کہ امام بخاری سے خضر علیہ السلام کی حیات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کیسے وہ زندہ رہ سکتے ہیں جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "آج کی رات میں نے تم سب کو دیکھا تو تم میں سے جو کوئی بھی دنیا میں موجود ہے سو سال پورے ہونے پر زندہ نہیں رہے گا۔

راوی فرماتے ہیں جن حضرات نے خضر علیہ السلام کی وفات کا قول کیا ہے وہ ابراہیم بن اسحاق حربی اور ابوالحسین بن منادی ہیں اور یہ دونوں امام ہیں اور امام ابن منادی نے حیات خضر علیہ السلام کے قول کو قبیح کہا ہے۔

قاری ابویعلی فرماتے ہیں کہ ان کا وصال اصحاب رسول سے بیان کرو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ لوگ اپنے اس دعویٰ میں جمہور علماء وصالحین کے مخالف ہیں۔ اس نے کہا (ابن تیمیہ نے) بعض اہل علم سے اس کو ذکر کیا تو انہوں نے اس سے دلیل پکڑی ہے

کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اس کا جواب گزر چکا ہے۔

اور اس کا یہ کہنا کہ امام احمد نے شریح سے عن ہشیم عن مجاہد عن شعبی اور شعبی روایت کرتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر موسیٰ علیہ السلام بھی آج بظاہر زندہ ہوتے تو ان کو بھی میری اتباع کے سوا کوئی چارہ نہ ہوتا۔

(مسند احمد، مسند جابر بن عبداللہ ج ۹ ص ۲۵۷، رقم الحدیث ۷۵۰۹۴، دار الحدیث قاھرہ مصر)

تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ زندہ ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر نہ جمعہ ادا کریں اور نہ ہی باجماعت نماز ادا کریں، نہ ہی ان کی معیت میں جہاد کریں۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ زمین پر نزول فرمائیں گے تو وہ اس امت کے امام (یعنی امام مہدی) کی معیت و اقتداء میں نماز ادا کریں گے، امامت نہیں کریں گے تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتراض کا خدشہ نہ ہو۔

ابن جوزی کا ردّ

ابن جوزی کہتے ہیں کہ وہ شخص فہم حدیث سے کتنا دور ہے جو حیات خضر علیہ السلام کو ثابت کرنے کے درپے ہے وہ یہ سب بھول گیا کہ خضر علیہ السلام تو اس شریعت سے اعراض کئے ہوئے ہیں اور ان کا یہ اعراض کرنا (یعنی شریعت محمدیہ کا پابند نہ ہونا، نماز، جمعہ، حج اور جہاد معیت مصطفیٰ میں ادا نہ کرنا) ثابت ہے۔

تو ابن جوزی کے اس قول کا ظاہر روایت سے رد ہوتا ہے جبکہ یہ قول کرنا کہ حضرت خضر علیہ السلام کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز نہ پڑھنا آپ کی حیات کی نفی کرتا ہے تو یہ دعویٰ رجم بالغیب ہے۔ تو یہ دعویٰ خضر علیہ السلام کے متبع شریعت محمدی ہونے کی نفی نہیں کرتا کیونکہ ایسا دعویٰ ارکان رہینہ میں شمار نہیں ہوتا تو یہ اس وقت نہیں پائی جاسکتی جب آپ مدینہ شریف میں موجود نہیں ہوں گے اور اسی طرح خضر علیہ السلام کے شرع محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ پھیرنے کا قول بھی کلمات واہیہ، شنیعہ اور قبیحہ میں سے ہے۔ بہر حال دلیل عقلی دس طریقوں سے ہوا کرتی ہے۔

اور ان میں سے ایک دلیل عقلی کے ثبوت کا طریقہ یہ ہے کہ وہ شخص جس نے آپ کی بات کو ثابت کرنے کا قول کیا ہے، وہ یہ کہتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد میں سے ہیں تو یہ دعویٰ دو طرح سے باطل ہے۔

(۱) اس طریقہ سے ان کی عمر اب تک ۶۰۰۰ سال بنتی ہے۔ مورخین نے باعتبار حساب ذکر کی ہے اور اس طرح کی بات عادۃ بعید ہے کہ کسی انسان کے تعلق سے یہ کہا جائے کہ وہ اتنی لمبی عمر والا ہو۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں ہوسکتا ہے کہ یہ خرق عادت کے قبیل سے ہو۔

ساتھ ہی ساتھ اس روایت میں ضعیف قول ہے۔

(۲) دوسری دلیل علمائے معقولین کی یہ ہے کہ اگر خضر آدم علیہ السلام کی صلبی اولاد ہوتے یا ان کے چوتھے لڑکے ہوتے جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ ذوالقرنین کے وزیر تھے تو ضرور خوفناک بناوٹ وساخت والے ہوتے کیوں کہ اس زمانے کے لوگوں کی خلقت وساخت ہماری خلقت سے مختلف ہے بلکہ قد وقامت

میں بہت بلند ہوتے، صحیحین کی حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کی لمبائی ساٹھ گز تھی اور ان کے بعد مخلوق کی لمبائی کم ہوتی رہی۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۳۳۹۹، صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۴۷۰)

اور خضر علیہ السلام کو دیکھنے والوں میں سے کسی نے بھی بیان نہیں کیا کہ انہوں نے خضر علیہ السلام کو عظیم ساخت و بناوٹ میں دیکھا ہے اور وہ قدیم لوگوں میں سے ہیں؟

امام ملا علی قاری فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں یہ حدیث پاک غالب پر محمول ہے۔ یعنی اکثر و بیشتر اس زمانے کے لوگ لمبے اور دراز قد ہوتے تھے تو کوئی بعید نہیں کہ ان کی بعض اولادیں بعض سے قد میں چھوٹی ہوں کیا آپ نہیں دیکھتے کہ یاجوج ماجوج یافث بن نوح علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اور ان کی لمبائی صرف ایک بالشت ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔

(البدایۃ والنہایہ، ج ۲ ص ۱۱۰، تفسیر بغوی ج ۵ ص ۲۰۲، التوضیح لابن ملقن ج ۱۹ ص ۳۵۱)

پھر کوئی بعید نہیں کہ خضر علیہ السلام کو ایسی شکل وصورت اور طاقت وقوت دی گئی ہے کہ جو صورت چاہیں اختیار کرلیں جیسا کہ ہم نے اسے بعض اہل فضل وکمال کے سوال کے جواب میں ثابت کیا ہے۔

اور ان کی اصلی خلقت وساخت پر کوئی مطلع نہیں ہوا جیسا کہ جبرئیل علیہ السلام کی اصل شکل وصورت پر کوئی مطلع نہیں ہوا۔ جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اکثر وبیشتر دحیہ کلبی کی صورت میں آیا کرتے تھے۔

(روح المعانی ج ۱۵ ص ۳۲۵)

(۳) علماء معقولین کی تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر خضر علیہ السلام نوح علیہ السلام سے پہلے موجود تھے تو ضرور ان کے ساتھ کشتی نوح میں سوار ہوتے حالانکہ یہ بات کسی نے بیان نہیں کی ہے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں: کسی کے بیان نہ کرنے سے عقلی طور پر ان کے وجود کی نفی لازم نہیں آتی ہے یہاں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ پوشیدہ طور پر ان کی کشتی میں سوار ہوئے ہوں جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔

(۴) علمائے معقولین کی خضر علیہ السلام کی وفات پر چوتھی دلیل یہ ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نوح علیہ السلام جب کشتی سے اترے تو ان کے ساتھ جتنے لوگ تھے سب وفات پا گئے پھر ان کی نسلیں بھی ختم ہو گئیں اور نوح علیہ السلام کی نسل کے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا اور ان کی ذریت کے باقی رہنے پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبٰقِيْنَ۝ (الصافات:۷۷)

''ہم نے ان کے ذریت کو بنایا کہ وہی باقی رہنے والی ہے۔ (کنزالایمان)

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کا رد کرتی ہے جو کہتے ہیں خضر علیہ السلام نوح علیہ السلام سے پہلے تھے۔

جواب اس بات کا کہ ''جو لوگ بھی ان کے ساتھ کشتی میں تھے بعد میں سب مر گئے''۔ یہ قول ان کے بارے میں ہے جو دیکھے جاتے ہیں ورنہ شیطان بھی ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوا تھا اور آیت کریمہ بتاتی ہے کہ وہ آج بھی موجود ہے اس کی ذریت بھی باقی ہے اور توالد و تناسل جاری ہے تو مذکورہ آیت ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کے وجود کی نفی نہیں کرتی ہے جبکہ خضر علیہ السلام کا نوح سے پہلے ہونے کا قول ضعیف ہے۔

درست یہ ہے کہ وہ ذوالقرنین کے ساتھ تھے اور موسیٰ علیہ السلام سے پہلے

تھے۔ (ذوالقرنین قائد الفاتح والفاتح الصالح ص ۴۵، ۴۸)

(۵) علمائے معقولین کی پانچویں دلیل یہ ہے کہ اگر اس بات کو تسلیم کرلیا جائے کہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے کوئی شخص پیدائش سے لے کر آخری زمانے تک باقی رہے گا اور اس کی پیدائش نوح علیہ السلام سے پہلے ہے تو ضرور یہ عجیب وغریب اور بڑی بڑی نشانیوں میں سے ہوگا اور اس کی خبر قرآن پاک میں ایک مقام کے علاوہ کہیں بیان نہیں کی گئی ہے جبکہ یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نشانیوں میں سے ہے اللہ تعالیٰ نے جس کو ۹۵۰ سال کی عمر عطا فرمائی تو کیسے ہوسکتا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کم سے کم چھ ہزار سال کی عمر عطا فرمائے اور اس کو قیامت تک زندہ رکھے پھر اس کا ذکر قرآن میں نہ کرے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں میں کہتا ہوں کہ بڑی نشانیاں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن پاک میں ان کا ذکر کثرت سے اور بار بار کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کا ذکر اس لئے کیا ہے تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جائے اور ان کی قوم کی جانب سے ملنے والی تکالیف پر ان کی مدد کی جائے اور ان کی ہلاکت کو ٹال دیا جائے اور نوح علیہ السلام کی قوم کی گمراہی، ان کی جہالت کفر پر ان کے اصرار اور نبی سے دشمنی پر تنبیہ کرنا ہے کہ وہ اپنی شقاوت قلبی کی وجہ سے عذاب الٰہی کے مستحق ہوگئے تھے اور جب وجود میں لانے پر قادر ہے تو اس کو فنا کرنے پر بھی قادر ہے اگر چہ کوئی شخص زمانے دراز تک زندہ رہے ساتھ ہی نوح علیہ السلام کی عمر کو صراحت ذکر کرنے میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ ان سے زیادہ عمر ہوسکتی ہے۔ (روح المعانی ج ۱۵، ص ۳۳۲)

(۶) چھٹی دلیل علمائے معقولین کی یہ ہے کہ خضر علیہ السلام کی حیات کا قول کرنا بغیر علم کے اللہ پر بات کرنا ہے اور یہ بات نص قرآن سے حرام ہے رہا دوسرا مقدمہ ظاہر ہے اور پہلا مقدمہ تو اس لئے کہ اگر خضر علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کی حیات پر

ضرور قرآن، حدیث یا اجماع امت دلالت کرتا، تو یہ کتاب اللہ ہے تو تم اس میں خضر علیہ السلام کی حیات کی دلیل کہاں پاتے ہو، یہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو اس میں تم ایسی کوئی حدیث پاتے ہو جو خضر علیہ السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہو؟ اور یہ اس امت کے علماء ہیں تو کب انہوں نے ان کی حیات پر اجماع کیا ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ خضر علیہ السلام کی حقیقی حیات تو وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع امت سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد:

وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۝ (الکہف:٦٥)

کی تفسیر میں معلوم ہو چکا ہے۔

اور ان کی طویل عمر بطور دلیل ہم استصحاب (سابقہ حال) سے ثابت کرتے ہیں یہاں تک کہ ان کی وفات درست طریقے پر ثابت ہو جائے۔ (روح المعانی ج ۱۵،ص ۳۲۸)

اور ہم نے اس سے پہلے بعض احادیث ذکر کی ہیں جو خضر علیہ السلام کی حیات پر دلالت کرتی ہیں اگر چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ظاہری طور پر نہیں آتے تھے اور ان کا صحابہ کرام سے احادیث روایت کرنا ثابت ہے۔ پھر مشائخ عظام، جمہور علماء کاملین کا اس بات پر اجماع ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں مخلوق کے درمیان موجود رہتے ہیں جیسا کہ ابن صلاح نووی وغیرہ فقہائے کرام اور محدثین عظام نے بھی اسے ثابت مانا ہے۔ (نشر المحاسن العالیہ ص ۴۰)

ان کی وفات کا قول کرنا اٹکل پچوں بات کرنا ہے تو جس نے عیب لگایا تو عیب اسی پر لوٹ جائے گا۔

(4) ساتویں دلیل علمائے معقولین کی یہ ہے کہ سب سے مضبوط دلیل یہ ہے۔ جسے لوگ ان کی حیات کے تعلق سے بیان کرتے ہیں ایک شخص سے روایت ہے کہ اس نے خضر علیہ السلام کو دیکھا تو اس نے بطور تعجب کہا کیا خضر علیہ السلام کی کوئی علامت

ہے جو بھی انہیں دیکھتا ہے پہچان لیتا ہے اور بہت سے لوگ اس قول سے دھوکا کھاتے ہیں کہ میں خضر ہوں اور یہ بات معلوم ہے کہ کسی انسان کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر دلیل کے جائز نہیں ہے تو دیکھنے والے کے لئے کہاں سے جائز ہو گیا کہ جس کے بارے میں اس کو خبر دی گئی وہ سچی ہے جھوٹی ہے۔

میں کہتا ہوں یہ ایک دوسری بحث ہے بلاشبہ قائل اپنی خبر میں صدق و کذب کا احتمال رکھتا ہے۔

اس طور پر اہل معرفت کے نزدیک ان کی مشہور علامتیں ہیں کہ وہ جس زمین پر قدم رکھتے ہیں وہ ان کے قدموں سے ہری بھری ہو جاتی ہے اور ان کے قدم کی لمبائی ایک گز اور اس جیسی ہے بعض اوقات ان سے ایسی خلاف عادت باتیں صادر ہوتی ہیں جو ان کی سچائی کی گواہی دیتی ہیں اس طور پر مومن کی تصدیق کی جاتی ہے کہ کہا گیا ہے مومن کے بارے میں اچھا گمان کرو کیا آپ نہیں دیکھتے کہ کوئی اجنبی کسی شہر میں داخل ہو کر کہے کہ میں سیّد ہوں تو اس کی تصدیق کی جاتی ہے یہاں تک کہ کوئی بات اس کے قول کے خلاف ثابت ہو جائے۔

حاصل یہ ہے کہ اہل ثقہ کے نزدیک اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

(۸) علمائے معقولین کی آٹھویں دلیل یہ ہے کہ خضر علیہ السلام نے موسیٰ بن عمران اللہ تعالیٰ کے کلیم سے جدائی اختیار کی اور ان کو اپنے ساتھ نہ رکھا اور کہا:

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ۚ (الکہف:۷۸)

''یہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی کا وقت ہے''۔

کس طرح موسیٰ علیہ السلام کی جدائی کو پسند کرتے ہیں پھر شریعت اسلامیہ سے دوران جاہل بندوں کو جمع کرتے ہیں جو جمعہ، جماعت اور نہ کسی علمی مجلس میں شریک ہوتے ہیں اور نہ کچھ علم جانتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک یہ کہتا ہے مجھ سے خضر علیہ

نے کہا اور مجھے خضر نے وصیت کی، تعجب ہے کہ جو انسان اللہ کے کلیم موسیٰ علیہ السلام سے جدائی اختیار کرتا ہے اور ایسے جاہلوں کے ساتھ رہتا ہے جو نہیں جانتے کہ وضو کیسے کیا جاتا ہے نماز کیسے ادا کی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ وہ جھوٹے دجال ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھتے ہیں اور کوئی بعید نہیں کہ وہ اس بات میں خضر علیہ السلام پر جھوٹ باندھیں اور ہمارا کلام ان اکابر عابد و زاہد صوفیاء کے بارے میں ہے جو ان کی مجلس میں شرکت کرتے تھے یہاں تک کہ خواص میں سے کسی سے اس کے سفر حج میں عجیب و غریب باتوں کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ خضر علیہ السلام نے اس کی صحبت اختیار کرنی چاہی تو اس نے انکار کیا، انہوں نے اس کا سبب پوچھا تو اس نے کہا کہ آپ (خضر علیہ السلام) کے وجود پر بھروسہ کرتے ہوئے مجھے اپنے نفس پر توکل کی کمی کا خوف ہے

(احیاء علوم الدین ج۴ ص۲۶۹)

(۹) علمائے معقولین کی نویں دلیل یہ ہے کہ امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو یہ کہے کہ میں خضر ہوں اور کہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے تو اس کی بات کو نہیں مانا جائے گا اور اس کے قول سے دین میں دلیل نہیں لی جائے گی، اگر یہ کہا جائے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر نہیں ہوئے اور نہ ان کی بیعت کی یا یہ جاہل یہ کہے وہ رسول اس کی طرف نہیں بھیجے گئے تو اس صورت میں کفر ہو جائے گا۔

میں کہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مخلوق کی طرف نہ بھیجے جانے کا قول کرنا اجماعی طور پر باطل ہے کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اسی طرح یہ کہنا یہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں نہ آئے یہ بھی باطل ہے۔

اور ظاہری طور پر بیعت نہ پائی جائے اور کھلے طور پر اتباع کو مانا جائے تو یہ چیز نہ دنیا میں نقصان دہ ہے اور نہ آخرت میں۔

اور بڑے بڑے ارباب اصول نے انہیں جماعت صحابہ میں شمار کیا ہے۔

ان کی روایت کی عدم قبولیت کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے دیکھے جانے کا قطعی یقین نہیں کیا جا سکتا۔

(۱۰) دسویں دلیل علمائے معقولین کی یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو ضرور اللہ کی راہ میں کفار سے جہاد کرتے اور ان کی رسی اللہ کے راستے میں رہتی میدان جنگ میں مجاہدین کی صف میں کھڑے رہتے اور جمعہ جماعت وغیرہ میں حاضر ہوتے جنگلوں اور بنجر مقامات پر سیر وسیاحت کو چھوڑ کر علم سکھاتے جو اس سیر وغیرہ سے افضل ہے۔

میں کہتا ہوں یہ اٹکل پچو بات ہے ان سب چیزوں کی نفی خضر علیہ السلام سے کہاں سے ثابت ہوتی ہے؟ ساتھ ہی ساتھ علم لدنی کو جاننے والا ان چیزوں میں مشغول ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ الہام فرماتا ہے ہر جگہ اور ہر زمانے میں کام اور معاملات جس چیز کا تقاضا کرتے ہیں اور بادشاہوں کو لوہاروں پر قیاس نہ کیا جائے پاک ہے وہ ذات جس نے بندوں کو اپنے ارادہ کے مطابق قائم کیا سلامتی ہے اس کے لئے جو اسلام لائے اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والا ہے جو اس نے مقرر کیا اور ثابت کیا وہ زیادہ محکم اور مضبوط ہے۔

سبحان ربك رب العزة عما يصفون

وسلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين

اَلتِّبیَانُ فِی بیَانِ مَا فِی لَیلَۃِ النِّصفِ مِنْ شَعْبَانَ وَ لَیلَۃِ الْقَدْرِ مِنْ رَمَضَانَ

فضائل

شب برأت ولیلۃ القدر

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ

علامہ مفتی محمد عباس رضوی

تخریج

ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ

ناشر
اکبر بُک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

ابتدائیہ

بسم الله الرحمن الرحيم وبه نستعين

الحمد لله الذی قدر الا رزاق والاجال و دبر امور العباد من الاحوال والافعال و الصلاة والسلام علی من انزل علیه القرآن فی لیلة مبارکة لها قدر و شان من جملة الازمان وعلی اله واصحابه تفلة کتابه و جملة علومه و ادابه

امابعد!

احقر عباد اللہ الغنی الباری علی بن سلطان محمد القاری (المعروف ملا علی قاری) کہتے ہیں کہ بعض باوفاء اور عزیز دوستوں نے مجھ سے گزارش کی کہ کچھ نصف شعبان کی رات کے متعلق بیان کردوں۔ کیونکہ لیلۃ القدر غالب گمان کے مطابق ماہ رمضان شریف میں ہے اور یہ نور علی نور اور سرور علی سرور ہے۔ پس میں ان کے کہنے کے مطابق ان کے سوال کا جواب دیتا ہوں اور اس تحقیق میں اللہ تعالیٰ سے توفیق چاہتا ہوں۔

پس میں نے اس کو "سورہ الدخان" کی ابتداء سے شروع کیا اور "سورہ القدر" پر ختم کیا ہے جو کہ مشہور قول کے مطابق ماہ رمضان میں ہے!

فرمان باری تعالیٰ ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم ☆ (حم)"

اس "حاء" میں معروف قرأت کے مطابق فتح اور امالہ ہے اور اس کے درمیان اور اسلاف کے نزدیک مختار اور خلف کا اجماع اس پر ہے کہ سورتوں کے اوائل میں جو تمام حروف مقطعات ہیں۔ ان کے نزول کی مراد اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

(۱) امام سدی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے:

''کہ بے شک ''حم'' اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے!''۔

(تفسیر طبری ج ۱ص ۲۰۶، تفسیر ثعلبی ج ۸ص ۲۶۳)

شاید اس سے ان کی مراد وہ ہو جو کہ:

(۲) امام عطا خراسانی نے بیان کیا ہے کہ ''حا'' سے اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ حلیم، حمید، حی، حکیم، حنان کی ابتدا مراد ہے اور ''میم سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات ملك، مجيد، منان کی ابتداء ہے۔ (تفسیر ثعلبی ج ۸ص ۲۶۳)

(۳) امام ضحاک اور کسائی نے کہا کہ:

اس سے مراد ہے کہ فیصلہ ہو چکا جو کچھ ہونے والا ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ ''حم'' کا حم الامر کا معنیٰ قضی الامر ہے اور اس سورہ کا ان اشارات کی طرف مخصوص ہو کر صادر ہونا کتنا عمدہ پہلو ہے۔

والكتاب المبين

یعنی ''جامع ولامع مراد قرآن ہے''۔

کیونکہ یہ امور ثابتہ کے لئے ظاہر معجزہ ہے اور پھر اس میں ''واؤ'' قسم کے لئے ہے اور جواب قسم یہ قول مبارکہ ہے:

انا انزلناه یعنی ''روشن کتاب''۔

فی لیلة المباركة یعنی ''خیر کثیر اور بوہت بڑی قدر والی رات''۔

جمہور علماء کے مطابق یہ نصف شعبان کی رات ہے۔

اور قتادہ نے کہا:

کہ یہ لیلۃ القدر ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل فرمایا۔ پھر حضرت

جبرئیل امین نے اس کو تھوڑا تھوڑا لیکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر تیئیس (۲۳) سال میں مکمل کیا۔ جیسا کہ ''معالم التنزیل'' میں ہے اور جیسا کہ امام سیوطی نے ''درمنثور'' میں حضرت ابن عباس وسعید بن جبیر اور امام نخعی سے بیان کیا۔

(تفسیر بغوی، ج ۷ ص ۲۲۷ تفسیر درمنثور، ج ۷ ص ۳۹۸، ۳۹۹)

اور امام بیضاوی نے کہا:

یعنی ''لیلۃ القدر یا شب برأت کہ اس میں نزول کی اور برکت کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس لئے ہے کہ قرآن کا نزول دینی اور دنیاوی منافع کا سبب ہے۔ یا اس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ یا رحمت کا نزول اور دعاؤں کی قبولیت اور نعمتوں کی تقسیم ہوتی اور کاموں کی تفصیل ہوتی ہے۔ (تفسیر بیضاوی ج ۵ ص ۹۹)

صاحب کشاف نے کہا:

نصف شعبان کی رات کے چار نام ہیں:

(۱) لیلۃ المبارکہ۔

(۲) لیلۃ البرأۃ۔

(۳) لیلۃ الصک۔

(۴) لیلۃ الرحمۃ۔ (تفسیر کشاف، ج ۴ ص ۲۶۹)

اور کہا گیا ہے کہ اس کو شب برأت اور شب صک اس لئے کہتے ہیں کہ بندار یعنی وہ شخص کہ جس کے ہاتھ میں وہ پیمانہ ہو کہ جس سے ذمیوں سے پورا اخراج لیکر ان کے لئے برأت لکھ دیتا ہے۔

☆ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس رات کو اپنے بندوں کے لئے بخشش کا پروانہ لکھ دیتا ہے!

☆ اور کہا جاتا ہے کہ اس کے اور لیلۃ القدر کے درمیان چالیس راتوں کا فاصلہ

ہوتا ہے!

یہ بھی ایک قول ہے کہ یہ رات پانچ خصوصیتوں کی حامل ہوتی ہے!

(۱) اس میں ہر کام کا فیصلہ ہوتا ہے۔

(۲) اس میں عبادت کرنے کی فضیلت ہے۔

(۳) اس میں رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ ان تمام امور کی تفاصیل آگے بیان ہو گی۔

(۴) اس میں شفاعت کا اتمام ہوتا ہے۔

(۵) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ شعبان کی رات کو اپنی امت کی بخشش کے بارے میں سوال کیا تو آپ کو تیسرا حصہ عطا فرمایا گیا۔ پھر چودھویں رات کو مانگی تو آپ کو دوتہائی امت عطا فرمائی گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہویں شعبان کی رات کو دعا مانگی تو آپ کی تمام امت سوائے چند نافرمان اشخاص کے آپ کے سپرد کر دی گئی۔

(اور پانچویں خصوصیت یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کی اس رات میں یہ عادت کریمہ ہے کہ اس میں آب زمزم میں ظاہراً زیادتی فرماتا ہے۔ (تفسیر کشاف ج۴ ص۲۶۹)

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ اس سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ اس رات کو آب زمزم خوب سیر ہو کر پینا چاہئے۔

انا کنا منذرین

یہ مقتضی کے درمیان انزال کے لئے استیناف ہے۔ اور نزول کے ساتھ خاص کیا۔ کیونکہ وہ احوال کے اول میں بہت اہم ہے یا پھر یہ باب اکتفا باضداد الاشیاء بطریق سرابیل ہے کہ جس سے گرمی اور سردی سے بچا جاتا ہے۔ پس اس کا معنی یہ ہے کہ:

کفار اور فجار کو جہنم کے عذاب سے ڈرانے کے لئے ہے اور اطاعت گزاروں کو جنت ودار قرار کی بشارت دینے کے لئے ہے۔

فِیْهَا یُفْرَقُ

یعنی ''تفصیل بیان کردی جاتی ہے''۔

كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ

یعنی ''ہر محکم اور حکمت کے ساتھ بھرپور کام'' ظاہر یہی ہے کہ یہ جملہ اس مبارک رات کی صفت ہے اور جو ان دونوں کے درمیان ہے وہ جملہ معترضہ ہے۔

جیسا کہ امام بیضاوی نے بیان فرمایا ہے:

''کہ یہ لیلۃ القدر کی صفت ہے کیونکہ یہ عین وہی صفت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کے بارے میں فرمایا:

تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ

(تفسیر بیضاوی، ج۵ ص۹۹)

(۵) اور معالم التنزیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

''لوح محفوظ میں لیلۃ القدر کو جو کہ پورے سال میں خیر وشر، رزق، اموات حتیٰ کہ حجاج کے نام یعنی کہا جاتا ہے کہ فلاں حج کرے گا اور فلاں حج کرے گا سب لکھ دیا جاتا ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم، تفسیر درمنثور، تحت الآیۃ)

(۶) اور ''امام حسن، مجاہد اور قتادہ'' نے فرمایا کہ:

''لیلۃ القدر میں جو کہ ماہ رمضان میں ہے۔ تقادیر لکھی جاتی ہیں اور تمام اموات واعمال، تخلیق ورزق جو کچھ اس سال ہونا ہوتا ہے لکھ دیا جاتا ہے''۔ (تفسیر طبری ج۲۱ ص۸،۹)

(۷) اور عکرمہ نے فرمایا کہ:

''یہ نصف شعبان کی رات ہے اس میں پورے سال کی تقادیر اور زندوں اور مردوں کی عمریں لکھی جاتی ہیں اور اس میں کمی بیشی نہیں ہوتی''۔ (ایضاً ص ۹)

(۸) اور امام بغوی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوع روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''شعبان سے شعبان تک اموات لکھی جاتی ہیں یہاں تک کہ آدمی نکاح کرتا ہے اور اس کے گھر اولاد پیدا ہوتی ہے حالانکہ اس کا نام مردوں میں لکھا جا چکا ہوتا ہے''۔ تفسیر بغوی ج ۷ ص ۲۲۷، تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۱۰)

(۹) امام سیوطی نے فرمایا: کہ ابن زنجویہ اور دیلمی نے حضرت ابو عزیزہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ (در منثور، ج ۷ ص ۴۰۰)

میں کہتا ہوں کہ شاید ان دونوں اقوال میں تطبیق اس طرح ہوگی کہ:

(۱۰) ابو ضحیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ:

''بے شک اللہ تعالیٰ تمام تقدیروں کا فیصلہ پندرہویں شعبان کو فرماتا ہے اور لیلۃ القدر کو ان ارباب کے سپرد کر دیتا ہے''۔ (تفسیر ثعلبی ج ۱۰ ص ۲۴۸)

(۱۱) امام ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے اس قول مبارک کہ:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ

کے تحت روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

''ایک سال سے دوسرے سال تک کے امور (شقاوت وسعادت) یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس کتاب میں تحریر ہے اس میں کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوتا۔ (در منثور ج ۷ ص ۳۹۹) (اس پر عنقریب کلام ہوگا)

امر یعنی ''ہم نے امر حاصل کو نازل کیا''۔

من عندنا یعنی ''ہم نے مقتضی کے مطابق حکم کیا اور یہ امر کے لئے تفخیم اور اس کی تعظیم اور قدر کی مزید شان یا تقدیر کہ ہم نے اس کو نازل کیا''۔

اِنَّا کُنَّا مُرْسِلِیْنَ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ یہ استیناف ہے جو کہ تعلیل اور برہان کو متضمن ہے۔

بیضاوی نے کہا: یہ بدل ہے: اِنَّا کُنَّا مُنْذِرِیْنَ کا یعنی ''ہم نے قرآن نازل کیا جیسا کہ کتب کے ساتھ بندوں کی طرف رحمت کے لئے رسول بھیجنے کی ہماری عادت کریمہ ہے''۔ (تفسیر بیضاوی ج۵ ص۹۹)

پس اس سے ظاہر ہوا کہ یہاں مفعول محذوف ہے اور رحمۃ منصوب علی العلۃ ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ رحمۃ مفعول بہ ہو یعنی ہر کام کی تفصیل اس میں ہماری طرف سے ہوتی ہے کیونکہ یہ ہماری شان ہے کہ ہم اپنی رحمت بھیجتے ہیں۔ پس رزق کی تقسیم اور دیگر امور الٰہیہ کا رحمت کے باب سے صدور ہوتا ہے۔

اور امام بغوی نے کہا:

''انا کنا مرسلین محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ومن قبله من الانبیاء

''یعنی ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجنے والے ہیں یہ رحمت ہے تیرے رب کی طرف سے''۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

''یعنی یہ میری طرف سے میری مخلوق پر مہربانی اور ان پر ان کی بعثت کے ساتھ نعمت فرمائی''۔ (تفسیر بغوی ج۷ ص۲۲۸)

امام زجاج نے فرمایا:

''ہم نے اس کو مبارک رحمت والی رات میں نازل کیا''۔

اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ یعنی'' وہ بندوں کے اقوال کو سنتا ہے اور ان کے معاش و معاد کے احوال کو جانتا ہے یا ان کی مناجات کو سنتا اور ان کی حاجات کو جانتا ہے''۔ (ایضاً)

(۱۲) امام جلال الدین سیوطی ''تفسیر در منثور'' میں لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی اور ابن نجار نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام شعبان کے روزے رکھ کر اس کو رمضان کے ساتھ ملا دیتے تھے اور آپ کسی بھی ماہ کے تمام دنوں کے روزے نہ رکھتے تھے سوائے شعبان کے میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شعبان کا مہینہ آپ کو بڑا پسند ہے کہ آپ اس کے روزے رکھتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اے عائشہ: کوئی نفس بھی پورے سال میں نہیں فوت ہوتا مگر اس کی اجل شعبان میں لکھ دی جاتی ہے تو میں پسند کرتا ہوں کہ جب میری اجل لکھی جائے تو میں اللہ کی عبادت اور عمل صالح میں مصروف ہوں''۔ (تاریخ بغداد ج ۴ ص ۴۳۶، تفسیر در منثور ج ۷ ص ۴۰۲)

پس یہ حدیث دلیل ہے کہ یہ کتابت پورے ماہ شعبان میں ہوتی ہے۔ لیکن دیگر اخبار و آثار جو کہ اس سلسلہ میں وارد ہیں بظاہر ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ کتابت نصف شعبان کی رات کے ساتھ مخصوص ہے۔ شاید رات کے اکثر حصہ میں یہ کتابت ہوتی ہو اور دن کا روزہ صرف برکت کے لئے ہو۔

(۱۳) ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب نصف شعبان کی رات آئے تو رات کو قیام کرو اور اس کی صبح کا

روزہ رکھو کیونکہ اس رات کو اللہ تعالیٰ کی رحمت غروب آفتاب سے لیکر آسمان دنیا پر آکر پکارتی ہے: ہے کوئی بخشش مانگنے والا میں اس کو بخش دوں، ہے کوئی رزق کا طالب میں اس کو رزق دوں، ہے کوئی بیمار جو شفا طلب کرے میں اس کو شفا دوں، یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے"۔

(سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث ۱۳۸۸، شعب الایمان رقم الحدیث ۳۸۱۲)

(۱۴) ابن ابی شیبہ ترمذی، ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی آپ فرماتی ہیں کہ:

"میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات نہ پایا تو میں آپ کی جستجو میں نکلی تو آپ کو بقیع میں اس طرح پایا کہ آپ کا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا: اے عائشہ کیا تمہیں اس کا خوف ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا۔ عرض کیا: مجھے یہ تو خوف نہیں ہے مگر میں نے یہ گمان کیا کہ شاید آپ کسی اور بی بی کے پاس تشریف لے گئے ہیں۔ تب آپ نے فرمایا: اللہ (عز و جل) آسمان دنیا کی طرف پندرہویں شعبان کی شب کو نازل فرماتا ہے۔ پس قبیلہ "بنی کلب" کی بکریوں کے بالوں کی گنتی سے زیادہ اللہ تعالیٰ مخلوق کو بخش دیتا ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جامع ترمذی، ۷۳۹، ابن ماجہ، ۱۳۸۹، شعب الایمان ۳۸۲۶، رقم الحدیث ۲۹۸۵۸)

(۱۵) بیہقی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"نصف شعبان کی رات رحمت خداوندی آسمان دنیا پر نزول فرماتی ہے۔ پس ہر شخص کو بخش دیا جاتا ہے سوائے مشرک شخص کے یا جس کے دل میں

کینہ ہو"۔

(شعب الایمان رقم الحدیث ۳۸۲۷، اخبار مکہ ۱۸۳۸، السنۃ، ۵۰۹، مسند ابوبکر، ۱۰۴، کامل ابن عدی ج ۵ ص ۳۰۹)

مرادنزول خداوندی

جاننا چاہئے کہ رب تعالیٰ کا نزول متشابہات میں سے ہے اور اسلاف کا مذہب متشابہات سے اللہ تعالیٰ کو منزہ ومبرا ماننا ہے یا تفویض کا ہے اور خلف کا مذہب اس میں تاویل کو جائز رکھتا ہے۔ اس سے مراد رحمت کا نزول ہے جیسے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول "رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ" دلالت کرتا ہے اور نفس حدیث کا مضمون بھی اس طرف اشارہ کرتا ہے کیونکہ مذکورہ عطیات تمام کی تمام مستورات رحمت کے اثر میں سے ہیں یا اللہ تعالیٰ کے لئے تنزل معنوی یا تجلی صوری ہے یا جیسے کہ اس کی شان کے لائق ہے اور اس کی تمام صفات محدثات اور مخلوقات کی صفات سے پاک ہیں۔

نہ اس کے لئے حلول ونزول نہ الحاد واتحاد ہے۔ اس کی شان اس سے بلند ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ نزول سے مراد رحمت کے ملائکہ مقربین کا نزول ہے یا مقربین سے ندا جیسے کہ اس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے۔

(۱۶) جس کو امام بیہقی نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب نصف شعبان کی شب آتی ہے تو ندا کرنے والا پکارتا ہے۔ کوئی ہے جو گناہوں سے مغفرت چاہے؟ میں اسے معاف کردوں۔ کوئی مانگنے والا ہے؟ کہ اسے عطا فرماؤں۔ پس کوئی سائل ایسا نہیں مگر اسے ضرور دیا جاتا ہے۔ بجز زانیہ عورت یا مشرک کے"۔

(شعب الایمان رقم الحدیث ۳۸۳۶)

نزول سے مراد اطلاع خاص ہے تعبیر اس کی یہ ہے کہ قرب الٰہی اپنے بندوں کے لئے مگر کھیلنے کودنے اور گناہ گاروں کے لئے۔

(۱۷) بیہقی نے حضرت معاذ بن جبل اور ابن ماجہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات میں ظہور فرماتا ہے اور مشرک اور کینہ پرور کے سوا ہر ایک کی مغفرت فرما دیتا ہے''۔

(شعب الایمان رقم الحدیث ۶۶۲۸، ۳۸۳۸، السنہ، ۵۱۲، صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۵۶۶۵، ابن ماجہ ۱۳۹۰)

(۱۸) بیہقی نے ابو ثعلبہ الخشنی اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جب نصف شعبان کی رات آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ظہور فرماتا ہے۔ پس تمام مومنین کو معاف کر دیتا ہے اور کفار کو ڈھیل دیتا ہے اور دل میں بغض رکھنے والوں پر نظر کرم نہیں فرماتا، یہاں تک کہ وہ اس کو چھوڑ نہ دے''۔ (شعب الایمان ۳۸۳۲)

(۱۹) امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو اٹھ کر نماز پڑھی اور بہت طویل سجدہ کیا حتیٰ کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ کا انتقال ہو گیا ہے تو میں اٹھی اور آپ کے پائے اقدس کا انگوٹھا ہلایا تو وہ ہلا پھر میں لوٹ آئی جب آپ نے سجدہ سے سر اٹھایا اور نماز تمام کی۔ تو فرمایا: اے عائشہ اے حمیرا: کیا تم کو یہ گمان ہو گیا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے زیادتی کی ہے؟ عرض کیا: نہیں

خدا کی قسم! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکن آپ کے طویل سجدہ نے مجھے وفات کے خوف میں مبتلا کر دیا تھا۔ فرمایا: کیا تم جانتی ہو کہ یہ کون سی رات ہے؟ عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے۔ فرمایا: پندرہویں شعبان کی رات ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اس رات میں اپنے بندوں پر ظہور فرماتا ہے تو توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور رحم چاہنے والوں پر رحم فرماتا ہے اور کینہ پروروں کو جیسے وہ تھے۔ اسی پر رکھتا ہے"۔

(شعب الایمان ۳۸۳۵)

(۲۰) امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی اور کہا کہ یہ ضعیف ہے:

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے لباس مبارک اتارا ابھی پوری طرح اتارا ابھی نہ تھا کہ کھڑے ہو گئے پھر لباس پہن لیا، اس وقت مجھے بے حد رشک آیا مجھے گمان ہوا کہ شاید حضور میرے سوتے میں کسی اور زوجہ مطہرہ کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے چلی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بقیع غرقد میں پایا اس حال میں کہ آپ مومنین و مومنات و شہداء کے لئے مغفرت کی دعا فرما رہے تھے۔ اس وقت میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان آپ تو اللہ کے کام میں مشغول ہیں اور میں دنیا کے کام میں لگی ہوئی ہوں۔ پھر میں لوٹ آئی اور اپنے حجرہ میں چلی گئی ابھی میرا سانس پھولا ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ فرمایا: یہ کیسا سانس پھول رہا ہے؟ اے عائشہ، عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ تشریف لائے کپڑے اتارے بھی نہ تھے کہ کھڑے ہو گئے اور دوبارہ کپڑے پہن لئے مجھے بڑا رشک ہوا شاید کہ آپ کسی اور زوجہ مطہرہ کے پاس تشریف لے جا رہے ہیں یہاں تک کہ میں

نے آپ کو بقیع میں دعا میں مشغول فرمایا۔ فرمایا: اے عائشہ تمہیں اس کا خوف ہے کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کرے گا، نہیں بلکہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ یہ رات نصف شعبان کی رات ہے۔ اللہ تعالیٰ قبیلہ "بنی کلب" کی بکریوں کے بالوں کی گنتی کے برابر بندوں کو جہنم سے آزاد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس رات کسی مشرک اور کینہ پرور کی طرف نظر نہیں فرماتا اور نہ قاطع رحم پر اور نہ ٹخنوں سے نیچے ازار لٹکانے والوں پر، نہ ماں باپ کو ایذا دینے والوں اور نہ ہمیشہ شراب پینے والوں پر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ نے اپنے کپڑے اتارے۔ پھر فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا تم شب بیداری کی اجازت دیتی ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان تب آپ نے قیام فرمایا اور طویل سجدہ کیا۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ آپ وفات پا گئے پھر میں کھڑی ہو کر ٹٹولنے لگی پس اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے لگایا تو وہ متحرک ہوئے اس وقت مجھے خوشی ہوئی اور میں نے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ دعا مانگ رہے ہیں:

"میں تیرے عتاب سے تیرے عفو کی پناہ چاہتا ہوں تیری ذات کریم جلالت والی ہے۔ تو ویسا ہی ہے جیسے تو نے اپنی ثناء کی ہے"۔

جب صبح ہوئی تو میں نے ان دعاؤں کا ذکر کیا۔ فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسے یاد کر لے اور دوسروں کو سکھا دے کیونکہ جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعائیں مجھے سکھلائی ہیں اور کہا ہے کہ میں اس کو سجدہ میں بار بار پڑھوں"۔

(شعب الایمان رقم الحدیث: ۳۸۳۷)

پندرہویں شعبان کی رات کو زیارت قبور

پس پندرہویں شعبان کی رات کو زیارت قبور کے مستحب ہونے پر یہ حدیث دلالت کرتی ہے اور اقرباء، رشتے داروں، بھائیوں اور ہمسایوں کے لئے خصوصاً اور عام اہل ایمان کے لئے عموماً استغفار کرنا اور اس رات کو نفلی نماز ادا کرنا اور اس رات میں لمبے سجدے کرنا اور دعائیں مانگنا کہ اس بات پر مذکورہ حدیث دلالت کرتی ہے۔ جیسے کہ آنے والی حدیث میں سجدہ کی حالت میں دعا مانگنے اور گناہوں سے توبہ کرنے کا ذکر ہے اور ایسے شخص کے ساتھ کہ اس کے اور اس کے درمیان بغض اور کینہ ہو کے ساتھ صلح کرنا مستحب ہے اور اس رات کو جاگنا اور دن کے وقت روزہ رکھنے کے استحباب پر دلالت پہلے گزر چکی ہے۔

(۲۱) اور بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی آپ فرماتی ہیں کہ:

"نصف شعبان کی شب میری باری تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف فرما تھے۔ جب نصف رات گزری تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا اور میرے دل میں وہ بات آئی جو عورتوں کے دل میں آیا کرتی ہے۔ میں نے چادر اوڑھی اور تمام ازواج مطہرات کے حجروں میں جستجو کی مگر آپ کو نہ پایا۔ پھر میں حجرے میں آ گئی تب میں نے آپ کو اپنے حجرہ میں اس حال میں دیکھا کہ کپڑا پڑا ہوا ہے اور آپ سجدہ میں تھے اور دعا مانگ رہے تھے۔

"اے اللہ میں نے اور میرے دل نے تجھے سجدہ کیا اور میرا دل تجھ پر ایمان لایا پس یہ میرا ہاتھ ہے۔ اور جو میں نے ان کے ساتھ اپنے نفس پر

زیادتی کی۔ اے عظمت والے تو ہی ہر عظمت کی امید گاہ ہے میرے بڑے ذنوب بخش دے میری پیشانی نے اس کو سجدہ کیا جس نے اس کو پیدا کیا اور صورت دی ہے اور کان اور آنکھ دی"۔

اس کے بعد حضور نے اپنا سر مبارک اٹھایا پھر دوبارہ سجدہ کیا اور یہ دعا مانگی کہ اے خدا تیرے غصہ سے تیری رضامندی کی پناہ لیتا ہو جیسے تو نے اپنی ثناء کی ہے ویسے ہی میں بھی کہتا ہو اور جیسے میرے بھائی حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا تھا پس میں اپنا چہرہ اپنے مولا کے واسطے مٹی پر رکھتا ہو اور اسی لئے یہ سزاوار ہے پھر سر مبارک اٹھایا اور کہا مجھے پرہیز دل عنایت فرما جو شرک سے منزہ ہو اور نہ وہ گنہگار ہو اور نہ بد بخت ہو اس کے بعد آپ وہاں سے اٹھ کر میری چادر میں تشریف لے آئے۔ درانحالیکہ میرا سانس پھولا ہوا تھا آپ نے فرمایا:

اے حمیرا! تمہارا سانس کیوں پھولا ہوا ہے؟

میں نے سارا حال عرض کیا۔

پھر آپ نزدیک آئے اور میرے گھٹنے پر ہاتھ پھیرا، پس میں نے کہا تھک گئے پس فرمایا کہ دونوں تھک گئے اور یہ پندرہویں شعبان کی رات ہے اس رات میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اپنے بندوں کو بخش دیتا ہے بجز مشرک اور کینہ پرور کے۔ (شعب الایمان رقم الحدیث ۳۸۳۸، کتاب الدعاء ۶۰۶)

(۲۲) بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی آپ نے فرمایا کہ:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پندرہ شعبان کی رات کو دیکھا کہ کھڑے ہوئے اور چودہ رکعت نماز ادا فرمائی پھر اس سے فارغ ہو کر آپ بیٹھ گئے اور چودہ مرتبہ "سورہ فاتحہ" اور چودہ مرتبہ "سورہ اخلاص" اور چودہ مرتبہ "معوذتین" اور ایک مرتبہ "آیت الکرسی" اور ایک مرتبہ آیت مبارکہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ

اَنْفُسِکُمْ تلاوت فرمائی پس جب آپ اس سے فارغ ہو گئے تو آپ سے میں نے پوچھا رحمۃ اللہ علیہ جو کہ آپ نے عمل فرمایا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس شخص نے یہ عمل کیا جیسا تو نے دیکھا ہے تو اس کے لئے بیس مقبول حج اور بیس سال کے مقبول روزوں کا ثواب ہوگا۔

اور اگر صبح کا وہ روزہ رکھے تو گویا کہ اس نے ساٹھ سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ روزہ رکھا۔ (شعب الایمان رقم الحدیث ۳۸۴۱)

امام بیہقی نے فرمایا یہ حدیث یوں لگتا ہے کہ جیسے موضوع ہے اور یہ منکر ہے اور اس کے راویوں میں مجہول راوی ہیں۔

اصول

(قلت) میں (مصنف) کہتا ہوں کہ بعض راویوں کی جہالت سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ حدیث موضوع ہو اور ایسے ہی بعض الفاظ کی نکارت کی وجہ سے اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا نہ کہ موضوع ہونے کا اور پھر فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بھی بالاتفاق قابل عمل ہوتی ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ نفس نماز تو وہ اس رات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اسناد کے ساتھ ویسے ہی ثابت ہے لہٰذا کمیت اور کیفیت کے بیان میں حدیث کا ضعف بالکل مضر نہیں ہے۔

کیونکہ نماز تو بہر حال ایک اچھا اور نیک عمل ہے اور ہر مقبول و مطبوع کے نزدیک احسن طریقہ سے مشروع ہے۔

شب برأت اور مختلف ممالک کے لوگوں کے اعمال

پس اس سے لوگوں کے اس فعل کے جواز کا بیان ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ ماوراء النہر اور خراسان، روم، قدس شریف اور ہندوستان وغیرہ ممالک میں عمل کرتے ہیں کہ وہ

اس رات کو ایک سو رکعت اس طرح پڑھتے ہیں کہ ہر رکعت میں ''سورہ اخلاص'' (۱۰) مرتبہ تلاوت کرتے ہیں جیسا کہ صاحب ''قوت القلوب'' اور امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں ذکر کیا ہے۔

تو اگر چہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند کے ساتھ وارد نہیں ہے لیکن اس سے مانع بھی کوئی امر نہیں ہے اگر چہ اس کو دوام کے ساتھ کیا جائے۔

ہاں اس کے سنت نبوی ہونے کا اعتقاد رکھنا یہ علماء کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔

نوافل کی جماعت کا حکم

اور اس طرح نوافل نماز کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا بھی بعض کے نزدیک مکروہ ہے۔ پھر اس میں ۱۴ کے عدد کے اختیار کرنے میں شاید یہ نقطہ ہو کہ اس سے پہلے چودہ راتیں گزر چکی ہیں اور یا یہ (طٰہٰ) سے ماخوذ ہے جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے: جو کہ بلند مقام اور روشن نور کا ظہور ہے۔

شب برأت اور صلاۃ تسبیح

اور پھر بہتر یہ ہے کہ اس رات کو نماز تسبیح پڑھی جائے کیونکہ وہ تو بلاشک ثابت ہے۔

اس رات کے دیگر وظائف

(۲۳) اور سید معین الدین الہندی نے اپنی تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے اس قول: یَمْحُو اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کی ہے کہ شقاوت وسعادت اور موت وحیات کے علاوہ میں سے جو چاہے مٹا دیتا ہے اور جو چاہے ثابت رکھتا ہے۔

(۲۴) اور بہت سارے اسلاف مثل حضرت عمر بن خطاب اور عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہما سے مروی ہے کہ وہ اس طرح دعا کیا کرتے تھے:

''اے اللہ اگر تو نے ہمیں اہل شقاوت میں لکھا ہے تو اس کو مٹا دے اور ہمیں سعادت مندوں میں لکھ اور اگر ہمیں سعادت مندوں میں لکھا ہے تو اس کو ثابت رکھ بے شک تو جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور تیرے پاس لوح محفوظ ہے''۔

تو چاہیئے کہ اس رات کو یہ دعا مانگی جائے۔

لیکن یہ حدیث قوی نہیں!

میں کہتا ہوں کہ ضعیف حدیث پر بھی عمل جائز ہے۔ خصوصاً جبکہ اکابر صحابہ کرام سے اس کی روایت ثابت ہے لہٰذا اس سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اور تحقیق یہ ہے کہ محو و اثبات یہ امور تقدیر معلقہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ محققین نے اس کو اللہ تعالیٰ کے اس قول وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ کے تحت ذکر کیا ہے۔

اور حدیث شریف کہ ''البر یذید فی العمر'' کہ نیکی سے عمر زیادہ ہوتی ہے اور دعا سے بلاء دفع ہوتی ہے اس کی موید ہیں۔

اور اس رات کو ''سورہ دخان'' کی تلاوت کرنا بھی مستحب ہے۔

(۲۵) کیونکہ امام ترمذی نے اپنی جامع اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے ''حم الدخان'' رات کو پڑھی صبح کو اس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں''۔ اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(جامع ترمذی رقم الحدیث ۲۸۸۸ شعب الایمان رقم الحدیث ۲۴۷۵)

تکملہ از مترجم

مصنف حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں نصف شعبان کی رات کے بارے میں بیان ختم کر دیا ہے اور تمام دلائل کا استیعاب نہیں فرمایا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ کچھ دلائل بھی ساتھ شامل کر دیئے جائیں تا کہ یہ کتاب اس موضوع پر ایک جامع کتاب بن جائے۔

(۲۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب پندرہ شعبان کی رات ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سوائے مشرک اور کینہ پرور کے بخش دیتا ہے"۔

(رواہ البزار فی مسندہ (کشف الاستار ۲/۴۳۶)

امام بزار فرماتے ہیں اس حدیث میں ہشام کا متابع کوئی نہیں ہے اور یہ حدیث اس سے عبداللہ بن غالب کے سوا اور کوئی روایت نہیں کرتا اور ابن غالب "لیس به بائیں" ہے یعنی اس میں حرج نہیں۔

امام ہیثمی فرماتے ہیں کہ:

اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں ہشام بن عبدالرحمٰن راوی ہے۔ میں اس کو نہیں جانتا اور باقی روات ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ۸/۶۵ باب الثناء)

(۲۷) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پندرہ شعبان کی رات کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر ظہور فرماتا ہے اور سوائے مشرک اور کینہ پرور کے سب کو بخش دیتا ہے"۔ (کشف الاستار فی زوائد البزار ۲/۴۳۶ رقم الحدیث ۲۰۴۸)

(۲۸) حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات اپنی مخلوق پر ظہور فرماتا اور تمام بندوں کو بخش دیتا ہے سوائے دو کے (۱) کینہ پرور اور (۲) خودکشی کرنے والا''۔

(۲۹) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس نے پانچ راتوں کو زندہ کیا (بیدار ہو کر عبادت کی) اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔ تو یہ راتیں عرفہ کی رات، عید الفطر و قربان کی راتیں اور پندرہ شعبان کی رات''۔

(الترغیب والترھیب للاصبھانی ۱/۲۴۸ رقم الحدیث ۳۷۴ الترغیب والترھیب للمنذری ۲/۱۵۲ کتاب العیدین)

(۳۰) حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے آپ ماہ شعبان میں روزے رکھتے ہیں اتنے روزے کسی دوسرے مہینے میں آپ کو رکھتے نہیں دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگ اس مہینہ سے غافل ہیں جو کہ رجب اور رمضان کے درمیان ہے یہ وہ مہینہ ہے کہ اس میں بندوں کے اعمال رب العزت کی بارگاہ میں اٹھائے جاتے ہیں تو میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزہ سے ہوں''۔

(سنن نسائی مجتبی ۱/۲۶۲ کتاب الصیام باب صیام النبی رقم الحدیث ۲۳۵۹، السنن الکبریٰ للنسائی ۲/۱۲۰ باب ۷۰ رقم الحدیث ۲۶۶۶، مسند احمد ۵/۲۰۱، شرح معانی الاثار للطحاوی

۱/۰۴۴۳ شعب الایمان للبیهقی ۳/۳۷۷ رقم الحدیث ۳۸۲۰، فضائل الاوقات ص ۱۱۶ رقم الحدیث ۲۱، الکامل لابن عدی ۲/۵۱۹، مصنف ابن ابی شیبه ۳/۱۰۳، الترغیب والترهیب للاصبهانی ۲/۳۹۹ رقم الحدیث ۱۸۶۵)

(۳۱) حضرت کردوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے عید کی رات اور پندرہ شعبان کی رات کو زندہ کیا اس کا دل اس دن بھی نہ مرے گا جس دن سب کے دل مردہ ہو جائیں گے''۔

(القند فی ذکر علمائے سمرقند ص ۱۶۰، رقم الترجمة ۱۶۰، مسند الفردوس للدیلمی ۱۴۸ قلمی، کذا فی حاشیه فردوس الاخبار ۴/۲۷۱ رقم الحدیث ۶۳۴۹، حسن بن سفیان و ابن شاهین کذا فی کنز العمال ۸/۵۴۸، رقم الحدیث ۲۴۱۰۷)

(۳۲) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''چار راتیں اپنے دنوں کی طرح اور دن اپنی راتوں کی طرح ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں برأت تقسیم کرتا ہے۔ گنہگاروں کو عذاب سے رہائی عطا فرماتا ہے اور ان میں اللہ تعالیٰ عامل کرنے والوں کو ثواب عطا فرماتا ہے۔ لیلۃ القدر اور اس کا دن، عرفہ کی رات اور اس کا دن، پندرہ شعبان کی رات اور اس کا دن، جمعہ کی رات اور جمعہ کا دن''۔

(اخرجه الدیلمی کذا فی کنز العمال ۱۲/۳۲۲ رقم الحدیث ۳۵۲۱۴)

(۳۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ چار راتوں میں اپنی رحمت عام بانٹتا ہے۔ عیدالفطر اور عید قربان کی راتوں میں اور پندرہ شعبان کی رات کہ اس میں اموات و روزی کا فیصلہ ہوتا ہے اور حاجیوں کے نام لکھے جاتے ہیں اور عرفہ کی رات میں صبح کی اذان تک''۔

(مسند الفردوس للدیلمی کذا فی کنز العمال ۱۲/۳۲۲، ۳۲۳ رقم الحدیث ۳۵۲۱۵)

(۳۴) حضرت امام طاوس یمانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے پندرہ شعبان کی رات اور اس میں عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

''میں اس کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ ایک حصہ میں اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کہ اس نے فرمایا:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا

یعنی ''اے مومنو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام پڑھو جیسا کہ اس کا پڑھنے کا حق ہے''۔

اور دوسرے حصہ میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے کہ اس نے حکم فرمایا:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ

یعنی ''اللہ تعالیٰ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ان کو عذاب دے حالانکہ وہ استغفار کرتے ہوں''۔

اور تیسرے حصہ میں نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے

ہوئے:

وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ

یعنی ''سجدہ کر اور قرب حاصل کر''۔

میں نے عرض کیا جو شخص یہ عمل کرے اس کے لئے کیا ثواب ہوگا:

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

''جس نے پندرہ شعبان کی رات کو زندہ کیا۔ اس کو ''مقربین'' یعنی ان لوگوں میں کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ

میں لکھ دیا جاتا ہے۔ (القول البدیع (ص ۲۰۷) باب الصلاۃ علیہ فی شعبان)

(۳۵) حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''پانچ راتیں ایسی ہیں کہ ان میں دعا رد نہیں ہوتی''۔

جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرہویں رات، عید الفطر اور عید قربان کی رات''۔

(فردوس الاخبار للدیلمی ۲/ ۳۱۱ رقم الحدیث ۲۷۹۷، تاریخ دمشق لابن عساکر، تہذیب ۳/ ۲۹۹)

مراسیل وموقوفات اور منقطوعات روایات

(۳۶) حضرت کثیر بن مرہ الحضرمی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور ہر بخشش مانگنے والے کو بخش دیتا ہے سوائے مشرک اور مشاحن کے''۔

(کتاب النزول للدارقطنی ص ۱۶۵، ۱۶۶، رقم الحدیث ۸۲، ۸۴، شعب الایمان للبیھقی ۳/ ۳۸۱ رقم الحدیث ۳۸۳۱، فضائل الاوقات بیھقی ص ۱۲۲، بدون رقم، مصنف ابن ابی شیبہ ۱۰/ ۴۳۸ برقم ۹۹۰۸، مصنف عبدالرزاق ۴/ ۳۱۷ رقم الحدیث ۷۹۲۴)

(۳۷) حضرت امام مکحول سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ہر پندرہ شعبان کی رات کو ظہور فرماتا ہے اور ہر عبادت گزار کو بخش دیتا ہے سوائے مشرک اور مشاحن کے''۔

(کتاب النزول للدارقطنی ص ۱۶۸، رقم الحدیث ۸۷)

(۳۸) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

''پانچ راتیں ایسی ہیں کہ جن میں دعا رد نہیں کی جاتی''۔

جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرہویں رات اور عیدین کی راتیں۔

(مصنف عبدالرزاق ۴/ ۳۱۷، رقم الحدیث ۷۹۲۷، شعب الایمان للبیھقی ۳/ ۳۴۲ رقم الحدیث ۳۷۱۳، فضائل الاوقات ص ۳۱۱ رقم الحدیث ۱۴۹)

(۳۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ

نوف بکالی سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ شعبان کی پندرہویں رات کو باہر نکلے اور اس شب میں اکثر باہر آتے تھے۔ آپ نے آسمان دنیا کی طرف نظر اٹھاتے ہوئے کہا کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک شب کو ایسے ہی وقت باہر تشریف لائے۔ تو انہوں نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر فرمایا یہ وہ وقت ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اس نے ضرور قبول فرمائی اور جس نے مغفرت چاہی اس کی ضرور بخشش

ہوئی بشرطیکہ وہ شخص عشار، جادوگر، کاہن، منجم، جلاد، مال نکالنے والا، گویا اور باجا بجانے والا نہ ہو۔ (نوفل کہتے ہیں کہ کوبہ اور عرطبہ طنبورہ کو کہتے ہیں) حضرت علی نے دعا مانگی کہ:

"اے خدا حضرت داؤد علیہ السلام کے رب اس رات میں جو بھی دعا مانگے یا مغفرت چاہے تو قبول فرمالے۔ بلاشبہ تو پندرہویں شعبان کی شب میں ظہور فرماتا ہے"۔

(لطائف المعارف لابن رجب حنبلی ص ۱۶۱، باب المجلس الثانی فی نصف شعبان، ما ثبت من السنة للشیخ عبدالحق الدهلوی (ص ۲۶۲) ذکر شهر شعبان)

(۴۰) حضرت کعب رضی اللہ عنہ

حضرت امام مکحول حضرت کعب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

"بے شک شعبان کی پندرہویں شب اللہ عزوجل اپنی مخلوق پر ظہور اجلال فرماتا ہے پس سب کی بخشش فرماتا ہے سوائے مشرک اور کینہ پرور کے"۔ (کتاب النزول للدارقطنی ص۱۶۸ رقم الحدیث ۸۸)

(۴۱) امام مکحول

حضرت امام مکحول سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو زمین والوں پر ظہور فرماتا ہے اور تمام کو بخش دیتا ہے سوائے دو اشخاص کافر اور مشاحن کے"۔

(شعب الایمان للبیهقی ۳/ ۳۸۱، رقم الحدیث ۳۸۳۰، فضائل الاوقات ص ۱۲۲، بدون الرقم بعد الرقم ۷۳، شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة للالکائی ۳/ ۴۵۲ رقم الحدیث ۷۷۲)

(۴۲) حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ

امیر المومنین خلیفہ راشد الخامس حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے بصرہ کے حاکم ''عدی بن ارطاۃ'' کو حکم لکھا کہ:

''تجھ پر سال بھر میں چار راتیں ہیں (ان سے غافل نہ ہونا کیونکہ) ان میں اللہ تعالیٰ رحمت عامہ فرماتا ہے رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرہویں رات، عید الفطر اور عید قربان کی رات''۔

(الترغیب والترهیب" للاصبهانی ۳۹۳/۲ رقم الحدیث ۱۸۵۱، "غنیة الملتمس" للخطیب كذا فی "فیض القدیر "للمناوی ۴۵۵/۳، ونقله عنه ابن رجب الحنبلی فی "لطائف المعارف" ص ۱۶۲)

(۴۳) حضرت عطاء بن یسار

حضرت عطاء بن یسار (تابعی) ارشاد فرماتے ہیں:

''لیلۃ القدر کے بعد شعبان کی پندرہویں رات سے افضل کوئی رات نہیں ہے اس میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول فرماتا ہے اور سوائے مشرک اور مشاحن اور قاطع رحم کے سب کو بخش دیتا ہے''۔

(شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة ۴۵۱/۳ رقم الحدیث ۷۶۹، سنن سعید بن منصور كذا قال ابن رجب فی لطائف المعارف ص ۱۶۲)

(۴۴) حضرت عطاء بن یسار ہی فرماتے ہیں:

''تمام مرنے والوں کا فیصلہ اور کتابت پندرہ شعبان کی رات کو ہوتی ہے یہاں تک کہ آدمی سفر کے لئے نکلتا ہے اور اس کا نام مرنے والوں یعنی زندوں سے مردوں میں لکھ دیا جاتا ہے اور وہ شادی کرتا ہے حالانکہ اس کا نام زندوں سے مردوں میں منتقل ہو چکا ہوتا ہے''۔

(مصنف عبدالرزاق ۳۱۷/۴ رقم الحدیث ۷۹۲۵)

(۴۵) حضرت فضیل بن فضالہ

حضرت امام فضیل بن فضالہ الہوزی فرماتے ہیں:

''بے شک اللہ تبارک وتعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو آسمان دنیا پر اجلال فرماتا ہے اور نیکوں کو ثواب جزیل عطا فرماتا ہے۔ جہنمیوں کو آزاد فرماتا ہے اور عذاب میں کمی ونرمی فرماتا ہے''۔

(شرح اصول اعتقاد اهل السنة للالکائی ۳/۴۵۲ رقم الحدیث ۷۷۳)

(۴۶) حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو حضرت جبرئیل کو جنت کی طرف بھیجتا ہے اور حکم دیتا ہے کہ جنت کو سنوار دیا جائے اور فرماتا ہے کہ بے شک اس رات کو اللہ تعالیٰ آسمان کے ستاروں اور دنیا کے دن اور رات اور درختوں کے پتوں اور پہاڑوں کے وزن اور ریت کے ذروں کی تعداد کے مطابق لوگوں کو عذاب سے نجات عطا فرماتا ہے''۔

(لطائف المعارف لابن رجب الحنبی (ص ۱۶۲)

(۴۷) حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا:

''جس نے شعبان کے ہر دن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سات سو مرتبہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتے کی ڈیوٹی لگا دیتا ہے جو کہ وہ درود شریف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کرتا اور پہنچاتا ہے جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارکہ خوشی و مسرت کا اظہار فرماتی ہے پھر اس فرشتہ کو حکم فرماتا ہے کہ وہ قیامت تک

اس شخص کے لئے استغفار کرتا رہے''۔

(الجزء فی فضل شعبان لابن ابی الصیف الیمنی کذا قال السخاوی فی "القول البدیع" (ص ۲۰۶) باب الصلاۃ علیه فی شعبان)

(۴۸) حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ:

''بے شک پانچ راتوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں:

جمعہ کی رات، عیدالفطر اور عید قربان، رجب کی پہلی رات اور شعبان کی پندرہویں رات میں''۔

(کتاب الام للشافعی ۱/۲۳۱، السنن الکبریٰ للبیہقی، ۳/۳۱۹ کتاب العیدین، شعب الایمان ۳/۳۴۲، فضائل الاوقات (ص ۳۱۳) رقم الحدیث ۱۵۰ وفی معرفة السنن والاثار ۳/۶۶ رقم الحدیث ۱۹۵۸، لطائف المعارف لابن رجب ص ۱۶۲)

(۴۹) خالد بن معدان نے فرمایا:

سال میں پانچ راتیں ہیں جو کوئی ان پر ثواب کی نیت سے مواظبت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت عطا فرمائے گا۔

رجب کی پہلی رات کہ اس رات کو قیام کرے اور دن کا روزہ رکھے اور نصف شعبان کی رات کہ اس دن کا قیام کرے اور اس کے دن کا روزہ رکھے اور نصف شعبان کی رات کہ اس رات کو قیام کرے اور دن کا روزہ رکھے اور عیدالفطر کی رات کو قیام کرے اور دن کا روزہ نہ رکھے اور عید الضحیٰ کی رات کو قیام کرے اور دن کا روزہ نہ رکھے اور عاشورہ کی رات کو قیام کرے اور دن کا روزہ رکھے۔

(۵۰) حضرات تابعین کرام

''اہل شام میں تابعین کرام جیسے کہ امام ... حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

خالد بن معدان، امام مکحول، امام لقمان بن عامر وغیرہم۔ پندرہویں شعبان کی رات کی تعظیم کرتے تھے اور اس رات کو عبادت میں زیادتی کی کوشش کرتے تھے اور ان سے لوگوں نے یہ اخذ کیا ہے کہ اس رات میں خوب عبادت کرتے اور اس کی عظمت کے معترف ہیں۔ ایک ضعیف قول یہ ہے کہ ان کے پاس اس سلسلہ میں اسرائیلی روایات پہنچیں تو جب یہ ان سے مختلف ممالک اور شہروں میں پہنچیں تو لوگوں میں اس بارے میں اختلاف پیدا ہو گیا کچھ لوگوں نے اس کو قبول کر لیا اور اس رات کی تعظیم کرنے لگے۔ ان میں سے بصرہ کے صوفیاء ہیں اور کچھ دیگر لوگوں نے اس کا انکار کیا اور ان میں سے اکثریت علمائے حجاز کی ہے۔ جیسا کہ حضرت امام عطا ابن ابی ملیکہ وغیرہما......

اور علمائے شام میں اس رات میں عبادت کرنے کے بارے میں دو قول ہیں:

پہلا قول

کہ اس رات کو مساجد میں اکٹھے ہو کر عبادت کرنا مستحب ہے۔ امام خالد بن معدان اور لقمان بن عامر وغیرہما اس رات کو اچھے کپڑے پہنتے اور سرمہ لگاتے اور فخر کرتے اور مسجد میں نوافل پڑھتے اور ان کی موافقت امام بخاری کے استاد امام اسحاق بن راہویہ نے کی اور فرمایا کہ اس رات کو مسجد میں اکٹھے عبادت کرنا بدعت نہیں ہے یہ بات ان سے امام کرمانی نے مسائل میں بیان فرمائی۔

دوسرا قول

مساجد میں اجتماع مکروہ ہے اور یہ مکروہ نہیں کہ کوئی آدمی اکیلا اس رات میں عبادت کرے اور یہ قول اہل شام میں سے امام اوزاعی کا ہے جو کہ ان کے امام اور فقیہہ ہیں۔

(۵۱) امام ابن رجب الحنبلی

امام رجب حنبلی نے فرمایا:

فقدم ليلة النصف الشريف مصليا

اشرف هذا الشهر ليلة نصفه

''نماز پڑھتے ہوئے شعبان کی پندرہویں رات کو قیام کر پس اسی رات کی وجہ سے اس مہینہ کو بزرگی ملی ہے''۔

فكم من فتى قد بات في النصف آمنا

وقد نسخت فيه صحيفة حتفه

''کتنے ہی نوجوان ہیں جو راتیں امن کے ساتھ گزارتے ہیں اور ان کو مردوں کے صحیفے میں لکھ دیا ہوتا ہے''۔

فبادر بفعل الخير قبل انقضائه

و حاذر هجوم الموت فيه بعرفه

''پس نیکی کے کاموں میں مرنے سے پہلے سبقت کرنے کی کوشش کر موت کے اچانک آنے سے پہلے اس کا اندازہ کر لے''۔

وصم يومها لله واحسن رجاه

لتظفر عند الكرب منه بلفظه ''اور اس کے دن کا اللہ کے لئے روزہ رکھ اور اس سے اچھی امید رکھ تاکہ اس کے ساتھ مصیبت کے وقت کامیابی حاصل کر''۔ (لطائف المعارف ص ۱۶۳)

(۵۲) الشیخ نجم الدین عمر بن محمد بن احمد النسفی ۵۳۸ھ

حضرت امام شیخ نجم الدین عمر بن محمد النسفی فرماتے ہیں:

فى ليلة العيد لمن قامها

والنصف من شعبان كشف الكروب

من یحیھا یحیی بہ قلبہ
ولم یمت یوم تموت القلوب

یعنی ''عید کی رات اور نصف شعبان کی رات مصائب کو دور کرنے والی ہے۔جس نے اس کو زندہ کیا اس کا دل اس دن بھی نہیں مرے گا جس دن دل مردہ ہو جائیں گے''۔(القند فی ذکر علماء سمرقند ص۱۶۰)

(۵۳)امام ابن الحاد المالکی ۷۳۷ھ

حضرت امام ابن الحاج مالکی فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رات بڑی مبارک اور اللہ کے ہاں بڑی قدر والی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ

پس اس آیت میں اس رات کا ذکر ہے یہ اگر چہ لیلۃ القدر تو نہیں لیکن پھر بھی اس کی بڑی فضیلت ہے اور اس میں بڑی بھلائی ہے اور حضرات اسلاف اس کا بڑا احترام کرتے تھے اور اس کے آنے سے پہلے اس کے لئے تیاری کرتے اور اس رات کی ملاقات کی بڑی تمنا کرتے تھے اور اس کی عزت وحرمت کا لحاظ رکھتے اور ان اسلاف کے شعائر اللہ کی تعظیم کے بارے میں پیچھے بیان گزر چکا ہے اور اس رات کی تعظیم شرعی تعظیم ہے۔(المدخل ۲/۲۹۹باب لیلۃ النصف من شعبان)

(۵۴)شیخ ابن نجیم حنفی

حضرت امام شیخ فقیہ ابن نجیم حنفی اور حضرت امام شیخ سیّد محمد امین بن عابدین بن شامی فرماتے ہیں۔

پندرہ شعبان کی رات کی نماز کا ذکر محدث غافقی نے لمحات الانوار میں اور صاحب ''انس المنقطعین'' اور امام ابو طالب مکی نے ''قوت القلوب'' اور

عبد العزیز الدیرینی نے ''طہارۃ القلوب'' اور امام ابن جوزی نے کتاب ''النور'' و امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں کہا ہے کہ:

امام حافظ طبری نے فرمایا کہ تمام دنیا کے ممالک میں لوگوں کی عادت چلی آرہی ہے کہ وہ مقدور بھر اس رات کو نماز پڑھتے ہیں اور اس کی صحت میں ایسے آثار و اخبار مروی ہیں کہ جن پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ یہ تمام روایات موضوع ہیں جیسا کہ ابن جوزی نے کہا ہے اور کسی حدیث پر وضع کا حکم بڑا عظیم خطرہ ہے اور اس کی شان بڑی ہے اور پھر یہ تمام احادیث ترغیب میں واقع ہیں اور عمل کرنے والا نیت اور صدق عزم و اخلاص کے مطابق ثواب پائے گا اور پھر ان کو تلقی بالقبول حاصل ہے اگرچہ ان پر صحیح کا حکم نہ لگایا جائے گا اور اس پر عمل میں حرج بھی نہیں ہے۔

(البحر الرائق ۲/۵۲ باب الوتر والنوافل منحۃ الخالق علی البحر الرائق ۲/۸۳)

(۵۵) حضرت امام تقی الدین سبکی اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں

''نصف شعبان کی رات کی عبادت سال بھر کے گناہوں کو اور جمعہ کی رات کی عبادت ہفتہ بھر کے گناہوں کو اور لیلۃ القدر کی رات کی عبادت پوری عمر کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے''۔

(اتحاف السادۃ المتقین بشرح علوم احیاء الدین للشیخ السیّد محمد بن الحسینی المرتضیٰ الزبیدی ۳/۴۲۷)

قدر اللہ بالشئی

تکملہ از مترجم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فضیلت لیلۃ القدر

اِنَّآ ''بے شک ہم نے اس کو عظمت کے ساتھ عزت دی''۔

اَنۡزَلۡنَا یعنی ''قرآن یہ کنایہ ہے کہ جس کا بیان مذکور نہیں ہوا کیونکہ اس کی شان کے ظہور نے اس بیان کو مستغنی کر دیا ہے''۔

فِیۡ لَیۡلَةِ الۡقَدۡرِ یعنی ''جلیل القدر کہ اس کے ساتھ جس پر نازل ہوا اس کی قدر پہچانی جاتی ہے اور جن کی طرف نازل کیا گیا اور یکبارگی لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نازل کیا گیا اور اس کو بیت العزت میں رکھا گیا پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اس کو تھوڑا تھوڑا کرتے تئیس سال میں نازل کرتے رہے''۔

اس کا نام لیلۃ القدر اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ یہ امور واحکام کی تقدیر کی رات ہے اللہ تعالیٰ اس میں اپنے بندوں اور شہروں کی آئندہ سال کی تقادیر کا فیصلہ فرما دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فِيهَا يُفۡرَقُ كُلُّ أَمۡرٍ حَكِيمٍ

اور وہ مصدر سے ان کے قول سے قدر الله بالشیء محققًا قدر اور قدر انهر والنهر اور والشعر ۔ الشعر اور قدره تشدید تقدیر کے ساتھ بمعنی واحد۔

(۵۶) حضرت مجاہد نے فرمایا: وہ حکم کی رات ہے یعنی اس میں احکام الٰہیہ کی

کثرت ہے یا حکم خاص جو کہ اس کے ساتھ متعلق کہ اس میں عبادت کی زیادتی کی فضیلت ہے اور اس کا اختصاص صرف اس امت کے ساتھ ہے جیسا کہ بعض احباب روایت ودرایت نے بیان فرمایا ہے۔

(تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۸۶، تفسیر طبری ج ۲۴ ص ۵۴۴)

(۵۷) دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کو لیلۃ القدر عطا فرمائی ہے جو کہ پہلی امتوں کو نہیں ملی''۔ (مسند الفردوس ج ۱ ص ۱۷۳)

امام حسین بن فضل سے کہا گیا کہ تقادیر تو اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پہلے ہی لکھ دی ہیں تو پھر لیلۃ القدر میں لکھنے کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا تقادیر وقت مقررہ تک چلتی ہیں اور قضاء نافذ ہوتی ہے۔ (تفسیر ثعلبی ج ۱۰ ص ۲۴۸)

میں کہتا ہوں کہ تحقیق یہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مقدورات کی تخلیق سے پہلے اپنے علم ازلی جو کہ مکنونات کے متعلق ہے کے ساتھ لکھ دی تھیں اور آپ کے معلم کی تعبیر ام الکتاب میں ہے جو کہ نہ تبدیل ہوگی اور نہ اس میں تغیر ہوگا پھر لوح محفوظ اور قلم ملحوظ کو تخلیق فرمایا اور قلم کو حکم دیا کہ جو کہ ہو چکا ہے اور ہوگا وہ نور کے اوراق پر نور کی دوات سے لکھے تو اس نے ہر چیز جس کی اس کو اطلاع لکھ دی پھر قلم اس کے ساتھ جو کچھ ہونے والا ہے اللہ کے علم کے موافق لکھ کر خشک ہو گیا اور غایت یہ کہ اس میں بعض اشیاء مجمل اور بعض مطلق اور بعض معلق لکھی ہوئی ہیں تو اس اعتبار سے اس لوح میں زیادتی اور کمی منقوش کے لحاظ سے جائز ہے اور اللہ تعالیٰ کے فرمان:

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝ (الرعد:۳۹)

کا اسی طرف ارشاد ہے:

پھر اللہ تعالیٰ ہر سال کے مطابق جو کچھ لوح محفوظ میں ہے جو کچھ سال میں اول سے آخر تک ہونا ہوتا ہے لیلۃ القدر میں لکھتا ہے جیسا کہ ہر بنی نوع آدم میں روح پھونکتے وقت اس کا رزق موت عمل وشقی اور سعید ہونا لکھا جاتا ہے اور حالانکہ یہ تمام چیزیں لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم جو کہ کلیات و جزئیات اور موجودات ومعدومات کو محیط ہے کی خبر ہے اور پھر کراماً کاتبین بندوں کے اعمال لکھتے ہیں۔ پھر قیامت کے دن لوح محفوظ کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا جائے گا تو ان دونوں میں زرہ برابر بھی کمی بیشی نہ ہوگی پس پاکی ہے اس ذات کو جس نے اپنے بندوں کے امور کو اپنے ارادہ کے متعلق لکھ دیا یہ تمام قضاء وقدر کے اسرار ہیں جس سے جہلاء گمراہ ہوئے اور عقلاء جس میں متحیر ہیں اور علماء اس کے پیچھے نہیں پڑتے سوائے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَھُمْ یُسْئَلُوْنَ

امام ازہری نے فرمایا:

اس کا معنی یہ ہے کہ عظمت، اور شرف والی رات میں لوگوں کا کہنا فلاں کے لئے امیر کے نزدیک عزت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول: وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ کے لئے امیر کے نزدیک عزت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول: وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ یعنی انہوں نے وہ تعظیم نہ کی جیسا تعظیم کا حق تھا اس میں عمل صالح اللہ کے نزدیک عزت والا اور عظمت والا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ اس کے ہاں مقبول ہوتا ہے جیسا کہ اس کا بیان اور اس کی دلیل آگے بیان ہوگی۔

(۵۸) امام سہل نے فرمایا: اس رات میں بندوں پر رحمت مقدر کی جاتی ہے یعنی جو لوگ عناد اور فساد پر مصر نہ ہوں۔

اور کہا گیا: اَنْزَلْنَاہُ یعنی "قرآن کو فضیلت اور برکت والی رات میں نازل کیا"۔

امام بیضاوی نے فرمایا یہاں ضمیر قرآن کی تفخیم کے لئے ہے بغیر شہادت کے ذکر

کے اضمار کے ساتھ اور یہ تصریح سے بے نیاز کر دیتی ہے جیسا کہ اس کی عظمت ہے
کیونکہ اس کی پس طرف اسناد کا نازل کرنا ہے اور جس وقت میں اس کو نازل کیا اس
وقت کی عظمت کا بیان ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان:

وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ

اور اس کی تحقیق وہ ہے جو قاضی بیضاوی نے سورہ الحاقہ میں ذکر کیا ہے یعنی جو
چیز آپ کو سکھلائی یعنی آپ اس کی کنہہ کو نہیں جانتے تھے ما مبتدا ہے اور اس کی خبر
ادراک ہے۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ۔ (تفسیر بیضاوی ج۵ ص۲۳۹)

(۵۹) حضرت عطا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ:
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بنی اسرائیل کے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعجب کیا اور تمنا کی کہ کاش میری امت میں بھی ایسا شخص
ہوتا اور کہا: اے رب تعالیٰ تو نے میری امت کی عمریں بھی بالکل مختصر بنائی ہیں اور
اعمال بھی کم ہیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمادی اور کہا کہ لیلۃ القدر
قیامت کے دن ان ہزار مہینوں سے افضل ہوگی جس میں بنی اسرائیل نے ہتھیار اٹھا
کر جہاد کیا تھا۔ (تفسیر الوسط، ج۴ ص۵۳۷، تفسیر بغوی، ج۸ ص۴۹۰)

(۶۰) تفسیر در منثور میں ہے کہ خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت عبداللہ بن
عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ کو اپنے
منبر پر دیکھا تو اس کو ناپسند فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ یہ ملک ان کو پہنچے گا
یعنی خلافت ان کے پاس آئے گی۔ پس إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ نازل ہوئی۔
(الدر المنثور، ج۸ ص۵۶۹، تاریخ بغداد ج۸ ص۲۸۰)

میں کہتا ہوں کہ اس کے نزول کے اسباب متعدد ہیں لہٰذا اس میں کوئی اشکال

نہیں ہے۔

(۶۱) امام مالک نے ''موطا'' میں اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں روایت نقل کی کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اعمال کو ملاحظہ فرمایا تو آپ نے دیکھا کہ ان کی عمریں کم ہیں اور ان کے اعمال دیگر امتوں کے اعمال تک نہیں پہنچتے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو کہ ہزار مہینوں سے افضل ہے۔

(شعب الایمان رقم الحدیث ۳۶۶۷، موطا امام مالک ج ۱ ص ۳۲۱)

اس میں اشارہ ہے کہ بے شک مدار عمر کا برکت پر ہے کتنی ہی لمبی عمر والے ہیں کہ اپنے اوقات ضائع کر دیتے ہیں اور ساعتیں باطل کر دیتے ہیں اور کتنے ہی کم عمر کے لوگ ہیں کہ اس میں علم و عمل اور معرفت و آداب کے ساتھ ان کو برکت دی جاتی ہے اس میں عقل والوں کے لئے رب الارباب کی امداد کے ساتھ کوئی حیرانگی نہیں ہے اور پھر اس میں یہ تنبیہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ بعض زمانوں کو بعض پر فضیلت دی ہے جیسا کہ حرم پاک کی زمین خصوصاً مسجد شریف اور کعبہ شریف کو دیگر جگہوں پر اور اسی طرح بعض بندوں کو بعض بندوں پر فضیلت دی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری مخلوق پر فضیلت دی ہے اور جیسا کہ اس امت کو دیگر امتوں پر فضیلت دی ہے۔

(۶۲) امام بغوی نے فرمایا کہ ہمیں ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن قشیری صاحب ''رسالہ قشیریہ'' نے بسند متصل حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے لیلۃ القدر کو ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے قیام کیا اللہ

تعالیٰ اس کے پہلے سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے"۔

جیسا کہ امام بخاری ابوداؤد اور ترمذی ونسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۹۰۱، ابو داؤد، رقم الحدیث ۱۳۷۲، جامع ترمذی، ۶۸۳، نسائی رقم الحدیث ۲۲۰۲، صحیح مسلم قم الحدیث ۷۶۰)

(۶۳) سعید بن مسیّب نے فرمایا:

"جو شخص نماز مغرب اور عشاء کی جماعت میں حاضر ہوا اس نے لیلۃ القدر میں سے حصہ پالیا"۔ (موطا امام مالک، ج ۱ ص ۳۲۱)

(۶۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحیح روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو کیا کہوں۔ فرمایا: اس طرح کہہ "اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ"

(جامع ترمذی رقم الحدیث ۳۵۱۳)

تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوْحُ یعنی "جبرئیل علیہ السلام ان کے ساتھ نازل ہوتے ہیں"۔

فِيْهَا یعنی "لیلۃ القدر میں"۔

بِـاِذْنِ رَبِّهِـمْ یعنی "اس کے حکم کے ساتھ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور انہیں جو حکم ہوتا ہے وہ بجا لاتے ہیں"۔

امام بیضاوی نے فرمایا کہ "یہ جملہ بیان حال کے لئے ہے یعنی میں نے اس کو ہزار مہینوں پر فضیلت دی اور وہ نازل ہوتے ہیں زمین کی طرف یا آسمان دنیا پر یا مومنین کے قریب"۔ (تفسیر بیضاوی ج ۵ ص ۳۲۷)

میں (مصنف) کہتا ہوں کہ آخری قول صحیح قول ہے جیسا کہ آگے بیان ہوگا اور

پھر ان اقوال کو جمع بھی کیا جا سکتا ہے۔

مِنْ كُلِّ اَمْرٍ یعنی ''ہر کام کی مقدار کہ جو اس سال مقدر کیا گیا ہے''۔

امام بغوی نے فرمایا یعنی ہر بھلائی اور برکت میں سے ہر کام جیسا کہ اس کا قول ہے: يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ای باللہ اور من یہاں تعلیلیہ بمعنی باسیہ ہے۔

(تفسیر بغوی ج ۸ ص ۴۹۱)

سَلٰمٌ هِيَ یعنی ''یہ صرف سلامتی ہے اس کا معنی یہ ہے کہ اس میں اللہ صرف سلامتی ہی مقدر فرماتا ہے حالانکہ اس کے علاوہ سلامتی اور بلاء دونوں کا متقاضی ہوتا ہے اور یہ ''ضحاک'' کا قول ہے۔

اور اس کی وضاحت امام مجاہد کا قول کرتا ہے۔

یعنی لَيْلَةِ الْقَدْرِ سلامتی کی رات ہے اور شیطان اس میں برائی کے عمل کی استطاعت نہیں رکھتا نہ ہی کسی کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

یا یہ سلامتی ہی سلامتی ہے کیونکہ اس میں مومنین پر کثرت سے سلام بھیجا جاتا ہے اور یہ جمہور کا قول ہے۔

(٦٥) امام عطاء نے فرمایا: سلام سے مراد اولیاء کرام اور اہل طاعت پر سلام بھیجنا ہے۔

(٦٦) ابن المنذر نے امام حسن بصری سے روایت کی انہوں نے فرمایا:

''جب لیلۃ القدر ہوتی ہے تو ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور اپنے پروں کو اللہ کی طرف سے رحمت اور سلام کے لئے نماز مغرب سے لیکر طلوع فجر تک پھیلاتے اور بلاتے رہتے ہیں''۔ (تفسیر در منثور، ج ۸ ص ۵۷۰)

(٦٧) ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ اس رات کو خبیث شیاطین کو بند کر دیا جاتا ہے اور آسمانوں کے دروازے کھول

دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر توبہ کرنے والے کی دعا قبول فرماتا ہے اس لئے کہا گیا: سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ (ایضاً)

(٦٨) امام شعبی نے فرمایا: یہ فرشتوں کی طرف سے اہل مساجد کو غروب شمس سے لیکر طلوع فجر تک سلام کہنا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

(٦٩) کلبی نے کہا: کہ

اس رات فرشتے نازل ہوتے ہیں تو جب کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں تو رب تعالیٰ کی طرف سے ان کو سلام کہتے ہیں اور یہ سلسلہ طلوع فجر تک قائم رہتا ہے۔

اور بعض نے کہا کہ سلام پر کلام تمام ہو گیا۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان:

هِيَ لیلۃ القدر قائم رہتی ہے۔

حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ یعنی طلوع فجر تک. جمہور کے نزدیک مطلع کی لام پر فتح ہے اور یہ مصدر بمعنی طلوع ہے۔

امام بغوی نے فرمایا کہ یہی مختار ہے۔

اور امام کسائی نے لام پر کسرہ پڑھا ہے اور وہ طلوع ہونے کی جگہ ہے۔ (تفسیر بغوی ج۸ ص۴۹۲)

میں کہتا ہوں فتح (زبر) بھی مصدر اور زمانہ کے معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ اسی لئے بیضاوی نے اس کا ترجمہ اس کے طلوع کے وقت کا کیا ہے اس کا طلوع ہونا اور کسرہ کے ساتھ مصدر شاذ ہے۔ جیسا کہ مرجع یا غیر قیاس کے اسم زمان یا کہ مشرق۔

لیلۃ القدر قیامت تک رہے گی

بغوی نے کہا: اس کے وقت میں اختلاف ہے۔

بعض نے کہا کہ یہ صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ظاہری میں تھی پھر اس کو اٹھالیا گیا۔ اور عام صحابہ کرام اور علماء کا فرمانا ہے کہ یہ قیامت تک باقی ہے۔

(۷۰) حضرت عبداللہ بن یحنس حضرت معاویہ کے غلام سے روایت کی گئی ہے کہ:

''انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لیلۃ القدر اٹھالی گئی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یہ کہا جھوٹ کہا ہے۔ میں نے کہا یہ ہر ماہ رمضان میں آتی ہے۔ فرمایا: ہاں''۔

(تفسیر بغوی ج ۸ ص ۴۹۱، مصنف عبدالرزاق، ۷۷۰۷، الثعلبی تفسیر ج ۱۰ ص ۲۴۹)

(۷۱) محمد بن نصر نے حضرت سعید بن المسیب سے روایت کی کہ:

''ان سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا کیا یہ اٹھالی گئی یا ہر سال میں ہے آپ نے فرمایا بلکہ یہ امت محمدیہ کے لئے ہے اور جب تک اس امت میں سے دو شخص بھی زندہ ہیں یہ اس وقت تک رہے گی۔

میں کہتا ہوں اگرچہ ان میں سے ایک بھی زندہ رہے۔

(۷۲) ابوداؤد اور طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا آپ نے فرمایا:

یہ ہر رمضان میں ہے۔ (سنن ابی داؤد رقم الحدیث ۱۳۸۷)

بعض کا قول ہے اور امام اعظم سے بھی مروی ہے کہ یہ پورے سال میں ایک رات ہے حتیٰ کہ اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق معلق دی یا اپنے غلام کو آزاد کیا اور اس کو لیلۃ القدر کی رات کے ساتھ معلق کیا تو یہ واقع نہیں ہوگی جب تک کہ حلف اٹھانے سے لیکر پورا سال نہ گزر جائے۔

(۷۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے آپ نے فرمایا کہ:

جس نے سارا سال قیام کیا وہ اس رات کو پالے گا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ عبداللہ بن مسعود پر رحم فرمائے آپ جانتے تھے کہ یہ رات رمضان شریف میں ہے لیکن انہوں نے اس فرمان سے یہ ارادہ کیا کہ لوگ صرف رمضان پر ہی توکل نہ کر بیٹھیں۔ (تفسیر بغوی ج ۸ ص ۴۸۶)

اور ظاہر یہی ہے کہ یہ رمضان شریف میں ہی ہے لیکن یہ بھی گمان ہے کہ تمام سال کی راتوں میں سے ایک رات ہے اللہ تعالیٰ نے خاص کر اس کو خفیہ رکھا ہے اور اس کے تعین میں احادیث متعارض ہیں۔

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے تیقن کی نفی کے طور پر ان مسئلوں میں تعلیق پورے سال کے ساتھ معلق کر دی اور اس کے ساتھ امام اعظم اور آپ کے احباب اس مسئلہ میں جمہور علماء کے ساتھ ہیں کہ لیلۃ القدر ستائیسویں رمضان کی رات ہے اور اس کے پورے سال میں پھرتے رہنے پر یہ حدیث بھی موید ہے۔

(۷۴) ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"مجھے اس کا علم دیا گیا اور پھر مجھے بھلا دی گئی اور مجھے یہ دکھایا گیا کہ رمضان شریف میں ہے پس اس کو ڈھونڈو جب ۹ راتیں یا ۷ راتیں یا ۳ راتیں باقی رہتی ہوں اور اس کی نشانی یہ ہے کہ اس صبح کا سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوگا اور جس نے پورے سال کا قیام کیا البتہ وہ اس کو پالے گا"۔ (تفسیر درمنثور ج ۸ ص ۵۷۱)

بغوی نے کہا کہ جمہور علماء کے نزدیک یہ ماہ رمضان میں ہے۔

(تفسیر بغوی ج ۸ ص ۴۸۶)

صاحبین امام ابو یوسف اور امام محمد کا بھی یہی مذہب ہے جس پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جس کو

(۷۵) ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

"بے شک یہ مہینہ تمہیں عطا کیا گیا ہے کہ اس میں ایک رات ایسی رات ہے کہ جس کی عبادت ہزار مہینے سے افضل ہے جو اس سے محروم رہا وہ تمام بھلائیوں سے محروم رہا اور اس کی خیر سے سوائے محروم کے کوئی پیچھے نہیں رہتا"۔ (سنن ابن ماجہ رقم الحدیث ۱۶۴۴)

اس رات کی تعیین میں اختلاف ہے اور اس میں مختلف اقوال ہیں۔

ابورزین عقیلی نے کہا:

"یہ رمضان کی پہلی رات ہے"۔ (تفسیر بغوی ج ۸ ص ۴۸۶)

(۷۶) اس کی تائید وہ روایت ہے جس کو ابن مردویہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اس کو رمضان کی پہلی رات میں اور نویں رات اور گیارہویں رات اور اکیسویں رات اور آخری رات میں ڈھونڈھو"۔

(تفسیر در منثور ج ۸ ص م ۵۷۲، طرح التثریب ج ۴ ص ۱۵۰)

(۷۷) امام حسن نے کہا کہ یہ رات رمضان کی سترہویں رات ہے یہ وہی رات ہے کہ جس کی صبح کو جنگ بدر واقع ہوئی تھی۔

(تفسیر بغوی ج ۸ ص ۴۸۶، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۸۶۸۰)

میں کہتا ہوں کہ یہ مناسب ہے اس کے رحمۃ اللہ علیہ جو اس سورت کے سبب نزول ذکر ہو چکا ہے اور اس کی تائید میں وہ روایت ہے۔

(۷۸) ابن ابی شیبہ نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث ابن ہشام سے روایت ہے انہوں نے کہا:

''لیلۃ القدر سترہویں رات جمعہ کی ہے''۔

(۷۹) ابوالشیخ نے عمرو بن حریث سے روایت کی ہے انہوں نے کہا:

''لیلۃ القدر سترہویں رمضان کی رات یعنی غزوہ بدر کی رات ہے''۔

(درمنثور ج۸ص۵۸۱)

(۸۰) محمد بن نصر اور طبرانی نے خارجہ بن زید بن ثابت وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ:

''وہ تئیسویں (۲۳) رمضان اور ستائیسویں رمضان کو جاگتے تھے لیکن سولہویں رات کی طرح نہیں جاگتے تھے ان سے پوچھا گیا کہ سولہویں رات کا جاگنا کیسا ہے؟ کہا کہ اس میں قرآن نازل ہوا اور اس کی صبح کو حاق و باطل میں فیصلہ ہوا تھا''۔

(در منثور ج ۸ ص ۵۸۱، المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۴۸۶۵)

(۸۱) ابن ابی شیبہ و ابن منیع و بخاری نے تاریخ اور طبرانی و ابوالشیخ اور بیہقی نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ:

''ان سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ سولہویں رمضان ہے ہم اس میں شک نہیں کرتے اور نہ ہی استثنیٰ کرتے ہیں یہ وہی رات ہے کہ جس میں قرآن نازل ہوا اور اس کی صبح کو ''یوم الفرقان'' کہتے ہیں کہ جب دو گروہ (یعنی مسلمان اور کافر) اپنے میں

اکٹھے ہوئے یعنی لڑے"۔

(شعب الایمان رقم الحدیث ۳۶۹۲، دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۱۲۷، المعجم الکبیر رقم الحدیث ۵۰۷۹، تاریخ الکبیر ج ۳ ص ۹۱، در منثور ج ۸ ص ۵۸۰، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۹۵۳۱، مطالب العالیہ ۱۱۲۰)

(۸۲) حارث بن اسامہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ:

"یہ وہی رات ہے کہ جس کی صبح کو دو گروہ ملے (لڑے) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ ۔

(بغیۃ الباحث رقم الحدیث ۲۳۲)

(۸۳) سعید بن منصور ابن ابی شیبہ محمد بن نصر طبرانی اور ابن مردویہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے انہوں نے فرمایا:

"سولہویں رمضان کی رات کو لیلۃ القدر تلاش کرو کیونکہ اس کی صبح یوم بدر ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعَانِ ۔

(در منثور ج ۸ ص ۵۸۰، سنن سعید بن منصور رقم الحدیث ۹۹۶، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۸۶۸۰، المعجم الکبیر رقم الحدیث ۲۰۲۷)

اور صحیح بات وہ ہے کہ جس پر امت کی اکثریت ہے کہ یہ رات رمضان شریف کے آخری عشرہ میں داخل ہے۔

(۸۴) ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے انہوں نے کہا کہ:

''جب رمضان آخری عشرہ میں داخل ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر تلاش کرو''۔

(جامع ترمذی، ۷۹۲، صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۰۲۰، مسلم رقم الحدیث ۱۱۶۹)

(۸۵) ابن ابی شیبہ وعبد بن حمید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''رمضان شریف کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۸۶۶۱، الدر المنثور ج ۸ ص ۵۷۱)

(۸۶) اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ثابت ہے کہ:

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی عبادت رمضان شریف کے آخری عشرہ میں کرتے تھے اتنی عبادت اس کے علاوہ نہیں کرتے تھے''۔

(صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۱۷۵)

(۸۷) بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہ آپ فرماتی ہیں کہ:

''جب ماہ رمضان کا آخری عشرہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بستر لپیٹ دیتے اور رات کو خود جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے''۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۹۲۰، صحیح مسلم ۱۱۷۴)

پھر اس میں اختلاف ہے کہ آخری عشرے میں کون سی رات ہے۔

(۸۸) بخاری ومسلم وابن ابی شیبہ احمد والترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لیلۃ القدر رمضان شریف کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو''۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۰۱۷، مسلم شریف رقم الحدیث ۱۱۶۹، مسند احمد ج ۱ ص ۴۳، ۱۴، جامع ترمذی رقم الحدیث ۷۹۲)

(۸۹) ابن ابی شیبہ و عبد بن حمید اور ابن جریر نے "تہذیب الآثار" میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو لیلۃ القدر کو ڈھونڈنا چاہے اسے چاہیے کہ ماہ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرے"۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۸۶۷۰، مسند احمد، ج ۱ ص ۴۳، ۱۴)

(۹۰) حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ:

"میں لیلۃ القدر کو تلاش نہیں کرتا بعد اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا جو کوئی لیلۃ القدر کو تلاش کرنا چاہے اس کو چاہئے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں جب نو راتیں یا سات راتیں یا پانچ راتیں رہ جائیں تو یا رمضان کی آخری رات میں تلاش کرو"۔

(مسند احمد، ج ۵ ص ۳۹، جامع ترمذی، ۷۹۴، صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث ۲۱۷۵)

(۹۱) بخاری نے حضرت عبادہ بن صامت سے روایت کی کہ:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تا کہ ہمیں لیلۃ القدر کا بتائیں تو دو مسلمانوں کو آپس میں لڑتے دیکھا تو فرمایا میں نکلا تھا تا کہ تم کو لیلۃ القدر کی خبر دوں تو دیکھا کہ فلاں اور فلاں آپس میں جھگڑ رہے تھے پس اس کو اٹھا لیا گیا شاید یہی تمہارے لئے بہتر ہو پس اب اس کو انتیسویں، ستائیسویں، پچیسویں رات میں تلاش کرو"۔

(صحیح بخاری، رقم الحدیث ۴۹)

اس سے یہ نہیں اخذ کیا جائے گا کہ لیلۃ القدر اٹھالی گئی ہے کیونکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی تعیین اٹھالی گئی ہے۔ نفس لیلۃ القدر نہیں اٹھالی گئی اور اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اس کو تلاش کرو دلالت کرتا ہے اور اس حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ظاہری دل بڑے امور کا بڑی جلدی سے احساس کر لیتا ہے اگرچہ یہ نادر الوجود ہی کیوں نہ ہو تو جب یہ بار بار کیا جائے تو اس کا کیا حال ہوگا۔

(۹۲) امام مالک نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ:

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے رمضان کی آخری سات راتوں میں لیلۃ القدر دیکھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں نے تمہاری خواب آخری سات راتوں میں دیکھی پس جو اس کو تلاش کرنا چاہے تو وہ اس کو آخری رات میں تلاش کرے''۔

(موطا امام مالک، ج ا ص ۳۲۱)

قول نمبر ۳

(۹۳) حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ یہ رات رمضان شریف کی اکیسویں رات ہے اس کی تائید آگے بیان ہوگی۔ (موطا امام مالک ج ا ص ۳۱۹)

قول نمبر ۴

بعض کا بیان ہے کہ یہ تیئیسویں (۲۳) رات ہے۔ اس کی تائید

(۹۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

''ہم لیلۃ القدر کا تذکرہ کر رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتنے دن اس مہینے سے گزر چکے ہیں۔

عرض کی گئی: حضور بائیس (۲۲) دن گزر گئے ہیں اور آٹھ بقایا ہیں۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بائیس (۲۲) چلے گئے اور سات بقایا

ہیں۔ پس انتیسویں رات میں لیلۃ القدر کو تلاش کرو'۔

(صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث ۲۱۷۹، صحیح ابن حبان رقم الحدیث ۲۵۴۸)

قول نمبر ۵

ایک قوم کا خیال ہے کہ یہ رات ستائیسویں کی رات ہے۔

اور یہی قول حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کا ہے۔

(۹۵) احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور طحاوی وغیرہم نے حضرت عاصم عن ذر سے روایت لی ہے وہ کہتے ہیں کہ:

''میں نے ابن ابی کعب سے کہا: اے ابو المنذر ہمیں لیلۃ القدر کے بارے میں کچھ فرمائیں کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جو سارا سال قیام کرلے وہ اس کو پالے گا تو آپ نے فرمایا اللہ ابو عبدالرحمٰن (ابن مسعود) پر رحم کرے وہ جانتے ہیں کہ یہ رات رمضان شریف میں ہے لیکن انہوں نے تم کو خبر دینا پسند نہ فرمایا کہ کہیں تم اس پر توکل کر کے نہ بیٹھ جاؤ۔

اس ذات کی قسم کہ جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا ہے یہ رات ستائیسویں رمضان کی رات ہے میں نے عرض کیا اے ابو المنذر آپ کو یہ کہاں سے پتہ چلا آپ نے فرمایا اس نشانی سے کہ جس کی خبر ہمیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی پس ہم نے اس کو یاد کیا اور شمار کیا اللہ کی قسم یہ وہی رات ہے ہم نے ابن المنذر سے پوچھا کہ وہ کون سی نشانی ہے تو انہوں نے فرمایا اس صبح سورج اس حالت میں نکلے گا کہ

اس کی شعاعیں نہیں ہوں گی اور وہ ایک طشت کی طرح ہوگا''۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کی شعاعیں نہیں ہوں گی اور یہ اس کی علامات میں سے ہے۔ (صحیح مسلم ۷۶۲، مسند احمد، ج ۵ ص ۱۳۰)

(۹۶) حسن بصری سے مرفوعاً روایت ہے کہ یہ رات چمکدار بزرگی والی نہ زیادہ گرم اور نہ زیادہ سرد ہوگی اس کی صبح سورج کی شعاعیں نہیں ہوں گی۔
(تفسیر بغوی ج ۸ ص ۴۹۰، مصنف ابن ابی شیبہ ۸۶۷۸)

(۹۷) احمد و ابن زنجویہ محمد بن نصر ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ:

''انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو کیونکہ یہ اکیسویں، تیئیسویں، یا رمضان کی آخری رات ہے جس نے اس رات کو ثواب سمجھتے ہوئے قیام کیا اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ ہی رات چمک دار صاف ساکن و خوشگوار نہ زیادہ گرم اور نہ زیادہ سرد اس کا چاند روشن اس میں شہاب ثاقب نہیں برستے یہاں تک کہ صبح ہو جاتی ہے اور اس کی نشانیوں میں یہ ہے کہ اس صبح کا سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوگا جیسا کہ چودھویں کا چاند ہوتا ہے اس روز شیطان پر نکلنا حرام قرار دے دیا جاتا ہے''۔
(مسند احمد ج ۵ ص ۳۲۴، الدر المنثور، ج ۸ ص ۵۷۱)

(۹۸) طبرانی نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت نقل کی:

''لیلۃ القدر چمکدار نہ زیادہ گرم اور نہ ہی زیادہ سرد نہ تو اس میں بادل نہ

بارش، نہ آندھی اور نہ ہی اس میں ستارے ٹوٹتے ہیں اور اس کے دن کی نشانی یہ ہے کہ سورج بغیر شعاعوں کے طلوع ہوتا ہے"۔

(المعجم الکبیر ج ۲۲ ص ۵۹)

(۹۹) طیالیسی کی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے:

"اس کی صبح کو میں نے سورج کو دیکھا تو اس کی شعاعیں نہیں تھیں اور وہ سرخ تھا"۔

(مسند ابو داؤد الطیالسی رقم الحدیث ۲۶۸۰، شعب الایمان ۳۶۹۳)

(۱۰۰) طبرانی نے روایت کی کہ:

"وہ رات بارش اور کڑک والی ہے"۔ (المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۱۹۶۲)

ان روایتوں میں جمع و تطبیق یوں ہوگی کہ کبھی اس طرح اور کبھی اس طرح، یا رات کا پہلا حصہ ایک طرح اور آخری حصہ دوسری طرح ہوگا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

بغوی نے فرمایا کہ حدیث شریف کے الفاظ:

ابهم الله تعالى هذه الليلة

یعنی "اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے اس رات کو مبہم رکھا"۔

تاکہ وہ ماہ رمضان کی راتوں میں اس کے حصول کی لالچ کے لئے عبادت میں زیادہ کوشش کریں جس طرح اپنے اسمائے حسنیٰ میں اسم اعظم کو پوشیدہ رکھا تاکہ لوگ طاعت وعبادت میں ہر وقت کوشش کرتے رہیں اور گناہوں سے ہر وقت بچتے رہیں اور اسی طرح قیام قیامت کے وقت کو پوشیدہ رکھا تاکہ لوگ نیکی میں کوشش کریں اور اس کے قیام سے ہمہ وقت ڈرتے رہیں۔ (تفسیر معالم التنزیل ج ۸ ص ۴۹۰)

امن مات فقد قامت قيامة

جو مر گیا اس پر قیامت قائم ہوگئی اور موت اگرچہ اچانک تو نہیں لیکن اس کے

مقدمات اچانک برپا ہوتے ہیں۔

(۱۰۲) احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ:

''لیلۃ القدر یہ ماہ رمضان کی آخری رات ہے''۔

(مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۲، الدر المنثور، ج ۸ ص ۵۷۲)

(۱۰۳) محمد بن نصر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لیلۃ القدر کو رمضان کی آخری رات میں تلاش کرو''۔

(صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث ۸۱۷۹، الدر المنثور ج ۸ ص ۵۷۲)

(۱۰۴) عبدالرزاق و ابن ابی شیبہ نے حضرت ابو قلابہ سے روایت کی انہوں نے کہا:

''لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں پھرتی رہتی ہے''۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۷۶۹۹، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۹۵۳۵)

(۱۰۵) ابن جریر نے تہذیب الاثار میں حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا:

''لیلۃ القدر رمضان شریف کے آخری عشرہ کے تمام دنوں میں تبدیل ہوتی رہتی ہے''۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۸۱)

میں کہتا ہوں کہ احادیث اور اقوال میں جمع و تطبیق اس طرح ہوگی اور اشتباہ زائل ہو جائے گا اور اس میں کوئی اشکال بھی نہیں ہے۔ جس نے یہ کہا کہ یہ رمضان شریف کی تمام راتوں میں پھرتی رہتی ہے اور پھر تمام میں جمع اس طرح ہوگا۔ جس نے یہ کہا

کہ یہ سارے سال کی راتوں میں دور فرماتی ہے تاکہ اس سے سارا سال برکت حاصل کرے اور تاکہ اس کو امت محمدیہ کی اکثریت پالے۔

(۱۰۶) بیہقی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس نے مغرب اور عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی یہاں تک کہ رمضان شریف ختم ہوگیا تو وہ لیلۃ القدر کا بہت سارا حصہ پالے گا''۔

(شعب الایمان رقم الحدیث ۳۷۰۷)

(۱۰۷) خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کی کہ:

''جس نے نماز عشاء اور فجر جماعت کے ساتھ پڑھی تو اس نے لیلۃ القدر میں سے وافر حصہ پالیا''۔ (تاریخ بغداد ج۵ ص۳۳۰)

(۱۰۸) ابن خزیمہ اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے نماز عشاء رمضان المبارک میں جماعت کے ساتھ پڑھی تو اس نے لیلۃ القدر کو پالیا''۔

(صحیح ابن خزیمہ رقم الحدیث ۲۱۹۵، شعب الایمان رقم الحدیث ۳۸۰۲)

(۱۰۹) بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ:

''جس نے ماہ رمضان کی ہر رات کو نماز عشاء باجماعت پڑھی یہاں تک کہ ماہ رمضان گزر گیا تو اس نے لیلۃ القدر پالی''۔

(شعب الایمان رقم الحدیث ۳۷۰۵)

اور جو مطلقاً رات میں اس کے ہونے پر دلالت کرتا ہے اگرچہ غیر رمضان میں ہو تو اس کی تائید میں

(۱۱۰) مالک ابن ابی شیبہ، ابن زنجویہ اور بیہقی نے سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ:

''جو لیلۃ القدر کی رات کو نماز عشاء کی جماعت میں حاضر ہوا تو اس نے اس کا بہت سارا حصہ پالیا''۔

(موطا امام مالك، ج ۱ ص ۳۲۱، شعب الایمان رقم الحدیث ۳۷۰۴، الدر المنثور ج ۸ ص ۵۸۲)

اور پھر اغلبیت کے اعتبار سے اس کا وقوع منافی نہیں ہے کہ وہ تمام رمضان کی راتوں میں سے کسی ایک میں ہو یا اس کے اول یا سولہویں رات یا اکیسویں رات یا تئیسویں یا ستائیسویں رات ہو اور جمہور صحابہ اور عام علماء کا یہی قول ہے کہ یہ ستائیسویں رات ہے اس کی تائید

(۱۱۱) ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا:

''لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے''۔

(طبقات ابن سعد ج ۶ ص ۱۰۵، مصنف ابن ابی شیبه، رقم الحدیث ۹۵۳۰)

(۱۱۲) ابن ابی شیبہ نے زر سے روایت کی کہ ان سے لیلۃ القدر کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ:

''حضرت عمر و حذیفہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس میں کوئی شک نہیں کرتے تھے کہ ستائیسویں رات لیلۃ القدر کی رات ہے''۔

(مصنف ابن ابی شیبه رقم الحدیث ۸۶۶۷)

(۱۱۳) ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے فرمایا:

''ستائیسویں رات میں لیلۃ القدر ہے''۔

(۱۱۴) عبید بن حمید نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لیلۃ القدر کو ستائیسویں میں تلاش کرو"۔ (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۷۸)

(۱۱۵) ابن نصر اور ابن جریر نے تہذیب الاثار و بزار اور طبرانی نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لیلۃ القدر ستائیسویں رات ہے"۔

(سنن ابو داؤد رقم الحدیث ۱۳۸۶، صحیح ابن حبان ۳۶۸۰، شرح معانی الاثار، ج ۳ ص ۹۳)

(۱۱۶) احمد و طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کی:

"لیلۃ القدر کو تلاش کرو اور جو اس کو تلاش کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو ستائیسویں رات میں تلاش کرے"۔ (مسند احمد، ج ۲ ص ۲۷)

(۱۱۷) محمد بن نصر نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ:

"میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لیلۃ القدر کے متعلق خبر دیجئے کیا یہ پچھلے انبیاء کرام کے زمانوں میں تھی اور اس میں ان پر وحی نازل کی جاتی تھی جب وہ تشریف لے گئے تو اس کو بھی اٹھا لیا گیا، یا یہ قیامت تک موجود ہے؟ فرمایا: بلکہ یہ قیامت تک ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کس ماہ میں ہے؟ فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی تو میں تم کو اس کی خبر دوں گا پس اس کو رمضان کے آخری عشرہ میں دونوں ساتوں میں تلاش کرو (یعنی سات دن گزرنے کے بعد سات دن باقی ہوں تو) پھر میں نے اس کے بارے میں سوال نہ کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے پاس تشریف

لائے آپ ان سے باتیں کر رہے تھے پس میں نے آپ کو دیکھا تو میں نے بات شروع کرنی چاہی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو قسم ہے مجھے بتائیں کہ یہ دونوں سات کیا ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر غصہ میں آئے کہ اس طرح کبھی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں نہ آئے تو نہ کبھی پہلے اور نہ بعد میں۔ پس فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ کا اذن ہوا تو میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ ہاں وہ آخری سات دنوں میں ہے۔

(مسند البزار رقم الحدیث ۴۰۶۷، صحیح ابن خزیمہ ۲۱۶۹، صحیح ابن حبان ۳۶۸۳، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۱۷۷)

ابو عمرو سے پوچھا گیا کہ اس کو دو ساتوں میں طلب کرو سے آپ کیا سمجھے تو انہوں نے فرمایا: کہ ستائیسویں اور تیئسویں رات میں میں نے کہا کہ ایسا تو نہیں کہ پہلے سات دن اور آخری سات دن۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد سترہ اور ستائیس ہو۔

پھر یہ فرمانا: آخرت سات تو اس سے ستائیس مراد ہے ہاں ایک قول تیئس (۲۳) کا بھی ہے اور اس کی تائید

(۱۱۸) امام مالک وابن سعد وابن ابی شیبہ احمد و مسلم وطحاوی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن انیس سے روایت کی کہ:

''ان سے لیلۃ القدر کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اسے رات کو تلاش کرو اور یہ رات تیئسویں (۲۳) رات ہے''۔

(موطا امام مالک ج ۱ ص ۳۲۰، مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۸۶۸۳، مسند احمد ج ۳ ص ۴۹۵، السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۳۰۹،

شرح معانی الاثار ج ۳ ص ۸۵)

(۱۱۹) مالک اور بیہقی نے ابوعمر مولی عمر بن عبیداللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا گھر مدینہ سے دور ہے۔ پس مجھے اس رات کے بارے میں بتایئے کہ اس رات کو حاضر ہو جاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کہ رمضان کی تیئسویں (۲۳) رات کو آجانا"۔

(موطا مام مالك، ج ۱ ص ۳۲۰، شعب الایمان رقم الحدیث ۳۶۷۵)

میں کہتا ہوں اس میں دلیل ہے کہ لیلۃ القدر کا قیام کسی ذی قدر جگہ میں ہونا چاہئے زمان اور مکان کی فضیلت سے عبادت کا ثواب بھی بڑھ جاتا ہے۔

(۱۲۰) بیہقی نے زہری سے نقل کیا ہے کہ میں نے مضمرہ بن عبداللہ بن انیس سے کہا: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے باپ کو لیلۃ القدر کے متعلق کیا کہا تھا۔ تو انہوں نے بتایا کہ میرے باپ گاؤں کے رہنے والے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لیلۃ القدر کے بارے میں بتائیں تاکہ میں اس رات کو مدینہ شریف حاضر ہو جاؤں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تیئسویں رات کو آجانا، جب میں لوٹا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو"۔

(شعب الایمان رقم الحدیث ۳۶۷۶، فسوی، المعرفة والتاریخ ج ۱ ص ۲۱۱، المعجم الاوسط ۲۸۵۸)

پس یہ سائل کے لئے اختصاص پر دلالت کرتا ہے یا تو یہ اسی سال کے ساتھ خاص ہوگی یا پھر اس سے مراد یہ ہے کہ تیئسویں سے لیکر آخر ماہ تک اس کو تلاش کرو۔

اور اس بات پر دلیل کہ یہ طاق راتوں کے علاوہ ہی ہے۔

(۱۲۱) طیالسی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا:

"لیلۃ القدر چوبیسویں رات ہے"۔

(مسند ابو داؤد الطیالسی، رقم الحدیث ۲۲۸۱)

(۱۲۲) احمد، طحاوی، ابوداؤد، طبرانی، ابن جریر اور ابن مردویہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لیلۃ القدر چوبیسویں رات ہے"۔

(شرح معانی الآثار ج ۳ ص ۹۲، المعجم الکبیر ۱۱۰۲، تفسیر در منثور ج ۸ ص ۵۷۵، مسند احمد ج ۶ ص ۱۲)

(۱۲۳) محمد بن نصر نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لیلۃ القدر کو چوبیسویں رات میں تلاش کرو"۔

(مختصر قیام اللیل ص ۲۵۸، الدر المنثور، ج ۸ ص ۵۷۵)

(۱۲۴) احمد، مسلم، ابوداؤد اور بیہقی نے ابو نصرہ عن ابی سعید الخدری سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس کو آخری عشرہ میں تلاش کرو اور اس کو نویں، ساتویں اور پانچویں میں تلاش کرو میں نے کہا: اے ابوسعید آپ ہم سے گنتی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ہاں کیا بات ہے؟ میں نے کہا: یہ نویں، ساتویں اور پانچویں سے کیا مراد ہے۔ فرمایا: جب اکیسویں گزر جائے تو جو اس کے ساتھ ملے وہ ساتویں اور جب پچیسویں گزر جائے جو اس کے ساتھ ملے وہ پانچویں ہے"۔

(مسند احمد ج ۳ ص ۱۰، صحیح مسلم رقم الحدیث ۱۱۶۷، سنن ابی داؤد ۱۳۸۳، السنن الکبریٰ ج ۴ ص ۳۰۸)

(۱۲۵) طیالسی و ابن زنجویہ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا: کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روزے رکھے اور ہم نے پورے مہینے میں رات کو کوئی قیام نہ کیا یہاں تک کہ چوبیسویں رات آئی۔ سات دن رہتے تھے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات کے تیسرے حصے تک قیام کیا پھر جب پچیسویں رات آئی تو ہم نے قیام نہ کیا اور جب چھبیسویں رات آئی کہ پانچ دن پیچھے رہ گئے تو ہم نے قیام کیا کہ آدھی رات گزر گئی میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم باقی رات نوافل پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، جب آدمی امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اور جب لوٹتا ہے تو اس کے لئے ساری رات کے قیام کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے پھر جب ستائیسویں رات آئی تو ہم نے قیام نہ کیا اور پھر جب اٹھائیسویں رات آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور لوگوں کو اکٹھا کیا اور ان کے ساتھ نماز پڑھی یہاں تک کہ ہمیں خطرہ ہوا کہ ہماری فلاح فوت ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد ہم نے پورا مہینہ قیام نہ کیا، فلاح سحری کو کہتے ہیں"۔

(مسند ابو داؤد الطیالسی رقم الحدیث ۴۶۶، شعب الایمان رقم الحدیث ۳۶۸۳، مسند احمد رقم الحدیث ۲۱۴۱۹، الدر المنثور ج ۸ ص ۵۷۵)

(۱۲۶) بخاری، ابوداؤد، ابن جریر اور بیہقی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اس کو رمضان کے آخری عشرہ میں جب نو یا سات اور جب پانچ راتیں رہ جائیں تو اس کو تلاش کرو"۔

(صحیح بخاری رقم الحدیث ۲۰۲۱، ابو داؤد رقم الحدیث ۱۳۸۱، السنن الکبریٰ بیہقی ج ۴ ص ۳۰۸)

میں کہتا ہوں کہ یہ اس روایت کے متعارض ہے جس کو

(۱۲۷) محمد بن نصر، حاکم (نے روایت کر کے صحیح کہا) حضرت نعمان بن بشیر سے روایت کی انہوں نے کہا کہ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں تیئسویں رات کو تہائی رات تک قیام کیا۔ پھر ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ستائیسویں رات کو قیام کیا۔ یہاں تک کہ قریب تھا کہ ہماری فلاح فوت ہو جائے، ہم اس کو فلاح کہتے اور تم اس کو سحری کہتے ہو۔ تم ساتویں رات تیئسویں رات کو کہتے ہو اور ہم ساتویں رات ستائیسویں کو کہتے ہیں ہم زیادہ صحیح کہتے ہیں یا تم؟

(نسائی رقم الحديث ١٦٠٦، قيام الليل، مسند احد، مستدرك، حاكم رقم الحديث ١٦٠٨، مصنف ابن شيبه رقم الحديث ٧٦٩٦)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ساتویں باقی رہ جانے پر صحابہ کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ کون سی رات ہے اور یہ حدیث اس کو ترجیح دیتی ہے کہ یہ رات ستائیسویں رات ہے اور یہ زیادہ قوی ہے کہ دونوں ساتوں میں سے کہ جن کا ذکر پچھلی حدیث میں ہو چکا ہے۔ (پس اس میں غور فکر کرو)

(۱۲۸) امام بخاری نے تاریخ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ:

''حضرت عمر نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے لیلۃ القدر کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ سات کے عدد کو پسند فرماتا ہے: وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ'' (التاریخ الکبیر للبخاری، ج ۳ ص ۱۱۹)

(۱۲۹) محمد بن نصر، ابن جریر، طبرانی اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ:

''ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض

گزارہوا: اے اللہ کے نبی میں بوڑھا شخص ہوں مجھ سے زیادہ قیام نہیں ہوسکتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے لیلۃ القدر کے متعلق حکم فرمائیں شاید اللہ تعالیٰ مجھ پر کرم نوازی فرمائے اور میں اس کو پالوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تجھ پر ساتوں رات ہے"۔

(مختصر قيام الليل، ص ٢٥٦، المعجم الكبير رقم الحديث ١١٨٣٦، السنن الكبرىٰ ج ۴ ص ٣١٢، الدر المنثور ج ٨ ص ٥٨٠)

(١٣٠) بیہقی نے اوزاعی کے طریق سے عبیدہ بن ابی لبابۃ سے روایت کی اس نے کہا کہ:

"میں نے ستائیسویں رمضان المبارک کی رات کو سمندر کا پانی چکھا تو وہ میٹھا تھا"۔ (شعب الایمان رقم الحدیث ٣٦٩٠)

لیلۃ القدر کا دن تمام دنوں سے افضل

مصنف کہتا ہے کہ لیلۃ القدر کی صبح کو دیگر تمام دنوں پر فضیلت ہے۔

(١٣١) امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابو یحییٰ بن مرہ سے روایت کی انہوں نے کہا کہ:

"میں ستائیسویں رمضان المبارک کو کعبہ شریف کے قریب گیا تو میں نے دیکھا کہ سخت گرمی میں ملائکہ بیت اللہ کی طرف لپک رہے ہیں"۔

(شعب الايمان رقم الحديث ٣٦٨٩)

قاموس میں ہاجرہ کا معنیٰ لکھا ہے "سخت گرمی" نصف النہار، سورج کے زوال کا وقت ظہر کے ساتھ یا زوال سے لے کر عصر تک کا وقت کہ اس وقت لوگ گھروں میں سکون پکڑتے ہیں گویا کہ گھروں کو لپکتے ہیں۔

(١٣٢) ابن ابی شبہ نے حسن الحر سے روایت کی کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ:

"لیلۃ القدر کے دن میں عمل اس کی رات کے عمل کی طرح ہے"۔
(مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۳۵۵۸۲)

(۱۴۳) ابن ابی شیبہ نے عامر سے روایت کی انہوں نے کہا کہ:
"لیلۃ القدر کا دن اس کی رات کی طرح اور اس کی رات اس کے دن کی طرح فضیلت والی ہے"۔ (مصنف ابن ابی شیبہ رقم الحدیث ۸۶۹۳)

(۱۴۴) دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:
"چار راتیں ہیں کہ ان کے دن ان کی راتوں کی طرح اور ان کی راتیں ان کے دنوں کی طرح فضیلت والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں برأت تقسیم کرتا ہے۔ گناہ گاروں کو عذاب سے رہائی عطا فرماتا ہے اور عمل کرنے والوں کو ثواب عطا فرماتا ہے، لیلۃ القدر اور اس کا دن عرفہ کی رات اور اس کا دن، پندرہ شعبان کی رات اور اس کا دن، جمعہ کی رات اور اس کا دن"۔ (کنز العمال ج ۱۸ ص ۱۴۴)

مصنف کہتا ہے کہ ان کی فضیلت کی ترتیب ان کے عطف کے مطابق ہے۔

(۱۴۵) بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"جب لیلۃ القدر کی رات ہوتی ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نازل ہوتے ہیں اور ہر کھڑے اور بیٹھے ہوئے اللہ کے ذکر کرنے والے کو سلام کہتے ہیں اور جب ان کی عید کا دن ہوتا ہے تو ان کے پاس فرشتے کرنے والے کو سلام کہتے ہیں اور جب ان کی عید کا دن ہوتا ہے تو ان کے پاس فرتے آتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے فرشتو ان کے عمل کا ان کو اجر دو، تو وہ عرض کرتے ہیں اے ہمارے

رب ان کی جزا یہ ہے کہ ان کو پورا پورا اجر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میرے بندوں اور بندیوں نے میرے فرائض پورے کئے پھر وہ دعائیں کرتے ہوئے نکلے، مجھے میری عزت وجلال، کرم و بلندی اور میرے بلند مقام کی قسم میں ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں اور ان سے کہتا ہوں: لوٹ جاؤ اس حال میں کہ میں نے تجھے بخش دیا اور تمہارے گناہوں کو تمہاری نیکیوں میں تبدیل کر دیا پس وہ لوگ بخشے ہوئے واپس لوٹتے ہیں"۔ (شعب الایمان رقم الحدیث ۳۷۱۷)

(۱۳۶) محمد بن نصر نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے لیلۃ القدر کی رات کو سورہ القدر کی تلاوت کی تو اس کو چوتھائی قرآن کا ثواب عطا فرمایا جاتا ہے"۔ (مختصر قیام اللیل ص ۱۶۱)

مصنف کہتا ہے کہ آدمی کو چاہئے کہ وہ اس سورہ کو چار بار تلاوت کرے تا کہ اس کو پورے قرآن کا ثواب مل جائے۔

(۱۳۷) اور وہ جو صاحب تفسیر بیضاوی نے روایت نقل کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے سورہ القدر پڑھی تو اس کو اجر دیا جاتا ہے گویا کہ اس نے پورے مہینے کے روزے رکھے اور لیلۃ القدر کو قیام کیا"۔

یہ روایت بالاتفاق موضوع ہے۔ (تفسیر بیضاوی ج ۵ ص ۵۱۴)

(۱۳۸) امام سیوطی نے "الجامع الکبیر" میں حضرت امام جعفر بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کی انہوں نے فرمایا کہ:

جب ماہ رمضان کا چاند طلوع ہوتا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف

اپنا رخ انور کر کے فرماتے:

"اللهم اهله علينا بالامن والايمان والسلامة والسلام والعافية المجلة و دفاع الاسقام والعون على الصلاة والصيام و تلاوة القرآن والقيام ۔ اللهم سلمنا لرمضان وسلمه لنا حتى يخرج رمضان وقد غمفرت لنا و رحمتنا وعفوت عنا" ۔

پھر لوگوں کی طرف رخ زیبا کرتے اور فرماتے:

اے لوگو

جب رمضان کا چاند طلوع ہوتا ہے تو اس میں خبیث شیاطین کو طوق ڈال دیئے جاتے ہیں جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور رحمت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر رات آسمان دنیا سے پکارنے والا پکارتا ہے کہ ہے کوئی توبہ کرنے والا؟ ہے کوئی بخشش مانگنے والا؟ اے اللہ ہر خرچ کرنے والے کو عطا فرما اور ہر روکنے والے کو تلف فرما، یہاں تک کہ عید الفطر کا دن آتا ہے تو آسمان دنیا سے پکارنے والا پکارتا ہے۔ یہ انعام کا دن ہے۔ دوڑو اور اپنے انعام حاصل کرو۔ ابن عساکر نے اسے تاریخ میں روایت کیا ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر ج ۵۱ ص ۱۹۶)

(۱۳۹) امام محمد بن علی نے فرمایا:

"یہ انعام دنیا امراء کے انعامات کی مثل نہیں ہے"۔

اس کو ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے:

"اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتا ہے جو وہ چاہتا اور پسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں استقامت کی راہ پر گامزن اور قائم رکھے اور اپنے غیر سے ہمیں بے نیاز فرمادے اور نیکوں اور اپنے اولیاء کے دیوان میں لکھے اور قیامت کے دن

ہمارے سامنے سے حجاب اٹھا دے اور ہمیں اور ارباب جمع کے ہر فرد کو
مقام حضور میں خدمت مولا تعالیٰ میں اکٹھا کر دے گا"۔

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

۲۵ رمضان المبارک بعد نماز مغرب دوران اعتکاف

ترجمہ اختتام پذیر ہوا
"راتیں بھی مدینے کی باتیں بھی مدینے کی"۔

اَلْمُقَدَّمَۃُ السَّالِمَۃُ فِیْ خَوْفِ الْخَاتِمَۃِ

کا

سلیس اور رواں اُردو ترجمہ

خوفِ خاتمہ

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ، تخریج و تحشیہ

محمد رئیس اختر مصباحی بارہ بنکوی

جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے جس نے ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت دی اور سیدھا راستہ دکھایا اور سلام ہو ان پر جو بلند اخلاق سے آراستہ ہیں، ان کی آل و اصحاب، پیروکار، اعوان و انصار اور ان سب کی تعظیم کرنے والوں پر۔

امابعد! حرم الٰہی میں پناہ لینے والا، خادم کتاب و سنت، علی بن سلطان محمد ہروی قاری کہتا ہے:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَاَمِنُوْا مَکْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ○

(الاعراف:۹۹)

"کیا وہ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف ہیں تو اللہ کی خفیہ تدبیر سے نقصان والے ہی بے خوف ہوتے ہیں"۔

یعنی (اللہ کی خفیہ تدبیر سے وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں) جنہوں نے کفر کر کے اور اس معاملے میں غور و فکر نہ کر کے اپنا نقصان کیا۔

اور "مَکْرَ اللّٰهِ" سے بطور استعارہ یہ مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو نعمت اور آرام و آسائش کے ذریعہ ڈھیل دیتا ہے اور آزمائش اور مصیبت و پریشانی کے ذریعہ اس طرح اس کی گرفت فرماتا ہے کہ اسے احساس بھی نہیں ہوتا۔

بعض اولیاء کی کرامات کو بھی اسی زمرے میں شمار کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّهٗ لَا یَایْـئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (یوسف:۸۷)

''اللہ کی رحمت سے کافر لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں''۔

تو ہر صاحب ایمان پر لازم ہے کہ آخرت کے تعلق سے امید وبیم اور مقبول و نامقبول ہونے کی درمیانی حالت میں رہے اور اس سے دھوکا نہ کھائے کہ بظاہر علماء کی صورت اور صلحاء کی سیرت پر ہے اور اسی طرح رحمت الٰہی سے ناامید بھی نہ ہو اگرچہ وہ فاسقوں اور جاہلوں کی روش پر ہو کیوں کہ دار و مدار خاتمہ پر ہے جسے قلم تقدیر پہلے ہی لکھ چکا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے جسے صحاح ستہ کے مولفین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

''ان احدکم یجمع خلقه فی بطن امه فی اربعین یوما، ثم یکون علقة مثل ذٰلك، ثم یکون مضغة مثل ذٰلك، ثم یبعث الله الیه ملکا ویومر باربع کلمات ویقال له: اکتب عمله ورزقه واجله وشقی او سعید، ثم ینفخ فیه الروح فان الرجل منکم لیعمل بعمل اهل الجنة حتی ما یکون بینه و بینها الا ذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل النار فیدخل النار، وان الرجل لیعمل بعمل اهل النار حتی ما یکون بینه و بینها الا ذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل الجنة فیدخل الجنة''۔

(صحیح مسلم باب کیفیة خلق الادمی فی بطن امه، ج ۸ ص ۴۴، سنن الترمذی باب ان الاعمال بالخواتیم ج ۴ ص ۴۴۶، سنن البیهقی الکبریٰ، باب المراة تضع سقطا ج ۷ ص ۴۲۱، شعب الایمان للبیهقی، الخامس من شعب الایمان وهو باب فی ان القدر خیره وشره من الله عز

وجل ج ۱ ص ۴۰۶، مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ج ۱ ص ۳۸۴)

''ہر شخص اپنی ماں کے پیٹ میں چالیس دن نطفے کی صورت میں رہتا ہے، پھر چالیس دن جمے ہوئے خون کی صورت میں، پھر اتنے ہی دن گوشت کے لوتھڑے کی صورت میں، پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار چیزوں کا حکم دیا جاتا ہے، اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کا عمل، رزق، مدت حیات اور اس کا نیک بخت اور بد بخت ہونا لکھ دو، پھر اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔ تو تم میں سے ایک شخص جنتیوں کے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے، تو وہ جہنمیوں کے سے عمل کرنے لگتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور تم میں سے ایک شخص جہنمیوں کے عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جہنم کے درمیان صرف ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے تو وہ جنتیوں کا سا عمل کرتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے''۔

اس مضمون کی آیتیں بہت ہیں اور اس مفہوم کی حدیثیں مشہور ہیں۔

متن العقائد میں ''مواقف'' اور ''مقاصد'' کے موافق لکھا ہے:

الیاس من اللہ کفر والامن من اللہ کفر۔

(متن الفقائد النسفیة ص ۱۹۵)

''اللہ سے ناامیدی کفر ہے اور اس سے بے خوفی بھی کفر ہے''۔

جب آپ اس سے اور اس کی حقیقت سے واقف ہو گئے تو یہ بھی جان لیں کہ

ہمارے زمانے کے بعض مشہور مشائخ سے یہ منقول ہے کہ وہ کہتے ہیں:

من رانی دخل الجنة اولم یدخل النار

''جس نے مجھے دیکھا وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں نہیں جائے گا''۔

ان کی یہ بات باطل اور پایہ اعتبار سے ساقط ہے۔

یہ بات ان اقوال میں سے ہے جو منہاج شریعت اور راہ طریقت وحقیقت سے خارج ہیں، اس کے علاوہ ''من رانی'' (جس نے مجھے دیکھا) کا اطلاق کفار وفجار کو بھی شامل ہے اور اگر ہم یہ قید لگائیں کہ اس (من رآنی) سے مراد مومن ہے تو یہ کہاں ضروری ہے کہ وہ ایمان ہی کی حالت پر مرے اور گناہ صغیرہ وکبیرہ کے صدور کی وجہ سے جہنم میں نہ جائے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ جو صاحب ایمان اسے دیکھے اور ایمان ہی کی حالت میں اس دنیا سے رخصت ہو وہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا بلکہ بالآخر جنت میں داخل ہوگا تو اس بات کا فائدہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بھی حاصل ہو جاتا ہے:

من قال لا اله الا الله دخل الجنة

(سنن الترمذی، باب فیمن یموت وهو یشهد ان لا اله الا الله ج ۵ ص ۲۳، صحیح ابن حبان، باب فضل الایمان ج ۱ ص ۳۶۳، صحیح ابن خزیمة باب ذکر ایجاب الله عز و جل الجنة للصائم ج ۳ ص ۳۰۴، مسند ابی یعلی، عبدالعزیز بن صهیب عن انس بن مالك ج ۷ ص ۹، المعجم الکبیر، سلمة بن نعیم الاشجعی ج ۷ ص ۴۸)

''جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا''۔

مطلب یہ ہے کہ اگر اس سے جنت میں داخل ہونے سے مانع کوئی چیز صادر نہ ہو تو وہ اس میں داخل ہونے کا مستحق ہوگا اور یہ ایک عام چیز ہے جو اسے بھی شامل ہے جس نے اس (شیخ) کو دیکھا ہو اور اسے بھی شامل ہے جس نے اسے نہ دیکھا ہو بلکہ

بسا اوقات اگر اللہ چاہے تو دیکھنے والے کو عذاب ہو اور نہ دیکھنے والے کی مغفرت۔

اور کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں خاص فضیلت حاصل ہے حالانکہ انہیں اصل و فرع کی معرفت بھی نہیں ان کا یہ دعویٰ ہے کہ (من رآنی) حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرح ہے:

انه يشفع هذه الامة اكثر من ربيعة ومضر۔

(المعجم الكبير للطبراني، صدى بن العجلان ابو امامة الباهلي، ج ۸ ص ۲۷۵)

"وہ (اویس قرنی) قبیلہ ربیعہ اور مضر کے افراد کی تعداد سے زیادہ لوگوں کی شفاعت کریں گے"۔

ان کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ آہن گروں (لوہاروں) کو بادشاہوں پر اور مال داروں کو فاقہ مستی کرنے والے محتاجوں پر قیاس نہ کرو کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سچا ہے اور یہ خبر برحق ہے اور ان کے علاوہ کو تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کل دنیا یا آخرت میں انہیں کیا حاصل ہوگا؟

سوال: ہوسکتا ہے انہیں کشف کے ذریعے معلوم ہوا ہو کہ انہیں اتنے لوگوں کی شفاعت کا حق ہے۔

جواب: اولیائے کرام کے مکاشات ومحاضرات کا اس حیثیت سے کوئی اعتبار نہیں کہ امور شرعیہ یا امور حقیقیہ میں مکمل طور پر ان پر اعتماد کیا جائے، کیوں کہ انسان جب تک آلودگیوں سے پر اس دنیا میں رہتا ہے اس کے لئے خدائی اسرار خوب واضح اور روشن نہیں ہوتے، برخلاف انبیائے کرام اور رسولان عظام کے (کہ ان کا معاملہ اس سے الگ ہے) اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ

الْيَوْمَ حَدِيْدٌ۝ (ق:۲۲)

''بے شک تو اس سے غفلت میں تھا تو ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا تو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے''۔

ہاں جو چیزیں کتاب و سنت کے مطابق عقائد دینیہ سے متعلق ہیں اگر ان کا ماننے والا بلند مقام پر ہے تو اس کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ اگر وہ پردہ ہٹا دے تو تمہارے یقین میں اضافہ ہو جائے۔

اسی وجہ سے ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عرفناك حق معرفتك وما عبدناك حق عبادتك (الفقہ الاکبر ص ۱۸۹)

''ہم نے کما حقہ تیری معرفت تو حاصل کر لی لیکن کما حقہ تیری عبادت نہ کر سکے) یہ بات فقہ اکبر میں فرمائی''۔[1]

---

(۱) اس مقام پر اس سے اعتراض ہوتا ہے جو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

العجز عن درك الادراك ادراك والبحث عن كنه ذات الله اشراك

''اس کے علم کی تہ تک رسائی سے عاجزی ایک علم ہے، اس کی ذات کی حقیقت کی تحقیق اور چھان بین شرک ہے''۔

اور جو شیخ رئیس علی ابن سینا نے کہا ہے:

اعتصم الورى بمغفرتك عجز الواصفون عن صفتك
الطف بنا فاننا بشر ما عرفناك حق معرفتك

''اے اللہ! مخلوق نے تیری مغفرت کی پناہ لی تعریف کرنے والے تیری تعریف سے عاجز ہو گئے۔ ہم پر رحم فرما، کیوں کہ ہم انسان ہیں، ہمیں تیری کما حقہ معرفت حاصل نہیں''۔

جواب: ان دونوں اقوال میں حقیقت ذات الٰہی کی کما حقہ معرفت کی نفی ہے، کیوں کہ کسی کے لئے حقیقت ذات الٰہی کی معرفت ممکن نہیں اور سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے کلام میں ذات الٰہی کو بتانے والے اوصاف کے ذریعے اس کی معرفت مراد ہے، یعنی اس کی ذات کو بتانے والی جو صفات قرآن کریم میں مذکور ہیں ان کے ذریعے ہم نے کما حقہ اس کو پہچانا۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اسی میں یہ بھی مذکور ہے:

ووالدا رسول الله صلى الله عليه وسلم ماتا على الكفر، ورسوله الله صلى الله عليه وسلم مات على الايمان .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی وفات کفر پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ایمان پر ہوئی''۔

پہلے مسئلہ پر تو میں نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔(۱)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر درج ذیل رسالے لکھ کر اس مسئلہ کو بالکل الم نشرح کر دیا ہے:

مسالك الحنفا في والدى المصطفى التعظيم والمنة في ان

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) علامہ سیّد احمد بن محمد حموی مصری رحمۃ اللہ علیہ ''غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر'' میں لکھتے ہیں:

''الجواب عن ذلك ان مراد من نفى حق المعرفة معرفة بكنه ذاته، و مراد الامام ابى حنيفة رحمه الله تعالىٰ معرفة حق معرفة بصفاته الدالة عليه'' (ج ۲، ص ۸۸، کتاب السیر، باب الردۃ)

اور خود مصنف کتاب حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں سیّدنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا مطلب یہ لکھا ہے:

اى نعرف الله تعالى حق معرفته كما وصف الله نفسه فى كتابه بجميع صفاته، وليس يقدر احد ان يعبد الله حق عبادته كما هو اهل له، ولكنه يعبده بامره كما امر بكتابه وسنة نبيه .

''یعنی ہم قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ صفات کے ذریعے اس کی کما حقہ معرفت رکھتے ہیں اور کوئی شخص کما حقہ اس کی ایسی عبادت نہیں کرسکتا جو اس کے شایان شان ہے''۔

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان شرعی دلائل سے ثابت ہے، علمائے کرام نے اس موضوع پر بہت سے کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔

ابوی النبی فی الجنة، الدرج المنيفة فی الاباء الاشريفة، نشر العلمين المنيفين فی احياء الابوين الشريفين، المقامة السندسية فی النسبة المصطفوية، السبل الجليلة فی الاباء العلية

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے بھی اس موضوع پر ''شمول الاسلام لاصول الرسول الکرام'' کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس کا مطالعہ ایمان میں تازگی اور عشق رسول میں اضافے کا باعث ہے۔

ابتداء میں اس سلسلے میں ملا علی قاری کا موقف بہت سخت تھا وہ (نعوذ باللہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے قائل نہیں تھے، اس لئے انہوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی لکھا اور لکھ کر اپنے استاد امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو دکھایا تو وہ سخت برہم ہوئے اور اس مسئلہ پر اپنی تحریرات میں نہایت جامع کلام فرمایا اور ساتھ ہی انہیں اس مسئلہ سے رجوع کرنے پر آمادہ کیا تو اللہ کے فضل و کرم اور علوم اسلامیہ کی جلیل القدر خدمات کے صلہ میں آپ کو اس موقف سے رجوع کی توفیق مرحمت ہوئی۔

پھر آپ نے شرح شفا میں دو مقامات پر اس موضوع سے متعلق جمہور علمائے اہل سنت اور خاص کر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کو ترجیح دی ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں:

واما اسلام ابويه ففيه اقوال، والاصح اسلامهما على ما اتفق عليه الاجلة من الائمة كمابينته السيوطی فی رسائله الثلاث المولفة۔

''رہا سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا مسلم ہونا تو اس

سلسلے میں کئی اقوال ہیں، لیکن ان کے مسلم ہونے کا قول ہی زیادہ درست ہے، امت مسلمہ کے جلیل القدر آئمہ نے اس موقف پر اتفاق کیا ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنے تین رسائل میں اس کی تفصیل رقم فرمائی ہے"۔

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

واما ما ذكروا من احيائه عليه الصلوة والسلام ابويه فالاصح انه وقع، على ما عليه الجمهور الثقات كما قال السيوطى فى رسائله الثلاث المولفة"

(شرح الشفاء ج ۱ ص ۶۵۱، الباب الرابع، فصل فى احياء الموتى و كلامهم)

(اور علمائے کرام نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کریمین کو زندہ فرمایا تو اصح یہ ہے کہ واقعی ایسا ہوا، یہی جمہور ثقات کا مذہب ہے جیسا کہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنے تین رسائل میں ذکر فرمایا"۔

لہٰذا جب حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ازخود اپنے موقف سے رجوع فرمالیا اور جمہور کے موقف کی تائید فرمائی تو اب کسی کے لئے روا نہیں کہ ان کی طرف غلط موقف کی نسبت کرے اور ان کی کتب مرقاۃ المفاتیح وغیرہ میں ایمان والدین کے تعلق سے جو کلام مذکور ہے وہ رجوع سے پہلے کا ہے لہٰذا اسے ہرگز دلیل نہیں بنانا چاہئے۔ کیوں کہ شرح الشفاء آپ کی آخری عمر کی تصنیف ہے اس کے اختتام پر آپ نے خود تالیف کی تاریخ "رمضان المبارک ۱۰۱۱ھ" لکھی ہے یعنی وصال سے صرف تین سال قبل وہ شرح لکھی جب کہ مرقاۃ المفاتیح کے اخیر میں تاریخ تالیف "ربیع الثانی

۱۰۰۸ھ" تحریر ہے تو یہ پہلے کی تصنیف ہوئی۔

اور دوسرے مسئلہ کی شرح کے وقت میں سرگرداں تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بعض مقاصد کے ذریعہ شرح صدر فرمایا کہ تمام انبیائے کرام ابتدا سے انتہا تک کفر سے معصوم ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی حیثیت سے ہمارا یہی عقیدہ ہے کہ آپ کا وصال ایمان پر ہوا اور دوسرے اولیائے کرام اور بزرگان دین کی ایمان پر موت کے تعلق سے ہم یقینی فیصلہ نہیں کر سکتے اگر چہ ان سے کرامات کا ظہور ہو، ان کے حالات کامل ہوں اور وہ ہر طرح کی عبادات سے آراستہ ہوں کیوں کہ اس کی بنیاد مشاہدہ پر ہے اور وہ (عام) افراد انسانی سے پوشیدہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عشرہ مبشرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہ اجمعین اور ان جیسے دوسرے حضرات کو حالات کے بدل جانے اور آخرت میں امیدوں پر پانی پھر جانے کا خوف تھا۔

یاد رہے کہ کسی کے بارے میں جنت کی گواہی کے تعلق سے تین پسندیدہ اقوال ہیں:

(۱) صرف انبیائے کرام کے لئے اس کی گواہی دی جاسکتی ہے۔ یہ قول محمد ابن حنفیہ سے منقول ہے اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب مختار ہے کیوں کہ یہ ایک قطعی اور یقینی چیز ہے۔

(۲) ہر اس مومن کے بارے میں اس کی گواہی دی جاسکتی ہے جس کے تعلق سے نص موجود ہے۔ یہ بہت سے علماء کا قول ہے لیکن اصل کے لحاظ سے یہ ظنی ہے۔

(۳) اس کے بارے میں بھی یہ گواہی دی جاسکتی ہے جس کے متعلق اہل ایمان (نیکی کی) شہادت دیں، جیسا کہ صحیحین میں ہے:

انہ مر بجنازۃ فاثنوا علیھا بخیر، فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: وجبت۔ ومر باخری فاثنوا علیھا بشر، فقال:

وجبت ۔ فقال عمر رضی اللہ تعالی عنہ: یا رسول اللہ! ما وجبت؟ فقال علیہ الصلاۃ والسلام: ھذا اثنیتم علیہ خیرا وجبت لہ الجنۃ وھذا اثنیتم علیہ شرا وجبت لہ النار، انتم شھداء اللہ فی الارض ۔

(صحیح البخاری، باب ثناء الناس علی المیت ج ۱ ص ۴۶۰، صحیح مسلم بمعناہ، باب فیمن یثنی علیہ خیر او شر من الموتی، ج ۳ ص ۵۳، مسند احمد بمعناہ الجزء العشرون، ج ۲۰ ص ۳۶۹، مسند البزار بمعناہ، مسند ابی حمزۃ انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ج ۴ ص ۴۸۳، شرح السنۃ للبغوی، باب الطاعون ج ۳ ص ۷۵، السنن الکبریٰ للنسائی باب الثناء علی المیت وذکر بما کان فیہ من الخیر ج ۴ ص ۷۴)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے پاس سے گزرے تو لوگوں نے اس کی اچھائی بیان کی تو فرمایا: واجب ہوگئی اور دوسرے جنازے کے پاس سے گزرے تو لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو فرمایا: واجب ہوگئی، اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا واجب ہوگئی؟ فرمایا: تم لوگوں نے ایک کی اچھائی بیان کی تو اس کے لئے جنت واجب ہوگئی اور ایک کی برائی بیان کی تو اس کے لئے دوزخ واجب ہوگئی، تم لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہو''۔

اس کی بنیاد یہ ہے کہ ہم ظاہر پر حکم لگاتے ہیں اور باطن کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے اور اس میں اس بات پر تنبیہ بھی ہے کہ یہ امت گمراہی پر متفق نہیں ہوسکتی اور کسی کے لئے یہ روا نہیں کہ اس امت کے کسی فرد کے لئے دوزخ میں داخل ہونے یا جنت میں جانے کی گواہی دے، ہاں اسے صرف اس کی اجازت ہے کہ اگر اس میں کوئی بھلائی دیکھے تو حسن ظن کی وجہ سے یا اس کی طرف سے علم، عمل، نیکی اور دین داری کے ظہور کی

وجہ سے اس کی اچھائی بیان کرے۔ اسی طرح یہ بھی اجازت ہے کہ اگر اس میں نفاق کو بتانے والی کوئی چیز یا کبیرہ گناہوں کا مشاہدہ کرے مثلاً وہ حرام مال کھاتا ہے اور وقف کے حقوق واجبہ کی ادائیگی کے بغیر مال وقف لے لیتا ہے تو اس کی برائی بیان کرے۔

اس لایعنی دعوے کی قبیل سے وہ واقعہ بھی ہے جسے بعض جہلا نے ذکر کیا کہ ایک صاحب کشف شخص رو رہا تھا کیوں کہ اسے معلوم ہوا تھا کہ اس کے گھر کا ایک فرد عذاب میں ہے، پھر اس تعلق سے اس کی ملاقات شیخ ابن عربی سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اس شخص نے مجھے نہیں دیکھا، وہ بغداد میں نہیں تھا (اس لئے اسے عذاب ہو رہا ہے)۔

(۱) اولاً: تو اصل واقعہ یہ ہے کہ سیّدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے اتنی بار لا الٰہ الا اللہ پڑھا تا اور اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی۔ اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا، ان میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا، کھانا کھاتے کھاتے اور رونے لگا، میں نے رونے کا سبب پوچھا، کہا: اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا، فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں: **فعرفت الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث** (تو میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی)

اس واقعہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے رسالہ ''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' میں ذکر کیا ہے اور خود حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات

شرح مشکاۃ ج ۳ ص ۳ (مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان پاکستان) میں اسے تحریر فرمایا ہے۔
اس میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ وہ جہنم میں اس لئے ہے کہ اس نے مجھے نہیں دیکھا۔

ثانیاً: اگر یہ واقعہ ثابت بھی ہو تو اس کا مطلب وہ نہیں جو بظاہر معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھتا اور مجھ سے ملاقات کرتا تو میری صحبت کی برکت سے بدعملی سے باز رہتا جس کے نتیجے میں عذاب نار سے محفوظ رہتا۔ اس لئے اس کے ظاہری مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ پر اعتراض کسی طرح مناسب نہیں۔

اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں جن کا غلط ہونا ظاہر ہے۔

سوال: ہوسکتا ہے قائل نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا کی زیارت کی ہو اور آپ نے اس کے لئے اس مقام کی طرف اشارہ فرمایا ہو؟

جواب: یہ نہیں ہوسکتا کیوں کہ یہ اصول ایمان اور احکام اسلام کے خلاف ہے۔
اور یہ نہ کہا جائے کہ حدیث شریف میں ہے:

”من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی“

(صحیح البخاری باب من رای النبی فی المنام ج ٦ ص ۲۵٦۷، صحیح مسلم، باب قول النبی من رانی فی المنام فقد رانی، ج ۷ ص ۵۴، صحیح ابن حبان، کتاب الرویا، ج ۱۳ ص ۴۱۷، سنن الترمذی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فی المنام فقد رانی ج ۴ ص ۵۳۵، سنن ابن ماجہ، باب رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ۴ ص ۱۴۸۵، سنن الدارمی، باب فی رویۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ج ۴ ص ۱۲٦۱، مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۹ ص ۱٦۱، مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ۱ ص ۳۷۵)

''جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقت میں مجھی کو دیکھا: کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا''۔

کیونکہ اس کی تحقیق میں بڑا کلام ہے جسے ہم نے ''شرح الشمائل'' میں ذکر کیا ہے اور ہمیں ارباب علم وفضل سے اس کی نقل وروایت میں کامیابی نہ ملی۔

(جمع الوسائل ج۲ ص۲۳۱)

اس مقام میں خلاصہ کلام وہ ہے جسے حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے:

لیس المراد بقوله (فقد رانی) روية الجسم، بل روية المثال الذی صار آلة ینادی بها المعنی الذی فی نفس الامر، والاية اما حقيقة واما خيالية، والنفس مغير المثال المتخيل، فالشكل المرئی ليس روحه صلی الله عليه و آله وسلم ولا شخصه بل مثاله علی التحقيق والله ولی التوفيق۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (فقد رآنی) سے جسم کا دیکھنا مراد نہیں بلکہ اس شبیہہ کا دیکھنا مراد ہے جو اس معنی تک پہنچانے کا ذریعہ اور آلہ ہے جو نفس الامر میں ہے اور آلہ یا تو حقیقی ہوگا یا خیالی اور نفس الامر خیالی شبیہ کے علاوہ ہے تو نظر آنے والی شکل نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے نہ ہی جسم بلکہ حقیقت میں شبیہہ ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ غیر انبیاء کے حق میں خواب معتبر نہیں، ساتھ ہی ساتھ کبھی خوابوں میں ایسی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس مقام کے اعتبار سے خواب دیکھنے

والے یا اس کے علاوہ دوسرے شخص کے مناسب حال ہو۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اسلامی اصول کے خلاف کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں تو باجماع علماء اسے اس حکم پر عمل کی اجازت نہیں۔ اسی وجہ سے صاحب ''مواقف'' نے فرمایا:

اما الرؤیا فخیال باطل، لیس تحته طائل عند المتکلمین اما عند المعتزلة فلفقد شرائط الادراك، واما عند الاصحاب اذلم یشترطوا شیئا من ذٰلك فلانه خلاف العادة فلا ینبنی علیه ما یتعلق بامر العبادة، ولا بالحکم علی احد بالشقاوة و السعادة، رزقنا الله الحسنی والزیادة ۔

(المواقف فی علم الکلام، ص ۱۵۵)

''متکلمین کے نزدیک خواب ایک بے اصل اور بے فائدہ خیال ہے، معتزلہ کے نزدیک تو اس لئے کہ شرائط ادراک مفقود ہیں اور ہمارے اصحاب (اہل سنت) کے نزدیک اس لئے کہ انہوں نے اس میں کسی چیز کی شرط ہی نہیں لگائی: کیوں کہ یہ خلاف عادت ہے، لہٰذا اس پر عبادت اور کسی کے نیک بخت یا بد بخت ہونے سے متعلق کسی حکم کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ اللہ ہمیں بھلائی (جنت) اور اس سے بڑی نعمت (دیدار الٰہی) سے بہرہ ور فرمائے''۔

اس مقام میں ہم نے جو بیان کیا اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مشائخ کرام اور علمائے عظام میں دوسرے لوگوں سے زیادہ خوف خدا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی اس کی طرف اشارہ کرتا ہے:

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط (فاطر:۲۸)

''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں''۔

اور اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے:

انا اخشاکم للہ

(صحیح مسلم، بمعناہ، باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وھو جنب، ج ۳ ص ۱۳۸، صحیح ابن حبان، باب صوم الجنب ج ۸ ص ۴۷۱، صحیح ابن خزیمۃ، باب الدلیل علی ان الصوم جائز لکل من اصبح جنبا واغتسل بعد طلوع الفجر ج ۳ ص ۲۵۴، سنن ابی داؤد، باب فیمن اصبح جنبا فی شھر رمضان ج ۴ ص ۴۸۵، السنن الکبری للبیھقی، باب من اصبح جنبا فی شھر رمضان، ج ۴ ص ۲۱۳، شرح معانی الاثار، باب الرجل یصبح فی یوم شھر رمضان جنبا، ج ۴ ص ۱۰۶)

''میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں''۔

سیّد التابعی امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں یہ بیان کیا گیا کہ ہناد نامی ایک شخص کو ایک ہزار سال عذاب دیئے جانے کے بعد جہنم سے نکالا جائے گا وہ کہہ رہا ہوگا:

یا حنان! یا منان!

(شعب الایمان للبیھقی، بمعناہ، فصل فی القصاص من المظالم، ج ۱ ص ۳۰۵، کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، باب آخر اھل الجنۃ دخولا، ج ۱۴ ص ۵۱۱)

یہ سن کر امام حسن بصری رو پڑے اور فرمایا: ''یالیتنی کنت ھنادا''

''کاش میں ہناد ہوتا!'' لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی تو فرمایا:

ویحکم! الیس یوما یخرج فی الجملۃ ولا یخلد فیھا۔

تم پر افسوس! کیا وہ بالآخر ایک دن جہنم سے نکل نہیں جائے گا اور ہمیشہ اس میں نہیں رہے گا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''مجھے یوسف بن اسباط کے حوالے سے یہ خبر ملی وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سفیان ثوری کے پاس گیا تو وہ رات بھر روتے رہے، میں نے عرض کیا: آپ گناہوں پر رو رہے ہیں؟ انہوں نے (یہ سن کر) زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہ اس تنکے سے زیادہ ہلکے ہیں، مجھے تو یہ خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اسلام نہ سلب کرلے''۔

(احیاء العلوم ج۴ ص۲۶)

مروی ہے کہ سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس سرہ العزیز نے ایک آئینہ لیا اور اس میں دیکھ کر فرمایا:

''ظهر الشيب، ولم يذهب العيب وما ادری ما فی الغيب''

بڑھاپا رونما ہوگیا، برائی ختم نہیں ہوئی، نہ معلوم کل کیا ہوگا؟ آپ کا یہ قول اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا (لقمان:۳۴)

''کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے:

انما الاعمال بالخواتيم

(صحيح البخاری، باب العمل بالخواتيم، ج ۶ ص ۲۴۳۶، مسند احمد بن حنبل، حديث ابی مالك سهل بن سعد الساعدی رضی الله عنه ج ۵ ص ۳۳۵، صحيح ابن حبان، باب ماجاء فی الطاعات و ثوابها، ج ۴ ص ۵۴، مسند ابی عوانة، بيان انتزاع الامانة من القلوب ورفعها وان القلب اذا ارب الميل الی فتنة والی صاحبها ولم ينكرها بقلبه وركن الی صاحبه ران علی قلبه وانتزع الايمان منه ج ۱ ص ۵۵، دار المعرفة بيروت)

''اعمال کا دارومدار خاتموں ہی پر ہے''۔

کسی فقیر نے ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان لیتے ہوئے ان سے پوچھا:

"لحيتك افضل ام ذنب الكلب"

آپ کی داڑھی افضل ہے یا کتے کی دم؟ یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا:

"ان مت على الاسلام فلحيتي خير والا فذنب الكلب"

"اگر ایمان پر موت نصیب ہوئی تو میری داڑھی افضل ہے ورنہ کتے کی دم"۔

گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کیا:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ ج فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ج (الاعراف: ۱۷۵، ۱۷۶)

"اے محبوب! انہیں اس شخص کا حال سنا دو جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، پھر اس کے پیچھے شیطان لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے سبب اسے بلند کر دیتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے"۔

اور اصحاب کہف کے واقعے میں غور کیا:

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ط (الکہف: ۱۸)

"اور ان کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے"

مروی ہے کہ بلعام بن باعورا اسی کتے کی صورت میں جہنم میں داخل ہوگا اور کتا بلعام بن باعورا کی صورت میں جنت میں داخل ہوگا۔

اور بلعام کی یہ حیثیت تھی کہ جب نگاہ اٹھاتا تو عرش تک دیکھ لیتا، اس کی مجلس علم

وجہ سے اس کی اچھائی بیان کرے۔اسی طرح یہ بھی اجازت ہے کہ اگر اس میں نفاق کو بتانے والی کوئی چیز یا کبیرہ گناہوں کا مشاہدہ کرے مثلاً وہ حرام مال کھاتا ہے اور وقف کے حقوق واجبہ کی ادائیگی کے بغیر مال وقف لے لیتا ہے تو اس کی برائی بیان کرے۔

اس لایعنی دعوے کی قبیل سے وہ واقعہ بھی ہے جسے بعض جہلا نے ذکر کیا کہ ایک صاحب کشف شخص رو رہا تھا کیوں کہ اسے معلوم ہوا تھا کہ اس کے گھر کا ایک فرد عذاب میں ہے، پھر اس تعلق سے اس کی ملاقات شیخ ابن عربی سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا: اس شخص نے مجھے نہیں دیکھا، وہ بغداد میں نہیں تھا (اس لئے اسے عذاب ہو رہا ہے)۔

(۱) اولاً: تو اصل واقعہ یہ ہے کہ سیّدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لئے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو، میں نے اتنی بار لا الٰہ الا اللہ پڑھا تا اور اس میں کسی کے لئے خاص نیت نہ کی تھی۔اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا، ان میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا، کھانا کھاتے کھاتے اور رونے لگا، میں نے رونے کا سبب پوچھا، کہا: اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں، میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا، فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں، امام محی الدین قدس سرہ فرماتے ہیں: فعرفت الحديث بصحة كشفه وصحة كشفه بصحة الحديث (تو میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے پہچانی اور اس کے کشف کی صحت حدیث کی صحت سے جانی)

اس واقعہ کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے اپنے رسالہ ''منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین'' میں ذکر کیا ہے اور خود حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مرقات

شرح مشکاۃ ج ۳ ص ۴ (مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان پاکستان) میں اسے تحریر فرمایا ہے۔
اس میں کہیں یہ ذکر نہیں کہ انہوں نے فرمایا ہو کہ وہ جہنم میں اس لئے ہے کہ اس نے مجھے نہیں دیکھا۔

ثانیاً: اگر یہ واقعہ ثابت بھی ہوتو اس کا مطلب وہ نہیں جو بظاہر معلوم ہوتا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھتا اور مجھ سے ملاقات کرتا تو میری صحبت کی برکت سے بدعملی سے باز رہتا جس کے نتیجے میں عذاب نار سے محفوظ رہتا۔ اس لئے اس کے ظاہری مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت شیخ اکبر قدس سرہ پر اعتراض کسی طرح مناسب نہیں۔

اس طرح کے اور بھی واقعات ہیں جن کا غلط ہونا ظاہر ہے۔

سوال: ہوسکتا ہے قائل نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ زیبا کی زیارت کی ہو اور آپ نے اس کے لئے اس مقام کی طرف اشارہ فرمایا ہو؟

جواب: یہ نہیں ہوسکتا کیوں کہ یہ اصول ایمان اور احکام اسلام کے خلاف ہے۔

اور یہ نہ کہا جائے کہ حدیث شریف میں ہے:

"من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتمثل بی"

(صحیح البخاری باب من رای النبی فی المنام ج ٦ ص ٢٥٦٧، صحیح مسلم، باب قول النبی من رانی فی المنام فقد رانی، ج ٧ ص ٥٤، صحیح ابن حبان، کتاب الرویا، ج ١٣ ص ٤١٧، سنن الترمذی باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رانی فی المنام فقد رانی ج ٤ ص ٥٣٥، سنن ابن ماجہ، باب رویة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج ٤ ص ١٤٨٥، سنن الدارمی، باب فی رویة النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام، ج ٤ ص ١٦٦، مسند ابی یعلی، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ٩ ص ١٦١، مسند احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، ج ١ ص ٣٧٥)

''جس نے خواب میں مجھے دیکھا اس نے حقیقت میں مجھی کو دیکھا: کیونکہ شیطان میری صورت میں نہیں آ سکتا''۔

کیونکہ اس کی تحقیق میں بڑا کلام ہے جسے ہم نے ''شرح الشمائل'' میں ذکر کیا ہے اور ہمیں ارباب علم و فضل سے اس کی نقل و روایت میں کامیابی نہ ملی۔

(جمع الوسائل ج۲ص۲۳۱)

اس مقام میں خلاصہ کلام وہ ہے جسے حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمایا ہے:

لیس المراد بقوله (فقد رانی) روية الجسم، بل روية المثال الذی صار آلة ینادی بها المعنی الذی فی نفس الامر، والاية اما حقيقة واما خيالية، والنفس مغير المثال المتخيل، فالشكل المرئی ليس روحه صلی الله عليه وآله وسلم ولا شخصه بل مثاله علی التحقيق والله ولی التوفيق۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (فقد رآنی) سے جسم کا دیکھنا مراد نہیں بلکہ اس شبیہ کا دیکھنا مراد ہے جو اس معنی تک پہنچانے کا ذریعہ اور آلہ ہے جو نفس الامر میں ہے اور آلہ یا تو حقیقی ہوگا یا خیالی اور نفس الامر خیالی شبیہ کے علاوہ ہے تو نظر آنے والی شکل نہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے نہ ہی جسم بلکہ حقیقت میں شبیہ ہے اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ غیر انبیاء کے حق میں خواب معتبر نہیں، ساتھ ہی ساتھ کبھی خوابوں میں ایسی تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے جو اس مقام کے اعتبار سے خواب دیکھنے

والے یا اس کے علاوہ دوسرے شخص کے مناسب حال ہو۔ اگر فرض کرلیا جائے کہ کسی نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے اسلامی اصول کے خلاف کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دے رہے ہیں تو باجماع علماء اسے اس حکم پر عمل کی اجازت نہیں۔ اسی وجہ سے صاحب ''مواقف'' نے فرمایا:

اما الرؤیا فخیال باطل، لیس تحته طائل عند المتكلمين اما عند المعتزلة فلفقد شرائط الادراك، واما عند الاصحاب اذلم يشترطوا شيئا من ذلك فلانه خلاف العادة فلا ينبني عليه ما يتعلق بامر العبادة، ولا بالحكم على احد بالشقاوة و السعادة، رزقنا الله الحسنى والزيادة ـ

(المواقف فی علم الکلام، ص ۱۵۵)

''متکلمین کے نزدیک خواب ایک بے اصل اور بے فائدہ خیال ہے، معتزلہ کے نزدیک تو اس لئے کہ شرائط ادراک مفقود ہیں اور ہمارے اصحاب (اہل سنت) کے نزدیک اس لئے کہ انہوں نے اس میں کسی چیز کی شرط ہی نہیں لگائی: کیوں کہ یہ خلاف عادت ہے، لہٰذا اس پر عبادت اور کسی کے نیک بخت یا بد بخت ہونے سے متعلق کسی حکم کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔ اللہ ہمیں بھلائی (جنت) اور اس سے بڑی نعمت (دیدار الٰہی) سے بہرہ ور فرمائے''۔

اس مقام میں ہم نے جو بیان کیا اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مشائخ کرام اور علمائے عظام میں دوسرے لوگوں سے زیادہ خوف خدا ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد الٰہی اس کی طرف اشارہ کرتا ہے:

اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُاط (فاطر:۲۸)

''اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں''۔

اور اس کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی ہے:

انا اخشاكم لله

(صحيح مسلم، بمعناه، باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، ج ۳ ص ۱۳۸، صحيح ابن حبان، باب صوم الجنب ج ۸ ص ۴۷۱، صحيح ابن خزيمة، باب الدليل على ان الصوم جائز لكل من اصبح جنبا واغتسل بعد طلوع الفجر ج ۳ ص ۴۵۴، سنن ابی داؤد، باب فيمن اصبح جنبا فی شهر رمضان ج ۴ ص ۴۸۵، السنن الكبرى للبيهقي، باب من اصبح جنبا فی شهر رمضان، ج ۴ ص ۲۱۳، شرح معانی الاثار، باب الرجل يصبح فی يوم شهر رمضان جنبا، ج ۴ ص ۱۰۶)

''میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں''۔

سیّد التابعی امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں یہ بیان کیا گیا کہ ہناد نامی ایک شخص کو ایک ہزار سال عذاب دیئے جانے کے بعد جہنم سے نکالا جائے گا وہ کہہ رہا ہوگا:

يا حنان! يا منان!

(شعب الايمان للبيهقي، بمعناه، فصل فی القصاص من المظالم، ج ۱ ص ۳۰۵، كنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، باب آخر اهل الجنة دخولا، ج ۱۴ ص ۵۱۱)

یہ سن کر امام حسن بصری رو پڑے اور فرمایا: ''**ياليتني كنت هنادا**''

''کاش میں ہناد ہوتا!'' لوگوں کو اس پر حیرت ہوئی تو فرمایا:

ويحكم! اليس يوما يخرج في الجملة ولا يخلد فيها.

تم پر افسوس! کیا وہ بالآخر ایک دن جہنم سے نکل نہیں جائے گا اور ہمیشہ اس میں نہیں رہے گا۔

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''مجھے یوسف بن اسباط کے حوالے سے یہ خبر ملی وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سفیان ثوری کے پاس گیا تو وہ رات بھر روتے رہے، میں نے عرض کیا: آپ گناہوں پر رو رہے ہیں؟ انہوں نے (یہ سن کر) زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گناہ اس تنکے سے زیادہ ہلکے ہیں، مجھے تو یہ خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اسلام نہ سلب کر لے''۔

(احیاء العلوم ج ۴ ص ۲۶)

مروی ہے کہ سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس سرہ العزیز نے ایک آئینہ لیا اور اس میں دیکھ کر فرمایا:

''ظهر الشيب، ولم يذهب العيب وما ادرى ما فى الغيب''

بڑھاپا رونما ہو گیا، برائی ختم نہیں ہوئی، نہ معلوم کل کیا ہوگا؟ آپ کا یہ قول اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے:

وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّا ذَا تَكْسِبُ غَدًا (لقمان: ۳۴)

''کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی''۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی طرف اشارہ ہے:

انما الاعمال بالخواتيم

(صحيح البخارى، باب العمل بالخواتيم، ج ٦ ص ٢٤٣٦، مسند احمد بن حنبل، حديث ابى مالك سهل بن سعد الساعدى رضى الله عنه ج ٥ ص ٣٣٥، صحيح ابن حبان، باب ماجاء فى الطاعات و ثوابها، ج ٢ ص ٥٤، مسند ابى عوانة، بيان انتزاع الامانة من القلوب ورفعها وان القلب اذا ارب الميل الى فتنة والى صاحبها ولم ينكرها بقلبه وركن الى صاحبه ران على قلبه وانتزع الايمان منه ج ١ ص ٥٥، دار المعرفة بيروت)

''اعمال کا دارومدار خاتموں ہی پر ہے''۔

کسی فقیر نے ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان لیتے ہوئے ان سے پوچھا:

"لحيتك افضل ام ذنب الكلب"

آپ کی داڑھی افضل ہے یا کتے کی دم؟ یہ سن کر آپ رو پڑے اور فرمایا:

"ان مت على الاسلام فلحيتي خير والا فذنب الكلب"

''اگر ایمان پر موت نصیب ہوئی تو میری داڑھی افضل ہے ورنہ کتے کی دم''۔

گویا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں غور کیا:

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ○ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰهُ ج فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ج (الاعراف:۱۷۵،۱۷۶)

''اے محبوب! انہیں اس شخص کا حال سنا دو جسے ہم نے اپنی آیتیں دیں تو وہ ان سے صاف نکل گیا، پھر اس کے پیچھے شیطان لگا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا۔ اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے سبب اسے بلند کر دیتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے پیچھے چلا تو اس کا حال کتے کی طرح ہے''۔

اور اصحاب کہف کے واقعے میں غور کیا:

وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ط (الکہف:۱۸)

''اور ان کا کتا غار کی چوکھٹ پر اپنی کلائیاں پھیلائے ہوئے ہے''

مروی ہے کہ بلعام بن باعورا اسی کتے کی صورت میں جہنم میں داخل ہوگا اور کتا بلعام بن باعورا کی صورت میں جنت میں داخل ہوگا۔

اور بلعام کی یہ حیثیت تھی کہ جب نگاہ اٹھاتا تو عرش تک دیکھ لیتا، اس کی مجلس علم

میں طلبہ کی بارہ ہزار دواتیں تھیں جن سے وہ لکھتے تھے اور اس سے صرف ایک ہی لغزش ہوئی کہ وہ دنیا اور دنیاداروں کی طرف مائل ہوا اور اللہ کے ایک دوست کی عظمت کا انکار کیا، جس کے نتیجے میں اس سے معرفت الٰہی چھین لی گئی اور دنیا و آخرت میں وہ سزا کا مستحق ٹھہرا۔

حضرت فضیل بن عیاض کا شاگرد

منقول ہے کہ حضرت فضیل بن عیاض کے ایک شاگرد کی وفات کا وقت قریب ہوا حضرت فضیل اس کے پاس تشریف لائے اور سرہانے بیٹھ کر سورہ یٰسین پڑھی تو اس نے کہا: اے میرے استاذ! یہ نہ پڑھیے۔ تو آپ خاموش ہو گئے۔ پھر اسے **لا الٰہ الا اللہ** کی تلقین کی تو اس نے کہا میں نہیں پڑھتا کیوں کہ میں اس سے بےزار ہوں، اسی حالت میں اس کی موت ہو گئی۔

تو فضیل بن عیاض اپنے گھر تشریف لے گئے اور چالیس دن تک روتے رہے، گھر سے باہر نہ نکلے پھر خواب دیکھا کہ اسے جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہے تو اس سے دریافت فرمایا: کس وجہ سے اللہ نے تم سے اپنی معرفت چھین لی حالانکہ تم میرے سب سے ذی علم شاگرد تھے؟

تو اس نے کہا: تین چیزوں کی وجہ سے: (۱) چغل خوری (۲) حسد (۳) مجھے ایک بیماری تھی، میں طبیب کے پاس گیا اور اس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ ہر سال ایک پیالہ شراب پیو اگر ایسا نہیں کرو گے تو یہ بیماری باقی رہے گی، چنانچہ میں شراب پیتا تھا۔

اللہ کے غضب سے اسی کی پناہ جس (کے برداشت) کی ہم میں طاقت نہیں۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے تھے: جو شخص اپنے دین کے معاملے میں بے خوف ہوا اس کا دین سلب کر لیا جاتا ہے۔ (تاریخ دمشق الکبیر، ج ۷۴ص ۸۱)

کسی نے کہا: جب تم کافروں کے حال اور دائمی طور پر ان کے جہنم میں رہنے کے بارے میں سنو تو اپنے بارے میں اس حالت سے مطمئن نہ ہو، کیونکہ یہ معاملہ خطرناک ہے اور پتہ نہیں کہ انجام کیا ہوگا اور تقدیر میں کیا لکھا ہے اور اوقات کے خالص اور صاف وشفاف ہونے سے دھوکا نہ کھاؤ کیونکہ اس کے نیچے پوشیدہ آفتیں ہوتی ہیں۔

کسی نے کہا:

''اے عصمتوں سے فریب کھانے والے گروہ! اس کی تہہ میں طرح طرح کی مصیبتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اپنی لطیف نعمتوں سے نوازا، حالانکہ وہ اس کی بارگاہ میں درحقیقت ملعون ہے اور بلعام بن باعورا کو انوارِ ولایت سے سرفراز فرمایا حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کی عداوت کی راہوں پر ہے''۔

حضرت ابراہیم بن ادھم فرماتے تھے:

ہم (اپنے انجام کے تعلق سے) کس طرح مطمئن ہو جائیں جب کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ (بارگاہ الٰہی میں) عرض کرتے ہیں:

وَّاجْنُبْنِیْ وَبَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:۳۵)

''مجھے اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پرستش سے بچا''۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام عرض کرتے ہیں:

تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یوسف:۱۰۱)

''مجھے حالت اسلام پر موت دے اور نیکوں میں شامل کردے''۔

حاصل کلام یہ ہے کہ معاملہ پوشیدہ ہے اور خطرہ بہت بڑا ہے کیوں کہ انبیائے کرام کے علاوہ کسی کو نہیں معلوم کہ وہ ان دونوں گروہوں میں سے کس میں ہے جن کا

ذکر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہے:

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ (الشوریٰ:۷)

''ایک گروہ جنت میں ہے اور ایک گروہ دوزخ میں''۔

نیز ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ط (التغابن:۲)

''وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا تو تم میں کوئی کافر ہے اور کوئی مسلمان ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد ہے:

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ج فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ قف اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ط هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (آل عمران:۱۰۶،۱۰۷)

''جس دن بعض چہرے روشن اور بعض سیاہ ہوں گے تو جن کے چہرے سیاہ ہوں گے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم ایمان لا کر کافر ہوئے تو اب اس کفر کے بدلے میں عذاب چکھو اور جن کے چہرے روشن ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اللہ کے عذاب کا خوف اور اس کے ثواب کی امید دونوں تھی، اسی لئے ارشاد فرمایا:

لو قيل لي يوم القيامة: لن يدخل الجنة الا واحد ارجو ان اكون انا، وان قيل: لن يدخل النار الا واحد اخاف ان اكون انا۔

''اگر مجھ سے بروز قیامت کہا جائے کہ جنت میں صرف ایک شخص داخل ہوگا تو میں امید کروں گا کہ وہ شخص میں ہی ہوں اور اگر کہا جائے کہ جہنم میں صرف ایک شخص داخل ہوگا تو مجھے خوف ہوگا کہ وہ ایک شخص میں ہی ہوں''۔

اس مقام کی تحقیق تفصیلی گفتگو کی متقاضی ہے (بنظر اختصار یہاں) ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔

سوال: اولیائے کرام کے حالات کے بارے میں ان کی بات مانی جاتی ہے، اور ان کے اقوال پر اعتراض نہیں کیا جاتا۔

جواب: ہم اسے نہیں مانتے، کیونکہ شیخ الاسلام قطب الانام، مقرب بارگاہ الٰہی، شیخ عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اعتراض کیا جو حضرت ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ذهبت من الفرش وضربت خيمة مقابل العرش .

''میں نے فرش سے جا کر عرش کے مقابل خیمہ نصب کر دیا''۔

شیخ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں:

لعله كذب عليه، فان هذا الكلام فی الشريعة كفر، وفی الحقيقة بعد وهجر .

شاید اس قول کی نسبت ان کی طرف جھوٹی ہے کیونکہ از روئے شریعت یہ بات کفر ہے اور در حقیقت بیہودہ اور حقیقت سے بعید ہے۔

علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے شفا شریف میں ذکر فرمایا کہ مقتدر باللہ کے دور حکومت میں بغداد کے فقہاء منصور حلاج کو قتل کرنے اور سولی دینے پر متفق ہو گئے تھے کیونکہ منصور حلاج الوہیت کے مدعی، حلول کے قائل تھے اور ''انا الحق'' کہتے تھے

حالانکہ بظاہر شریعت پر عمل پیرا تھے لیکن فقہا نے ان کی توبہ قبول نہیں کی۔(۱)

(الشفاء صفحہ ۸۶۵،۸۶۴)

''حضرت سیّدی حسین بن منصور حلاج قدس سرہ جن کو عوام منصور کہتے ہیں، منصور ان کے والد کا نام اور ان کا اسم گرامی حسین ہے، یہ اکابر اہل حال سے تھے، ان کی ایک بہن ان سے بدرجہا مرتبہ ولایت و معرفت میں زائد تھیں، وہ رات کے آخری حصے میں جنگل تشریف لے جاتیں اور یاد الٰہی میں مصروف ہوتیں، ایک دن ان کی آنکھ کھلی بہن کو نہ پایا، گھر میں ہر جگہ تلاش کیا، پتہ نہ چلا، ان کو وسوسہ گزرا، دوسری رات میں قصداً سوتے میں جان کر جاگتے رہے، وہ اپنے وقت اٹھ کر چلیں، یہ آہستہ آہستہ پیچھے ہو لئے، دیکھتے رہے، آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اترا اور ان کے دہن مبارک کے برابر آ لگا، انہوں نے پینا شروع کیا، ان سے صبر نہ ہو سکا کہ یہ جنت کی نعمت نہ ملے، بے اختیار کہہ اٹھے کہ بہن تمہیں اللہ کی قسم کہ تھوڑا میرے لئے چھوڑ دو، انہوں نے ایک گھونٹ چھوڑ دیا، انہوں نے پیا، اس کے پیتے ہی ہر جڑی بوٹی، ہر در و دیوار سے ان کو یہ آواز آنے لگی کہ ''کون اس کا زیادہ مستحق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے؟'' انہوں نے کہنا شروع کیا: ''انا لاحق'' (میں سب سے زیادہ اس کا مستحق ہوں) لوگوں کو سننے میں آیا ''انا الحق'' (میں حق ہوں) وہ دعویٰ خدائی سمجھے اور یہ کفر ہے اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

(۱) حضرت سیّدی حسین بن منصور حلاج قدس سرہ ''انا لاحق'' (میں اس کا زیادہ حقدار ہوں) کہتے تھے، لوگوں نے ''انا الحق'' (میں حق ہوں) سمجھا اور یہ کفر ہے اور مسلمان ہو کر جو کفر کرے وہ مرتد ہے اور مرتد کی سزا قتل ہے، اسی وجہ سے فقہاء نے ان کے قتل کا فتویٰ دیا۔ ورنہ حقیقت واقعہ کچھ اور ہے، جسے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے تفصیل کے ساتھ فتاویٰ رضویہ میں ذکر کیا ہے۔ ''انا لاحق'' کا پس منظر سمجھنے کے لئے پورا واقعہ پیش خدمت ہے:

من بدل دينه فاقتلوه

''جو اپنی دین بدل دے اسے قتل کردو''۔

(رواہ احمد والسنۃ الا مسلما عن ابن عباس رضی اللہ عنہما واللہ تعالیٰ اعلم)

اس سے معلوم ہوا کہ ''انا لاحق'' کہتے تھے لیکن فقہاء نے اسے ''انا الحق'' سمجھا اور چوں کہ شریعت کا حکم ظاہر پر لگتا ہے اس لئے ظاہر پر حکم لگاتے ہوئے کفر کا فتویٰ دیا اور اگر وہ ''انا الحق'' بھی کہتے رہے ہوں تب بھی اس میں تاویل کی جائے گی کہ ان کی ذات، اللہ رب العزت کی تجلی کا مظہر تھی اور زبان کلام حق کی ترجمان، ان کی زبان سے ''انا الحق'' اسی طرح نکلا جس طرح درخت موسیٰ علیہ السلام سے ''انی انا اللہ رب العلمین'' کی آواز آئی تھی، ظاہر ہے کہ درخت نے خود کو رب نہیں کہا تھا بلکہ اس وقت وہ کلام الٰہی کا ترجمان تھا تو کیا اللہ رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور اپنے محبوب بندے حسین بن منصور حلاج پر نہیں؟ نہیں، نہیں وہ ضرور تجلی ربانی تھی، کلام ان کی زبان سے سنا جاتا تھا اور متکلم اللہ عز و جل تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فتاویٰ رضویہ میں رقم طراز ہیں:

حضرت سیّدنا بایزید بسطامی اور ان کے امثال و نظائر رضی اللہ تعالیٰ عنہم وقت ورود تجلی خاص شجرۂ موسیٰ ہوتے ہیں سیّدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو درخت میں سے سنائی دیا:

يٰمُوْسٰىٓ اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (القرآن الکریم: ۲۸/۳۰)

''اے موسیٰ! بیشک میں اللہ ہوں رب سارے جہاں کا''۔

کیا یہ پیڑ نے کہا تھا حاشا للہ بلکہ واحد قہار نے جس نے درخت پر تجلی فرمائی اور وہ بات درخت سے سننے میں آئی، کیا رب العزت ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور

اپنے محبوب بایزید پر نہیں؟ نہیں نہیں، وہ ضرور تجلی ربانی تھی، کلام بایزید کی زبان سے سنا جاتا تھا، جیسے درخت سے سنا گیا اور متکلم اللہ عزوجل تھا، اسی نے وہاں فرمایا:

یٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (القرآن الکریم: ۲۸/۳۰)

اسی نے یہاں بھی فرمایا:

سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ

''میں پاک ہوں اور میری شان کتنی بلند ہے''

(تذکرۃ الاولیاء، باب ۱۴، ذکر بایزید بسطامی، مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور، ص ۱۱۲)

اور ثابت ہو تو بھی کہ:

لوائی ارفع من لواء محمد صلی اللہ تعالی علیہ وسلم

(تذکرۃ الاولیاء، باب ۱۴، ذکر بایزید بسطامی، مطبع اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ص ۸۹، ۱۱۲)

''میرا جھنڈا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے۔ت'' بیشک لوائے الٰہی لوائے محمدی سے ارفع واعلیٰ ہے''۔

حضرت مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں اس مقام کی خوب تفصیل فرمائی ہے اور تسلط جن سے اس کی توضیح کی ہے کہ انسان پر ایک جن مسلط ہو کر اس کی زبان سے کلام کرے اور رب عزوجل اس پر قادر نہیں کہ اپنے بندے پر تجلی فرما کر کلام فرمائے جو اس کی زبان سے سننے میں آئے، بلاشبہ اللہ قادر ہے اور معترض کا اعتراض باطل، اس کا فیصلہ خود حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہو چکا، ظاہر بینوں، بے خبروں نے ان سے شکایت کی کہ آپ ''سبحانی ما اعظم شانی'' کہا کرتے ہیں، فرمایا: حاشا میں نہیں کہتا، کہا: آپ ضرور کہتے ہیں، ہم سب سنتے ہیں۔ فرمایا: جو ایسا کہے واجب القتل ہے، میں بخوشی تمہیں اجازت دیتا ہوں

جب مجھے ایسا کہتے سنو بے دریغ خنجر مار دو، وہ سب خنجر لے کر منتظر وقت رہے، یہاں تک کہ حضرت پر تجلی وارد ہوئی اور وہی سننے میں آیا:

سبحانی ما اعظم شانی

''مجھے سب عیبوں سے پاکی ہے میری شان کیا ہی بڑی ہے''۔

وہ لوگ چار طرف سے خنجر لے کر دوڑے اور حضرت پر وار کئے جس نے جس جگہ خنجر مارا تھا خود اسکے اسی جگہ لگا اور حضرت پر خط بھی نہ آیا، جب افاقہ ہوا دیکھا لوگ زخمی پڑے ہیں، فرمایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا، وہ فرماتا ہے جسے فرمانا بجا۔ واللہ اعلم

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱۴ص ۶۶، ۶۶۶، مطبع برکات رضا پور بندر، گجرات)

اور شیخ علاء الدین سمنانی نے شیخ ابن عربی کے اس قول پر اعتراض کیا ہے جو ''فتوحات مکیہ'' کے شروع میں ہے:

"سبحان من اوجد الاشیاء وھو عینھا"

(پاک ہے وہ ذات جس نے چیزوں کو وجود بخشا اور وہ عین اشیاء ہے)

اور اس کی وجہ سے اور اس جیسے دوسرے اقوال کی وجہ سے ان کی تکفیر کی ہے۔

اس مسئلہ کو میں نے ایک مستقل رسالہ (رد الفصوص) میں واضح کیا ہے۔(۱)

(۱) جن حضرات نے اس قول اور ان جیسے دیگر اقوال کی بنیاد پر شیخ ابن عربی قدس سرہ کی تکفیر کی ہے صحیح یہ ہے کہ انہوں نے نہ تو مسئلہ وحدۃ الوجود کو سمجھا اور نہ وحدت و اتحاد کے درمیان فرق کیا، انہوں نے یہ سمجھا کہ شیخ واجب اور ممکن کے درمیان اتحاد کے قائل ہیں، واجب کو عین ممکن اور ممکن کو عین واجب جانتے ہیں اور ''ہمہ اوست'' کا دعویٰ کرتے ہیں، شیخ کا دامن اس الزام سے بری ہے، وہ ممکن کو ظل، عکس، پرتو، مظہر کہتے ہیں اور ظل بہر حال اصل سے جدا اور اصل کا غیر ہوتا ہے، ظلیت کی صراحت کے باوجود ان کے کلام سے عینیت ثابت کرنا غلط ہے، اگر ان سے کوئی

ایسی عبارت منقول ہے تو اس کی تاویل ضروری ہے کیوں کہ حلول واتحاد کی نفی میں ان کی صریح عبارتیں موجود ہیں۔

شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ یہ بات ملحدین نے شیخ اکبر ابن عربی کے خلاف پھیلائی ہے، امام شعرانی نے شیخ اکبر کی کتابوں سے ان کا مذہب اور حلول و اتحاد کی نفی نقل کر کے واضح کیا ہے کہ شیخ اس خیال باطل سے بلاشبہ بری ہیں، چند عبارتیں پیش ہیں:

شیخ اکبر فرماتے ہیں:

''جو حلول کا قائل ہے وہ بیمار ہے کیوں کہ حلول کا قول ایک لا علاج مرض ہے اور اتحاد کے قائل اہل الحاد ہیں جیسے حلول کے قائل اہل جہل وفضول ہیں''۔ (فتوحات، باب الاسرار)

حادث حوادث سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اگر قدیم کا حلول حادث میں ہو تو مجسمہ کی بات درست ہو جائے۔ قدیم نہ حلول کرنے والا ہے، نہ اس میں کوئی شے حلول کرنے والی ہے۔ عاشق کہتا ہے:''انا من اھوی ومن اھوی انا'' یہ تو زبان عشق ومحبت کا کلام ہے، زبان علم وتحقیق کا کلام نہیں۔ اسی لئے ایسا قائل جب سکر سے صحو میں آتا ہے تو اپنے قول سے رجوع کرتا ہے۔ (فتوحات، باب الاسرار)

''اگر یہ صحیح ہے کہ انسان، انسانیت سے اور ملک، ملکیت سے ترقی کر کے خالق جل وعلاء سے متحد ہو جائے اور خلق، حق ہو جائے تو کسی کو کسی علم پر اعتماد نہ رہے اور محال واجب ہو جائے جب کہ قلب حقائق کی کوئی راہ نہیں''۔ (فتوحات، باب:۳۱۴)

''خلقت کبھی مرتبہ حق عز وجل میں نہیں ہوسکتی، جیسے معلول کبھی مرتبہ علت میں نہیں ہوسکتا''۔ (فتوحات، باب:۴۸)

"کمالِ عرفان یہ ہے کہ عبد اور رب دونوں کا مشاہدہ ہو، جو عارف کسی بھی وقت مشاہدۂ عبد کی نفی کرے، وہ عارف نہیں۔ اس وقت وہ صاحب حال ہے اور صاحب حال سکر والا ہے جسے تحقیق نہیں ہوتی"۔ (لوائح الانوار)

اب مسئلہ وحدت الوجود کو بھی سمجھ لیتے ہیں:

وحدۃ الوجود ایک خالص عرفانی مسئلہ ہے جسے سیّد المکاشفین شیخ اکبر محمد بن علی بن محمد حاتمی طائی معروف بہ محی الدین ابن عربی قدس سرہ (۵۶۰ھ، ۶۳۸ھ) نے اپنی تصانیف میں شرح وبسط سے بیان کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وجود صرف ایک ہے جو عین ذات باری تعالیٰ ہے، باقی سب اس کے مظاہر اور پرتو ہیں۔ امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

"مرتبہ وجود میں صرف حق عز وجل ہے کہ ہستی حقیقۃً اسی کی ذات سے خاص ہے۔ وحدت وجود کے جس قدر معنی عقل میں آسکتے ہیں۔ یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد، باقی سب مظاہر ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود و ہستی سے بہرہ نہیں رکھتے"۔

"كل شيء هالك الا وجهه"

اور حاشا یہ معنی ہرگز نہیں کہ من وتو، زید وعمرو، ہر شے خدا ہے۔ یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے اور پہلی بات اہل توحید کا مذہب ہے جو اہل اسلام و ایمان حقیقی ہیں۔ (امام احمد رضا قادری: کشف حقائق واسرار دقائق (۱۳۰۸ھ) رضا اکیڈمی ممبئی، ص:۱۵)

وحدت الوجود حق ہے، قرآن کریم، احادیث نبویہ اور ارشادات اکابر سے ثابت ہے، اس کی مزید وضاحت کے لئے امام احمد رضا قدس سرہ کا ایک تحقیقی چشم کشا فتویٰ مع سوال کے پیش خدمت ہے:

مسئلہ ۲۶۸: از ریاست بہاولپور، مقام فرید آباد، ڈاک خانہ غوث پور، مرسلہ

مولوی نور احمد صاحب فریدی ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ھو الحق بشرف ملاحظہ عالیہ عالی جناب حضرت مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مدظلہم العالی مجدد مائۃ حاضرہ، یا حضرت اقدس دام فیوضاتکم العالیہ!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صد آداب نیاز مندانہ بجالا کر عارض ہوں کہ اس جگہ در بارۂ مسئلہ وحدۃ الوجود و سماع، علماء میں سخت اختلاف ہے، زید کہتا ہے مسئلہ وحدۃ الوجود حق ہے اور صحیح ہے جو انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام واولیائے عظام علیہم الرضوان کا مشرب ہے اور سماع لاھلہ شرعاً درست ہے، ہر دو مسائل کا ثبوت کتب اسلامیہ سے موجود ہے، بکر اس کے برخلاف ہے اور فتویٰ دیتا ہے کہ مشرب وحدۃ الوجود والے تمام کافر ہیں اور سماع بلا تخصیص مطلق حرام ہے اور اس کا مرتکب معاذ اللہ ملعون و کافر ہے، اور ہر دو مسائل کا ثبوت کسی کتاب اسلامی میں نہیں، فلہٰذا بکمال ادب معروض کہ بحوالہ کتب معتبرہ فتوائے خود سے امت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بواپسی جواب سرفرازی بخشیں کہ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون کاذب تاکہ تشویش اور خطرۂ ایمانی بین المسلمین نہ آئے، والاجر علی اللہ۔

الجواب: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، یہاں تین چیزیں ہیں، توحید، وحدت، اتحاد۔ توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر ہے، اور وحدت وجود حق ہے، قرآن عظیم واحادیث وارشادات اکابر دین سے ثابت ہے اور اس کے قائلوں کو کافر کہنا خود شنیع خبیث کلمہ کفر ہے، رہا اتحاد وہ بیشک زندقہ والحاد اور اس کا قائل ضرور کافر، اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا، وہ بھی خدا، سب خدا ع

"گر فرق مراتب نکنی زندیقی"

(اگر تو فرق مراتب نہ کرے تو زندیق ہے۔)"

حاش للہ، الٰہ الٰہ ہے اور عبد عبد، ہرگز نہ عبد الٰہ ہو سکتا ہے، نہ الٰہ عبد، اور وحدت وجود یہ کہ وہ صرف موجود واحد، باقی سب ظلال وعکوس ہیں، قرآن کریم میں ہے:

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (۸۸/۲۸)

''ہر چیز فانی ہے سوائے اس کی ذات کے''۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن ابن ماجہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے، حضور اکرم فرماتے ہیں:

اصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبيد: ''الا كل شئی ما خلا الله باطل''

(الجامع الصحيح للبخاری، كتاب الادب، باب مايجوز من الشعر والرجز، قديمی كتب خانه كراچی ۹۰۸/۲)

سب میں زیادہ سچی بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔

کتب کثیرہ مفصلہ، اصابہ نیز مسند میں ہے: سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

فاشهد ان الله لارب غيره وانك مامون على كل غائب

(المستدرك للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، قصة اسلام سواد بن قارب دار الفكر بيروت ۶۰۹/۳)

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور جمیع غیوب پر امین ہیں) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔

اقول: یہاں فرقے تین ہیں۔

اوّل: خشک اہل ظاہر کہ حق وحقیقت سے بے نصیب محض ہیں یہ وجود کو اللہ ومخلوق میں مشترک سمجھے ہیں۔

دوم: اہل حق وحقیقت کہ بمعنی مذکور قائل وحدت وجود ہیں۔

سوم: اہل زندقہ وضلالت کہ الٰہ ومخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص و شے کی الوہیت کے مقر ہیں، ان کے خیال واقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے، ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں تمام مختلف اقسام واوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شے کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے، بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی کسی میں الٹی، ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی بعض میں چوڑی، کسی میں خوش نما کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے، ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی ۔

اب اس آئینہ خانے کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے:

اول: ناسمجھ بچے، انہوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آرہے ہیں جیسے وہ، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں، جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی، مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے، یہ سب اسی کے عکس ہیں، اگر اس سے حجاب ہو جائے تو یہ سب صفحہ ہستی سے معدوم محض ہو جائیں گے، ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں، حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے، باقی سب پرتو کی نمود ہے۔

دوم: اہل نظر وعقل کامل، وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بے شک

وجود ایک بادشاہ کے لئے ہے، موجود ایک ہی ہے، یہ سب ظل وعکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے، اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے؟ حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم وفانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی، یہ ناقص ہیں وہ تام، یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے۔ حیاۃ، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع، تو یہ اس کا عین کیونکر ہو سکتے ہیں، لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں، بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود، یہی حق وحقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

سوم: عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے، ان ناسمجھ بچوں سے بھی گزر گئے، انہوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے، وہی ان کی، جو حرکت کرتا ہے یہ سب بھی، تاج جیسا کہ اس کے سر پر ہے بعینہ ان کے سروں پر بھی، انہوں نے عقل ودانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب ونقائص کہ نقصان قوابل کے باعث ان میں تھے خود بادشاہ کو ان کا مورد کر دیا جب یہ وہی ہیں تو ناقص عاجز محتاج، الٹے، بھونڈے، بدنما، دھندلے کا جو عین ہے قطعاً انہیں ذمائم سے متصف ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۔ انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک، وہاں جسے آئینہ کہیے وہ خود بھی ایک ظل ہے، پھر آئینے میں انسان کی صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان کے صفات مثل کلام وسمع وبصر وعلم وارادہ وحیات سے اصلاً نام کو بھی کچھ نہیں آتا، لیکن وجود حقیقی عز جلالہ کی تجلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ لئے کہ:

یک چراغے ست دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

انہوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں: حقیقی، ذاتی کہ متجلی کے لئے خاص ہے اور ظلی عطائی کہ ظلال کے لئے ہے اور حاشا یہ تقسیم اشتراک معنی بلکہ محض موافقت فی اللفظ، یہ ہے حق حقیقت وعین معرفت ۔ وللہ الحمد ۔

الحمد للہ الذی ھدانا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ، لقد جاء ت رسل ربنا بالحق، صلی اللہ تعالی علیھم وعلی سیدھم ومولاھم وبارك وسلم ۔

سماع مجرد کہ جملہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو بلاشبہہ اہل کو مباح بلکہ مستحب ہے اس پر انکار ستر صدیقوں پر انکار ہے اور معاذ اللہ صدیقین کی تکفیر کرنے والا کفر اخبث کا سزاوار ہے، اس کی تفصیل فتاویٰ فقیر خصوصاً رسالہ ''اجل التحبیر'' میں ہے، ہاں مزامیر شرعاً ناجائز ہیں، حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ عنہ فوائد الفواد شریف میں فرماتے ہیں: ''مزامیر حرام ست'' (مزامیر حرام ہیں ۔ ت) اور اہل اللہ کسی معصیت الٰہی کے اہل نہیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

(فتاویٰ رضویہ، ج ۱۱ ص ۱۷۵، ۱۷۸، ناشر: امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۶ء)

اس مسئلہ کی مزید توضیح کے لئے درج ذیل کتابوں کی طرف رجوع کریں:

(۱) الفتوحات الربانیۃ: از امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ

(۲) کشف حقائق واسرار دقائق: از اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ

(۳) امام احمد رضا اور تصوف: از علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی

(۴) وحدۃ الوجود، مشائخ چشت کا منظور نگاہ نظریہ: از علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی مشمولہ فیضان غریب نواز نمبر، سال نامہ یادگار رایوبی، کشی نگر، ۱۴۳۸ھ/ ۲۰۱۷ء

اور ابن مقری نے ''ارشاد'' میں یہ صراحت کی کہ جو شخص ابن عربی کے گروہ کے یہود و نصاریٰ سے برے ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے۔

اور ان کی یہ بات سچی ہے کیونکہ یہ مسلمان کے درمیان گمراہی کا سبب اور جہالت کا باعث ہے خاص کر جب کہ ان کے بارے میں لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہو کہ یہ صوفی ہیں او عام لوگ محد اور ملحد کی توحید کے درمیان فرق نہیں کر سکتے۔ لہٰذا سید الطائفہ شیخ الطریقہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ارشاد کو خوب اچھی طرح یاد رکھو۔

ان طريقنا هذا مقيد بالكتاب والسنة، فمن لم يحفظ القرآن ولم يكتب الحديث، ولم يتفقه فلا يقتدى به ۔

''ہماری یہ طریقت کتاب وسنت کی پابند ہے تو جو نہ قرآن یاد کرے، نہ حدیث لکھے اور نہ دین کی سمجھ حاصل کرے اس کی پیروی نہ کی جائے''۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح منقول ہے کہ فرمایا:

من تصوف ولم يتفقه فقد تزندق، ومن تفقه ولم يتصوف فقد تفسق، ومن جمع بينهما فقد تحقق ۔

جس نے تصوف اختیار کیا اور فقہ (علم شریعت) حاصل نہیں کیا وہ زندیق ہو گیا اور جس نے فقہ حاصل کی اور تصوف اختیار نہیں کیا وہ فاسق ہو گیا اور جس نے دونوں چیزیں حاصل کیں اس نے (مقصود کو) پالیا۔

اللہ ہمیں حسن اعتقاد، صحیح اور پائیدار توبہ، بلند اخلاص کے ساتھ علم نافع وعمل صالح اور آخری وقت میں علم الیقین اور عین الیقین کے ساتھ حسن خاتمہ کی توفیق عطا فرمائے۔ مقام حق الیقین کے کشف کے ذریعہ ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائے۔

وسلام على المرسلين والحمد لله رب العالمين ۔

تَطْهِيرُ الطَّوِيَّةِ فِي تَحْسِينِ النِّيَّةِ

کا پہلا اردو ترجمہ بنام

اسلام اور حسنِ نیت

تالیف

شیخ الاسلام علامہ نور الدین علی بن سلطان المعروف ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی: ۱۰۱۴ھ)

ترجمہ

علامہ محمد آفتاب رضا العطاری المدنی عفی عنہ الغنی

تحشیہ وتخریج

مفتی مہتاب احمد رضوی نعیمی

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب خوبیاں اللہ عزوجل کے لئے جو نیت اور عمل سے باخبر ہے اور تمام مخلوق سے بہتر ذات، آپ کی آل، صحابہ کرام اور تابعین عظام پر دل کی گہرائیوں سے درود و سلام ہوں۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد!

حدیث پاک میں ہے:

نية المومن خير من عمله (شعب الایمان، ۹/۱۷۶، رقم الحدیث ۶۴۴۷)

''یعنی مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے''۔

زرکشی نے کہا: ''اس کی سند ضعیف ہے''۔

(اللالی المنثورۃ فی الاحادیث المشهورۃ المعروف بالتذکرۃ فی الاحادیث المشتهرۃ ص ۶۵)

اور عراقی نے کہا: ''اس حدیث پاک کو امام طبرانی نے سہل بن سعد اور نواس بن سمعان کی حدیث سے روایت کیا ہے اور یہ دونوں راوی ضعیف ہیں''۔

(تخریج احادیث، الاحیاء، کتاب الصبر والشکر، ۱/۱۷۳۵)

اور عسکری نے اس کو ''امثال'' میں اور بیہقی نے ''شعب الایمان'' میں حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت کیا: ''مومن کی نیت اس کے عمل سے بلیغ ہے''۔ (الامثال ص: ۹۰ و شعب الایمان، ۹/۱۷۵، رقم الحدیث ۶۴۴۵)

اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے: ''اور بے شک اللہ عزوجل بندے کو اس کی نیت پر وہ عطا فرماتا ہے، جو اسے عمل پر عطا نہیں فرماتا''۔

(الفردوس بمانور الخطاب، ۴/۲۸۶، رقم الحدیث ۶۸۴۳، من حدیث

ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ)

حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث کی کئی اسناد ہیں جو مجموعی طور پر اسے قوی کر دیتی ہیں اور اسے حسن کے درجہ تک پہنچا دیتی ہیں۔

ایک اشکال اور اس کا جواب اور عمل پر نیت کی فضیلت کی وجوہ

پھر بے شک نیت کے بغیر عمل میں کوئی بھلائی نہیں۔ پس حدیث پر اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اس حدیث پاک سے شئے کو اپنی ذات وغیرہ پر فضیلت دینا لازم آتا ہے۔

علماء کرام نے اس کے کئی جوابات دیئے ہیں:

(۱) پہلا جواب: بے شک "خیر" اسم تفضیل، افعل صیغہ کے معنی میں نہیں ہے اور حدیث کا معنی یہ ہے کہ مومن کی نیت اس کی تمام نیکیوں سے بہتر ہے جیسا کہ مومن کا عمل اس کو نیکی پر ابھارنے والے تمام کاموں سے بہتر ہے اور ایسے ہی ہے جیسے کہا جاتا ہے "شہد کھجور سے میٹھا ہے اور موسم گرما موسم سرما سے گرم ہے"۔

یہ جواب کمزور ہے کیونکہ ایسی تاویل اس صورت میں کی جا سکتی ہے جس میں کسی طور پر اصل مشارکت کا تصور نہیں کیا جا سکتا اور بلاشبہ جس طرح نیت نیکیوں میں سے ہے اسی طرح عمل بھی نیکیوں میں سے ہے لہٰذا یہ کلام زیادہ مفید نہیں پس حدیث پاک کو اس پر محمول نہیں کرنا چاہئے۔

(۲) دوسرا جواب: "عملہ" کی ضمیر کافر معہود کی طرف لوٹتی ہے اور وہ سابق (محذوف) ہے کہ کافر نے پل بنایا یا کنواں کھودا جبکہ مسلمان نے پل بنانے یا کھودنے کا صرف عزم کیا لیکن یہ لفظاً اور معناً بعید ہے۔

لفظاً: لفظی طور پر اس لئے بعید ہے کہ کلام میں مرجع پر دلالت کرنے والی کوئی چیز

نہیں پس یہ تعمیر اور الغاز کے باب سے ہو جائے گا اور یہ اعجاز کلام میں خلل ڈالتا ہے اور اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے مناسب نہیں جو لوگوں کے لئے واضح طور پر بیان کرتے ہیں، لہٰذا یہ کلام کافر سے منزہ اور پاک ہے۔

معناً: معنوی طور پر اس لئے بعید ہے کیونکہ کافر کے عمل میں کوئی بھلائی نہیں یا تو عمل صحیح ہونے کی شرط نہیں پائی جاتی جو کہ ایمان ہے یا پھر اس کے ساتھ اچھی نیت ملی ہوئی نہیں ہوتی۔

حالانکہ ضمیر مومن کی طرف لوٹا کر مذکورہ معنی، دلیل (مفہوم مخالف) کے طریقے پر سمجھا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جب مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے تو بدرجہ اولیٰ کافر کے عمل سے بہتر ہو گی۔

جی ہاں! اس کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ کافر کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے۔ اور یہ بات اسی طرح ہے کیونکہ (حدیث پاک کے مطابق) اللہ عزوجل فاجر شخص کے ذریعے اس کے دین کی ضرور تائید فرماتا ہے اور یہ معاملہ منافق میں بہت واضح ہے (کہ منافق کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے)

(۳) تیسرا جواب: نية المومن خير من عمله میں ''عمل'' کے مضاف (خیار) کو محذوف مانا جائے اور اب عبارت بن جائے گی: ''نية المومن خير من خيار عمله'' یعنی بے شک مومن کی نیت اس کے بہتر عمل سے بہتر ہے اور یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ اس سے کم تر کوئی فائدہ نہیں۔

(۴) چوتھا جواب: مومن کی نیت اس کے عمل سے پیدا ہونے والی ایک بہتر چیز ہے اور یہ جواب پچھلے جواب کے قریب ہے۔

(۵) پانچواں جواب: مومن کی نیت اس کے بغیر نیت والے عمل سے بہتر ہے اور اس سلسلے میں یہ بات بھی ہے کہ بغیر نیت والے عمل میں کوئی بہتری نہیں تو نیت عمل

سے بہتر کیسے ہو سکتی ہے؟ اور اصل خیر میں مشرکین کے لئے ترجیح ظاہر ہے۔

(۶) چھٹا جواب: عمل کے دو اجزا میں سے ایک جو کہ نیت ہے، دوسرے جز سے افضل ہے جو نیت کے ساتھ متصل ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہ ماہیت اس ماہیت سے بہتر ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ ہر طاعت نیت اور عمل پر مشتمل ہے۔ نیت جملہ نیکیوں میں سے ہے اور عمل بھی جملہ نیکیوں میں سے ہے لیکن جملہ نیکیوں میں سے نیت عمل سے بہتر ہے یعنی نیت اور عمل دونوں میں سے ہر ایک کا مقصود میں اثر ہے اور نیت کا اثر عمل کے اثر سے زیادہ ہے۔

پس معنی یہ ہوا کہ مومن کی نیت جو کہ اس کی نیکیوں میں سے ہے، اس کے عمل سے بہتر ہے جو کہ اس کی نیکوں میں سے ہے۔ غرض یہ کہ بندے کو نیت اور عمل میں اختیار ہے پس یہ دونوں عمل ہیں اور ان دونوں میں نیت بہتر ہے یہی اس کا معنی ہے۔

نیت کے عمل سے بہتر اور راجح ہونے کی وجوہات

اب نیت کے عمل سے بہتر اور قابل ترجیح ہونے کی وجوہات بیان کی جائیں گی:

(۱) پہلی وجہ: یہ ہے کہ نیت مومن کے عمل سے بہتر ہے اس لئے کہ یہ کبھی عمل کو صحیح کرنے والی ہوتی ہے جیسا کہ نماز، روزہ جیسی عبادات مستقلہ (عبادات مقصودہ) میں ہوتا ہے اور کبھی ثواب کا فائدہ دیتی ہے جیسا کہ عبادات کی شرائط مثلاً وضو، ستر عورت وغیرہ میں ہوتا ہے اور کبھی اعمال میں خوبصورتی پیدا کرتی ہے جیسا مباح امور۔

اس کا لب لباب یہ ہے کہ نیت عبادت کے دو اجزاء میں سے ایک ہے پس عبادت اسی طرح نیت پر موقوف ہے جس طرح عمل پر موقوف ہے اور نیت دونوں اجزاء میں سے بہتر ہے اور عمل کا نفع نیت پر موقوف ہے لیکن اس کا برعکس نہیں (یعنی نیت کا نفع عمل پر موقوف نہیں)

(۲) دوسری وجہ: یہ ہے کہ نیت کا مقام معرفت کا مقام ہے یعنی مومن کا دل۔

حضرت سیّدنا سہیل بن عبداللہ تستری قدس سرہ العالی فرماتے ہیں: اللہ عزوجل نے اپنے بندہ مومن کے دل سے زیادہ معزز اور مکرم کوئی مقام پیدا نہیں فرمایا جیسا کہ اس نے مخلوق کو اپنی معرفت سے زیادہ معزز کوئی بزرگی عطا نہیں فرمائی پس اس نے معزز کو معزز کے لئے قرار دیا پس جو چیز زیادہ معزز مقام سے پیدا ہو وہ دیگر مقام سے پیدا ہونے والی چیز سے زیادہ معزز ہوگی۔ آپ فرماتے ہیں: وہ بندہ ہلاک ہوا جو اللہ عزو جل کے نزدیک معززترین مقام کو اللہ کے غیر میں مشغول رکھے۔

حدیث قدسی ہے کہ ''میں ٹوٹے ہوئے دل والوں اور منہدم قبر والوں کے پاس ہوتا ہوں۔ (مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاسرار المرفوعۃ'' کے ص ۱۱۸ پر لکھا ہے: ''لا العمل له فی المرفوع''

یہ حدیث قدسی بھی اسی بات کا شعور دلاتی ہے کہ ''میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں مگر اپنے بندۂ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں''۔ (عراقی نے ''تخریج احادیث الاحیاء'' ج ۱ ص ۸۹۰ پر کہا: ''لم ارله اصلا'' اور زرکشی ''التذکرۃ فی الاحادیث المشھورۃ'' کے ص ۱۳۵ پر لکھتے ہیں: ''بعض حفاظ نے کہا کہ یہ حدیث اسرائیلیات میں موجود ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی کوئی معروف سند نہیں ملتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ نیت باطن کا عمل ہے اور یہ ظاہری عمل سے افضل ہے۔ اس کی تائید یہ حدیث پاک بھی کرتی ہے کہ ''بے شک اللہ عزوجل تمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے''۔

(مسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب تحریم ظلم المسلم...... الخ، رقم الحدیث ۲۵۶۴)

اور یہ حدیث پاک بھی اس کو تقویت دیتی ہے کہ "بے شک جسم میں ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے"۔

(مسلم کتاب المساقاة، باب اخذ الحلال وترك الشبهات، رقم الحديث ۱۵۹۹)

اور اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط

(الحج:۳۷)

"اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہنچتے ہیں نہ ان کے خون ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے"۔ (کنز الایمان)

اور تقویٰ دل کی صفت ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ دل کا نیکی کی طرف مائل ہونا، خواہش سے پھر جانا اور دنیا سے بے رغبت ہو جانا اور یہی تمام نیکیوں کا مقصود ہے۔

اسی وجہ سے دل کے اعمال کا اعضاء کی حرکات سے افضل ہونا ضروری ہے۔ پھر نیت کا تمام اعمال سے افضل ہونا ضروری ہے کیونکہ نیت دل کے نیکی کی طرف مائل ہونے اور نیکی کا ارادہ کرنے کا نام ہے۔

(۳) تیسری وجہ: یہ ہے کہ نیت کو ریا خراب نہیں کرتی جبکہ عمل کو ریا خراب کر دیتی ہے۔ اسی طرح حدیث قدسی میں ہے کہ "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا"۔

(صحيح البخاري، كتاب الصوم، باب هل يقوله انى صائم اذا شتم، رقم الحديث ۱۹۰۴)

منقول ہے کہ حضرت سیدنا عمر نے ایک اعرابی کو دیکھا جس نے اچھی طرح نماز ادا نہ کی۔ آپ نے درہ اٹھا لیا اور اسے نماز کا طریقہ سکھایا اور دوبارہ پڑھنے کا حکم فرمایا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا یہ نماز بہتر ہے یا پہلی۔ اس

نے جواب دیا: نہیں، بلکہ پہلی بہتر ہے، کیونکہ وہ خالص اللہ عزوجل کے لئے تھی جبکہ یہ دوسری آپ کے ڈر سے تھی۔ یہ سن کر حضرت سیّدنا عمر مسکرا دیئے۔

(لم اجده مسندا)

(۴) چوتھی وجہ: یہ ہے کہ مومن کی نیت اس میں اخلاص اور سچائی پائی جانے کی وجہ سے اس کے عمل سے بہتر ہے بخلاف منافق کے کیونکہ اس کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے یعنی صورت میں۔

(۵) پانچویں وجہ: یہ ہے کہ نیت انفرادی طور پر عبادت بن جاتی ہے اس پر ثواب ملتا ہے۔ جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ "جس نے کسی نیکی کا پختہ ارادہ کیا لیکن عمل نہ کیا اللہ عزوجل نے اسے اپنے پاس لکھ لیا"۔

(صحيح البخاری، كتاب الرقاق، باب من هم بحسنة او بسيئة، رقم الحديث: ۶۴۹۱)

لیکن عمل کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ عمل پر نیت کے ساتھ ہی ثواب ملتا ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

انما الاعمال بالنيات (صحيح البخاری، كتاب بدء الوحی، رقم الحديث ۱)

یعنی، اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

اور یہ حدیث اس کے خلاف نہیں ہو سکتی، "اور جس نے نیت کے مطابق عمل کیا اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گی"۔

(صحيح البخاری، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالىٰ: (يريدون ان يبدلوا كلام الله) الحديث: ۷۵۰۱)

لہٰذا مذکورہ حدیث سے یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ عمل نیت سے بہتر ہے کیونکہ دس نیکیوں کا لکھا جانا تنہا عمل پر نہیں بلکہ اس کے ساتھ نیت شامل ہے کیونکہ نیت عمل کے صحیح

ہونے کے لئے شرط ہے جبکہ عمل نیت کے صحیح ہونے کے لئے شرط نہیں پس اگر عمل کے ساتھ نیت نہ ہوتی تو عمل کا بالکل وجود ہی نہ ہوتا جبکہ محض نیت پر بھی ثواب مل جاتا ہے۔

مروی ہے کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص قحط سالی میں ریت کے ایک ٹیلے کے پاس سے گزرا اور اپنے دل میں کہا: اگر یہ ریت کا ٹیلہ کھانا ہوتا تو میں اسے ضرور فقراء میں تقسیم کر دیتا۔ پس اللہ عزوجل نے ان کے نبی علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی: اس شخص سے کہہ دو کہ بے شک اللہ عزوجل نے تجھے سچا کر دیا اور تیرے اچھے عمل کی تعریف کی اور تجھے اس بات کا ثواب عطا کیا کہ اگر وہ ٹیلہ کھانا ہوتا تو اسے صدقہ کر دیتا۔ (امام ابو طالب مکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۳۸۶ھ "قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب" میں ج ۲ ص ۲۷۱ پر لکھتے ہیں: یہ اسرائیلیات کے قصص میں سے ہے۔

اسی طرح ایک بادشاہ کا واقعہ ہے کہ جب اس نے اپنا عظیم لشکر دیکھا تو تمنا کی کہ اگر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہوتا تو دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب جہاد کرتا پس اس نے خواب میں دیکھا کہ اس کا یہ عمل قبول کیا گیا اور اسے اس کا ثواب دیا گیا۔

استاذ ابو القاسم قشیری سے منقول ہے کہ کسی نے ملکہ زبیدہ کو خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا: "مَا فَعَلَ اللّٰهُ بِكَ؟ یعنی اللہ عزوجل نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟" اس نے بتایا کہ مجھے بخش دیا گیا۔ پوچھا گیا: کیا کثیر کنوئیں بنوانے اور مکہ کے راستے میں نہر کھدوانے اور ان پر اخراجات کرنے کی وجہ سے؟ اس نے کہا: نہیں، ہرگز نہیں، یہ تمام اعمال تو مال والوں کی طرف چلے گئے، ہمیں تو نیتوں نے نفع دیا۔

(الرسالۃ القشیریۃ، ۲/۵۶۸)

جس شخص نے خواہش کی کہ اگر اس کے پاس مال ہوتا تو گناہ میں خرچ کرتا تو

اس کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ وہ گناہ میں خرچ کرنے والے کا شریک ہے۔

ایک دوسرے کو قتل کرنے والے دو شخصوں کے بارے میں مروی ہے کہ قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہیں اور مقتول کے جہنمی ہونے کی علت یہ بیان فرمائی کہ اس نے بھی اپنے بھائی کو قتل کرنے کا قصد کیا (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول اللہ تعالیٰ: (وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا) (رقم الحدیث ۳۱) یا ریاکاری کا ارادہ کیا۔ (صحیحین وغیرہ کی روایت میں لفظ ''ارادۃ الریاء'' کا ذکر نہیں ہے۔

اس پر علماء کا اجماع ہے کہ جس نے غیر عورت کے ارادے سے اپنی بیوی سے جماع کیا وہ گنہگار ہے اس کے برعکس جس نے اپنی بیوی سمجھ کر غیر عورت سے جماع کیا وہ گنہگار نہیں۔ (اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ قصداً غیر عورت کو بیوی سمجھ کر جماع کیا تو جائز ہے کیونکہ یہ زنا ہے، ہاں اگر غلطی سے غیر عورت کو بیوی سمجھ کر جماع ہو گیا تو جائز ہے۔ مثلاً شب زفاف اس کی بیوی کی جگہ کوئی غیر عورت کمرۂ عروسی میں چلی گئی اور اس نے اسے بیوی سمجھ کر جماع کیا تو جائز ہے)

اسی طرح باوضو نماز پڑھنے والا گنہگار ہے، جو خود کو بے وضو سمجھتا ہے، اس کے برعکس بے وضو نماز پڑھنے والا گنہگار نہیں، جو خود کو باوضو سمجھتا ہے۔

(۶) چھٹی وجہ: یہ ہے کہ نیت کی کوئی انتہا نہیں جبکہ عمل محدود ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ نیت ہمیشہ باقی رہتی ہے جبکہ عمل کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ عمل موت کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے فرمایا گیا: بے شک جنت میں داخلہ اللہ عزوجل کے فضل سے ہے اور جنت کے درجات اعمال کے مطابق ملیں گے اور جنت میں ہمیشگی نیت کے ساتھ ہے جبکہ جہنم میں داخلہ اللہ عزوجل کے عدل سے

ہے اور اس کے طبقات اعمال کے مطابق ملیں گے اور جہنم میں ہمیشگی نیت کے ساتھ ہے۔

کفار کو مدت کفر کے مطابق عذاب کیوں نہیں ملے گا؟

مذکورہ روایت سے یہ مشہور اشکال بھی ختم ہو جاتا ہے کہ ایک کافر جب ستر سال کفر میں رہتا ہے تو ظاہری عدل کا تقاضا ہے کہ اسے ستر سال سے زیادہ عذاب نہیں ہونا چاہئے؟

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ اس کا جہنم میں ہمیشہ رہنا اس کی خبیث نیت کے اعتبار سے ہے کہ اگر وہ ہمیشہ زندہ رہتا تب بھی کافروں اور منافقوں کے طریقے پر ضرور قائم رہتا۔

جی ہاں! مومن کا جنت میں ہمیشہ رہنا اللہ عزوجل کے فضل کے منافی نہیں لیکن اس کی حسن نیت سے تقابل کیا گیا کہ اگر وہ ہمیشہ زندہ رہتا تب بھی اللہ رب العباد کی توحید پر قائم رہتا۔

قرآن وسنت میں نیت کی فضیلت

قرآن وسنت میں نیت کے جو فضائل وارد ہوئے ہیں ان سے نیت کی فضیلت آپ پر روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے دو فرامین ملاحظہ فرمائیں:

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ (الانعام:۵۲)

''اور دور نہ کرو انہیں جو اپنے رب کو پکارتے ہی صبح اور شام اس کی رضا چاہتے''۔ (کنز الایمان)

اس آیت مبارکہ میں ارادہ سے مراد نیت ہے۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البینۃ:۵)

''اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے''۔(کنز الایمان)

یہاں مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ سے مراد اچھی نیت کے ساتھ اخلاص سے اطاعت کرنے والے۔

ایسی حدیث پاک جس کے صحیح ہونے پر علماء کا اتفاق ہے اور علمائے اعلام نے فرمایا کہ یہ حدیث اسلام کا تیسرا حصہ ہے، اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی پس جس کی ہجرت (یعنی ہجرت میں نیت) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہے (یعنی اس کی ہجرت مقبول ہے) اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اسے حاصل کرے یا عورت کی طرف ہو کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی (یعنی اس کی ہجرت اس کی طرف لوٹا دی جائے گی) (صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، رقم الحدیث ۱)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیّدنا امام ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ''میری امت کے اکثر شہداء اصحاب فرش (یعنی بستروں پر موت پانے والے) ہیں اور کئی صفوں کے درمیان قتل ہونے والوں کی نیت اللہ عزوجل بہتر جانتا ہے''۔ (مسند الامام احمد بن حنبل ۶/۳۱۴، رقم الحدیث ۳۷۷۲)

دار قطنی نے حضرت سیّدنا انس سے روایت کیا کہ بے شک بندہ اچھے اعمال کرتا ہے تو فرشتے انہیں مہر لگے صحیفوں میں اٹھا کر لے جاتے ہیں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں تو اللہ عزوجل فرماتا ہے: اس صحیفے کو پھینک دو کیونکہ اس میں موجود اعمال سے میری رضا کا ارادہ نہیں کیا گیا پھر فرشتوں کو ندا فرماتا ہے کہ اس کے لئے فلا

فلاں عمل لکھ دو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب! اس نے تو ان میں سے کوئی عمل نہیں کیا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے: بے شک اس نے اس عمل کی نیت کی، بے شک اس نے اس عمل کی نیت کی۔

(الدارقطنی (نے اسی طرح روایت بیان کی ہے) کتاب الطہارت: باب النیۃ ۱/۲۰، الحدیث: ۱۳۲)

اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اس حدیث کو امام بخاری وغیرہ نے روایت کیا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک میں روانہ ہوئے تو فرمایا: بے شک مدینہ پاک میں کچھ لوگ ہیں، جب ہم کوئی وادی طے کرتے ہی یا کسی مقام پر چڑھائی کرتے ہیں جس سے کفار غضب ناک ہوتے ہیں یا کچھ خرچ کرتے ہیں یا ہمیں بھوک آلیتی ہے تو وہ ہمارے ساتھ شریک ہوتے ہی جبکہ وہ مدینہ میں ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حالانکہ وہ تو ہمارے ساتھ نہیں! سرکار نے ارشاد فرمایا: انہیں کسی عذر نے روک لیا ہے لیکن وہ حسن نیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب نزول النبی صلی اللہ علیہ وسلم الحجر، رقم الحدیث ۴۴۲۳، ۲۸۳۹) یہ الفاظ: "شر کونا بحسن النية" یعنی لیکن وہ حسن نیت کی وجہ سے ہمارے ساتھ شریک ہیں' حدیث کے نہیں ہیں۔

امام ابوداؤد نے عمدہ اسناد سے حضرت ابویعلی بن امیہ سے روایت کیا کہ انہوں نے غزوہ کے لئے ایک کرائے دار اجرت پر لیا اور اس کے لئے تین دینار اجرت طے کی تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس غوہ میں اس کے لئے طے شدہ دیناروں کے علاوہ دنیا و آخرت میں کوئی فائدہ نہیں پاتا۔

(ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب في الرجل يغزو باجر الخدمة، ۳/۱۷، رقم الحديث۲۵۲۷)

مسلم شریف میں ہے، حضرت سیدتنا ام سلمہ فرماتی ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک لشکر کا ذکر کیا جو جنگل میں دھنسا دیا گیا۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان میں تو مجبوراً اور کرائے پر لائے گئے بھی ہوں گے؟ آپ نے فرمایا: ان کو اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔

(مسلم، کتاب الفتن و اشراط الساعة، باب الخسف بالجیش الذی یوم البیت، الحدیث: ۲۸۸۲)

ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ ''جس نے کسی عورت سے مہر پر نکاح کیا جبکہ اسے ادا کرنے کی نیت نہیں تو وہ زانی ہے۔ (ابن ماجہ میں یہ حدیث مجھے نہیں ملی، البتہ ''کتاب العلل'' میں ابن جوزی نے اسے روایت کرنے کے بعد کہا:

''هذا حاديث لايصبح''

دیکھئے: العلل، کتاب النکاح، ۲/۱۳۶، رقم الحدیث ۱۰۲۹)

مرسل حدیث (مرسل حدیث وہ ہوتی ہے جس میں تابعی صحابی کو چھوڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے) میں ہے، ''جس نے اللہ عزوجل کی خوشنودی کے لئے خوشبو لگائی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی خوشبو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہوگی اور جس نے غیر اللہ کے لئے خوشبو لگائی وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کی بدبو مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی۔

(مصنف عبدالرزاق، کتاب الصیام، باب المراة تصلی: لیس فی رقبتها قلادہ و تطیب الرجال ۴/۳۱۹ رقم الحدیث ۷۹۳۳، من طریق اسحاق بن ابی طلحة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

گناہ نیت سے نہیں بدلتے

پھر اگر میہ بات معلوم ہو جائے کہ گناہ نیت سے اپنے موضوعات سے نہیں بدلتے تو جاہل کو اس فرمان رسول ''انما الاعمال بالنیات'' یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ کے عموم سے یہ بات نہیں سمجھنی چاہئے اور یہ گمان نہیں کرنا چاہئے کہ

معصیت اچھی نیت سے اطاعت بن جاتی ہیں۔ جیسا کہ وہ شخص جو کسی کی دلجوئی کے لئے کسی انسان کی غیبت کرتا ہے یا غیر کے مال سے کسی فقیر کو کھانا کھلاتا ہے یا مال حرام سے مدرسہ یا مسجد یا سرائے بناتا ہے اور اس سے نیکی کا ارادہ کرتا ہے۔

یہ تمام جہالت ہے اور نیت اسے ظلم، دشمنی اور نافرمانی سے خارج کرنے میں موثر نہیں ہوتی، بلکہ شرع کے تقاضے کے خلاف شر سے خیر کا ارادہ کرنا دوسرا شر ہے۔ اگر وہ جانتا ہے تو وہ شرع کو بدلنے والا ہے اور اگر نہیں جانتا تو اپنی جہالت کی وجہ سے گنہگار ہے کیونکہ بمطابق حدیث:

طلب العلم فريضة على كل مسلم

(سنن ابن ماجه، باب فی فضائل اصحاب رسول صلی الله عليه وسلم، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، الحديث: ۲۲۴، من حديث انس رضى الله عنه)

یعنی علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

نیکیاں شریعت کے حکم سے نیکیوں کے طور پر پہچانی جاتی ہیں پس یہ کیسے ممکن ہے کہ شر خیر بن جائے؟

اسی لئے ہمارے بعض علماء نے فرمایا: جس نے مال حرام سے صدقہ کیا اور ثواب کی نیت کی اس نے کفر کیا اور اگر (صدقہ لینے والے) فقیر کو اس کا علم ہے اور اس نے اس کے لئے دعا کی تو اس نے بھی کفر کیا۔

شہوت اور خواہش کے خطرات

دل کو اس بات کی طرف مائل کرنے والی پوشیدہ شہوت اور باطن کی خواہش ہے کیونکہ جب دل حب جاہ کی طرف مائل ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں کے میلان اور حظ نفس کی تمام صورتوں کے ذریعے شیطان جاہل کو دھوکہ دیتا ہے اسی طرح حضرت سیّدنا سہل نے فرمایا: جہالت سے بڑھ کر اللہ عزوجل کی کوئی نافرمانی نہیں کی گئی! ان سے

پوچھا گیا: اے ابو محمد! کیا آپ جہالت سے زیادہ نقصان دہ چیز جانتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! جب جاہل کے ساتھ جاہل مل جائے۔

حجۃ الاسلام حضرت سیّدنا امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حقیقت ایسے ہی ہے جیسے حضرت سیّدنا سہل نے فرمایا کیونکہ جاہل کے ساتھ جاہل مل جائے تو سیکھنے کا دروازہ مکمل طور پر بند ہو جاتا ہے، پس جو اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے وہ کیسے سیکھ سکتا ہے؟

علم کی تعریف اور جہالت کی مذمت

اسی طرح افضل علم وہ ہے جس کے ذریعے اللہ عزوجل کی اطاعت کی جائے اور اصل علم یہ ہے کہ علم کے ساتھ علم مل جائے جیسا کہ اصل جہالت یہ ہے کہ جہالت کے ساتھ جہالت مل جائے کیونکہ جو نقصان دہ علم میں سے نفع بخش علم نہیں جانتا وہ دنیا میں کام آنے والے فضول علوم میں سے ان علوم میں مشغول ہو جاتا ہے جن پر لوگ مائل ہوتے ہیں اور یہ جہالت کا مادہ اور عالم کے فساد کی جڑ ہے۔ مقصود یہ ہے کہ جس نے جہالت کی بنا پر گناہ سے نیکی کا ارادہ کیا وہ معذور نہیں سوائے اس کے کہ وہ نو مسلم ہو اور ابھی تک اسے علم حاصل کرنے کا موقع نہ ملا ہو۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

فَسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ○ (النحل:۴۳)

''تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو''۔

پس جاہل کو اپنی جہالت پر خاموش رہنا جائز نہیں اور نہ ہی عالم کے لئے اپنے علم پر سکوت جائز ہے۔

علمائے سوء (برے علماء)

مال حرام سے مساجد اور مدارس بنا کر بادشاہوں کا قرب حاصل کرنے کے

قریب قریب یہ برائی بھی ہے کہ علمائے سوء کا بے وقوف، فسق و فجور میں مشغول اور برے لوگوں کو علم سکھا کر تقرب حاصل کرنا جو علماء سے بحث و مباحثہ کرنے اور بے وقوفوں سے مناظرہ کرنے سے قاصر ہوتے ہیں اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتے، دنیا کا سامان اکٹھا کرتے اور بادشاہوں، یتیموں اور مسکینو کا مال لیتے ہیں۔ پس جب یہ لوگ علم حاصل کریں تو یہ اللہ کی راہ کے ڈاکو ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے شہر میں دجال کا نائب بن کر نکلتا، دنیا کا بے انتہا حریص بنتا اور خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ ایسا شخص تقویٰ سے دوری اختیار کرتا ہے تو لوگ اس کو دیکھ کر دنیا کی محبت پر جری ہو جاتے ہیں۔ پھر بعض اوقات یہ علم اس کی مثل لوگوں کی طرف پھیل جاتا ہے اور وہ اسے برائی اور گناہوں کا آلہ اور ذریعہ بنا لیتے ہیں اور یہ سلسلہ عام ہو جاتا ہے اور اس تمام برائی کا وبال اس معلم کی طرف لوٹتا ہے جس نے اس کی فاسد نیت اور ارادے کو جاننے کے باوجود اسے علم سکھایا اور اس کے اقوال و افعال، کھانے، پینے، لباس، رہائش اور کمانے میں مختلف قسم کے گناہ اس عالم کے مشاہدے میں ہیں پس یہ عالم مر جاتا ہے لیکن اس کے شر کے آثار دنیا میں ہزار (یا دو ہزار) سال تک پھیلے ہوئے باقی رہتے ہیں ے۔ اور اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس کی موت کے ساتھ اس کے گناہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

پھر اس عالم کی جہالت پر تعجب ہے کہ وہ یہ حدیث پاک: "الاعمال بالنیات" سنا کر کہتا ہے کہ میں نے تو اس سے علم دین پھیلانے کا ارادہ کیا پس اگر اس نے اسے فساد میں استعمال کیا تو نافرمانی اس کی طرف سے ہے نہ کہ میری طرف سے اور میں نے تو ارادہ کیا کہ وہ نیکی پر مدد حاصل کرے۔

ریاست کی محبت، پیروکاروں کی طلب اور علم کی بلندی پر فخر اس کے دل میں یہ چیز عمدہ کر کے پیش کرتی ہے اور شیطان ریاست کے واسطے سے اسے فریب دیتا ہے۔

کاش! میں اس بات کا جواب جان لیتا کہ جو شخص کسی رہزن کو تلوار ہبہ کرتا اور اس کے لئے گھوڑا اور دیگر اسباب تیار کرتا ہے جن کے ذریعے وہ اپنے مقصود پر مدد حاصل کرے اور کہتا ہے: میں نے تو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے، سخاوت کرنے اور اللہ عزوجل کے اخلاق سے متصف ہونے کا قصد کیا اور میرا تو ارادہ تھا کہ وہ اس تلوار اور گھوڑے سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرے کیونکہ اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے گھوڑے، اس کا ساز و سامان اور طاقت حاصل کرنا افضل عبادات میں سے ہے۔ پس اگر اس نے ان اشیاء کو رہزنی میں استعمال کیا تو وہ خود ہی گنہگار ہے۔ جبکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس کا یہ خرچ کرنا حرام ہے حالانکہ سخاوت اللہ عزوجل کے نزدیک بہترین عادت ہے۔

کاش میں جان لیتا کہ یہ سخاوت کیوں حرام ہے اور اس پر کیوں واجب ہے کہ اس ظالم کے حال کو دیکھے اور جب اس پر اس کی عادت واضح ہو جائے کہ وہ اسلحے سے برائی پر مدد حاصل کرتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس سے اسلحہ ضبط کرنے کی کوشش کرے نہ کہ اسے اپنی حالت پر چھوڑ دے۔

اور علم بھی اسلحہ ہے جس کے ذریعے عالم شیطان اور اللہ عزوجل کے دشمنوں سے جنگ کرتا ہے اور علم کے ساتھ جو چیز اللہ عزوجل کے دشمنوں کی مدد کرتی ہے وہ خواہش ہے پس جو شخص ہمیشہ دنیا کو دین پر اور اپنی خواہش کو اپنی آخرت پر ترجیح دیتا ہے وہ فضل خداوندی کی کمی کے سبب شیطان اور اللہ عزوجل کے دشمنوں سے جہاد کرنے سے عاجز ہے۔ پس ایسے علم کے ساتھ اس کی مدد کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے جس علم کے ساتھ اپنی خواہشات تک اس کی رسائی ممکن ہو جاتی ہے؟

علماء سلف کا طلبائے دین کے احوال کو جانچنا

بلکہ علمائے سلف رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے پاس آنے والے طلباء کے احوال کی پڑتال

کرتے تھے، پس اگر ان کے اندر نوافل میں سے کسی نفل میں کوتاہی دیکھتے تو انہیں ناپسند کرتے اور ان کی عزت چھوڑ دیتے اور جب ان میں کوئی گناہ یا حرام کو حلال جاننا دیکھتے تو انہیں بالکل چھوڑ دیتے اور اپنی محافل سے دور کر دیتے اور ان سے کلام تک ترک کر دیتے چہ جائیکہ انہیں تعلیم دیں اور تمام اسلاف نے فاجر عالم سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کی لیکن فاجر جاہل سے پناہ طلب نہیں کی۔

امام احمد بن حنبل کے ایک شاگرد فرماتے ہیں کہ وہ کئی سال امام احمد علیہ رحمۃ الصمد کے پاس جاتے رہے پھر آپ نے ان سے منہ پھیر لیا اور انہیں چھوڑ دیا اور بات چیت کرنا بھی چھوڑ دی۔ وہ ہمیشہ اس روگردانی کی وجہ پوچھتے رہے مگر آپ نہ بتاتے یہاں تک کہ ایک دفعہ بتایا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم نے گزرگاہ کی طرف اپنے گھر کی دیوار کی لپائی کی اور مٹی نے راستے میں سے دیوار کی موٹائی کے برابر جگہ لے لی اور یہ مسلمانوں کے راستے سے انگلی کے پورے برابر تھی پس تم علم سکھانے کے قابل نہیں رہے۔

حجۃ الاسلام حضرت امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: پس اس طرح علمائے سلف طلبائے علم کے احوال جانچتے تھے۔ یہ اور اس جیسی باتیں بے وقوف اور شیطان کے پیروکاروں کو دھوکا دیتی ہیں۔ اگرچہ وہ لمبی چادروں، لمبے چوڑے جبوں اور لمبی لمبی زبانوں اور بہت زیادہ فضل والے ہوتے ہیں فضل سے مراد وہ علوم ہیں جو دنیا سے ڈرانے، آخرت کی طرف مائل کرنے اور اس کی طرف بلانے پر مشتمل نہیں ہوتے بلکہ یہ وہ علوم ہیں جن کا مخلوق سے تعلق ہوتا ہے اور جن کے ذریعے دنیاوی مال و دولت جمع کی جاتی، لوگوں کو اپنا پیروکار بنایا جاتا اور ہم عصروں پر سبقت لی جاتی ہے۔

فرمان مصطفیٰ ''الاعمال بالنیات'' کا مفہوم

حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی شان ''الاعمال بالنیات'' کا

معنی اعمال کی تین اقسام میں سے طاعات اور مباحات کے ساتھ خاص ہے گناہوں کے ساتھ خاص نہیں کیونکہ اطاعت ارادے کے ساتھ معصیت بنتی اور ارادے کے ساتھ ہی اطاعت بن جاتی ہے اور مباح بھی ارادے کے ساتھ معصیت اور اطاعت بن جاتا ہے لیکن معصیت محض ارادے سے اطاعت بالکل نہیں بنتی، البتہ اس میں نیت کا دخل ہے اور وہ یہ کہ جب معصیت کے ساتھ بری نیت کا ارادہ ملا ہو تو اس کا گناہ دگنا ہو جاتا ہے اور وبال بڑھ جاتا ہے جبکہ طاعات کا صحیح ہونا اور ان کی فضیلت کا دگنا ہونا نیت کے ساتھ مربوط ہے۔

نیت میں اصل یہ ہے کہ بندہ عمل کے ساتھ اللہ کی عبادت کی نیت کرے نہ کہ غیر کی، اگر دکھاوے کی نیت کی تو معصیت بن جائے گی۔

اور بکثرت اچھی نیتوں کے ساتھ فضیلت دگنی ہو جاتی ہے کیونکہ ایک اطاعت سے کثیر نیکیوں کی نیت کرنا ممکن ہے۔ پس اس کے لئے ہر نیت کے ساتھ ثواب ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک حسنہ ہے پھر ہر حسنہ اس کی مثل دس حسنات کے برابر ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ ان وجوہات میں سے ایک وجہ ہے جو نیت کو عمل پر ترجیح دیتی ہیں۔

کثیر نیتوں کا احتمال رکھنے والی اطاعت کی مثال

اس کی مثال یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھنا نیکی ہے اور اس میں کثیر نیتیں کرنا ممکن ہے۔

(۱) پہلی یہ کہ وہ یہ اعتقاد کرے کہ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس میں داخل ہونے والا اللہ کی زیارت کرنے والا ہے پس اس طرح وہ اپنے مولیٰ کی زیارت کا قصد کرے اس ثواب کی امید رکھتے ہوئے، جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: جو شخص مسجد میں بیٹھا پس اس نے اللہ عزوجل کی زیارت کی اور جس کی زیارت کی جائے اس پر حق ہے کہ اپنے زائر کا اکرام کرے۔ (اس حدیث پاک کو امام بیہقی

شعب الایمان ۴/ ۳۷۸ رقم الحدیث ۲۶۸۲ وغیرہ المعجم الکبیر للطبرانی ۶/ ۲۵۳ رقم الحدیث ۶۱۳۹، من حدیث سلمان رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے)

(۲) دوسری یہ کہ وہ ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار کی نیت کرے تو یوں وہ اپنے تمام انتظار میں نماز میں شمار ہوگا اور فرمان باری تعالیٰ "وَرَابِطُوْا" (آل عمران: ۲۰۰) کا یہی معنیٰ ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ وہ اپنے کانوں، آنکھوں اور دیگر اعضاء کو حرکات اور آگے پیچھے کرنے سے روک کر رہبانیت اختیار کرے، کیونکہ اعتکاف کا مطلب روکنا ہے اور صوم کا بھی یہی معنیٰ ہے اور یہ رہبانیت کی ایک قسم ہے اسی لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میری امت کی رہبانیت مساجد میں بیٹھنا ہے"۔

اس روایت کا امام غزالی نے ذکر فرمایا لیکن عراقی نے فرمایا: مجھے اس کی اصل نہیں ملی۔ (تخریج احادیث الاحیاء، کتاب الصبر والشکر ۱/ ۱۷۴۰)

(۴) چوتھی یہ کہ اللہ عزوجل کی طرف ارادے کو متوجہ کرنا، فکر آخرت کے لئے تنہائی کو لازم پکڑنا اور مسجد سے الگ رہ کر جن مصروفیات میں مشغول ہونا تھا، ان کو ترک کرنا۔

(۵) پانچویں یہ کہ اللہ کا ذکر کرنے یا سننے کے لئے علیحدگی اختیار کرنا اور اس کی یاد دلانا۔

(۶) چھٹی یہ کہ وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے منع کرکے علم کا فائدہ پہنچانے کا ارادہ کرے، کیونکہ مسجد ایسے بندے سے خالی نہیں ہوتی جو اپنی نماز میں بھول یا ناجائز کام کا ارتکاب نہ کرے۔

(۷) ساتویں یہ کہ وہ اللہ عزوجل کے لئے بھائی چارہ قائم کرے کیونکہ یہ غنیمت اور آخرت کے گھر کا ذخیرہ ہے اور مسجد رضائے الٰہی کے لئے محبت کرنے والے دین

دارلوگوں کا ٹھکانہ ہے۔

(۸) آٹھویں یہ کہ وہ اللہ عزوجل سے حیا کرتے ہوئے اور اس بات سے ڈرتے ہوئے گناہ چھوڑ دے گا کہ وہ اللہ کے گھر میں ایسے فعل کا ارتکاب کرے جس سے اس کی حرمت مجروح ہو۔

پس یوں بہت ساری نیتیں ہوسکتی ہے اسی پر تمام طاعات ومباحات کو قیاس کرلو کیونکہ ہر نیکی کثیر نیتوں کا احتمال رکھتی ہے اور ہر نیکی بھلائی کی طلب میں جدوجہد اور غوروفکر کے مطابق بندے کے دل میں آتی ہیں پس اسی سے اعمال میں پاکیزگی آتی ہے اور نیکیاں دوگنا ہو جاتی ہیں۔

نیت حسنہ کے ملنے سے مباحات قربات میں سے ہو جاتے ہیں

مباح امور میں سے کوئی عمل ایسا نہیں جو ایسی نیت یا نیتوں کا احتمال نہ رکھتا ہو جن کے ذریعے وہ نیکیوں میں شمار ہوسکتا ہے اور اس کے ذریعے بندہ بلند درجات پاسکتا ہے۔ پس اس شخص کا نقصان کتنا بڑا ہے جو ان فوائد سے غافل ہے اور مباح امور کو خواہشات نفسانی اور غفلت سے فضول جانوروں کی طرح سرانجام دیتا ہے۔ لہٰذا بندے کو ان خطروں، راستوں اور لمحوں کو حقیر نہیں سمجھنا چاہئے پس قیامت کے دن بندے سے ان تمام چیزوں کے متعلق پوچھا جائے گا کہ اس نے یہ کام کیوں کیا اور اس کام سے اس کا کیا ارادہ تھا؟

یہ معاملہ تو محض مباح عمل کا ہے جس میں کراہت کا شائبہ نہ ہو۔ اسی لئے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس کے حلال میں حساب اور حرام میں عذاب ہے۔ (کتاب الزہد، ص ۲۹)

مباح عمل کے نیت حسنہ کے ملنے سے قربات میں سے ہو جانے کی مثال

مثال کے طور پر جس نے جمعہ کے دن اور تمام اوقات میں خوشبو لگائی اس کا

مقصد لذات دنیا سے لطف اندوز ہونا ہے یا کثرت مال کے ذریعے فخر کا اظہار کرنا تا کہ ہم عصر اس سے حسد کریں یا لوگوں کو دکھانے کا ارادہ کرنا، تا کہ ان کے دلوں میں اس کی جاہ و منزلت قائم ہو جائے اور اس کی اچھی خوشبو کا ذکر کیا جائے یا خوشبو کے ذریعے اجنبی عورتوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا ہو جبکہ خوشبو لگا کر ان کی طرف دیکھنا جائز سمجھتا ہو اور اس کے علاوہ بے شمار ناجائز نیتیں ہو سکتی ہیں۔ مذکورہ تمام امور خوشبو لگانے کو گناہ بنا دیں گے اسی لئے قیامت کے دن یہ خوشبو مردار سے زیادہ بدبودار ہوگی البتہ پہلی صورت یعنی دنیا کی نعمت سے لذت اور لطف اندوز ہونے کا ارادہ جائز ہے کیونکہ یہ گناہ نہیں مگر اس کے متعلق بھی پوچھ گچھ ہوگی۔ روایت میں ہے:

''جس سے حساب میں پوچھ گچھ کی گئی وہ عذاب میں مبتلا ہو جائے گا''۔

اور جس نے دنیا کی مباح چیز استعمال کی اسے آخرت میں اس پر عذاب نہیں دیا جائے گا لیکن آخرت کی نعمتوں میں سے اس قدر کم کر دی جائے گی، اسی لئے فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

''جس نے اپنی آخرت کو پسند کیا اس کی اپنی دنیا کا نقصان کیا اور جس نے اپنی دنیا کو پسند کیا اس نے اپنی آخرت کا نقصان کیا، پس باقی رہنے والی کو فانی پر ترجیح دو''۔

(مسند الامام احمد بن حنبل، ۴/۴۱۲، من حادیث ابی موسیٰ الاشعری)

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

''دنیا میں تم میں سے زیادہ بھوکے آخرت میں تم میں سے زیادہ سیر ہوں گے''۔

یہ حدیث مجھے ان الفاظ کے ساتھ نہیں ملی، البتہ امام ترمذی و ابن ماجہ نے اسے جن الفاظ کے ساتھ مرفوعاً روایت کیا ہے، وہ یہ ہیں:

"اکثرھم شبعا فی الدنیا واطولھم جوعا یوم القیامۃ"

"اور بہت سے دنیا میں لباس پہننے والے آخرت میں بے لباس ہوں گے"۔

(صحیح البخاری، کتاب العلم، باب العلم والعظۃ باللیل، رقم الحدیث ۱۱۵)

اور یہی نقصان کافی ہے کہ بندہ فانی فائدے کے حصول میں جلدی کرے اور نہ ختم ہونے والی زیادہ نعمتوں میں خسارہ اٹھائے۔

خوشبو لگانے میں اچھی نیتیں یہ ہوسکتی ہیں کہ وہ جمعہ کے دن خوشبو لگانے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی نیت کرے اور مسجد کی تعظیم اور اللہ کے گھر کے احترام کی نیت کرے پس وہ اللہ کی زیارت کے لئے اچھی خوشبو لگا کر داخل ہونا مناسب سمجھے گا اور خوشبو لگا کر اپنی صحبت میں بیٹھنے والوں کو خوشبو پہنچانے کا قصد کرے تاکہ وہ اس کے قرب میں اس کی خوشبو سے مسجد میں راحت حاصل کریں اور اپنی ذات سے اس ناپسندیدہ بدبو کو دور کرنے کا ارادہ کرے جو اس کے ساتھ خلط ملط ہونے والوں کو ایذا پہنچاتی ہے اور ناپسندیدہ بدبو کے سبب غیبت کرنے والوں کی غیبت کو دور کرے کیونکہ حدیث پاک میں ہے: "تہمت کی جگہوں سے بچو"۔ (اس روایت کا امام غزالی نے ذکر فرمایا لیکن عراقی نے فرمایا: "مجھے اس کی اصل نہیں ملی"۔

دیکھئے: تخریج الاحادیث الاحیاء، کتاب الصبر والشکر ۱/۹۱۴)

پس غیبت کرنے والے اس کے سبب اللہ کی نافرمانی کریں گے۔ لہٰذا جو شخص غیبت سے بچنے پر قدرت کے باوجود غیبت کا سبب بنا وہ اس نافرمانی میں غیبت کرنے والے کا شریک ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًاۢ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ (الانعام: ۱۰۸)

"اور انہیں گالی نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں کہ وہ اللہ کی شان میں

بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے''۔

اللہ عزوجل نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ برائی کا سبب بننا بھی برائی ہے۔

اور خوشبو لگا کر اپنے دماغ کے علاج کی بھی نیت کر سکتا ہے تاکہ اس کے ذریعے اس کی ذہانت وفطانت میں اضافہ ہو اور دینی مسائل میں غور وفکر کرنے میں اس پر اہم مسائل کا سمجھنا آسان ہو جائے پس امام محمد بن ادریس شافعی نے فرمایا: ''جس کی خوشبو اچھی ہو اس کی عقل زیادہ ہوتی ہے''۔

یہ اور اس جیسی نیتوں سے ایک فقیہ عاجز نہیں ہو سکتا، بشرطیکہ اس کے دل پر آخرت کی تجارت اور بھلائی کی طلب غالب ہو۔ اور اگر اس کے دل پر صرف دنیا کی نعمتیں غالب ہوں تو یہ نیتیں اس کے ذہن میں نہیں آسکتیں اگر اس کے سامنے ان کا ذکر کیا جائے تو پھر بھی اس کے لئے اس کا دل تیار نہ ہوگا پس یہ نیتیں حدیث نفس کے طور پر ہی اس کے ساتھ ہوں گی اور ان میں نیت سے کوئی شے نہیں ہے۔

اور مباحات کثیر ہیں ان میں نیتوں کو شمار کرنا ممکن نہیں پس اس ایک مباح پر دوسروں کو قیاس کرلو۔

اسی لئے اسلاف میں سے بعض اہل معرفت نے فرمایا: بے شک میں ہر کام میں حتیٰ کہ کھانے، پینے، سونے اور بیت الخلا میں داخل ہونے میں بھی نیت کرنا پسند کرتا ہوں اور ان تمام کاموں میں اللہ کی رضا کی نیت کرنا ممکن ہے کیونکہ ہر وہ چیز جو بدن کے باقی رکھنے اور بدن کے اہم امور سے دل کو فارغ کرنے کا سبب ہو وہ دین پر مددگار ہے۔ پس جس شخص کا کھانے سے عبادت پر قوت حاصل کرنے کا ارادہ ہو اور جماع سے دین کو پاکیزہ کرنے اور اپنی اہلیہ کے دل کو پاک کرنے کا ارادہ ہو اور اس سے ایسی اولاد کا ارادہ کرے جو اللہ عزوجل کی عبادت کرے اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کثرت کا ارادہ ہو وہ کھانے اور نکاح کرنے سے اطاعت کرنے والا ہوگا اور

نفس کی سب سے بڑی لذات کھانا اور جماع کرنا ہے اور اس شخص کے لئے ان دونوں امور سے اچھی نیت میں کوئی رکاوٹ نہیں جس کے دل پر آخرت کی فکر غالب ہو اور صحیح حدیث میں وارد ہے: ''اور جس نے اللہ عزوجل کے لئے عطا کیا اور اللہ عزوجل کے لئے منع کیا اور اللہ عزوجل کے لئے پسند کیا اور اللہ عزوجل کے لئے ناپسند کیا بے شک اس نے اپنا ایمان مکمل کرلیا۔

(سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب الدليل على زيادة الايمان و نقصانه ۲۲۰/۴ رقم الحديث ۴۶۸۱)

نیت کا اختیار کے تحت داخل نہ ہونے کا بیان

امام محمد بن محمد غزالی فرماتے ہیں: جان لیجئے کہ نیت اختیار کے تحت داخل نہیں اور جاہل شخص اچھی نیت اور کثیر نیتوں کے متعلق وصیت پر مشتمل ہمارا ذکر کردہ کلام سنتا ہے اور ساتھ ہوی حضور کا یہ فرمان بھی سنتا ہے کہ ''انما الاعمال بالنیات'' یعنی اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ تو پڑھاتے، تجارت کرتے یا کھانا کھاتے ہوئے کہتا ہے! میں نے رضائے الٰہی کے لئے پڑھانے یا تجارت کرنے یا کھانا کھانے کی نیت کی اور اسے نیت گمان کرتا ہے۔ اس پر افسوس! یہ تو حدیث نفس یا زبان کی بات یا فکر یا ایک خاطر سے دوسرے خاطر کی طرف منتقل ہونا ہے اور نیت ان تمام سے جدا چیز ہے۔

اور نفس کے تیار ہونے، متوجہ ہونے اور نفس کے لئے جو چیز ظاہر ہو کہ اس میں اس کی جلد یا بدیر غرض موجود ہے اس کی طرف نفس کے میلان کو نیت کہتے ہیں۔

اور جب میلان کے ساتھ جدوجہد اور شے کا حصول نہ ہو تو وہ محض ارادہ ہوگا جو کہ غیر مفید ہے اور یہ اسی طرح ہوگا جیسے پیٹ بھرا ہوا شخص کہے کہ میں نے کھانے کی خواہش اور اس کی طرف میلان کی نیت کی اور عشق سے خالی دل والا شخص کہے کہ میں نے نیت کی کہ فلاں سے عشق کروں اور اسے پسند کروں اور اپنے دل میں اسے بڑا

جانوں تو یہ محال ہے۔ اسی لئے اسلاف کی ایک جماعت کی نیت مستحضر نہ ہوتی تو طاعات کے بجالانے سے رک جاتے اور فرماتے: اس عمل میں ہماری نیت حاضر نہ تھی۔ یہاں تک کہ امام ابن سیرین نے امام حسن بصری کی نماز جنازہ ادا نہ فرمائی اور ارشاد فرمایا: میری نیت حاضر نہ تھی۔

جب حضرت حماد بن ابی سلیمان جو کہ علمائے کوفہ میں سے تھے کا وصال ہوا تو حضرت سفیان ثوری سے پوچھا گیا: آپ نے ان کے جنازہ میں شرکت کیوں نہ فرمائی؟ فرمایا: اگر میری نیت حاضر ہوتی تو ضرور شرکت کرتا۔

(احیاء علوم الدین اللغرائی، ربع اللمنجیات، کتاب النیة الباب الاول بیان ان الیه غیر داخله تحت الاخبار ۴/۴۷۴)

نیت کا لغوی اور اصطلاحی مفہوم

جان لیجئے! نیت کی اصل ''نویة'' ہے، نوی فعل سے ہے جب کوئی شخص ارادہ کرے۔ پس واؤ کے ساکن ہونے اور اس کے ماقبل کے مکسور ہونے کی وجہ سے واؤ کو یا سے بدل کر یا کو یا میں ادغام کر دیا گیا پس لفظ ''نیت'' بالتشدید ہے اور کبھی تخفیف کے ساتھ ''نیت'' بھی استعمال ہوتا ہے۔

امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں: نیت یا تو مصدر ہے یا ''نویت'' کا اسم ہے اور نیت کا مطلب ہے دل کا عمل کی طرف متوجہ ہونا۔ (المفردات فی غریب القرآن ۶/۸۳۰)

امام بیضاوی فرماتے ہیں: نیت دل کے تیار ہونے کا نام ہے اس کام کے لئے جس کو بندہ فی الفور یا انجام کار کے طور پر نفع کے حصول یا بھلائی کے دور کرنے کی کسی غرض کے موافق خیال کرے۔

اور شریعت مطہرہ نے اسے رضائے الٰہی چاہتے ہوئے فعل کی طرف متوجہ ہو کر ارادہ کرنے کے ساتھ خاص فرمایا۔

(تحفة الابرار شرح مصابيح السنة للبيضاوی تحت قوله: ما كان من ضعيف او غريب...... الخ ۱/۱۹، ۲۰)

میں کہتا ہوں کہ نیت اس اخلاص کی اصل ہے جس پر نجات کا دارومدار ہے اور نیت خواص کے قلوب کا نتیجہ ہے۔

پس نیت کسی چیز کی پہچان سے صادر ہونے والے اعمال کا باعث بننے والے ارادے کا نام ہے جیسے کھانے کی خواہش جو کھانے کے موجود ہونے اور اس کی بھوک کو دور کرنے کی پہچان سے حاصل ہے اور یہی پہچان کھانے کی طرف اس کے ہاتھ بڑھانے کی باعث ہے کیونکہ کھانے کی طرف ہاتھ بڑھانا، کھانے کی موجودگی اور اس کی بھوک کو دور کرنے کی پہچان کے بعد ہوتا ہے۔ پس نیت اختیار کے تحت داخل نہیں، لہٰذا جس نے غلبہ شہوت کے سبب وطی کی اسے یہ بات کیسے فائدہ دے سکتی ہے کہ میں نے اس عمل سے سنت قائم کرنے یا امت کے اضافے کی نیت کی ہے۔

حجۃ الاسلام امام محمد بن محمد غزالی فرماتے ہیں: جان لیجئے کہ نیت دل کے تیار ہونے کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل کی کشادگی کی طرح ہے پس یہ بعض اوقات آسان ہوتا ہے اور بعض اوقات مشکل ہوتا ہے۔ ہاں! جس کے دل پر دین کا معاملہ غالب ہو اکثر اوقات اس پر نیک کاموں کے لئے نیت کو حاضر کرنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ اس کا دل کلی طور پر بھلائی کی طرف مائل ہوتا ہے پس وہ اکثر فضائل کے لئے تیار ہو جاتا ہے اور جس کا دل دنیا کی طرف مائل ہو اور اس پر دنیا غالب ہو اس کے لئے یہ آسان نہیں بلکہ اس کے لئے فرائض میں بھی کافی کوشش کے بعد آسانی ہوتی ہے۔

طاعات میں لوگوں کی نیتیں

اس کا مقصد یہ ہے کہ بندہ جہنم کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اس کے عذاب سے

ڈرائے اور جنت کی نعمتوں کو یاد کرے اور اپنے نفس کو اس میں راغب کرے پس کبھی کبھار کمزور سا داعی دل کو تیار کر دیتا ہے پس اس کا ثواب اس کی رغبت اور نیت کے حساب سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اطاعت اور عبودیت کے مستحق ہونے کی وجہ سے اس کے اجلال کی نیت پر اطاعت کرنا دنیا میں رغبت رکھنے والے شخص کے لئے آسان نہیں اور یہ سب سے محبوب اور اعلیٰ نیت ہے اور تمام روئے زمین پر اس کو سمجھنے والے کم یاب ہیں چہ جائے کہ اس کے عادی موجود ہوں۔ طاعات میں لوگوں کی نیتوں کی کئی اقسام ہیں: کیونکہ ان میں سے بعض لوگ خوف کی وجہ سے عمل کرتے ہیں پس وہ جہنم سے ڈرتے ہیں اور بعض امید کے باعث عمل کرتے ہیں اور وہ جنت میں رغبت ہے۔

اور یہ اگر نزول کے طور پر اللہ کی اطاعت، اس کی ذات اور اس کے جلال کی تعظیم کی نیت کی طرف منسوب کرے اس کے سوا کوئی نیت نہ ہو تو یہ صحیح نیتوں میں سے ہے کیونکہ یہ آخرت میں لوٹنے کی طرف میلان ہے اگرچہ یہ دنیا میں رغبت رکھنے والی چیزوں میں سے ہے اور سب سے بڑی باعث شرم گاہ اور پیٹ کی خواہش ہے اور ان دونوں کی خواہش پورا کرنے کی جگہ جنت ہے۔ پس جنت کے لئے عمل کرنے والا برے اجیر کی طرح اپنے پیٹ اور شرمگاہ کے لئے عمل کرنے والا ہے اور اس کا درجہ ناسمجھ کا درجہ ہے اور وہ اپنے عمل سے یہ درجہ پالیتا ہے کیونکہ (روایت میں ہے کہ "اکثر اہل جنت سادہ مزاج ہیں"۔

(كشف الأستار عن زوائد البزار، كتاب الادب، باب سلامة الصدر من الحقد، ۲/۴۱۱، ۱۹۸۳)

عقل مند لوگوں کی عبادت اللہ کے جمال وجلال کی محبت میں اس کے ذکر اور اس کی ذات میں فکر سے تجاوز نہیں کرتی اور تمام اعمال موکدہ اور ان کے تابع ہوتے

ہیں۔ پس یہ لوگ جنت میں کھانے اور نکاح کی طرف متوجہ ہونے والے لوگوں سے اعلیٰ درجہ والے ہیں کیونکہ یہ ان چیزوں کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، صرف اسی کی رضا چاہتے ہیں اور لوگوں کا ثواب ان کی نیتوں کے مطابق ہوتا ہے پس بلاشبہ جو اللہ عزوجل کے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے وہ حور عین کے دیدار سے لذت حاصل کرنے والے سے مذاق کریں گے جیسا کہ حور عین کے دیدار سے لطف اندوز ہونے والا مٹی کی بنی ہوئی صورتوں کو دیکھ کر لذت حاصل کرنے والے سے مذاق کرتا ہے بلکہ اس سے کہیں زیادہ۔ کیونکہ حور عین کے جمال اور مٹی کی بنی ہوئی صورتوں کے جمال کے مابین فرق کی نسبت رب کی بارگاہ کے جمال اور حور عین کے جمال کے مابین بہت زیادہ فرق ہے۔ بلکہ چوپایہ صفت نفوس کا شہوت کی تکمیل کے لئے خوبصورت چہروں والی حوروں کو بڑا سمجھنا اور جمال وجہ الٰہی سے اعراض کرنا ایسے ہی ہے جیسے گوبر کا کیڑا اپنے جوڑے کو بڑا سمجھتا اور اس سے مانوس ہوتا ہے اور عورتوں کے جمال کی طرف دیکھنے سے اعراض کرتا ہے تو اکثر دلوں کا اللہ عزوجل کے جمال اور جلال کو دیکھنے سے اندازہ ہونا ایسا ہی ہے جیسے گوبر کا کیڑا عورتوں کا جمال دیکھنے سے اندھا ہے، اسے اس بات کی بالکل خبر نہیں اور نہ ہی اس کی طرف التفات ہے۔ اگر اسے عقل ہوتی ہے اور اس کے سامنے عورتوں کے جمال کو بیان کیا جاتا تو وہ ضرور ان لوگوں کی عقل کو داد دیتا جو ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

چنانچہ اللہ عزوجل نے سچ فرمایا:

وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ (ہود:۱۱۸)

”اور وہ ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے مگر جن پر تمہارے رب نے رحم کیا“۔ (کنزالایمان)

كُلُّ حِزْبٍ ۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ○ (المؤمنون:۵۳)

''ہرگز وہ جو اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے''۔(کنزالایمان)

وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ (ہود:۱۱۹)

''اور لوگ اسی لئے بنائے ہیں''۔(کنزالایمان)

حکایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت سیّدنا احمد بن خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ (اسم گرامی: احمد، کنیت، ابوحامد، سلسلہ نسب: احمد بن خضرویہ بلخی، آپ خراسان کے مشہور شہر ''بلخ'' سے تعلق رکھتے تھے، اس لئے بلخی کہلاتے اور خراسان کے کبار مشائخ میں آپ کا شمار ہوتا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں ابوتراب نخشی اور حاتم اصم رحمہما اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے فیض حاصل کیا اور پھر ابویزید بسطامی کی صحبت اختیار کی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۴۰ھ کو بلخ میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ (طبقات الصوفیہ ۱/۹۵) نے خواب میں اپنے رب کا دیدار کیا تو رب نے فرمایا: ابویزید کے علاوہ تمام لوگ مجھ سے جنت طلب کرتے ہیں جبکہ وہ مجھے طلب کرتا ہے اور حضرت سیّدنا ابویزید نے خواب میں اپنے رب کا دیدار کیا تو عرض کی: اے میرے رب! تیری بارگاہ میں پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ عزوجل نے فرمایا: اپنے نفس کو چھوڑ دے اور میری طرف متوجہ ہو جا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت سیّدنا ابویزید سے پوچھا گیا: اے ابویزید! آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں کچھ نہ چاہوں۔

حضرت سیّدنا شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا گیا: مَا فَعَلَ اللّٰہُ بِكَ یعنی اللہ عزوجل نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے فرمایا: مجھ سے ایک قول کے علاوہ کسی دعویٰ پر دلیل نہیں طلب کی گئی کہ میں نے ایک دن کہا تھا کہ جنت (سے محرومی) کے خسارے سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں۔ تو اللہ عزوجل نے فرمایا: میری ملاقات (سے محرومی) کے خسارے سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہیں۔

(احیاء علوم الدین للغزالی، ربع المنجیات، کتاب النیة، الباب الاول بیان ان النیة غیر داخلة تحت الاختیار ۴/۳۷۵)

فسادِ نیت کی آفتیں

جان لیجئے کہ ابتداء میں نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے مرید، معرفت کے انتہائی مقام تک نہیں پہنچ سکتا پس اصول مفقود ہونے کے سبب وصول نہیں ہوسکتا۔

یہی وجہ ہے کہ جب شیخ نجم الدین کبریٰ (آپ رحمۃ اللہ علیہ کا پورا نام احمد بن عمر بن محمد الخوافی الخیوقی الخوارزمی ہے، آپ کو عبداللہ الحموی بھی کہتے ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نجم الدین کبریٰ کی ولادت ۵۴۰ھ ۱۱۴۵ء میں خیوق میں ہوئی اور ان کی کنیت ابو الجناب تھی۔ شیخ ولی تراش سے مشہور تھے اور لقب نجم الدین الکبریٰ اور طامۃ الکبریٰ اور نجم الکبریٰ تھی۔ لقب کبریٰ اس وجہ سے کہ آپ علمی مناظرہ میں ہمیشہ غالب آجاتے تھے۔ وہ عمار یاسر بدلیسی کے شاگرد تھے۔ آپ علیہ الرحمہ کی تاریخ وفات ۱۰ جمادی الاول ۶۱۸ھ بمطابق ۲ جولائی ۱۲۲۱ء آپ تاتاری یلغار میں مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ (العلام للزرکلی، ۱/۱۸۶) اپنے شیخ کی بارگاہ میں پہنچے اور خلوت میں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو (اپنے متعلق) دل میں خیال آیا کہ وہ ظاہری علوم کے عالم ہیں اور جب ان پر باطنی معارف کھل جائیں گے تو وہ فرید الدہر اور وحید العصر ہو جائیں گے۔ شیخ پر آپ کی نیت اور ارادے کی عدم صحت منکشف ہوگئی پس انہوں نے فرمایا: بلند ہمت کے ساتھ نیت درست رکھو۔ اب ان کے دل میں کھٹکا کہ یہ خلوت میری قبر ہے پس میں اپنی تمام زندگی اس میں اپنے رب کی عبادت کروں گا، کیونکہ اللہ عزوجل نے مجھے اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا اور یہی ہر سعادت کا وسیلہ ہے۔ یہاں تک کہ شیخ نے آپ سے فرمایا: اب اللہ عزوجل کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

نیت کی اس اہمیت کے تناظر میں ہم طلبہ علم کا مشاہدہ کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے حصول علم کے طریقوں میں سرگرداں ہیں پس کبھی وہ فاسد مقاصد کے لئے دنیا و آخرت میں نفع نہ دینے والے علوم سیکھتے ہیں جیسے ظالموں کا قرب، بلند مرتبہ، خوبصورت جملوں سے مجالس میں غلبہ اور اشیائے خورد و نوش طلب کرنا اور کبھی کسب معاش کے مقاصد کے لئے تفسیر و حدیث اور فقہی فروعی مسائل سیکھتے ہیں تا کہ مدرس، واعظ، مفتی یا قاضی بن جائیں۔ مذکورہ دونوں گروہوں کا مقصود اعظم رضائے الٰہی اور آخرت کا ارادہ نہیں بلکہ مال وجاہ کی طلب ہے۔

اسی طرح لوگوں کا ایک گروہ حرمین شریفین کے قرب میں رہائش اختیار کرتا ہے اور وہ ثواب آخرت کے حصول کے لئے نہیں بلکہ دولت دنیا کے لئے مقدس مقامات پر عبادات کرتے ہیں اور حال یہ ہوتا ہے کہ ان کا کھانا پینا اور لباس، مال حرام کا ہوتا ہے تو ایسے لوگوں کے لئے ایسے عظمت والے مقام پر اقامت کیسے جائز ہو سکتی ہے؟ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاندار زمانے میں بھی مکہ مکرمہ کے پڑوس میں اقامت کو مکروہ (امام اہل سنت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں یہاں مکروہ سے مکروہ تحریمی مراد ہے (فتاویٰ رضویہ کتاب الحاج ۱۰/۶۹۱، رضا فاؤنڈیشن) قرار دیا۔ (علامہ ابن نجیم، مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ تحریر فرماتے ہیں: صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکہ مکرمہ کے پڑوس میں اقامت مکروہ نہیں ہے۔ (البحر الرائق، کتاب الحج، باب الاحرام ۲/ ۳۷۸)

پس اگر وہ ہمارے اس زمانے کو دیکھتے تو اس کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر فرماتے۔ (مجاورت مکہ کے بارے میں مفتی بہ قول عدم جواز کا ہے۔ چنانچہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حج کے موضوع پر لکھی گئی اپنی مایہ ناز تصنیف ''مسلک المتقسط فی المسلک المتوسط'' میں بھی فرمایا: ''لو كانت الائمة في امامنا و تحقيق لهم شاننا لصرجوا بالحرمة''، یعنی اگر یہ آئمہ ہمارے دور میں ہوتے اور ہمارے

احوال سے آگاہ ہوتے تو مجاورت کے حرام ہونے کی تصریح کرتے۔

اور امام اہل سنت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مجاورت مکہ کے حوالے سے ایک تحقیقی رسالہ رقمطراز فرمایا ہے۔اس رسالے کا نام: ''**صیقل الرین عن احکام مجاورة الحرمین** ''(حرمین شریف میں سکونت کے احکام سے متعلق شبہات کا ازالہ) ہے۔ اس میں آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تحت و تمحیص کے بعد فی زمانہ مجاورت مکہ کے عدم جواز کا فتویٰ صادر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ''**وبالجملة فالحكم عدم جواز الجواز اصلافي زمانا** ''یعنی خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہمارے دور میں مجاورت کھو بالکل جائز نہیں ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، کتاب الحج ۱۰/ ۶۹۸ رضا فاؤنڈیشن)

وظیفہ لینے کی شرائط

سوال: اگر تو یہ کہے کہ طالب علم اور عابد کو زندہ رہنے کے لئے لازمی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے تو کیا اس کے لئے وظیفہ لینا جائز ہے؟

جواب: تو میں کہوں گا کہ جی ہاں! مگر اس کی دو شرائط ہیں:

پہلی شرط: یہ ہے کہ اس کا علم و عمل اللہ عز وجل کے لئے ہو اور وہ اس لئے وظیفہ لے تاکہ اس کے ذریعے اللہ عز وجل کی اطاعت پر مدد حاصل کرے۔ پس ان دونوں میں فرق ہے جو لینے کے لئے عمل کرتا ہے اور جو اس لئے لیتا ہے تاکہ عمل کر سکے۔ دوسرے کی نشانی یہ ہے کہ اگر اسے دینا چھوڑ دیا جائے تب بھی وہ عمل ترک نہ کرے۔

دوسری شرط: یہ ہے کہ وہ اس طور پر لے کہ اس کے لئے لینا جائز ہو یا وہ مجبور ہو پس وہ ضرورت کے مطابق لے لے۔

بعض اکابر رحمہم اللہ اجمعین فرماتے ہیں: جس نے مردہ بکری پائی وہ مردہ گدھا نہ کھائے اور جس نے مردہ گدھا پایا وہ مردہ کتا نہ کھائے اور جس نے مردہ کتا پایا وہ مردہ خنزیر نہ کھائے۔

علمائے سوء سے شکوہ

اب ہم علمائے زمانہ اور مشائخ زمانہ سے جس چیز کا مشاہدہ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ...... وہ زبان حال سے کہتے ہیں کہ حلال وہ ہے جس ہم حلال قرار دیں اور حرام وہ ہے جسے ہم حرام کہیں۔ اگرچہ زبان قال سے انکار کریں۔ اسی لئے عارف کامل مولانا اسماعیل شروانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں: جس دن سے مکہ معظمہ میں حرام وظائف کا حصول شروع ہوا اہل مکہ سے ولایت کا مرتبہ اٹھ گیا اور جہالت اور بطالت غالب آ گئی۔ اور یہ بات معلوم ہے: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ (المؤمنون:۵۱)

"پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھا کام کرو"۔ (کنزالایمان)

اختتامیہ

مقصد کو ظاہر کرنے والا خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام مخلوق ہلاک ہے سوائے علماء کے، تمام علماء ہلاک ہیں سوائے عاملین کے اور تمام عاملین ہلاک ہیں سوائے مخلصین کے اور مخلصین بہت بڑے خطرے میں ہیں۔

پھر جان لیجئے کہ یہ ایسا زمانہ ہے کہ بندہ خاموش رہے اور گھر میں ٹھہرا رہے اور غذا پر قناعت کرے یہاں تک کہ موت آ جائے۔ اللہ عزوجل ہمیں پاکیزہ رزق عطا فرمائے اور حسن اخلاق کی دولت سے نوازے اور ہمیں علم نافع کے حصول اور اخلاص والے عمل صالح کی توفیق مرحمت فرمائے۔ حسن خاتمہ کی نعمت عطا فرمائے جس کی عوام وخواص کو ضرورت ہے اور ہمارے سردار جناب محمد مصطفیٰ، آپ کی آل پاک اور آپ کے تمام صحابہ کرام پر اللہ عزوجل کی رحمت ہو۔ سب خوبیاں اللہ عزوجل ہی کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ **تمت بالخیر وبک نستعین**

اَلْاَرْبَعُوْنَ فِی الْاَحَادِیْثِ الْقُدُسِیَّةِ

ترجمہ بنام

چالیس احادیثِ قدسیہ

تالیف لطیف

رئیس المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
(متوفی ۱۰۱۴ھ)

ترجمہ و تخریج

ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

مقدمۃ المؤلف

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو کہ بلند، عظیم اور کریم ذات ہے اور کامل و مکمل درود وسلام ہوں اولاد عدنان کے سردار وسیّد پر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل و اصحاب رضی اللہ عنہم پر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم و آداب کے حامل ہیں اور تابعین پر روز قیامت تک ان اتباع کرنے والوں پر۔

امابعد! طالب رحمت باری علی بن سلطان محمد القاری کے دل میں یہ خیال آیا کہ میں چالیس احادیث قدسیہ وکلمات انسیہ جمع کروں جو کہ صدر الرواۃ اور بدر الثقات علیہ الفضل الصلوٰۃ واکمل التحیات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سے روایت کرتے ہیں جو کہ بذریعہ جبرئیل امین اور کبھی وحی والہام وخواب نازل ہوئیں، جن کی تعبیر ان کے سپرد ہے جس کلام سے چاہیں فرمائیں لیکن وہ قرآن مجید وفرقان حمید سے مختلف ہیں کہ قرآن مجید مکمل جناب جبرئیل علیہ السلام کے وسیلہ وذریعہ سے نازل ہوا اور اس کے الفاظ بھی وہی ہیں کہ لوح محفوظ میں ہیں اور یہ علم یقینی ہے، پھر نقل متواتر کے ذریعہ ہر طبقہ وزمانہ تک پہنچے۔

اور اس سے کئی ایک مسائل ماخذ ہیں جن میں سے علماء کے ہاں مشہور یہ ہیں:

(۱) احادیث قدسیہ کی تلاوت سے نماز کا نہ ہونا۔

(۲) جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کا پڑھنا، چھونا حرام نہ ہونا۔

(۳) ان کے منکر کا کافر نہ ہونا۔

(۴) ان کا تعلق اعجاز اس درجہ کا نہ ہونا، وغیرہ۔

اور یہ تمام کوششیں میں نے اس لئے کی ہیں کہ حدیث شریف میں ہے۔

من حفظ علی امتی اربعون حدیثا من السنة کنت له شهیدا و شفیعا یوم القیامة ۔

''جس نے میری احادیث مبارکہ سے چالیس احادیث یاد کیں میں قیامت کے دن اس کا گواہ بھی ہوں گا اور شفاعت بھی کروں گا''۔

(ابن عبدالبر، جامع بیان العلم و فضله باب قوله صلی الله علیه وسلم : من حفظ علی امتی اربعین حدیثا ص ۶۴، ۶۳، ۶۲ رقم الحدیث ۱۹۱، ۱۹۰، ۱۸۹، ۱۸۸، ۱۸۷، دارالکتب العلمیة بیروت، شرف اصحاب الحدیث ص ۲۰، ۱۹، شعب الایمان رقم الحدیث ۱۵۶۶، ۱۵۹۷، علل المتناهیة، ج ۱ ص ۱۱۸، ۱۱۲)

حدیث: ۱

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

میرے اور میرے بندے کے درمیان صلوٰۃ (سورہ فاتحہ) کو آدھا آدھا تقسیم کر دیا گیا ہے اور میرے بندے کے لئے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے اور جب بندہ کہتا ہے: ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری حمد کی اور جب وہ کہتا ہے: اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری ثناء کی اور جب وہ کہتا ہے ''مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ'' تو اللہ فرماتا ہے: میرے بندے نے میری تعظیم کی اور جب وہ کہتا ہے: ''اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ'' تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ میرے اور میرے بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے کے لئے وہ ہے جس کا وہ سوال کرے اور جب وہ کہتا ہے:

"اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ" تو اللہ فرماتا ہے: یہ میرے بندے کے لئے ہے اور میرے بندے کے لئے وہ چیز ہے جس کا وہ سوال کرے۔ اسے امام احمد اور اصحاب صحاح ستہ نے سوا بخاری کے روایت کیا ہے"۔

(مسند احمد، مسند ابی هريرة، ج ۵ ص ۴۹۷، رقم الحديث ۷۲۸۹، دار الحديث قاهره، صحيح مسلم، كتاب الصلاة، باب: وجوب قراة الفاتحة فى كل ركعة...... ص ۲۱۰ رقم الحديث ۸۷۶، دار المعرفة بيروت، سنن ابو داؤد، كتاب الصلوة، باب: من ترك القراة فى صلاته بفاتحه الكتاب، ج ۱ ص ۳۰۸ رقم الحديث ۸۲۱، دار المعرفة بيروت، سنن ترمذى، كتاب تفسير القرآن، باب: ومن سوره الفاتحه ص ۶۸۷ رقم الحديث ۲۹۵۳، دار الكتب العلمية بيروت، سنن ابن ماجه، ابواب الادب، باب: ثواب القرآن، ج ۳ ص ۳۱۳ رقم الحديث ۳۷۸۴، مكتبه اسلاميه فيصل آباد لاهور، السنن الكبرىٰ نسائى، كتاب الصلوة، باب ترك قرأة فى فاتحه الكتاب ج ۱ ض ۴۷۰ رقم الحديث ۹۸۳، موسه الرسالة بيروت)

حدیث:۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بنی آدم نے مجھے جھٹلایا اور یہ اس کے لئے مناسب نہیں اور مجھے گالی دی جبکہ یہ بھی اس کے لئے مناسب نہیں، پس اس کا مجھے جھٹلانا تو یہ ہے کہ وہ کہتا ہے کہ مجھے دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا جیسا کہ مجھے پہلے پیدا کیا گیا، حالانکہ پہلی دفعہ بنانا میرے لئے دوبارہ زندہ کرنے سے مشکل نہیں ہے اور اس کا مجھے گالی دینا یہ ہے: وہ کہتا ہے کہ خدا کا بیٹا بھی ہے، حالانکہ میں اکیلا ہوں، بے نیاز ہوں، نہ

میں نے کسی کو جنا اور نہ کسی نے مجھے جنا اور نہ کوئی بھی میری برابری کرنے والا ہے: اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب سورہ قل ھو اللہ احد، ص ۱۱۶ رقم الحدیث ۴۹۷۴، دار ابن الجوزی قاہرہ، صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق ص ۳۸۱، رقم الحدیث ۳۱۹۳، دار ابن الجوزی قاہرہ، سنن نسائی، کتاب الجنائز، باب: ارواح المؤمنین، ص ۴۲۶ رقم الحدیث ۲۰۷۷، دار المعرفۃ، السنن الکبریٰ نسائی، کتاب الجنائز باب ارواح المومنین، ج ۲ ص ۴۸۳ رقم الحدیث ۲۲۱۶ موسۃ الرسالۃ بیروت، السنن الکبریٰ نسائی، کتاب التفسیر باب قولہ تعالی "کما بدانا اول خلق نعبد" ج ۱۰ ص ۱۸۸ رقم الحدیث ۱۱۲۷۵، موسۃ الرسالۃ بیروت، مسند احمد صحیفۃ ھمام بن منبہ ج ۶ ص ۴۳۹، رقم الحدیث ۸۲۰۴، دار الحدیث قاہرہ)

حدیث: ۳

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد فرماتا ہے:

"اولاد آدم زمانے کو گالی دے کر مجھے اذیت پہنچانے کی کوشش کرتی ہے کیونکہ زمانہ میں ہوں، ہر کام میرے دست قدرت میں ہے اور دن رات کو میں گردش میں رکھتا ہوں۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب سورہ الجاثیہ ص ۵۸۸، رقم الحدیث ۴۸۹۶، دار ابن الجوزی قاہرہ، صحیح مسلم، کتاب الفاظ من الادب وغیرھا، باب: النبی عن سب الدھر ص ۱۰۵۱ رقم الحدیث ۵۸۲۴، دار المعرفۃ بیروت، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الرجل سب الدھر، ج ۴ ص ۴۷۴ رقم الحدیث ۵۲۷۴ دار المعرفۃ بیروت)

حدیث:۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندے سے فرمائے گا:

اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تھا تو تو نے میری عیادت نہ کی؟ وہ عرض کرے گا اے رب عزوجل! میں کیسے تیری عیادت کرتا تو تو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے؟ اللہ فرمائے گا: کہا تو جانتا ہے کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا تھا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی؟ کیا تو جانتا ہے کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا؟ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو تو نے مجھے کھانا نہ کھلایا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے! میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا جبکہ تو رب العالمین ہے؟ تجھے یاد ہے کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا طلب کیا تھا مگر تو نے نہ کھلایا؟ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو آج میرے پاس پالیتا؟

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے نہ پلایا؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا جبکہ تو رب العالمین ہے؟ اللہ فرمائے گا: تجھے یاد ہے کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی طلب کیا تھا مگر تو نے نہ پلایا؟ اگر تو پانی پلاتا تو آج اسے میرے پاس پالیتا، اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر والصله، باب بفضل عیادة المریض، ص ۱۱۷۶ رقم الحدیث ۶۵۰۱، الادب المفرد، باب عیادة المرضی، ص ۱۹۳ رقم الحدیث ۵۱۷، دارالصدیق للنشر والشوزیع، صحیح ابن حبان، کتاب الایمان، ص ۱۸۹ رقم الحدیث ۲۶۹، دارالمعرفة بیروت)

حدیث:۵

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے کسی بندے کو دو چیزوں کے ذریعے آزماتا ہوں، مراد آنکھیں ہیں تو ان کے بدلے میں اسے جنت عطا کرتا ہوں۔ اسے احمد و بخاری نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند انس بن مالك، ج ٨ ص ٣١٥ رقم الحديث ١٨٥٣٣، دار الحديث قاهره، صحيح بخارى، كتاب المرضىٰ، باب: فضل من ذهب بصره، ص ٦٨٥ رقم الحديث ٥٦٥٣، دار ابن جوزى، جامع ترمذى، كتاب الزهد، باب: ما جاء فى ذهاب البصر، ص ٥٧١ رقم الحديث ٢٤٠٠، دار الكتب العليمه)

حدیث:٦

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ:

بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے کسی بندہ مومن کو کسی آزمائش میں مبتلا کرتا ہوں اس پر وہ میرا بندہ میرا شکر ادا کرتا ہے تو اس کے لیٹنے سے گناہ اس طرح معاف ہو جاتے ہیں جس طرح آج ہی اس کی ماں نے اسے جنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے بندہ کو قید کیا اور آزمایا، اس کے لئے وہی ثواب لکھو، جو عمل یہ حالت تندرستی میں کرتا تھا۔

اسے احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، حديث شداد بن اوس، ج ١٠ ص ٢٨٤ رقم الحديث ١٧٠٥٤، دار الحديث قاهره، المعجم الكبير من اسمه شداد،

عبدالرحمن بن غنم الاشعری عن شداد بن اوس ج ۴ جز ۷، ص ۲۳۴، رقم الحديث ۷۱۳۶، داراحياء اثرات العربی بیروت، المعجم الاوسط عبدالرحمن بن عمرو ابو زرعه الدمشقی ج ۴ ص ۴۵۸ رقم الحديث ۴۷۰۹، شبیر برادرز لاهور، مسند الشاميين ج ۲ ص ۱۵۵ رقم الحديث ۱۰۹۷، موسسة الرسالة بيروت)

حدیث: ۷

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خوش ہو جاؤ! بے شک اللہ عزوجل فرماتا ہے: بخار میری آگ (عذاب) ہے۔ جسے میں دنیا میں اپنے مومن بندے پر مسلط کر دیتا ہوں تاکہ یہ (بخار) آخرت کے ملنے والے عذاب کا بدل قرار پائے"۔ اسے احمد، ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند ابی هريره ج ۷ ص ۲۴۱ رقم الحديث ۹۶۳۹، دارالحديث قاهره، سنن ابن ماجه، ابواب الطب، باب الحمى، ج ۳ ص ۲۱۸، رقم الحديث ۳۴۷۰، مكتبه اسلاميه شعب الايمان باب الصبر على المصائب فصل فی ذكر ما فی الاوجاع والامراض...... ج ۷ ص ۱۶۱، رقم الحديث ۹۸۴۴، دارالكتب العلمية بيروت، مستدرك على الصحيحين، كتاب الجنائز، ج ۱ ص ۴۹۶ رقم الحديث ۱۲۷۷، دارالكتب العلمية بيروت، جامع ترمذی، كتاب الطب ص ۵۰۳ رقم الحديث ۲۰۸۸، دارالكتب العلمية بيروت)

حدیث: ۸

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: مجھے اپنی عزت و

جلال کی قسم! میں جسے بخشنا چاہوں تو اسے تب تک دنیا سے نہیں اٹھاتا جب تک میں اسے بیمار کر کے یا اس کے رزق میں تنگی کر کے اس کے ذمے تمام خطاؤں کو نکال نہ دوں۔ اسے رزین نے روایت کیا ہے:

(جامع الاصول فی معرفة احاديث الرسول، كتاب الجنائز، فصل فی المرض والتوائب، ج ۹ ص ۵۳۹ رقم الحديث ۷۳۵۴، دار الكتب العلمية بيروت، مشكاة المصابيح، كتاب الجنائز الفصل الثالث ج ۱ ص ۵۱۹ رقم الحديث ۱۵۸۵، مكتبه اسلاميه الترغيب والترهيب كتاب الجنائز، ج ۴ ص ۲۴۴ رقم الحديث ۵۰۰۷، دار الحديث قاهره)

حدیث:۹

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس کے پاس ہوں وہ جو چاہے گمان کرے۔ اسے طبرانی اور حاکم نے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

(المعجم الكبير، حيان ابو النضر عن واثله جز ۲۲ ج ۱۰ ص ۶۱ رقم الحديث ۲۱۱، ۲۱۰، دار احياء الثرات العربی بيروت لبنان، مسند احمد، حديث واثله بن اسقع، ج ۹ ص ۵۶۰ رقم الحديث ۱۵۹۵۸، دار الحديث قاهره، مستدرك حاكم، كتاب التوبة والانابة ج ۴ ص ۲۶۸ رقم الحديث ۷۶۰۳، دار الكتب العلمية، صحيح ابن حبان، كتاب الرقائق، ص ۲۸۲ رقم الحديث ۶۳۳، دار المعرفة بيروت، سنن دارمی، كتاب الرقائق، باب فی حسن الظن بالله ج ۲ ص ۴۷۲ رقم الحديث ۲۷۷۳، انصار السنه پبلی کیشنز لاهور)

حدیث:۱۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے کہ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی قلب بشر میں اس کا خیال گزرا"۔ اسے احمد، بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے"۔

(مسند احمد، صحیفة همام بن منبه، ج ٦ ص ۴۰۸ رقم الحدیث ۸۱۲۸، دار الحدیث قاهره، صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفه الجنة وانها مخلوقه ص ۳۸۷ رقم الحدیث ۳۲۴۴، دار ابن الجوزی قاهره، صحیح بخاری کتاب التفسیر سوره السجدة ص ۵۸۰، رقم الحدیث ۴۷۸۰، ۴۷۷۹، صحیح مسلم کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب صفة الجنة، ص ۱۲۷۷، رقم الحدیث ۷۰۶۳، جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن ومن سوره السجده ص ۷۴۰، رقم الحدیث ۳۱۹۷، سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب صفه الجنة، ج ۳ ص ۵۴۰ رقم الحدیث ۴۳۲۸ مکتبه اسلامیه السنن الکبریٰ ج ۱۰ ص ۵٦ رقم الحدیث ۱۱۰۱۹، موسة الرساله بیروت)

حدیث: ۱۱

حضرت ابی ہند الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

جو میری قضا پر راضی نہ ہو وہ میری طرف سے نازل ہونے والی بلا پر صبر نہ کرے تو وہ میرے علاوہ اپنا رب تلاش کر لے، اسے طبرانی نے بسند ضعیف روایت کیا ہے۔

(المعجم الکبیر، ابو هند الداری، جز ۲۲ ج ۱۰ ص ۲۲۳ رقم الحدیث ۸۰۷، دار احیاء التراث العربی، معرفة الصحابه، ابو هند

الداری، رقم الترجمہ ۴۴۹۲ ج ۴ ص ۴۴ رقم الحدیث ۷۰۹۶، دارالکتب العلمیہ، شعب الایمان باب فی ان القدر خیرہ و شرہ من اللہ عزو جل ج ۱ ص ۲۱۸، رقم الحدیث ۲۰۰، دارالکتب العلمیہ بیروت، الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ابوھند الداری، رقم الترجمہ ۱۰۶۷۱ ج ۶ ص ۲۸۴، دارالفکر بیروت، مجمع الزوائد، کتاب القدر، باب ماجاء فیمن یکذب بالقدر و مسائلھم والزنادقۃ" ج ۸ ص ۷۶ رقم الحدیث ۱۱۸۹۲، اکبر بك سیلرز لاھور)

حدیث:۱۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

ابن آدم کا ہر عمل اسی کے لئے ہے سوا روزہ، بے شک وہ میرے لئے ہے اور میں خود اس کی جزا بھی دوں گا، اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب ھل یقول افی صائم اذاشتم ص ۲۲۴ رقم الحدیث ۱۹۰۴ء دار ابن الجوزی قاھرہ مصر، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب فضل الصیام ص ۵۱۲ رقم الحدیث ۲۷۰۰، دارالمعرفۃ بیروت، سنن نسائی، کتاب الصیام، باب: ذکر الاختلاف علی ابی صالح فی ھذا الحدیث، ص ۴۵۱ رقم الحدیث ۲۲۱۵، دارالمعرفۃ بیروت)

حدیث:۱۳

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو ایک نیکی لکھو اور اگر کر چکے تو دس

نیکیاں لکھو اور جب برائی کا ارادہ کرے اور عمل نہ کرے تو اس پر نہ لکھو اور اگر برائی کر بیٹھے تو ایک برائی لکھو اسے بخاری، مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب التوحید ص ۸۸۱، رقم الحدیث ۷۵۰۱، دار ابن الجوزی قاھرہ، صحیح مسلم، کتاب الایمان ص ۱۰۹ رقم الحدیث ۳۳۱، دارالمعرفۃ بیروت، جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن ومن سورہ الانعام ص ۷۱۰ رقم الحدیث ۳۰۷۳، دارالکتب العلمیہ)

حدیث:۱۴

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب میرا بندہ مجھ سے ملنا پسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہوں اور جب وہ مجھ سے ملنا ناپسند کرتا ہے تو میں بھی اس سے ملنا ناپسند کرتا ہوں۔ اسے مالک، بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے"۔

(موطا امام مالک، کتاب الجنائز، باب جامع الجنائز، ص ۲۰۰ رقم الحدیث ۲۹۳، صحیح بخاری، کتاب التوحید، ص ۸۸۱ رقم الحدیث ۷۵۰۴، دار ابن الجوزی، قاھرہ، صحیح مسلم، کتاب الدعوات، باب کراھۃ تمنی الموت ص ۱۲۱۹ رقم الحدیث ۶۷۶۸، ۶۷۶۷، سنن نسائی کتاب الجنائز، باب فیمن احب لقاء اللہ ص ۳۸۳ رقم الحدیث ۱۸۳۳، دارالمعرفۃ بیروت)

حدیث:۱۵

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا ہے اور تم پر بھی، تو تم

آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوا اس کے جس کو میں ہدایت دوں، پس تم مجھ سے ہدایت مانگو تاکہ میں تم کو ہدایت عطا فرماؤں۔

اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوا اس کے جس کو کھانا عطا فرماؤں، پس تم مجھ سے کھانا طلب کرو تاکہ میں تم کو طعام عطا فرماؤں۔

اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جس کو لباس عطا فرماؤں پس تم مجھ سے طلب کرو تاکہ میں تمہیں لباس عطا فرماؤں۔

اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو اور میں تمام گناہ بخشتا ہوں تو تم مجھ سے بخشش طلب کرو تاکہ میں تمہیں معافی عطا فرماؤں۔

اے میرے بندو! تم سب مل کر نہ مجھے نفع پہنچا سکتے ہو نہ نقصان۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے انسان اور جنات تم میں سب سے زیادہ متقی شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتے۔

اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر اور تمہارے انسان اور جن تم میں سے سب سے زیادہ بدکار شخص کی طرح ہو جائیں تو میرے ملک سے کوئی چیز کم نہیں کر سکتے۔

اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اول و آخر اور تمہارے انسان اور جن کسی جگہ کھڑے ہو کر مجھ سے سوال کریں اور میں ہر انسان کا سوال پورا کر دوں تو جو کچھ میرے پاس ہے اس سے صرف اتنا کم ہوگا جس طرح کوئی سوئی سمندر میں ڈال کر (نکالنے سے) اس میں کمی ہوئی ہے۔

اے میرے بندو! تمہارے یہ اعمال جن کو میں تمہارے لئے جمع کر رہا

ہوں، پھر میں تم کو ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص خیر کو پائے وہ اللہ کی حمد کرے اور جس کو خیر کے سوا کوئی چیز (آفت یا مصیبت) پہنچے وہ اپنے نفس کے سوا اور کسی ملامت نہ کرے۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم، ص ۱۱۷۸ رقم الحدیث ۶۵۱۷، دار المعرفة بیروت)

حدیث: ۱۶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میں شریک سے بے نیاز ہوں جس شخص نے کسی عمل میں میرے غیر کو میرے ساتھ شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے شریک کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الزهد والرقائق، باب من الشرك فی عمله غیر الله ص ۱۳۳۸، رقم الحدیث ۷۴۰۰، دار المعرفه بیروت)

حدیث: ۱۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"انفق انفق علیك"

تو میری راہ میں مال خرچ کر میں تجھے مال عطا فرماؤں گا۔ اسے احمد اور بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب: و کان رشه علی الماء ص ۵۵۸ رقم الحدیث ۴۶۸۴، صحیح مسلم کتا بالزکاة باب: فی الکنازین

للاموال والتفليظ عليهم ص ۴۴۷، رقم الحديث ۲۳۰۵، دار المعرفة بيروت، مسند احمد، مسند ابوهريره، ج ۵ ص ۵۰۰ رقم الحديث ۷۲۹۶ دار الحديث قاهره۔

حدیث: ۱۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

سبقت رحمتی غضبی

''میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے''۔ اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحيح مسلم، كتاب التوبة، باب في سمه وانها سيفت غضبه، ص ۱۲۴۲ رقم الحديث ۶۹۰۴ دار المعرفة بيروت، مسند احمد، مسند ابوهريره، ج ۵ ص ۵۰۰ رقم الحديث ۷۲۹۷، دار الحديث قاهره)

حدیث: ۱۹

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جب بندہ بالشت بھر میرے قریب آتا ہے تو میں (یعنی میری رحمت) ایک گز اس کی طرف بڑھ جاتا ہوں اور جب وہ گز بھر میرے نزدیک آتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے پھیلاؤ کے برابر اس کے قریب ہو جاتا ہوں اور جب وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں (میری رحمت) اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں، اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

(صحيح بخاري، كتاب التوحيد باب ذكر النبي صلى الله عليه وسلم و

روایة عن ربه، ص ۸۸۷، رقم الحدیث ۷۵۳۶، دار ابن الجوزی قاهره مصر، صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبه والاستغفار ص ۱۲۱۶ رقم الحدیث ۶۷۴۶، دار المعرفة بیروت)

حدیث:۲۰

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

انا الرحمٰن وانا خلقت الرحم، وَاَشْقَقْتُ لها من اسمی، فمن وصلها وصلته، ومن قطعها بتته

میں رحمٰن ہوں اور میں نے ہی رحم کو پیدا کیا ہے اور یہ میرے نام سے مشتق ہے، لہٰذا جس نے اسے ملایا میں اسے ملادوں گا اور جس نے اسے کاٹا تو میں اسے کاٹوں گا۔ اسے احمد اور بخاری نے ''الادب المفرد'' میں اور ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبدالرحمن بن عوف، ج ۲ ص ۱۲۶، رقم الحدیث ۱۶۸۰، دار الحدیث قاهره الادب المفرد، باب فضل صلة الرحم، ص ۵۳ رقم الحدیث ۵۳، دار الصدیق للنشر واللتوزیع، سنن ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب فی صلة الرحم، ج ۲ ص ۱۸۱ رقم الحدیث ۱۶۹۴، دار المعرفة بیروت، سنن ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی قطیعة الرحم، ص ۴۶۹، رقم الحدیث ۱۹۰۷، دار الکتب العلمیة بیروت، مستدرك علی الصحیحین کتاب البر والصلة ج ۴ ص ۱۷۳ رقم الحدیث ۷۲۶۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

حدیث:۲۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا پہناوا ہے جو ان میں سے کسی چیز پر تنازعہ کرے گا میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا، اسے احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند ابی هريرة، ج ۵ ص ۵۵۳ رقم الحديث ۷۳۷۶، دار الحديث قاهره، سنن ابو داؤد، كتاب اللباس باب ماجاء فى الكبر، ج ۴ ص ۷۸، رقم الحديث ۴۰۹۰، دار المعرفه بيروت، سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب البراءة من الكبر والتواضع ج ۳ ص ۴۸۴، رقم الحديث ۴۱۷۴، مكتبه اسلاميه لاهور، فيصل آباد، صحيح مسلم كتاب البر والصلة باب: تحريم الكبر، ص ۱۱۹۴ رقم الحديث ۶۶۲۳، دار المعرفة بيروت)

حدیث:۲۲

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"احب عبادی الی اعجلهم فطرا"

میرے بندوں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہیں جو (وقت ہو جانے پر) افطار میں جلدی کرتے ہیں۔ اسے احمد، ترمذی اور ابن حبان نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند ابی هريره، ج ۶ ص ۴۸۳ رقم الحديث ۸۳۴۲، دار الحديث قاهره، جامع ترمذی، کتاب الصوم، باب: ماجاء فى تعجيل الافطار ص ۱۹۸ رقم الحديث ۷۰۰، دار الكتب العلمية بيروت لبنان، صحيح ابن حبان، كتاب الصوم، باب ذكر البيان بان من احب العباد الى

اللہ من کان اعجل افطارا ص ۱۷۲ رقم الحدیث ۷۵۰۳، دار المعرفۃ بیروت)

حدیث: ۲۳

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میری عظمت اور بزرگی کی وجہ سے محبت کرنے والوں کے لئے نور کے منبر ہیں، ان پر انبیاء اور شہداء رشک کریں گے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی الحب فی اللہ ص ۵۶۹، رقم الحدیث ۲۳۹۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

حدیث: ۲۴

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

میرے بندے کی سب سے پسندیدہ عبادت جو وہ میرے لئے کرتا ہے وہ میرے ساتھ خیر خواہی ہے (یعنی میرے احکامات پر عمل کرنا ہے) اسے امام احمد نے بسند حسن روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، احادیث ابی امامۃ الباھلی، ج ۱۲ ص ۴۲۵، رقم الحدیث ۲۲۰۹۱، شرح السنۃ کتاب البر والصلۃ، باب النصیحۃ ج ۶ ص ۴۸۷، رقم الحدیث ۳۴۰۹، دار الکتب العلمیۃ)

حدیث: ۲۵

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

میری محبت ثابت ہے ان لوگوں کے لئے جو میری محبت کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ میری وجہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں، ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں۔ اسے امام احمد نے بسند صحیح اور طبرانی، حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، حدیث معاذ بن جبل، ج ۱۲ ص ۳۹۴ رقم الحدیث ۲۱۹۲۹، دار الاحدیث قاهره المعجم الکبیر، باب المیم، ادریس خولانی عن معاذ بن جبل، جز ۲۰ ج ۹ ص ۵۷، ۵۶، رقم الحدیث ۱۵۰، دار احیاء التراث العربی بیروت، مستدرك حاکم، کتاب البر والصلة، ج ۴ ص ۱۸۷، ۱۸۶، رقم الحدیث ۷۳۱۴، دار الکتب العلمیة بیروت، شعب الایمان، باب فی مقاربة و موادة اهل الدین، فصل فی المصافحة والمعانقة عند الاتقاء، ج ۶ ص ۴۸۳، رقم الحدیث ۸۹۹۲، دار الکتب العلمة بیروت لبنان، صحیح ابن حیان، کتاب البر والاحسان ص ۲۶۷ رقم الحدیث ۵۷۵، دار المعرفة بیروت، موطا امام مالك، کتاب الشعر، باب ماجاء فی المنعابین فی الله، ص ۷۳۷ رقم الحدیث ۱۷۷ فرید بك سٹال لاهور۔

حدیث:۲۶

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

جو شخص میرے بندوں میں سے جہاد کرنے پر میری رضا مندی اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جائے میں اس کا ضامن بن جاتا ہوں کہ اسے ثواب یا مال غنیمت کے ساتھ واپس کردوں، اگر میں اس کی جان قبض کرلوں تو اسے بخشوں گا، اس پر رحمت فرماؤں گا اور اسے جنت

میں داخل فرماؤں گا۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن عمر، ج ۴ ص ۳۶۶ رقم الحديث ۵۹۷۷، دار الحديث قاهره مصر، سنن نسائی، كتاب الجهاد، باب ثواب السريه التى تخفق ص ۷۱۶، رقم الحديث ۳۱۲۶، دار المعرفة، الجامع الصغير، ص ۳۷۵ رقم الحديث ۶۰۴۰، دار الكتب العلمية بيروت الترغيب والترهيب، كتاب الجهاد الترغيب فى القدوه فى سبيل الله والروحه، ج ۲ ص ۲۴۷ رقم الحديث ۱۹۴۰، دار الحديث قاهره مصر)

حدیث: ۲۷

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اپنے آپ سے عہد کیا ہے کہ جو آدمی انہیں بروقت پابندی سے ادا کرے گا میں اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو ان کو پابندی سے ادا نہیں کرے گا اس کے لئے میرا کوئی وعدہ نہیں"۔ اسے ابن ماجہ نے بسند حسن روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجة، ابواب اقامة الصلوٰة والسنه فيها، ج ۱ ص ۵۲۳ رقم الحديث ۱۴۰۳، مكتبه اسلاميه فيصل آباد لاهور، سنن ابو داؤد، كتاب الصلوٰة باب المحافظة على الصلوت، ج ۱ ص ۱۸۲، رقم الحديث ۴۳۰، دار المعرفة بيروت، البوصيرى مصباح الزجاجه، ج ۲ ص ۱۲)

حدیث: ۲۸

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ارشاد فرمایا:

اے عیسیٰ! میں تمہارے بعد ایک امت پیدا کروں گا، اگر ان کو پسند کی چیز ملے گی تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے اس کا شکرادا کریں گے۔ اگر ان پر کوئی آزمائش آئے گی تو وہ ثواب کی نیت سے صبر کریں گے، لیکن ان کے پاس نہ کوئی حلم ہوگا نہ علم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! جب ان کے پاس علم بھی نہیں ہوگا اور حلم بھی نہیں ہوگا تو پھر یہ عمل کیسے ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں انہیں اپنے علم وحلم سے خصوصی حصہ عطا فرماؤں گا۔ اسے احمد اور طبرانی نے بسند صحیح اور حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، ج ۴۵ ص ۵۲۹، رقم الحدیث ۲۷۵۴۵ موسہ الرسالہ بیروت، المعجم الاوسط، ج ۳ ص ۳۷۲ رقم الحدیث ۳۲۵۲، پر گریسو بکس لاہور، المستدرك علی الصحیحن، کتاب الجنائز، ج ۱ ص ۴۹۹، رقم الحدیث ۱۲۸۹، شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ عز و جل و شکرھا، ج ۴ ص ۱۱۵ رقم الحدیث ۴۴۸۲، دار الکتب العلمیة بیروت، لبنان.

حدیث:۲۹

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

جس کو یقین ہو کہ میں گناہ بخشنے پر قادر ہوں میں اس کو بخش دوں گا، مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے بشرطیکہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو۔ اسے طبرانی نے بسند صحیح اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

(المعجم الکبیر عکرمہ عن ابن عباس جز ۱۱ ج ٦ ص ۱۶۹ رقم

الحدیث ۱۱۶۱۵ ، دار احیاء التراث، مستدرك علی الصحیحین، كتاب التوبه والانابه، ج ۴ ص ۲۹۱ ، رقم الحدیث ۷۶۷۶، دار الكتب علیمه)

حدیث:۳۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

میں اپنے بندہ مومن کو آزماتا ہوں اور وہ اپنی تکالیف کی شکایت نہیں کرتا وت میں اس کو قید سے آزاد کر دیتا ہوں پھر اس کا گوشت اچھے گوشت سے بدل دیتا ہوں۔ اس کا خون اچھے خون میں بدل دیتا ہوں پھر وہ نئے سرے سے عمل شروع کر دیتا ہے''۔

(مستدرك علی الصحیحین، كتاب الجنائز، ج ۱ ص ۵۰۰، رقم الحدیث: ۱۲۹۰ ، دار الكتب العلمیه بیروت، شعب الایمان، باب فی عبادة المریض، فصل فی آداب العیاد ة ج ۶ ص ۵۴۷، رقم الحدیث ۹۲۳۹ ، دار الكتب العلمیه بیروت، شعب الایمان، باب فی الصبر علی المصائب، فصل فی ذكر ما فی الاوجاع والامراض، ج ۷ ص ۸۸ رقم الحدیث ۹۹۴۳ ، دار الكتب العلمیه بیروت، السنن الكبریٰ للبیهقی، كتاب الجنائز، باب ما ینبغی لكل مسلم ان یستشعره من الصبر...... ج ۴ ص ۶۴ رقم الحدیث ۶۵۴۸ ، دار الاحدیث قاهره مصر)

حدیث:۳۱

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمانوں کے کناروں تک بھی پہنچ جائیں پھر تو مجھ سے گناہوں کی بخشش چاہے تو میں تجھے معاف کر دوں گا مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔

اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر گناہ کر کے میرے پاس آ جائے لیکن تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے شرک نہ کیا ہو تو میں تجھے زمین بھر مغفرت عطا فرماؤں گا۔ اسے ترمذی بسند صحیح روایت کیا ہے"۔

(جامع ترمذی، کتاب الدعوات، باب: فضل التوبه والاستغفار، ص ۸۰ رقم الحدیث ۳۵۴۰، دارالکتب العلمیة بیروت، المعجم الاوسط، ج ۴ ص ۲۱۸ رقم الحدیث ۴۳۰۵ پروگریسو بکس لاهور، الترغیب فی فضائل الاعمال، باب من فضل الاستغفار و توابه، ص ۶۳ رقم الحدیث ۱۷۸ دارالکتب العلمیة بیروت)

حدیث:۳۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب فرماتا ہے:

اگر بندے میری اطاعت کریں تو میں رات کے وقت ان پر بارش برسا دوں اور دن میں ان پر سورج طلوع کروں اور کڑک کی ذرا بھی آواز ان تک نہ پہنچنے دوں۔ اسے امام احمد نے بسند صحیح اور حاکم نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند ابی هریره، ج ۶ ص ۵۸۰ رقم الحدیث ۸۶۹۳، دارالحدیث قاهره، مستدرك علی الصحیحین کتاب التتوبة والانابه ج ۴ ص ۲۸۵ رقم الحدیث ۷۶۵۸، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

حدیث:۳۳

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب ارشاد فرماتا ہے:

یہ میرا حق ہے کہ مجھ ہی سے ڈرا جائے اور میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور جو میرے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنانے

سے ڈر گیا تو میں اس کو بخشنے کا اہل ہوں۔ اسے احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے''۔

(مسند احمد، مسند انس بن مالك، ج ۸ ص ۵۳۴ رقم الحديث ۱۳۴۸۳، دار الحديث قاهره جامع ترمذی، كتاب تفسير القرآن، باب ومن سوره المدثر، ص ۷۶۸ رقم الحديث ۳۳۲۸، سنن ابن ماجه ابواب الزهد باب مايرجي من رحمه الله يوم القيامه ج ۳ ص ۵۲۶، رقم الحديث ۴۲۹۹، مكتبه اسلاميه لاهور فيصل آباد، السنن الكبرىٰ للنسائی، كتاب التفسير، ج ۱۰ ص ۳۱۷ رقم الحديث ۱۱۵۶۲ موسة الرسالة بيروت، مستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، تفسير سوره المدثر، ج ۲ ص ۵۵۲، رقم الحديث ۳۸۷۶، دار الكتب العلمية بيروت)

حدیث: ۳۴

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے ابن آدم! تو دن کے آغاز میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لیا کر میں تیرے لئے دن کے آخر تک کفایت کروں گا۔ اسے امام ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا۔

(جامع ترمذی، ابواب الوتر، باب ماجاء فی صلاة الضحیٰ، ص ۱۴۲ رقم الحديث ۴۷۵، دار الكتب العلمية بيروت، مسند احمد، حديث نعيم بن حماد الغطفانی، ج ۱۲ ص ۵۲۰، ۵۱۹ رقم الحديث ۲۲۳۶۸، ۲۲۳۶۹، ۲۲۳۷۰، ۲۲۳۷۱، دار الحديث قاهره مصر، الترغيب والترهيب، كتاب النوافل، الترغيب فی صلاة الضحیٰ، ج ۱ ص ۳۰۱، رقم الحديث ۱۰۰۹، ۱۰۰۸، ۱۰۰۷، دار الحديث قاهره مصر)

حدیث: ۳۵

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لئے یکسو ہو جا میں تیرے سینے و تونگری سے بھر دوں گا اور ہزار فقر ختم کردوں گا اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو مشغولیت سے بھر دوں گا اور تیری بھوک کبھی ختم نہیں ہوگی۔ اسے احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے''۔

(مسند احمد، مسند ابی هریره، ج ٦ ص ٥٧٧ رقم الحديث ٨٦٨١، دارالحديث قاهره جامع ترمذی، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع، ص ٥٨٥ رقم الحديث ٢٤٦٦ دارالكتب العلميه، سنن ابن ماجه ابواب الزبد باب الهم الدنيا، ج ٣ ص ٤٦١ رقم الحديث ٤١٠٧، مكتبه اسلاميه مستدرك على الصحيحين، كتاب التفسير، تفسير سوره حم عسق، ج ٢ ص ٤٨١، رقم الحديث ٣٦٥٧، دارالكتب العلميه بيروت، الاحسان بترتيب صحيح ابن حبان، كتاب البر والاحسان ص ٢٢٤ رقم الحديث ٣٩٣، دارالمعرفة بيروت)

حدیث: ۳۶

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

بے شک بندہ کو میں نے اس کے جسم کے لحاظ سے صحت دی اور اس پر کاروبار کی وسعت کی اس پر ہر پانچ سال گزرے میری طرف صرف محروم ہی قاصد بن کر آئے گا۔ اسے ابن حبان صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(صحيح ابن حبان، كتاب الحج، ص ١٠١٧ رقم الحديث ٣٧٠٣،

دار المعرفة بيروت، مسند ابی يعلی، مسند ابو سعيد الخدری، ص ۲۴۹ رقم الحديث ۱۰۳۲، دار المعرفة بيروت)

حدیث: ۳۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

جب میرا بندہ میرا ذکر کرتا ہے اور اپنے لبوں کو حرکت دیتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔

(اسے احمد، حاکم اور ابن ماجہ نے بسند صحیح روایت کیا ہے"۔ (مسند احد، مسند ابی هريره، ج ۷ ص ۵۲۴ رقم الحديث ۱۰۹۱۰، دار الحديث قاهره مصر، سنن ابن ماجه، ابواب الادب، باب فضل الذكر ج ۳ ص ۳۱۶ رقم الحديث ۳۷۹۲، مستدرك على الصحيحين، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح والذكر، ج ۱ ص ۶۷۳، رقم الحديث ۱۸۲۴، دار الكتب العلميه بيروت)

حدیث: ۳۸

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ جنت سے فرمائے گا کہ: اے اہل جنت! عرض کریں گے اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں، چنانچہ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ عرض کریں گے: ہم کیوں راضی نہ ہوئے جبکہ تو نے ہمیں وہ عطا فرمایا ہے جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو مرحمت نہیں فرمایا، پھر فرمائے گا کہ میں تمہیں اس سے بھی افضل چیز عطا فرمانے والا ہوں۔ عرض کریں گے: اے رب! کون سی چیز اس سے افضل ہے؟ چنانچہ

فرمائے گا کہ میں نے اپنی رضا کو تمہارے لئے حلال کر دیا ہے۔ لہٰذا اس کے بعد کبھی تم پر ناراضگی نہیں ہوگی۔ اسے احمد، بخاری، مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے"۔

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی صفة الجنة والنار، ص ۷۷۵، رقم الحدیث ۶۵۴۹، دار ابن الجوزی قاهره، صحیح مسلم، کتاب الجنة وصفة نعیمها، ص ۱۲۷۸، رقم الحدیث ۷۰۲۰، دار المعرفة بیروت جامع ترمذی، کتاب صفة الجنة ص ۶۰۳ رقم الحدیث ۲۵۵۵، دار الکتب العلمیه، مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری، ج ۸ ص ۱۱۸ رقم الحدیث ۱۱۸۷۴ دار الحدیث قاهره)

حدیث:۳۹

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ قیامت کے دن اس شخص سے فرمائے گا جس کو دوزخ میں سب سے کم عذاب ہوگا کہ اگر تیرے پاس زمین کی ساری چیزیں ہوں تو کیا انہیں اپنے بدلہ میں دے دیتا؟ تو وہ اثبات میں جواب دے گا تو اللہ فرمائے گا کہ میں نے اس سے بھی آسان چیز تجھ سے چاہی تھی جبکہ تو آدم کی پیٹھ میں تھا۔ تو تو نے انکار کیا اور میرے ساتھ شرک کرتا رہا۔ اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ص ۷۷۵ رقم الحدیث ۶۵۵۷، صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامهم، ص ۱۲۶۹ رقم الحدیث ۷۰۱۴)

حدیث:۴۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا:

میری عزت وجلال کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج جس دن کوئی سایہ نہیں میں انہیں اپنے سایہ رحمت میں جگہ دوں گا اسے احمد اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند ابی هریره ج ٦ ص ١٠ ٥ رقم الحدیث ٨٤٣٦، دارالحدیث قاهره مصر صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فی فضل الحب الله ص ١١٧٥، رقم الحدیث ٦٤٩٤، دارالمعرفة بیروت)

ہم دنیا وآخرت میں اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا وخوشنوی کا سوال کرتے ہیں۔ ہم نعماء ومصائب ہر صورت میں اس کی حمد وثناء اور اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور درود و سلام بھیجتے ہیں نبی المصطفیٰ، رسول المجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام ورسولان عظام پر اور ان کی تمام آل واصحاب اور متبعین پر، الحمد للہ رب العالمین۔

"فرائد القلائد

علیٰ

احادیث شرح العقائد"

اُردو ترجمہ بنام

احادیثِ شرحِ عقائد

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ وتخریج

ابو ذہب محمد ظفر علی سیالوی غفرلہ

ناشر
اکبر بُک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اے میرے پروردگار! میرے علم میں اضافہ فرما، اے کریم!

تمام تعریفیں اللہ کے لئے جو بلند و بالا ہے، اور اس کے ان بندوں کو سلام جنہیں اس نے چنا ہے۔

اور حمد و ثناء کے بعد! پس اللہ باری تعالیٰ کے بندوں میں سب سے زیادہ مستحق علی بن سلطان محمد ہروی القاری کہتا ہے کہ: مجھ سے میرے کسی مخلص ترین بھائی نے جلیل القدر علامہ، سمندرِ علم، خوب سمجھدار، زبدۃ المحققین، عمدۃ المدققین، مولانا سعد الملۃ والدین (سعد الدین تفتازانی) کی کتاب "شرح عقائد" میں مذکورہ احادیث میں سے ایک حدیث کے بارے میں سوال کیا، اور اس نے مجھ سے یہ بھی ذکر کیا کہ اس نے علم حدیث کے بعض ایسے ماہرین سے یہی سوال کیا جن کا دعویٰ تھا وہ احادیث کی چھان پھٹک میں خوب ید طولیٰ رکھتے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ "یہ حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ صریح ثابت بھی نہیں ہے"، حالانکہ میں نے دیکھا کہ یہ حدیث وہ ہے جسے مسلم نے اپنی صحیح میں تخریج کیا، لہٰذا کسی مسلمان کو یہ جائز نہیں کہ وہ اس حدیث کی صحت میں طعن کرے، چنانچہ میں نے چاہا کہ میں اس کتاب کی احادیث کی مکمل تخریج کردوں، تاکہ طالبعلموں کے لئے اس کی تمام حالت کا بیان ہو جائے، میں نے اس تحقیق کا نام "**فرائد القلائد علی احادیث شرح العقائد**" رکھا، امید ہے کہ میرا ذکر رہتی دنیا تک خالص دعوت پیش کرنے والے مخلصین میں کیا جائے گا، اور یہ بھی امید ہے کہ میرا حشر آخرت میں باعمل علماء کے ساتھ ہوگا، لہٰذا اب میں اپنے مقصد کو اللہ بادشاہ عبادت کے لائق کی مدد سے شروع کرتا ہوں اور میں کہتا ہوں کہ:

۱- اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"اَلْبَيِّنَةُ عَلَى الْمُدَّعِى، وَالْيَمِينُ عَلٰى مَنْ اَنْكَرَ"

دلیل مدعی پر ہے اور قسم اس پر جو انکار کرے۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الام" میں ان الفاظ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے تخریج کی ہے۔

(الام، باب: الخلاف فی الیمین مع الشاهد، جلد: ۷، صفحه: ۱۲، دارلمعرفة بیروت)

اور اسے ترمذی اور دار قطنی نے حدیث عمرو بن شعیب بن ابیہ عن جدہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الاحکام، باب: ماجاء فی ان البینة علی المدعی والیمین علی المدعی علیه، صفحه: ۳۴۵، رقم الحدیث: ۱۳۴۱، دارالکتب العلمیة بیروت، سنن دارقطنی، کتاب الحدود والدیات، جلد: ۴، صفحه: ۱۱۴، رقم الحدیث: ۳۱۹۰، مؤسسة الرسالة بیروت، سنن دارقطنی، خبر واحد یوجب العمل، جلد: ۵، صفحه: ۲۷۶، رقم الحدیث: ۴۳۱۱؛ سنن دارقطنی، کتاب عمر الی ابی موسیٰ الاشعری، جلد: ۵، صفحه: ۳۶۷، رقم الحدیث: ۴۴۷۱، سنن دارقطنی، فی المراۃ ؟؟، جلد: ۵، صفحه: ۳۸۹، رقم الحدیث: ۴۵۰۷)

اور امام نووی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔

(الاذکار، الاحادیث التی علیها مدار الاسلام، صفحه ۵۷۲، رقم الحدیث: ۱۰۷۷، دار ابن کثیر بیروت)

بیہقی وغیرہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے، اور اس کا بعض حصہ بخاری اور مسلم بھی ہے، یعنی:

اَلْيَمِينُ عَلَى الْمُدَّعٰى عَلَيْهِ

قسم مدعی علیہ پر ہے۔

(صحيح بخاری، كتاب الرهن، باب: اذا اختلف الراهن والمرتهن ونحوه، صفحه: ۲۹۵، رقم الحديث: ۲۵۱۴، دار ابن الجوزی قاهره، مصر، صحيح مسلم، كتاب الاقضية، باب: اليمين على المدعى عليه، صفحه: ۸۱۲، رقم الحديث: ۴۴۴۵، السنن الكبرىٰ، جلد: ۸، صفحه: ۲۱۳، رقم الحديث: ۱۶۴۴۵، دار الكتب العلمیه بيروت، السنن الكبرىٰ، جلد: ۸، صفحه: ۴۸۴، رقم الحديث: ۱۷۲۸۸، السنن الكبرىٰ، جلد: ۱۰، صفحه: ۲۵۲، رقم الحديث: ۲۰۵۳۷)

۲- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

"اَلْحِنْطَةُ بِالْحِنْطَةِ مِثْلًا بِمِثْلٍ"

اسے مختصر اور بالمعنی نقل کیا گیا اس حدیث سے جسے مسلم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ان الفاظ سے نقل کیا ہے:

سونے کے بدلے سونا، چاندی کے بدلے چاندی، گندم کے بدلے گندم، جو کے بدلے جو، کھجور کے بدلے کھجور اور نمک کے بدلے نمک نہ بیچو مگر برابر برابر اور ہاتھوں ہاتھ۔ تو جس نے زیادہ کیا وہ سود ہے، لینے دینے والا دونوں برابر ہیں۔

(صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب: الصرف وبيع الذهب بالورق نقداً، صفحه: ۷۳۹، رقم الحديث: ۴۰۳۹، دار المعرفة بيروت)

۳- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

"اَلْقُرْآنُ كَلَامُ اللهِ تَعَالٰى غَيْرُ مَخْلُوْقٍ، وَمَنْ قَالَ: اِنَّهُ مَخْلُوْقٌ، فَهُوَ كَافِرٌ بِاللهِ الْعَظِيْمِ"

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور غیر مخلوق ہے اور جو کہے کہ قرآن مخلوق ہے تو اللہ کی قسم وہ کافر ہے۔

اسے ابن عدی نے "الکامل" میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور ابن جوزی نے "موضوعات" میں اور دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الكامل في الضعفاء الرجال، احمد بن محمد بن حرب ابو الحسن الملحمي، رقم الترجمة، ۴۶، جلد: ۱، صفحه: ۳۳۰، دار الكتب العلمية بيروت، الموضوعات، كتاب التوحيد، جلد: ۱، صفحه: ۱۰۷، المكتبة السلفية، المدينة المنورة، مسند الفردوس، جلد: ۳، صفحه: ۲۲۷-۲۲۸، رقم الحديث: ۴۶۶۸، دار الكتب العمية)

صغانی نے کہا ہے کہ یہ موضوع ہے۔

(الموضوعات، صفحه: ۷۶، رقم الحديث: ۱۳۴، دار المامون للثرات دمشق)

اور امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے تمام طرف سے باطل ہے۔(المقاصد الحسنة، حرف القاف، صفحه: ۴۸۷، دار الكتاب العربي بيروت)

اور اس کو ابن ربیع شہبانی نے ''تمیز'' میں نقل کیا ہے۔

(تمييز الطيب من الخبيث، صفحه: ۱۳۲، رقم الحديث: ۹۵۱، دار الكتب العلميه بيروت)

تم اپنے رب کو دیکھو گے:

۴-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ''

تم اپنے رب کو ایسے دیکھو گے جیسے چودھویں کے چاند کو دیکھتے ہو۔

یہ حدیث کثیر الفاظ وطرف سے مروی ہے، بخاری، مسلم، احمد، ابن ماجہ اور حاکم وغیرہ نے اس کی تخریج کی ہے۔

(صحيح بخاری، كتاب مواقيت الصلاة، باب: فضل صلاة العصر، صفحه: ۷۶، رقم الحديث: ۵۵۴، صحيح مسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب: فضل صلاتي الصبح والعصر، صفحه: ۲۹۸، رقم الحديث: ۱۴۳۲، دار المعرفة بيروت، مسند احمد، حديث جرير بن عبدالله رضي الله عنه، جلد: ۱۱، صفحه: ۲۷۱، رقم الحديث:

۱۹۰۹۰، دار الحدیث قاهره، سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب: فی ذکر الخوارج، صفحه: ۳۳، رقم الحدیث: ۱۷۷، دار السلام، الریاض، سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی الرؤیة، جلد: ۴، صفحه: ۳۰۶، رقم الحدیث: ۴۷۲۹، دار المعرفة بیروت)

حضور نے رب کا دیدار کیا:

۵- ان کا یہ قول کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں اختلاف تھا کہ کیا شب معراج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب تعالیٰ کا دیدار کیا؟

بخاری، مسلم، نسائی اور حاکم وغیرہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ

"اَنَّهٗ رَاٰهُ"

بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کا دیدار کیا۔

(السنن الکبریٰ، کتاب التفسیر، باب: قوله تعالیٰ ما کذب الفواد رای، جلد: ۱۰، صفحه: ۲۷۶، رقم الحدیث: ۱۱۴۷۳، مؤسسة الرسالة بیروت)

اور مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کے خلاف روایت کیا ہے۔

۶- صاحب "عقائد" کا یہ قول کہ اس بارے میں احادیث مبارکہ موجود ہیں بعض طاعات سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے، ان میں سے ایک صلہ رحمی ہے۔

صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یُّبْسَطَ لَهٗ فِیْ رِزْقِهٖ، وَیَنْسَاَلَهٗ فِیْ اَثَرِهٖ، فَلْیَصِلْ

رَحِمَہٗ"

جو یہ پسند کرے کہ اس کے رزق اور عمر میں برکت ہو تو وہ صلہ رحمی کرے۔

(صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب: من احب البسط فی الرزق، صفحہ: ۲۴۳، رقم الحدیث: ۲۰٦۷، دار ابن الجوزی قاهره مصر، صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب: صلة الرحم...... صفحہ: ۱۱۷۱، رقم الحدیث: ٦۴۷۰، دار المعرفة بیروت)

نیکی سے عمر میں اضافہ:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دعا سے تقدیر بدل جاتی ہے اور نیکی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔

اسے ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب القدر، باب: ماجاء لا یرد القدر الا الدعاء، صفحہ: ۵۱٦، رقم الحدیث: ۲۱۳۹، دار الکتب العلمیه بیروت، سنن ابن ماجه، کتاب السنة، صفحہ: ۱۸، رقم الحدیث: ۹۰، دار السلام، الریاض، عرب شریف، صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، صفحہ: ۳۴۰، رقم الحدیث: ۸۷۲، دار المعرفة بیروت، مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، جلد: ۳، صفحہ: ۵۴۸، رقم الحدیث: ٦۰۳۹، دار الکتب العلمیه)

۷۔سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ"

اے اللہ! میری قوم کو ہدایت عطا فرما بے شک وہ لاعلم ہیں۔

اسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں ان الفاظ سے حضرت عبداللہ بن عبید سے روایت کیا ہے۔

(شعب الایمان، باب فی حب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، فصل فی حدبه علی امته ورافته بهم، جلد: ۲، صفحه: ۱۶۴، رقم الحدیث: ۱۴۴۷-۱۴۴۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

۸-اور صاحب ''عقائد'' کا یہ قول کہ:

منکر نکیر کے سوال ہوں گے، دونوں فرشتے قبر میں داخل ہوتے ہیں اور بندے سے اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوال کرتے ہیں۔

یہ اتنے کثیر طرف اور الفاظ سے مروی ہے کہ تواتر معنوی تک پہنچتی ہے، جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''شرح الصدور فی احوال القبور'' میں ذکر کیا ہے۔

(شرح الصدور میں ہے کہ یہ احادیث متواتر ہیں جو کہ حضرت انس، حضرت براء، تمیم داری، بشیر بن کمال، حضرت ثوبان، حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن رواحہ، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت حذیفہ، حضرت ضمرہ بن حبیب، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن مسعود، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عمرو بن عاص، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی امامہ، حضرت ابی درداء، حضرت ابی رافع، حضرت ابی سعید خدری، حضرت ابو قتادہ، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو موسیٰ، حضرت اسماء اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہیں اور پھر تمام احادیث کو امام سیوطی لائے ہیں۔ سیالوی)

بول کی وجہ سے عذاب قبر:

۹-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اِسْتَنْزِهُوْا مِنَ الْبَوْلِ، فَاِنَّ عَامَّةَ عَذَابَ الْقَبْرِ مِنْهُ''

پیشاب سے بچو (چھینٹوں سے) کیونکہ قبر کا عذاب عام طور پر اس کی وجہ سے ہوتا ہے۔

اسے حاکم نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔
(المستدرك، كتاب الطهارة، جلد: ١، صفحه: ٢٩٣، رقم الحديث: ٦٥٤، دار الكتب العلمية بيروت)

اور دارقطنی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے "تَنَزَّهُوْا" کے لفظ سے نقل کی ہے۔ (سنن دارقطني، جلد: ١، صفحه: ١٧٠، ١٧١، رقم الحديث: ٤٥٧، ٤٥٨، دار القدس، قاهره، مصر)

قول ثابت کیا ہے:

١٠-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ" (ابراہیم:٢٧)

یہ عذاب قبر کے بارے نازل ہوئی، جب بندے سے کہا جائے گا: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور تیرا نبی کون ہے؟ تو وہ کہے گا:

میرا رب اللہ ہے، اور میرا دین اسلام ہے، اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اسے امام احمد، بزار اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند ابى سعيد الخدرى، جلد: ٧، صفحه: ٥٣٦، رقم الحديث: ١٠٩٤٢، دار الحديث قاهره مصر، كشف الاستار عن زوائد البزار، كتاب الجنائز، باب: السؤال فى القبر، جلد: ١، صفحه: ٤١٢، رقم الحديث: ٨٧٢، مؤسسة الرسالة، بيروت، اثبات عذاب القبر، صفحه: ٢٧، رقم الحديث: ٣٠، دار الكتب العلمية بيروت)

اور ابن ابی شیبہ، ابن حبان اور حاکم "صحیح" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کی تخریج کی ہے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب الجنائز، باب: ذکر الخبر المدحض قول من زعم ان الميت...... صفحه: ۸۷۵، رقم الحديث: ۳۱۱۳، دار المعرفة بيروت، المصنف، كتاب الجنائز، باب: في نفس المؤمن كيف تخرج و نفس الكافر، جلد: ۳، صفحه: ۵۲، رقم الحديث: ۱۲۰۶۲، مكتبة الرشد رياض، مستدرك على الصحيحين، كتاب الجنائز، جلد: ۱، صفحه: ۵۳۵، رقم الحديث: ۱۴۰۳، دار الكتب العلمية بيروت)

۱۱-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِذَا قُبِرَ الْمَيِّتَ اَتَاهُ مَلَكَانِ اَسْوَدَانِ . يُقَالُ لِاَحَدِهِمَا: مُنْكَرٌ، وَلِلْآخِرِ: نَكِيْرٌ......"

جب میت کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو سیاہ رنگ کے فرشتے آتے ہیں، ان میں ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے۔

اسے ترمذی نے نقل کیا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور اسے حسن کہا ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، صفحہ: ۲۷۹، رقم الحدیث: ۱۰۷۱، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۱۲-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ، اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النَّارِ"

"قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔"

اسے ترمذی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے۔

(جامع ترمذی، ابواب صفۃ القیامۃ والرقائق والورع، صفحہ: ۵۸۴، رقم الحدیث: ۲۴۶۰، دار الکتب العلمیہ بیروت)

۱۳-صاحب ''عقائد'' کا یہ قول کہ حدیث شریف میں ہے:
''اَهْلُ الْجَنَّةِ جُرْدٌ مُرْدٌ......''
اہل جنت کی نہ داڑھی اگی ہوگی اور نہ غیر ضروری بال۔
اسے احمد اور طبرانی نے بسند حسن نقل کیا ہے۔
(مسند احمد، مسند ابی هريرة، جلد: ٦، صفحه: ٢٧٦، رقم الحديث: ٧٩٢٠، دار الحديث قاهره، المعجم الصغير، من اسمه محمد، محمد بن طاهر، صفحه: ۵۴۴، رقم الحديث: ۸۰۸، شبير برادرز لاهور)
اور ترمذی نے حضرت معاذ بن جبل سے روایت کیا اور حسن قرار دیا ہے۔
(جامع ترمذی، كتاب صفة الجنة، باب: ماجاء في سن اهل الجنة، صفحه: ٧٠٠، رقم الحديث: ۲۵۴۵)

جہنمی کی داڑھ:

۱۴-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
''اِنَّ الْجَهَنَّمِیَّ ضِرْسَهٗ مِثْلُ اُحُدٍ''
بے شک دوزخی کی داڑھ احد پہاڑ کی طرح ہوگی۔
اسے مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
(صحيح مسلم، كتاب الجنة وصفة نعيمها واهلها، صفحه: ١٢٨۵، رقم الحديث: ٧١١۴، دار المعرفة بيروت)
۱۵-مصنف کا یہ قول کہ حدیث شریف میں ہے کہ
''اِنَّ كُتُبَ الْاَعْمَالُ تُوْزَنُ''
بے شک اعمال کی کتابیں تولی جائیں گی۔
یہ حدیث بطاقہ ہے، جسے امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور حسن وصحیح کہا۔
(مسند احمد، مسند عبدالله بن عمرو، جلد: ۵، صفحه: ۲۹۹، رقم

الحدیث: ۲۹۹۴، دار الحدیث قاهره، جامع ترمذی، کتاب الایمان، باب: ماجاء فیمن یموت وهو یشهد ان لا اله الا الله، صفحه: ۶۲۲، رقم الحدیث: ۲۶۳۹، دار الکتب العلمیة بیروت، سنن ابن ماجه، کتاب الزهد، باب: صفة امة محمد صلی الله علیه وسلم، صفحه: ۷۸۸، رقم الحدیث: ۴۳۰۰، دار السلام، الریاض، عرب شریف، مستدرك علی الصحیحین، کتاب الدعاء والتکبیر والتهلیل والتسبیح والذکر، جلد: ۱، صفحه: ۷۱۰، رقم الحدیث: ۱۹۳۷، دار الکتب العلمیة بیروت)

۱۶-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ مومن کو قریب فرمائے گا اور پردہ ڈال کر چھپالے گا، پھر فرمائے گا: تو نے فلاں گناہ کیا؟ کیا تو نے فلاں گناہ کیا؟ عرض کرے گا: ہاں میرے رب! یہاں تک کہ تمام گناہوں کا اعتراف کرلے گا اور سوچے گا کہ اب ہلاک ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی اور آج تجھے بخش دیا اور اسے نیکیوں کی کتاب دی جائے گی، لیکن جو کافر اور منافق ہیں ان کے متعلق گواہ کہیں گے: یہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ باندھا تھا، جان لو کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔"

اسے بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب: قول الله تعالیٰ "الا لعنة الله علی الظالمین" صفحه: ۲۸۶، رقم الحدیث: ۲۴۴۱، دار ابن الجوزی، قاهره، صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب: قبول توبة القاتل، صفحه: ۱۲۴۹، رقم الحدیث: ۲۷۶۸)

حوض کوثر:

۱۷-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"حَوْضِیْ مَسِیْرَةُ شَهْرٍ، وَزَایَاهُ سَوَاءٌ، وَمَاءُهُ اَبْیَضُ مِنَ اللَّبَنِ،

وَرِيحُهُ أَطْيَبُ مِنَ الْمِسْكِ، وَكِيزَانُهُ أَكْثَرُ مِنْ نُجُومِ السَّمَاءِ
مَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَا يَظْمَأُ أَبَدًا"

میرا حوض ایک مہینہ کی مسافت کے برابر ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، اس کی خوشبو مشک سے زیادہ خوشبودار، اس کے پیالے آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہیں، جو اس میں سے ایک بار پانی پی لے گا تو اسے کبھی پیاس نہیں لگے گی۔

اسے بخاری مسلم نے ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(صحيح بخاری، كتاب الرقائق، باب: في الحوض وقول الله تعالىٰ انا اعطينك الكوثر، صفحه: ٧٧٧، رقم الحديث: ٦٥٧٩، دار ابن الجوزی، قاهره، صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب: اثبات حوض نبينا صلى الله عليه وسلم وصفاته، صفحه: ١٠٦٩، رقم الحديث: ٥٩٢٨، دار المعرفة بيروت)

۱۸- صاحب "عقائد" کا یہ قول کہ:

اور صراط حق ہے اور وہ ایک پل ہے جسے قیامت کے دن جہنم کی پشت پر بچھایا جائے گا اور جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگی، اہل جنت اس کو پار کریں گے اور اہل جہنم کے قدم اس میں پھسل جائیں گے، یہاں تک کہ مومنین میں سے کچھ تو ایسے ہوں گے جو اس کو اچکنے والی بجلی کی طرح پار کریں گے اور کچھ تیز ہوا کی طرح، اور کچھ تیز رفتار گھوڑے کی طرح پار کریں گے، اس کے علاوہ ان مختلف طریقوں سے پار کیا جائے گا جو احادیث میں وارد ہیں، یعنی وہ احادیث جن کو بخاری مسلم وغیرہ نے کثیر طرق سے روایت کیا ہے۔

(صحيح بخاری، رقم الحديث: ٧٤٣٩، صحيح مسلم: ١٨٣)

کبیرہ گناہ:

۱۹- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ:

بے شک کبیرہ گناہ نو ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا، اور کسی جان کو بغیر حق کے قتل کرنا، پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگانا، زنا کرنا، میدان جہاد سے بھاگ جانا، اور جادو کرنا، اور یتیم کا مال کھانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا اور حرم میں گناہ کرنا۔

اسے امام بخاری نے ''الادب المفرد'' میں، ابن جریر نے ''تفسیر'' میں بسند حسن اور وہ موقوف ہے اور اس میں زنا کی جگہ سود کا ذکر ہے، اور ابن جعد نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

(الادب المفرد، باب: لین الکلام لوالدیه، صفحه: ۳۸، رقم الحدیث: ۸، دار الصدیق للنشر والتوزیع، تفسیر جامع البیان، جلد: ۸، صفحه: ۲۳۹، رقم الحدیث: ۹۱۸۷، مؤسسة الرسالة بیروت، مسند ابن الجعد، صفحه: ۴۷۷، رقم الحدیث: ۳۳۰۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

۲۰-وَزَادَ عَلِیٌّ كَرَّمَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ: اَلسَّرِقَةُ وَ شُرْبُ الْخَمْرِ

اور حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے چوری کرنے اور شراب کو زیادہ کہا ہے۔

اس کو امام بخاری نے سند حسن کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(الادب المفر[illegible]: عقوبة عقوق الوالدین، صفحه [illegible]، ر[illegible]م الحدیث: ۳۰)

۲۱-سید الان[illegible] صلی [illegible] علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِيْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ''

زانی جب زنا کرتا ہے تو مومن نہیں ہوتا۔

بخاری اور مسلم نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب المظالم والغصب، باب: النهی بغیر اذن صاحبه، صفحه: ۲۹۰، رقم الحدیث: ۲۴۷۵، صحیح مسلم، کتاب

الایمان، باب: بیان نقصان الایمان بالمعاصی..... صفحہ: ۸۲، رقم الحدیث: ۲۰۰)

۲۲-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ ۔"

جو امانت دار نہیں اس کا کوئی دین نہیں۔

اسے طبرانی نے "کبیر" میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الکبیر، عبدالرحمان بن ثابت بن ثوبان، جلد: ۸، صفحہ: ۱۹۵، رقم الحدیث: ۷۷۹۸، مکتبہ ابن تیمیہ، المعجم الکبیر، عکرمة عن ابن عباس، جلد: ۱۱، صفحہ: ۲۱۳، رقم الحدیث: ۱۱۵۳۲، مکتبہ ابن تیمیہ)

۲۳-قَوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِاَبِیْ ذَرٍّ "وَاِنْ سَرَقَ، عَلٰی رَغْمِ اَنْفِ اَبِیْ ذَرٍّ"

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

"اگر چہ زنا کرے، اگر چہ چوری کرے حضرت ابوذر کی نا گواری کے باوجود۔"

جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا:

مَنْ قَالَ: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَاِنْ زَنٰی وَاِنْ سَرَقَ

جس نے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا، اگر چہ زنا کرے اور چوری کرے، (آخر کار جنت میں داخل ہوگا)

(صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۴۰۸، ۲۳۸۸، ۳۲۲۲، ۵۸۲۷، ۶۲۶۸، ۶۴۳۲، ۶۴۴۴، ۷۴۸۷، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: من مات لایشرک باللہ شیأ، صفحہ: ۹۶، رقم الحدیث: ۲۶۸)

ترک نماز:

۲۴-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ تَرَكَ الصَّلَاةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ ۔"

جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا۔

اسے طبرانی نے انہی الفاظ سے "اوسط" میں حضرت انس سے بسند حسن روایت کیا ہے۔

(المعجم الاوسط، من اسمه جعفر، جلد: ۳، صفحه: ۳۲۵، رقم الحديث: ۳۳۴۸)

مژدہ جانفزا:

۲۵-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"شَفَاعَتِيْ لِأَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ أُمَّتِيْ ۔"

میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔

مشہور حدیث ہے، اسے ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی نے "شعب" میں حضرت انس سے روایت کیا اور صحیح کہا، اور حاکم نے حضرت جابر سے روایت کیا اور صحیح کہا، اور طبرانی نے ابن عباس و ابن عمر رضی اللہ عنہم سے اور بیہقی نے "البعث" حضرت کعب عجرہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابى داؤد، كتاب السنة، باب: فى الشفاعة، جلد: ۴، صفحه: ۳۰۹، رقم الحديث: ۴۷۳۹، دار المعرفة بيروت، جامع ترمذى، ابواب صفة القيامة والرقائق والورع، صفحه: ۵۷۹، رقم الحديث: ۲۴۳۵، دار الكتب العلميه، شعب الايمان، باب فى حشر الناس بعد ما يبعثون من قبورهم، فصل: فى اصحاب الكبائر اذا...... جلد: ۱، صفحه: ۲۸۷، رقم الحديث: ۳۱۰، دار الكتب العلمية بيروت، مستدرك على الصحيحين، كتاب الايمان، جلد: ۱، صفحه: ۱۴۰، رقم الحديث:

۲۳۱، ۲۳۰، دار الکتب العلمیة، المعجم الاوسط، من اسمه عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن بن معاویة، جلد: ۴، صفحه: ۲۶۱، رقم الحدیث: ۴۷۱۳، المعجم الاوسط، من اسمه محمد، محمد بن محمد، جلد: ۵، صفحه: ۳۶۱، رقم الحدیث: ۵۹۴۲، البعث والنشور، صفحه: ۵۵، رقم الحدیث: ۱، مرکز الخدمات والابحاث الشفافیة، بیروت الشریعة، باب ماروی ان الشفاعة انما هی لاهل الکبائر، جلد: ۳، صفحه: ۲۱۳، رقم الحدیث: ۷۸۰)

ایمان کی تفصیل:

۲۶-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ"

کہ تو اللہ پر ایمان لائے۔

یعنی فرشتے، اور کتابیں اور رسول اور قیامت کے دن اور اچھی بری تقدیر پر ایمان لائے، تصدیق کرے۔

اسے مسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، صفحه: ۲۵، رقم الحدیث: ۹۳، دار المعرفة بیروت)

ثابت قلبی کی دعا:

۲۷-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ

اسے امام احمد نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہ دعا کرتے:

اَللّٰهُمَّ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِكَ

اے دلوں کو پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ۔

(مسند احمد، حدیث ام سلمة، جلد: ۱۴، صفحه: ۲۸۱، رقم الحدیث: ۲۶۴۵۵، دار الحدیث قاهره، جامع ترمذی، کتاب الدعوات، صفحه: ۸۰۷، رقم الحدیث: ۳۵۲۲، دار الکتب العلمیة بیروت) .

جو کلمہ پڑھ لے:

۲۸-قَوْلُهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأُسَامَةَ حِيْنَ قَتَلَ مَنْ قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ: "هَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ؟"

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا جبکہ انہوں نے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے "لا الٰہ الا اللہ" کہا تھا، کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھ لیا تھا؟"

اسے بخاری اور مسلم نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب: بعث النبی صلی الله علیه وسلم اسامة بن زید الی الحرقات من جهینة، صفحه: ۵۰۴، رقم الحدیث: ۴۲۶۹، دار ابن الجوزی قاهره، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: تحریم قتل الکافر بعد ان قال لا اله الا الله، صفحه: ۹۷، رقم الحدیث: ۲۷۳، دار المعرفة بیروت)

ارکان اسلام:

۲۹-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اسلام یہ ہے کہ تو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرے، زکوٰۃ ادا کرے، رمضان کے روزے رکھے اور اگر وسعت ہے تو حج ادا کرے۔

اسے بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: بیان الصلوات التی هی احد

ارکان اسلام، صفحہ: ۶۷، رقم الحدیث: ۱۰۰، دار المعرفۃ بیروت، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: سؤال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان...... صفحہ: ۱۶، رقم الحدیث: ۵۰، دار ابن الجوزی قاھرہ مصر)

کیا تم جانتے ہو ایمان کیا ہے؟

۳۰-"لِقَوْمٍ وَفَدُوا عَلَيْهِ: اَتَدْرُوْنَ مَا الْإِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ؟ قَالُوْا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ، قَالَ: شَهَادَةُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامُ الصَّلٰوةِ، وَاِيْتَاءُ الزَّكٰوةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَاَنْ تُعْطُوْا مِنَ الْمَغْنَمِ الْخُمُسَ"

ایک قوم کا وفد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا (وفد عبد القیس) ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ خدائے واحد پر ایمان لانا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: گواہی دینا کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے اور محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، اور زکوۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال غنیمت خمس ادا کرو۔

اسے بخاری اور مسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب: اداء الخمس من الایمان، صفحہ: ۱۷، رقم الحدیث: ۵۳، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: الامر بالایمان باللہ تعالیٰ ورسولہ وشرائع الدین، صفحہ: ۱۷، رقم الحدیث: ۱۰۸)

ایمان کی شاخیں:

۳۱-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلْإِيْمَانُ بِضْعٌ وَّسَبْعُوْنَ شُعْبَةً، اَعْلَاهَا قَوْلُ: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ،

وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ"

ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں، ان سب سے اعلیٰ لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا اللّٰهُ ہے اور ان سے ادنیٰ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے۔

اسے بخاری اور مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الایمان، صفحہ: ۱۲، رقم الحدیث: ۹، دار ابن الجوزی، قاھرہ، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب: بیان علد شعب الایمان...... صفحہ: ۷۸، رقم الحدیث: ۱۵۲، دار المعرفة بیروت)

خوش بخت کون:

۳۲۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلسَّعِيْدُ مَنْ سَعِدَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ، وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ".

خوش بخت ماں کی شکم سے ہی خوش بخت پیدا ہوتا ہے اور بدنصیب شکم مادر سے ہی بدنصیب پیدا ہوتا ہے۔

اسے بزار نے بسند صحیح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار، کتاب القدر، باب: استقرت النطفة فی الرحم، جلد: ۳، صفحہ: ۲۳، رقم الحدیث: ۲۱۵۰، مؤسسة الرسالة بیروت)

۳۳۔ مصنف شرح العقائد فرماتے ہیں:

"اَمَّا نُبُوَّةُ آدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَبِالْكِتَابِ، وَكَذَا بِالسُّنَّةِ"

بہر حال آدم علیہ السلام کی نبوت تو کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

"عَنْ اَبِيْ اُمَامَةَ: اَنَّ رَجُلًا قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَبِيٌّ كَانَ آدَمُ؟

قَالَ: نعَمْ"

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی:
یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آدم علیہ السلام نبی تھے؟ فرمایا: ہاں۔
اس کو حاکم نے نقل کیا اور صحیح کہا اور ابن حبان نے بھی صحیح میں نقل کیا ہے۔

(مستدرك علی الصحيحين، كتاب التفسير، باب: من سورة البقرة، جلد: ٢، صفحه: ٢٨٨، رقم الحديث: ٣٠٣٩، صحيح ابن حبان، كتاب التاريخ، باب: ذكر الاخبار عن وضع ابليس التاج علی رأس من كان اعظم فتنة من جنوده، صفحه: ١٦٤٦، رقم الحديث: ٦١٩٠، دار المعرفة بيروت)

۳۴-مصنف کا قول کہ حدیث شریف میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہوں گے۔

اسے بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔

(صحيح بخاری، كتاب المظالم والغصب، باب: كسر الصليب وقتل الخنزير، صفحه: ٢٩٠، رقم الحديث: ٢٤٧٦، دار ابن الجوزی، قاهره، صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب: نزول عيسَی ابن مريم حاكما بشريعة نبينا محمد صلی الله عليه وسلم، صفحه: ١١٨، رقم الحديث: ٣٨٧، دار المعرفة بيروت)

انبیاء علیہم السلام کی تعداد:

۳۵-مصنف فرماتے ہیں:

"رُوِیَ اَنَّهُ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ عَدَدِ الْاَنْبِيَاءِ؟
فَقَالَ: مِئَةُ اَلْفٍ وَّاَرْبَعَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اَلْفًا۔"

روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اطہر میں عرض کیا گیا کہ انبیاء کتنے ہیں؟

تو فرمایا: ایک لاکھ چوبیس ہزار۔

اسے ابن حبان نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، صفحہ: ۲۱۴، رقم الحدیث: ۳۶۱، دار المعرفة بیروت)

۳۶- "وَفِي رِوَايَةٍ: مِئَتَا أَلْفٍ وَّأَرْبَعَةٌ وَعِشْرُوْنَ أَلْفًا ۔"

قَالَ الْحَافِظُ الْجَلَالِيُّ: لَمْ أَقِفْ عَلَيْهَا ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ دو لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔

حافظ جلالی کہتے ہیں کہ میں اس حدیث پر واقف نہیں ہو سکا۔

(سیرت حلبیه، جلد: ۳، صفحه: ۳۹۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

۳۷- سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"أَنَا سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ وَلَا فَخْرَ ۔"

میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور فخر نہیں کرتا۔

اسے مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب: تفضیل نبینا صلی الله علیه وسلم علیٰ جمیع الخلائق، صفحه: ۱۰۶۴، رقم الحدیث: ۵۸۹۹، دار المعرفة بیروت، جامع ترمذی، ابواب المناقب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، صفحه: ۸۲۶، رقم الحدیث: ۳۶۲۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

۳۸- مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یہ جائز ہے کہ بعض سورتیں بعض سے افضل ہوں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے۔

علامہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابی سعید بن معلیٰ رضی اللہ عنہ سے

مرفوعاً روایت کیا ہے۔

"اَعْظَمُ سُوْرَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ هِيَ السَّبْعُ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْآنُ الْعَظِيْمُ"

قرآن کی سب سورتوں سے عظیم ہے، یہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب: ماجاء فی فاتحة الکتاب، صفحه: ۵۲۷، رقم الحدیث: ۴۴۷۴، سنن ابو داؤد، کتاب الوتر، باب: فاتحة الکتاب، جلد: ۲، صفحه: ۹۸، رقم الحدیث: ۱۴۵۸، دارالمعرفة بیروت، سنن نسائی، کتاب الافتتاح، باب: تاویل قول الله عزوجل ولقد آتیتك سبعا من المثانی والقرآن العظیم، صفحه: ۲۰۲، رقم الحدیث: ۹۱۲، دارالمعرفة بیروت، سنن ابن ماجه، کتاب الادب، باب: ثواب القرآن، صفحه: ۶۸۳، رقم الحدیث: ۳۷۸۵، دارالسلام ریاض)

اور مسلم و ابوداؤد نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

آيَةُ الْكُرْسِيِّ هِيَ اَعْظَمُ آيَةٍ فِيْ كِتَابِ اللهِ

آیت الکرسی کتاب اللہ کی عظیم آیت مبارک ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب: صلاة المسافرین وقصرها، باب: فضل سورة الکهف و آیة الکرسی، صفحه: ۳۶۹، رقم الحدیث: ۱۸۸۲، دارالمعرفة بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الصلاة، باب: ماجاء فی آیة الکرسی، جلد: ۲، صفحه: ۹۹، رقم الحدیث: ۱۴۶۰، دارالمعرفة)

وَفِيْ رِوَايَةِ التِّرْمَذِيِّ وَابْنُ حِبَّانَ وَالْحَاكِمُ

هِيَ سَيِّدَةُ آيِ الْقُرْآنِ

اور ترمذی، حبان اور حاکم کی روایت میں ہے کہ یہ آیات قرآن کی سردار ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب: ماجاء فی سورة البقرة و آية

الکرسی، صفحہ: ۶۷۰، رقم الحدیث: ۲۸۷۸، دار الکتب العلمیۃ بیروت، مستدرک علی الصحیحین، کتاب التفسیر، من سورۃ البقرہ، جلد: ۲، صفحہ: ۲۸۵، رقم الحدیث: ۳۰۲۶)

۳۹-ان کا یہ قول کہ

"رُوِیَ عَنْ مُعَاوِیَةَ: اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الْمِعْرَاجِ، قَالَ: کَانَ رُؤْیَا صَالِحَةً"

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے معراج کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سچا خواب تھا۔

اسے ابن اسحاق اور ابن جریر طبری نے روایت کیا ہے۔

(سیرت ابن ھشام مع روض الانف، الاسراء رؤیا، جلد: ۲، صفحہ: ۲۱۴، دار الحدیث قاھرہ، تفسیر طبری، سورۃ الاسراء، جلد: ۱۴، صفحہ: ۴۴۵، دار ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، تھذیب الآثار، جلد: ۱، صفحہ: ۴۴۶، رقم الحدیث: ۷۳۲، مطبعۃ المدنی، قاھرہ)

۴۰-ان کا یہ قول کہ:

وَرُوِیَ عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا: اَنَّهَا قَالَتْ: مَا فُقِدَ جَسَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ شب معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم گم نہیں ہوا۔''

اسے ابن اسحاق اور ابن جریر نے ''مَا فَقَدتُ'' کے الفاظ سے نقل کیا ہے۔

(السیرۃ النبویۃ مع الروض الانف، باب: الاسراء رویا، جلد: ۲، صفحہ: ۲۱۴، دار الحدیث قاھرہ، تفسیر طبری، سورۃ الاسراء، جلد: ۱۴، صفحہ: ۴۴۵، دار ھجر للطباعۃ والنشر والتوزیع، تھذیب الآثار، جلد:

۱، صفحہ: ۴۴۶، رقم الحدیث: ۷۳۳، مطبعۃ المدنی، قاہرہ)

۴۱-مصنف شرح عقائد کا یہ قول کہ:

"وَاِنْ کَانَتْ تَفَاصِیْلُ اَحَادًا"

اگر چہ اس کی تفصیل میں اخبار واحاد ہیں۔

مروی ہے کہ حضرت سلمان اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک پیالہ تھا، تو ان دونوں نے اس کی تسبیح سنی۔

اسے بیہقی اور ابو نعیم نے "دلائل النبوۃ" میں "قیس" سے روایت کیا ہے۔

(دلائل النبوۃ بیهقی، جلد: ۶، صفحہ: ۶۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، حلیۃ الاولیاء، جلد: ۱، صفحہ: ۲۸۵، رقم الحدیث: ۷۵۴، ۷۵۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت (دلائل النبوۃ ابو نعیم میں مجھے یہ روایت نہیں مل سکی، ہاں حلیۃ الاولیاء سے ملی جو کہ حوالہ درج کر دیا، سیالوی)

"وَحَدِیْثُ بَیْنَمَا رَجُلٌ یَسُوْقُ بَقَرَةً، اِذْ تَکَلَّمَتْ"

اور وہ حدیث کہ ایک آدمی بیل کو لے جا رہا تھا، جب کہ اس نے کلام کیا۔

(صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، صفحہ: ۴۱۵، رقم الحدیث: ۳۴۷۱، دار ابن الجوزی، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب: من فضائل ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ، صفحہ: ۱۰۵۱، رقم الحدیث: ۶۱۳۳)

عظمت حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ:

۴۲-ان کا قول کہ:

وَالطَّیَرَانُ فِی الْهَوَاءِ، کَمَا نُقِلَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

اور ہوا میں اڑنا جیسا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔
اس کو محدثین کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے، ان میں سے ترمذی اور حاکم

ہیں اس کی سند میں ضعف ہے۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب: مناقب جعفر بن ابی طالب، صفحه: ۸۵۵، رقم الحديث: ۳۷۶۶، دارالكتب العلمية بيروت، مستدرك على الصحيحين، كتاب معرفة الصحابة، باب: ذكر مناقب جعفر بن ابی طالب، جلد: ۳، صفحه: ۲۳۱، رقم الحديث: ۴۹۳۵، دارالكتب العلمية بيروت)

اس کی سند میں ضعف ہے لیکن اس کی شاہد حدیث علی ہے جس کو ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"رَأَيْتُ جَعْفَرَ بْنَ اَبِىْ طَالِبٍ يَطِيْرُ مَعَ الْمَلَائِكَةِ"

میں نے دیکھا کہ جعفر بن ابی طالب فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں۔

اسی معنی کی روایت طبرانی نے بسند حسن روایت کی ہے۔

(طبقات ابن سعد، جعفر بن ابی طالب، جلد: ۴، صفحه: ۲۹، دارالكتب العلمية بيروت، المعجم الكبير، باب الجهم، جعفر بن ابی طالب، جز: ۲، جلد: ۱، صفحه: ۹۱، رقم الحديث: ۱۴۶۶-۱۴۶۷)

ان کے لقب "طیار" کی وجہ سرکار کریم علیہ السلام کا فرمان ہے کہ ان کی شہادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنت میں اڑتے ہوئے دیکھا۔

۴۳۔قول مصنف:

"مِثْلُ رُؤْيَةِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ جَيْشَهٗ بِنِهَاوَنْدَ، حَتّٰى قَالَ لِاَمِيْرِ جَيْشِهٖ: يَا سَارِيَةُ الْجَبَلَ اَلْجَبَلَ، وَسِمَاعُ سَارِيَةَ كَلَامَهٗ مَعَ بُعْدِ الْمُسَافَةِ۔"

جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا جبکہ ان کا لشکر نہاوند میں تھا، یہاں

تک کہ امیر لشکر سے فرمایا: اے ساریہ! پہاڑ کی طرف توجہ کرو، پہاڑ کی طرف توجہ کرو اور حضرت ساریہ نے بہت زیادہ مسافت کے باوجود اس کو سن لیا۔

(دلائل النبوۃ، صفحہ: ۳۴۵، رقم الحدیث: ۵۲۷، ۵۲۶، ۵۲۵، المکتبۃ العصریۃ، صیدا بیروت، شرح اصول اعتقاد اھل السنۃ، صفحہ: ۳۹۴، مکتبۃ الطبری، القاھرۃ، الاعتقاد للبیھقی، صفحہ: ۳۹۴، دار التقویٰ دمشق)

وَكَشُرْبِ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ السُّمَّ مِنْ غَيْرِ تَضَرُّرٍ بِهٖ

اور حضرت خالد بن ولید کا بغیر نقصان اٹھائے زہر پی لینا جبکہ آپ ''حیرہ'' کو فتح کر رہے تھے، اور یہ واقعہ طویل ہے عبد المسیح والا۔

اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

(مسند ابی یعلیٰ، حدیث خالد بن ولید، جلد: ۱۳، صفحہ: ۱۴۱، رقم الحدیث: ۷۱۸۶، فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل، فضائل سیدنا خالد بن ولید، صفحہ: ۴۸۳، ۴۸۴، رقم الحدیث: ۱۴۸۱، ۱۴۷۸، بلک کارنر جھلم)

وَكَجَرَيَانِ النِّيْلِ بِكِتَابِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلٰى نِيْلِ مِصْر ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خط سے دریائے نیل کا جاری ہو جانا۔

اور یہ قصہ مشہور ہے، اس کو ابو شیخ ابن حبان نے اپنی کتاب ''العظمۃ'' سند مبہم کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(العظمۃ، باب: صفۃ النیل ومنتھاہ، صفحہ: ۳۱۸، رقم الحدیث: ۹۴۰، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

۴۴۔سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمانا:

''لَوْ كَانَ عِنْدِيْ ثَالِثَةٌ لَزَوَّجْتُكَهَا ۔''

''اگر میرے تیسری بیٹی بھی ہوتی تو اسے عثمان کی زوجیت میں دے دیتا۔''

اسے طبرانی نے ''کبیر'' میں عصمۃ بن مالک سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الکبیر، عصمۃ بن مالک، جز: ۱۷، جلد: ۷، صفحہ: ۱۳۳، رقم الحدیث: ۴۹۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

۴۵-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اَلْخِلَافَةُ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا عَضُوْضًا''

خلافت میرے بعد ۳۰ سال ہوگی پھر اس کے بعد ظالم بادشاہی ہوگی۔

اسے ابوداؤد نے روایت کیا، ترمذی نے حسن کہا، نسائی اور حاکم نے حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب: فی الخلفاء، جلد: ۴، صفحہ: ۲۷۶، رقم الحدیث: ۴۶۴۷، جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب: ماجاء فی الخلافة، صفحہ: ۵۳۵، رقم الحدیث: ۲۲۲۶، مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، جلد: ۲، صفحہ: ۷۵، رقم الحدیث: ۴۴۳۸، فضائل الصحابة للنسائی، باب: ابوبکر و عمر و عثمان و علی، صفحہ: ۱۷، رقم الحدیث: ۵۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

۴۶-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مَنْ مَّاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً۔''

جس کو موت اس حال میں آئی کہ اس نے امام زمانہ کو نہ جانا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اسے مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ''مامن مات بغیر امام'' کے الفاظ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب: الامر بلزوم الجماعة، صفحہ:

۸۸۳، رقم الحدیث: ۴۷۷۰، مسند ابو داوؤد الطیالسی، زید بن اسلم عن ابن عمر، جلد: ۳، صفحہ: ۴۲۵، رقم الحدیث: ۲۰۲۵، مسند احمد، حدیث معاویۃ بن ابی سفیان، جلد: ۱۰، صفحہ: ۹/۲۰۹، رقم الحدیث: ۱۶۸۱۹ (صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں: من مات ولیس فی عنقہ بیعۃً...... اور مسند احمد و طیالسی کے الفاظ یہ ہیں: من مات بغیر امام مات میتۃً جاھلیۃً" مفہوم اگرچہ ایک ہی ہے مگر مؤلف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نقل کردہ الفاظ مجھے نہیں مل سکے، سیالوی)

۴۷۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ"

ائمہ قریش میں سے ہوں گے۔

اسے امام احمد نے حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ اور بیہقی نے "سنن" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، حدیث ابی برزہ اسلمی، جلد: ۱۱، صفحہ: ۴۲۵، رقم الحدیث: ۱۹۶۶۹، دار الحدیث قاھرہ، السنن الکبریٰ، کتاب الصلاۃ، باب: من قال یؤقھم ذو نسب اذا استووا فی القرآۃ والفقہ، جلد: ۳، صفحہ: ۴۲۰، رقم الحدیث: ۵۲۹۸، دار الحدیث قاھرہ مصر)

اور اس پر ہمارے شیخ المشائخ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ کتاب تالیف فرمائی ہے۔

۴۸۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَ فَاجِرٍ"

ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو۔

اسے طبرانی نے "کبیر" میں فضول سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے بالفاظ "صَلُّوْا خَلْفَ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ" روایت کی ہے۔

ہر کلمہ پڑھنے والے کے پیچھے نماز پڑھو۔

(المعجم الکبیر، جز: ۱۸، جلد: ۲، صفحہ: ۲۹۹، رقم الحدیث: ۱۳۶۲۲، دار احیاء التراث العربی

(امام ہیثمی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن فضل بن عطیہ" کذاب راوی ہے، کما فی المجمع، سیالوی)

اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ سے روایت کیا ہے۔

"صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَ فَاجِرٍ، وَصَلُّوْا عَلٰى كُلِّ بَرٍّ وَ فَاجِرٍ، وَجَاهِدُوْا كُلَّ بَرٍّ وَ فَاجِرٍ"

ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھو، اور ہر نیک و بد کی نماز جنازہ ادا کرو، اور ہر نیک و بد کے ساتھ کاروبار کرو۔

اسے امام سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الجامع الصغیر" میں نقل کیا ہے۔

(الجامع الصغیر، حرف الصاد، صفحہ: ۳۱۰، رقم الحدیث: ۵۰۲۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

۴۹-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَدْعُو الصَّلَاةَ عَلٰى مَنْ مَّاتَ مِنْ اَهْلِ الْقِبْلَةِ"

اہل قبلہ میں سے جو فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ نہ چھوڑو۔

اسے طبرانی نے "الکبیر" میں فضول سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، ان الفاظ سے "صَلُّوْا عَلٰى مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ ـ"

اور تحقیق اس کا معنی بیہقی کی روایت میں گزر چکا ہے۔

۵۰-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ، فَلَوْ اَنْفَقَ اَحَدُكُمْ مِثْلَ اُحُدٍ ذَهَبًا مَا بَلَغَ مُدَّ اَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهٗ ـ"

میرے کسی صحابی کو گالی نہ دو، اگر تم احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرو تو وہ ان کے ایک مد یا نصف کی برابر بھی نہیں پہنچے گا۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب: قول النبی صلی اللہ علیه وسلم لَوْ كُنْتَ مُتَّخِذًا قَلِيْلًا، صفحه: ۴۳۶، رقم الحديث: ۳۶۷۳، دار ابن الجوزی، قاهره، صحیح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب: تحريم سب الصحابة رضى الله عنهم، صفحه: ۱۱۶۳، رقم الحديث: ۶۴۳۴، سنن ابی داؤد، كتاب السنة، باب: فى النهى عن سب اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، جلد: ۴، صفحه: ۲۸۱، رقم الحديث: ۴۶۵۸، دار المعرفة بيروت، سنن ترمذی: ابواب المناقب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب: فى من سب اصحاب النبی صلی الله عليه وسلم، صفحه: ۸۷۰، رقم الحديث: ۳۸۶۵، دار الكتب العلمية بيروت، سنن ابن ماجه، كتاب السنة، باب: فضائل اهل بدر، صفحه: ۳۰، رقم الحديث: ۱۶۱، دار السلام، رياض)

میرے صحابہ کی عزت کرو:

۵۱-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَكْرِمُوْا اَصْحَابِیْ، فَاِنَّهُمْ خِيَارُكُمْ"

میرے صحابہ کی عزت کرو بے شک وہ تمہارے بزرگ ہیں۔

اس معنی کی متعدد احادیث مبارکہ موجود ہیں اور حدیث سابق کا بھی یہی مفہوم ہے۔

۵۲-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد انہیں اپنے کلام کا نشانہ نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی اس نے میری خاطر ان سے محبت کی، جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ایسا کیا، جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس

نے مجھے اذیت پہنچائی، اور جس نے مجھے اذیت پہنچائی اس نے اللہ کو ناراض کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے۔

(جامع ترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب: فی من سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ: ۸۷۰، رقم الحدیث: ۳۸۶۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

۵۳-صاحب شرح عقائد لکھتے ہیں:

نَهَى النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لَعِنِ الْمُصَلِّيْنِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے والوں پر لعنت کرنے سے منع فرمایا ہے۔

عشرۂ مبشرہ:

۵۴-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَبُوبَكْرٍ فِى الْجَنَّةِ، وَعُمَرُ فِى الْجَنَّةِ، وَعُثْمَانُ فِى الْجَنَّةِ، وَعَلِىٌّ فِى الْجَنَّةِ، وَطَلْحَةُ فِى الْجَنَّةِ، وَالزُّبَيْرُ فِى الْجَنَّةِ، وَسَعِيْدُ بْنَ زَيْدٍ فِى الْجَنَّةِ، وَاَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنِ الْجَرَاحِ فِى الْجَنَّةِ ـ"

ابوبکر بھی جنتی ہے، اور عمر بھی جنتی ہے، اور عثمان بھی جنتی ہے، اور علی بھی جنتی ہے، اور طلحہ بھی جنتی ہے، اور زبیر بھی جنتی ہے، سعید بن زید بھی جنتی ہے، اور ابوعبیدہ بن جراح بھی جنتی ہیں۔

اسے ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے سعید بن زید سے روایت کیا ہے اور ترمذی صحیح کہا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب: فی الخلفاء، جلد: ۴، صفحہ: ۲۷۷، رقم الحدیث: ۴۶۴۸، جامع ترمذی، ابواب المناقب عن رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب: مناقب عبدالرحمٰن بن عوف، صفحہ: ۸۵۱، رقم الحدیث: ۳۷۵۵، دارالکتب العلمیۃ بیروت، السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب المناقب، صفحہ: ۳۲۷، رقم الحدیث: ۸۱۳۷، مؤسسۃ الرسالۃ، سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب: فضل سعد بن ابی وقاص، صفحہ: ۲۵، رقم الحدیث: ۱۳۳)

۵۵-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ"

بے شک فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

اسے حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے۔

(مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب: ذکر مناقب فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جلد: ۳، صفحہ: ۱۶۸، رقم الحدیث: ۴۷۳۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

۵۶-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ـ"

بے شک حسن اور حسین جنتی جوانوں کے سردار ہیں۔

اسے حاکم نے ابو سعید اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب: ومن مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما...... جلد: ۳، صفحہ: ۱۸۲، رقم الحدیث: ۴۷۷۸، دارالکتب العلمیۃ بیروت، مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفۃ الصحابۃ، باب: ذکر مناقب حذیفہ بن الیمان، جلد: ۳، صفحہ: ۴۲۹، رقم الحدیث: ۵۶۳۰، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

۵۷-حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: "جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ

وَلَيَالِيْهِنَّ لِلْمُسَافِرِ وَ يَوْمًا وَّلَيْلَةً لِلْمُقِيمِ ۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن اور ایک رات مقرر فرمائی ہے۔

اسے مسلم، ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

(صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب: الشوقين فى المسح علىٰ الخفين، صفحه: ١٧١، رقم الحديث: ٦٣٧، سنن نسائى، كتاب الطهارة، باب: الشوقين فى المسح علىٰ الخفين للمقيم، صفحه: ٥١، رقم الحديث: ١٢٨، سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب: ماجاء فى الشوقين فى المسح للمقيم والمسافر، صفحه: ٩٦، رقم الحديث: ٥٥٢)

۵۸-حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

"اَنَّـهُ صَلَّـى اللّٰهُ عَلَيْـهِ وَسَلَّـمَ رَخَّصَ لِلْمُسَافِرِ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ وَلَيَالِيْهِنَّ، وَلِلْمُقِيمِ يَوْمًا وَّلَيْلَةً، اِذَا تَطَهَّرَ وَلَبِسَ خُفَّيْهِ اَنْ يَّمْسَحَ عَلَيْهِمَا ۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں اور مقیم کے لئے ایک دن رات کی رخصت دی ہے کہ جب وہ وضو کر کے موزے پہنے تو ان پر مسح کرلے۔

اسے ابن خزیمہ نے "صحیح" میں روایت کیا ہے۔

(صحيح ابن خزيمه، كتاب الصلاة، باب: ذكر الخبر المسفر للالفاظ المجملة التى ذكرتها...... جلد: ١، صفحه: ١٣٣، رقم الحديث: ١٩٢، المكتب الاسلامى بيروت)

۵۹-قول صاحب شرح العقائد:

"ثُمَّ نُسِخَ"

پھر منسوخ ہوگئی۔

یعنی نبیذ جر (یعنی مٹی کا وہ برتن جس پر لاکھ چڑھی ہو) اسے مسلم نے حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب: استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صفحہ: ۴۳۶، رقم الحدیث: ۲۲۵۷ (یعنی مٹی کے برتن میں نبیذ تیار کرنے سے منع کیا)

جیسا کہ کدو کے تو بنے، مٹی کے لاکھی برتن، روغنی اور چوبیں برتن کی تحریم حدیث وفد عبد القیس میں منسوخ ہوئی، پھر حدیث شریف میں وارد ہے:

تمام برتنوں میں نبیذ بناؤ بے شک برتن کسی چیز کو حرام نہیں کرتے۔

(صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، صفحہ: ۹۴۷، رقم الحدیث: ۵۱۷۶-۱۹۹۹، دار المعرفۃ بیروت)

۶۰-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو پھر کوئی گناہ اسے ضرر نہیں پہنچاتا۔

اس معنی کی روایات امام احمد بن حنبل اور ابن حبان نے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہیں۔

بے شک جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اس کی نیکی پر جو اس نے ابھی نہیں کی، اس کی ۷۰ گنا تعریف کرتا ہے اور جب وہ بندے پر ناراض ہوتا ہے تو اس کی اس برائی کو جس پر اس نے عمل نہیں کیا ۷۰ گنا تک تعریف کرتا ہے۔

(مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، جلد: ۷، صفحہ: ۲۳۶، رقم الحدیث: ۱۱۲۷۷، دار الحدیث قاهرہ، صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب: ذکر البیان بان اللہ جل وعلا یثنی علی من یحبہ...... صفحہ: ۲۱۷، رقم الحدیث: ۳۶۸، دار المعرفۃ بیروت)

۶۱۔سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ۔"

اسے حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور صحیح کہا ہے۔

جو کسی کاہن کے پاس آیا پس اس کی تصدیق کی جو وہ کہتا ہے تو اس نے کفر کیا اس کے ساتھ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔

(مستدرك على الصحيحين، كتاب الايمان، جلد: ۱، صفحه: ۵۰، رقم الحديث: ۱۵، دار الكتب العلمية

(مگر مستدرک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نہ کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے، سیالوی)

امام احمد اور اصحاب سنن اربعہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

"مَنْ اَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهٗ بِمَا يَقُوْلُ ، اَوْ اَتٰی اِمْرَأَةً حَائِضًا، اَوْ اَتٰی اِمْرَأَةً فِيْ دُبُرِهَا، فَقَدْ بَرِئَ مِمَّا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ ۔"

جو کسی کاہن کے پاس آیا اور اس کی تصدیق کی جو اس نے کہا، جس نے حالت حیض میں بیوی سے مباشرت کی، جس نے بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں مباشرت کی تو تحقیق اس نے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اس سے برأت کا اظہار کیا۔

(مسند احمد، مسند ابی هريرة، جلد: ۷، صفحه: ۱۴۴، رقم الحديث: ۹۲۶۱، دار الحديث قاهره مصر، سنن ابی داؤد، كتاب الطب، باب: فی الكاهن، جلد: ۴، صفحه: ۱۹، رقم الحديث: ۳۹۰۴، دار المعرفة بيروت، جامع ترمذی، ابواب الطهارة، باب: ماجاء فی كراهية اتيان الحائض، صفحه: ۴۶، رقم الحديث: ۱۳۵، السنن الكبرىٰ، كتاب عشرة النسآء، جلد: ۸، صفحه: ۲۰۱، رقم الحديث: ۸۹۶۸، مؤسسة

الرسالة بيروت، سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة، باب: النهى عن اتيان الحائض، صفحه: ۱۱۱، رقم الحديث: ۶۳۹)

۶۲- سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَا مِنْ مَيِّتٍ يُصَلِّي عَلَيْهِ أُمَّةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَبْلُغُوْنَ مِئَةً، كُلُّهُمْ يَشْفَعُوْنَ لَهُ، إِلَّا شُفِّعُوْا فِيْهِ۔"

جس میت پر سو مسلمان جنازہ پڑھیں اور اللہ کے ہاں اس کی سفارش کریں تو ان کی سفارش قبول کی جائے گی۔

اسے مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(صحيح مسلم، كتاب الجنائز، باب: من صلى عليه مائة شفعوا فيه، صفحه: ۴۲۶، رقم الحديث: ۲۱۹۵، سنن نسائي، كتاب الجنائز، باب: فضل من صلى عليه مائة، صفحه: ۴۱۱، رقم الحديث: ۱۹۹۰، ۱۹۹۱، سنن ترمذي، كتاب الجنائز، باب: كيف الصلاة على الميت والشفاعة، صفحه: ۲۶۹، رقم الحديث: ۱۰۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

ایصال ثواب:

۶۳- سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا:

"يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ أُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ، فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: اَلْمَاءُ، فَحَفِرَ بِئْرًا، وَقَالَ: هٰذِهٖ لِأُمِّ سَعْدٍ۔"

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ام سعد کا انتقال ہو گیا ہے تو کونسا صدقہ ان کے لئے بہتر ہے؟ ارشاد فرمایا: پانی، تو انہوں نے کنواں کھدوایا اور فرمایا: یہ سعد کی والدہ کے لئے ہے۔

اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

(سنن ابوداؤد، كتاب الزكاة، باب: في فضل سقي الماء، جلد: ۲، صفحه: ۱۷۲، رقم الحديث: ۱۶۸۱، سنن نسائي، كتاب الوصايا، باب: ذكر الاختلاف على سفيان، صفحه: ۴۲۷، رقم الحديث: ۳۶۶۸، سنن ابن ماجه، كتاب الادب، باب: فضل صدقة الماء، صفحه: ۶۶۷، رقم الحديث: ۳۶۸۴)

۶۴-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلدُّعَاءَ يَرُدُّ الْبَلَاءَ، وَالصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ ۔"

دعا بلاؤں کو ٹال دیتی ہے اور صدقہ رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔

اسے ابوشیخ اور ابن حبان نے انہی الفاظ سے روایت کیا ہے۔

(علامہ قاری علیہ رحمۃ الباری کے نقل کردہ الفاظ تو نہیں مل سکے البتہ ابی شیخ نے ان الفاظ سے روایت نقل کی ہے:

"بِرُّ الْوَالِدَيْنِ يَزِيْدُ فِي الْعُمرِ، وَالْكَذِبُ يَنْقُصُ الرِّزْقَ، وَالدُّعَاءُ يَرُدُّ الْبَلَاءَ"

والدین سے نیکی عمر میں اضافہ کرتی ہے، جھوٹ رزق میں کمی کرتا ہے، اور دعا بلاؤں کو ٹال دیتی ہے۔

(الفوائد لابي الشيخ، صفحه: ۲۱، رقم الحديث: ۲۷، دار الصميعي للنشر والتوزيع)

ابن حبان میں بھی یہ الفاظ ہیں:

اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ

صدقہ رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے اور بری موت سے بچاتا ہے۔

(صحيح ابن حبان، كتاب الزكاة، باب: ذكر اطفاء الصدقة غضب الرب جل وعلا، صفحه: ۹۲۵، رقم الحديث: ۳۳۰۹، دار المعرفة بيروت)

ترمذی میں بھی ان ہی الفاظ سے موجود ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب: ماجاء فی فضل الصدقۃ، صفحہ: ۱۸۹، رقم الحدیث: ۶۶۴)

ہاں البتہ امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

"وَالدُّعَاءَ یُرَدُّ الْاَمْرُ وَ صَدَقَةُ السِّرِّ غَضَبَ الرَّبِّ"

اور دعا مصیبت کو ٹال دیتی ہے اور چھپا کر صدقہ دینا رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے۔

(شعب الایمان، باب فی حسن الخلق، فصل فی طلاقة الوجه، جلد: ٦، صفحه: ٢٥٥، رقم الحدیث: ٨٠٦١، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، سیالوی)

اور حاکم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے بالفاظ "اَلدُّعَاءُ یَرُدُّ الْقَضَاءَ" دعا قضا کو ٹال دیتی ہے۔

(مستدرك علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، جلد: ٣، صفحه: ٥٤٨، رقم الحدیث: ٦٠٣٨، دارالکتب العلمیة بیروت)

٦٥-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ الْعَالِمَ وَالْمُتَعَلِّمَ اِذَا عَلٰی قَرْیَةٍ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَرْفَعُ الْعَذَابَ عَنْ مَقْبَرَةِ تِلْكَ الْقَرْیَةِ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا ـ"

بے شک عالم دین اور طالب علم جب کسی بستی پر سے گزرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس بستی کے قبرستان سے چالیس دن کے لئے عذاب اٹھا دیتا ہے۔

حافظ جلالی فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔

(شرح عقائد نسفی، تکمیل الایمان)

٦٦-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"يُسْتَجَابُ لِلْعَبْدِ مَالَمْ يَدْعُ بِإِثْمٍ اَوْ قَطِيعِ رَحِمٍ، مَالَمْ يَسْتَعْجِلْ ۔"

"بندے کی دعا قبول کی جاتی ہے جب تک وہ گناہ یا قطع رحم کی دعا نہ کرے، جب تک جلدی نہ کرے۔"

اسے امام احمد اور حاکم نے مستدرک میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔"

(مسند احمد، مسند ابی سعید الخدری، جلد: ۷، صفحہ: ۵۷۹، رقم الحدیث: ۱۱۰۷۵، دار الحدیث قاهره مصر، مستدرك على الصحيحين، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح والذكر، جلد: ۱، صفحہ: ۶۷۰، رقم الحديث: ۱۸۱۶، دار الكتب العلمية بيروت)

حافظ جلالی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "مَا لَمْ يَسْتَعْجِلْ" یہ دوسری حدیث کا حصہ ہے اس کے الفاظ ہیں: "يُسْتَجَابُ لِاَحَدِكُمْ مَالَمْ يَعْجَلْ" اسے بخاری مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(صحيح بخارى، كتاب الدعوات، باب: ما يستجاب للعبد مالم يعجل، صفحه: ۷۵۴، رقم الحديث: ۶۳۴۰، دار ابن الجوزى، قاهره مصر، صحيح مسلم، كتاب الدعوات، باب: بيان انه يستجاب للداعى مالم يعجل، صفحه: ۱۲۳۵، رقم الحديث: ۶۸۲۹، دار المعرفة بيروت)

٦٧-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ رَبَّكُمْ غَنِيٌّ كَرِيمٌ، يَسْتَحْيِ مِنْ عَبْدِهِ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اَنْ يَّرُدَّهُمَا صِفْرًا ۔"

بے شک تمہارا رب حیاء اور کرم والا ہے جب بندہ اس کی طرف اپنے

ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں خالی واپس کرتے ہوئے حیا فرماتا ہے۔
اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا، ترمذی نے اس کی تحسین کی، اور ابن ماجہ نے بھی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
(سنن ابی داؤد، كتاب الوتر، باب: الدعاء، جلد: ٢، صفحه: ١٠٧، رقم الحديث: ١٤٨٨، جامع ترمذی، كتاب الدعوات، صفحه: ٨١٣، رقم الحديث: ٣٥٥٦، دار الكتب العلمية بيروت، سنن ابن ماجه، كتاب الدعاء، باب: رفع اليدين فى الدعاء، صفحه: ٦٩٩، رقم الحديث: ٣٨٦٥)

٦٨ - سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"اُدْعُوا اللّٰهَ وَاَنْتُمْ مُوْقِنُوْنَ بِالْاِجَابَةِ، وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يَسْتَجِيْبُ الدُّعَاءَ مِنْ قَلْبٍ غَافِلٍ لَاهٍ۔"
اللہ تعالیٰ سے قبولیت کا یقین رکھ کر دعا کرو اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غافل دل سے دعا قبول نہیں کرتا۔
اسے ترمذی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
(جامع ترمذی، كتاب الدعوات، صفحه: ٧٩٩، رقم الحديث: ٣٤٧٨، دار الكتب العلمية بيروت، مستدرك على الصحيحين، كتاب الدعاء والتكبير والتهليل والتسبيح والذكر، جلد: ١، صفحه: ٦٧١، رقم الحديث: ١٨١٧، دار الكتب العلمية بيروت)

٦٩ - سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
"دَعْوَةُ الْمَظْلُوْمِ وَاِنْ كَافِرًا يُسْتَجَابُ"
مظلوم کی دعا قبول ہوتی اگرچہ کافر ہی ہو۔
اسے امام احمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
(مسند احمد، مسند انس بن مالك، جلد: ٨، صفحه: ٣٠٥، رقم

الحدیث: ۱۲۴۸۸)

(مسند احمد کے الفاظ یہ ہیں:

"اِتَّقُوْ دَعْوَ ةَ الْمَظْلُوْمِ، وَاِنْ كَانَ كَافِرًا، فَاِنَّهٗ لَيْسَ دُوْنَهَا حِجَابٌ"

مظلوم کی دعا سے ڈرو اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اس کے درمیان پردہ نہیں ہوتا، (سیالوی)

۷۰-حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

"اطَّلَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَيْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاكَرُ فَقَالَ مَا تَذَاكَرُوْنَ قَالُوْا نَذْكُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ فَذَكَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ وَالدَّابَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَثَلَاثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٌ بِجَزِيْرَةِ الْعَرَبِ وَاٰخِرُ ذٰلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰى مَحْشَرِهِمْ "

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک ہم پر آئے اس حال میں کہ ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم کیا باتیں کر رہے ہو؟ تو ہم نے عرض کیا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک قیامت ہرگز قائم نہیں ہوگی جب تک تم اس سے قبل دس نشانیاں نہ دیکھ لو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دھواں، دجال، دابۃ الارض، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نازل ہونا، یاجوج ماجوج اور تین خسوف کا ذکر فرمایا ایک خسف

(دھنسنا) مشرق کا، دوسرا مغرب کا، اور تیسرا جزیرہ عرب میں، اس کے آخر میں ایسی آگ ہوگی جو یمن سے نکلے گی، لوگوں کو محشر کی طرف بھگا کر لے جائے گی۔

اسے مسلم اور اصحاب اربعہ نے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب: فی الآیات التی تکون قبل الساعة، صفحہ: ۱۳۰۴، رقم الحدیث: ۷۲۱۴، سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم، باب: امارات الساعة، جلد: ۴، صفحہ: ۱۵۱، رقم الحدیث: ۴۳۱۱، جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب: ماجاء فی الخسف، صفحہ: ۵۲۶، رقم الحدیث: ۲۱۸۳، سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب: ذھاب الامانة، صفحہ: ۷۳۸، رقم الحدیث: ۴۰۵۵، السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب التفسیر، سورة النمل، جلد: ۱۰، صفحہ: ۲۰۹، رقم الحدیث: ۱۱۳۱۶)

۱۷-سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنْ اَصَبْتَ فَلَكَ عَشْرُ حَسَنَاتٍ، وَاِنْ اَخْطَأْتَ فَلَكَ حَسَنَةٌ

اگر تو درستی کو پہنچا تو تیرے لئے دس نیکیاں اور اگر خطا ہوئی تو تیرے لئے ایک نیکی ہے۔

اسے حاکم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور صحیح کہا ہے۔

دو آدمی اپنا جھگڑا لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سرکار کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن عمرو سے فرمایا: ان کے درمیان فیصلہ کرو! عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی موجودگی میں میں فیصلہ کروں؟ فرمایا: ہاں، اگر تو درست فیصلہ کرے گا تو تیرے دس اجر ہیں اور اگر تجھ سے اجتہادی خطا ہوئی تو تیرے لئے ایک اجر ہے۔

(مستدرک علی الصحیحین، کتاب معرفة الصحابة، جلد: ۴، صفحہ: ۹۹، رقم الحدیث: ۷۰۰۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

۷۲-ایک دوسری حدیث شریف میں ہے کہ
مصیب کے لئے دو اجر اور مخطی کے لئے ایک اجر ہے۔

اسے امام بخاری نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہما سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے:

"اِذَا اجْتَهَدَ الْحَاكِمُ فَاَصَابَ فَلَهٗ اَجْرَانِ، وَاِذَا اجْتَهَدَ فَاَخْطَأَ فَلَهٗ اَجْرٌ وَّاحِدٌ۔"

جب حاکم اجتہاد سے درست فیصلہ کرے تو اس کے لئے دوگنا اجر ہے اور فیصلہ کرنے میں اس سے خطا ہو گئی تو اس کے لئے ایک اجر ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، صفحہ: ۸۶۳، رقم الحدیث: ۷۳۵۲، دار ابن جوزی، صحیح مسلم، کتاب الاقضیة، باب: بیان اجر الحاکم اذا اجتہد فاصاب واخطأ، صفحہ: ۸۱۴، رقم الحدیث: ۴۴۶۲، دار المعرفة بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب الاقضیة، باب: فی القاضی یخطی، جلد: ۳، صفحہ: ۴۰۴، رقم الحدیث: ۳۵۷۴، دار المعرفة، سنن ابن ماجه، کتاب الاحکام، باب: الحاکم یجتہد فیصیب الحق، صفحہ: ۴۱۵، رقم الحدیث: ۲۳۱۴، سنن نسائی، کتاب آداب القضاة، باب: الاصابة فی الحکم، صفحہ: ۱۰۲۸، رقم الحدیث: ۵۳۹۶، دار المعرفة بیروت)

۷۳-حضرت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اِنْ اَصَبْتُ فَمِنَ اللّٰهِ، وَاِلَّا فَمِنِّی اَوْمِنَ الشَّيْطَانِ۔"

اگر میں نے درست فیصلہ کیا تو یہ اللہ کی طرف سے ہے ورنہ میری طرف (غلطی) سے یا شیطان کی طرف سے۔

اسے ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا اور صحیح کہا، اور احمد وحاکم نے بھی روایت و تصحیح کی ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب: فیمن تزوج ولم هسم صداقا حتی مات، جلد: ۲، صفحہ: ۳۲۶، رقم الحدیث: ۲۱۱۶، دار المعرفة بیروت)

اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ توفیق وتائید ومدد سے حرم مکہ شریف، ماہ شوال المکرّم ہجری ۱۰۰۴، کو رسالہ کی تکمیل سے فارغ ہوا، اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالخیر فرمائے، جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

آمین یا رب العٰلمین

"رَفْعُ الْجُنَاحِ وَخَفْضُ الْجَنَاحِ بِاَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ بَابِ النِّکَاحِ"

[اُردو ترجمہ بنام]

فضائل نکاح

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ وتخریج

ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی

ناشر

اکبر بُک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اُردو بازار لاہور

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے روحوں کو جسموں سے جوڑا، اور نکاح حلال فرمایا، اور بدکاری کو حرام فرمایا، اور درود وسلام ہو اس ہستی پر جس نے ممنوعات اور مباحات کو واضح کر دیا، اور آپ کی آل واصحاب پر جو صلاح وفلاح والے ہیں۔

امابعد!

پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ○

(پارہ: ۴، سورۃ آل عمران، الآیۃ: ۱۰۲)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان۔

یعنی تم نکاح کرو تاکہ کامل ایمان والوں میں سے ہو جاؤ۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا○

(پارہ: ۴، سورۃ النسآء، الآیۃ: ۱)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور

اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے، اور اللہ سے ڈرو جس کے نام پر مانگتے ہو، اور رشتوں کا لحاظ رکھو بے شک اللہ تعالیٰ ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ

(پارہ:۱۴، سورۃ النحل، الآیۃ:۷۲)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں بنائیں اور تمہارے لئے تمہاری عورتوں سے بیٹے پوتے اور نواسے پیدا کئے اور تمہیں ستھری چیزوں سے روزی دی۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

(پارہ:۱۸، سورۃ النور، الآیۃ:۳۲)

اور نکاح کرو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا اگر وہ فقیر ہوں تو اللہ انہیں غنی کر دے گا اپنے فضل سے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

(پارہ: ۲۱، سورۃ الروم، الآیۃ: ۲۱)

اور اس کی نشانیوں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی ہے بے شک اس میں نشانیاں ہیں غور و فکر کرنے والوں کے لئے۔

حدیث:۱

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهُ طَاهِرًا مُّطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرِ"

"جو آدمی گناہوں سے مکمل طور پر پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ آزاد عورتوں سے نکاح کرے۔"

اسے ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجة، ابواب النكاح، باب تزويج الحرائر والولود، جلد: ۲، صفحه: ۱۲۵، رقم الحديث: ۱۸۶۲، مكتبه اسلامية)

حدیث:۲

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ دِيْنِهٖ، فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ فِي النِّصْفَ الْبَاقِيْ.

جب بندے نے نکاح کیا تو تحقیق اس نے آدھا دین مکمل کر لیا پس باقی حصے کے بارے وہ اللہ سے ڈرے۔

اسے امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ نے "شعب الایمان" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

(شعب الايمان، باب في تحريم الفروج، فصل في الترغيب في النكاح، جلد: ۴، صفحه: ۳۸۳، رقم الحديث: ۵۴۸۶، دار الكتب العلمية

بیروت)

حدیث:۳

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تَزَوَّجُوا الْوُدُوْدَ الْوَلُوْدَ، فَإِنِّیْ مَکَاثِرٌ بِکُمُ الْأُمَمَ"

"تم ایسی عورتوں سے نکاح کرو جن سے اولاد ہو اور وہ بہت محبت کرنے والی ہوں کیونکہ میں تمہاری وجہ سے اپنی امت کی کثرت پر فخر کروں گا۔"

اسے ابوداؤد اور نسائی نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب: النهی عن تزویج من لم یلد من النساء، جلد: ۲، صفحه: ۳۰۳، رقم الحدیث: ۲۰۵۰، دارالمعرفة بیروت، سنن نسائی، کتاب النکاح، باب: کراهیة تزویج العقیم، صفحه: ۶۳۸، رقم الحدیث: ۳۲۲۷، دارالمعرفة بیروت)

حدیث:۴

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عَلَیْکُمْ بِالْأَبْکَارِ، فَإِنَّهُنَّ أَعْذَبُ أَفْوَاهًا، وَأَنْتَقُ أَرْحَامًا، وَأَرْضٰی بِالْیَسِیْرِ"

"کنواری لڑکیوں سے نکاح کیا کرو، کیونکہ وہ شیریں زبان، زیادہ بچے پیدا کرنے والی اور تھوڑی چیز پر بھی خوش ہو جاتی ہیں۔"

اسے ابن ماجہ نے عتبہ بن عویم سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجه، ابواب النکاح، باب تزویج الابکار، جلد: ۲، صفحه: ۱۶۵، رقم الحدیث: ۱۸۶۱، مکتبه اسلامیه، المعجم الکبیر، من اسمه عویم، عویم بن مساعدة الانصاری، جز: ۱۷، جلد: ۷، صفحه: ۱۰۳، رقم الحدیث: ۳۵۰، دار احیاء التراث العربی بیروت)

حدیث:۵

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَيْهَا سَرَّتْهُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَيْهَا اَبَرَّتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِيْ نَفْسِهَا وَمَالِهِ "

"مومن کو اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کے بعد نیک بیوی سے بہتر کوئی نعمت نہیں مل سکتی، اگر شوہر اسے حکم دے تو وہ تعمیل کرے، جب اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کر دے، اگر اسے کوئی قسم دے تو وہ اسے پورا کر دے اور اگر خاوند کہیں چلا جائے تو وہ اپنی ذات اور اس کے مال کی خیر خواہی کرے۔"

اسے ابن ماجہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجه، ابواب النكاح، باب افضل النساء، جلد: ۲، صفحه: ۱۶۳، رقم الحديث: ۱۸۵۷، مكتبه اسلاميه لاهور)

حدیث:۶

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّ اَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً اَيْسَرُهُ مُؤْنَةً"

بے شک سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس کی مؤنث (یعنی حق مہر اور دیگر خرچ) کم ہو۔

اسے امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

(شعب الايمان، باب: الاقتصاد فی النفقة وتحريم اكل المال الباطل، جلد: ۵، صفحه: ۲۵۴، رقم الحديث: ۶۵۶۶، دار الكتب العلمية بيروت)

حدیث: ۷

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَوْنُهُمْ: اَلْمُكَاتَبُ الَّذِیْ يُرِيْدُ الْاَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِیْ يُرِيْدُ الْعَفَافَ، وَالْمُجَاهِدُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔"

تین شخصوں کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے، ایک تو وہ مکاتب جس کا ارادہ بدل کتابت ادا کرنے کا ہو، دوسرا اس ارادے سے نکاح کرنے والا کہ گناہ سے بچے اور پاک دامن رہے اور تیسرا اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔

اسے امام ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء فی المجاهد والناكح والمكاتب، صفحه: ۴۲۰، رقم الحديث: ۱۶۵۵، دارالكتب العلمية بيروت، سنن نسائی، کتاب النكاح، باب: معونة الله الناكح الذی يريد العفاف، صفحه: ۶۳۵، رقم الحديث: ۳۲۱۸، دارالمعرفة بيروت، سنن نسائی، کتاب الجهاد، باب: فضل الروحة فی سبيل الله عزوجل، صفحه: ۶۱۵، رقم الحديث: ۳۱۲۰، دارالمعرفة بيروت، سنن ابن ماجه، ابواب العتق، باب: المكاتب، جلد: ۲، صفحه: ۳۹۶، رقم الحديث: ۲۵۱۸، مكتبه اسلاميه)

حدیث: ۸

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَاِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَاَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَاِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ۔"

اے نوجوانو کے گروہ! جو عورت کا حق مہر ادا کرسکتا ہے وہ نکاح کر لے، کیونکہ یہ نظر کو جھکاتا ہے اور شرمگاہ کے لئے اچھا ہے اور جو ایسا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ روزے رکھے، کیونکہ یہ شہوت کو کم کرتا ہے۔

اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب: الصوم لمن خاف علیٰ نفسه العزوبة، صفحه: ۲۲۵، رقم الحدیث: ۱۹۰۵، دار ابن الجوزی، قاهره، مصر، صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب: قول النبی صلی الله علیه وسلم من استطاع منکم الباءة......، صفحه: ۶۲۱، رقم الحدیث: ۵۰۶۵، دار ابن الجوزی قاهره، مصر، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب: استحباب النکاح، صفحه: ۶۲۸، رقم الحدیث: ۳۳۸۶-۳۳۸۵-۳۳۸۴، دار المعرفة بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب: التحریض علیٰ النکاح، جلد: ۲، صفحه: ۳۰۱، رقم الحدیث: ۲۰۴۶، دار المعرفة بیروت، سنن نسائی، کتاب الصیام، باب: ذکر الاختلاف علی محمد بن ابی یعقوب فی حدیث ابی امامة، صفحه: ۴۵۵، رقم الحدیث: ۲۲۴۱-۲۲۳۸، دار المعرفة بیروت، سنن ابن ماجة، ابواب النکاح، باب: ماجاء فی فضل النکاح، جلد: ۲، صفحه: ۱۵۹، رقم الحدیث: ۱۸۴۵، مکتبه اسلامیة)

حدیث:۹

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اَلدُّنْيَا كُلُّهَا مَتَاعٌ، خَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ"

دنیا ساری کی ساری ایک سامان ہے، اور اس کا بہترین مال ومتاع نیک سیرت عورت ہے۔

اسے مسلم نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب: خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة،

صفحہ: ۶۶۹، رقم الحدیث: ۳۶۲۸، دار المعرفة بیروت، سنن نسائی، کتاب النکاح، باب: المرأة الصالحة، صفحہ: ۶۳۹، رقم الحدیث: ۳۲۳۲، دار المعرفة بیروت، سنن ابن ماجة، ابواب النکاح، باب: افضل النساء، جلد: ۲، صفحہ: ۱۶۳، رقم الحدیث: ۱۸۵۵)

حدیث:۱۰

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تُنْكِحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِيْنِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ ۔"

عورت سے چار چیزوں کے باعث نکاح کیا جاتا ہے:

اس کے مال، اس کے حسب ونسب، اس کے حسن و جمال اور اس کے دین کی وجہ سے۔ تیرے ہاتھ گرد آلود ہوں تو دین دار کو حاصل کر۔

(صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب: الاکفاء فی الدین، صفحہ: ۶۲۴، رقم الحدیث: ۵۰۹۰، دار ابن جوزی، صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب: استحباب النکاح ذات الدین، صفحہ: ۶۶۷، رقم الحدیث: ۳۶۲۰، دار المعرفة بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب: ما یؤمر بہ من تزویج ذات الدین، جلد: ۲، صفحہ: ۳۰۲، رقم الحدیث: ۲۰۴۷، دار المعرفة بیروت، سنن ابن ماجة، ابواب النکاح، باب: تزویج ذوات الدین، جلد: ۲، صفحہ: ۱۶۴، رقم الحدیث: ۱۸۵۸، مکتبہ اسلامیہ)

حدیث:۱۱

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تَخَيَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ، فَانْكِحُوْا الْاَكْفَاءَ، وَاَنْكِحُوْا اِلَيْهِمْ"

"تم اولاد حاصل کرنے کے لئے اچھی عورتوں کا انتخاب کرو اور رشتہ کا

لین دین اپنے ہم مرتبہ لوگوں سے کرو۔"

اسے ابن ماجہ نے اور حاکم نے "مستدرک" میں اور بیہقی نے "شعب" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجة، ابواب النكاح، باب الاكفاء، جلد: ۲، صفحه: ۲۰۱، رقم الحديث: ۱۹۶۸، مكتبه اسلاميه، مستدرك على الصحيحين، كتاب النكاح، جلد: ۲، صفحه: ۱۷۷، رقم الحديث: ۲۶۸۷، دار الكتب العلمية بيروت، السنن الكبرىٰ للبيهقي، كتاب النكاح، باب: اعتبار الكفاءة، جلد: ۷، صفحه: ۲۲۶، رقم الحديث: ۱۳۷۵۸، دار الحديث قاهره مصر، سنن الدارقطني، كتاب النكاح، جلد: ۳، صفحه: ۲۵۰، رقم الحديث: ۳۷۳۲، دار القدس)

حدیث:۱۲

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تَخَيَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ، فَاِنَّ النِّسَاءَ يَلِدْنَ اَشْبَاهَ اِخْوَانِهِنَّ وَاَخَوَاتِهِنَّ"

تم حصول اولاد کے لئے اچھی عورتوں کا انتخاب کرو پس بے شک عورتیں ان کے بہن بھائیوں کے مشابہ بچوں کو جنم دیتی ہیں۔

اسے ابن عدی اور ابن عساکر نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

(الكامل فى الضعفاء الرجال، جلد: ۵، صفحه: ۲۴۱، تاريخ دمشق الكبير، جلد: ۵۲، صفحه: ۳۶۲)

حدیث:۱۳

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تَخَيَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ، وَاجْتَنِبُوْا هٰذَا لِسَّوَادَ، فَاِنَّهٗ لَوْنٌ مُشَوَّةٌ"

اپنے نطفوں کے لئے بہتر انتخاب کرو اور سیاہ فام عورتوں سے بچو کہ سیاہ قبیح ہے۔

اسے ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں روایت کیا ہے۔

(حلية الاولياء، آل الزهري، رقم الترجمة: ۲۵۴، جلد: ۳، صفحه: ۴۲۹، رقم الحديث: ۴۵۲۷، دار الكتب العلمية بيروت)

حدیث:۱۴

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ، فَإِنَّهُنَّ يَأْتِينَ الْمَالِ"

تم عورتوں سے نکاح کرو وہ تمہارے پاس مال لائیں گی۔

اسے بزار اور خطیب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔

(كشف الاستار عن زوائد البزار، كتاب النكاح، باب: بركة التزويج، جلد: ۲، صفحه: ۱۴۹، رقم الحديث: ۱۴۰۲، مؤسسة الرسالة بيروت، تاريخ بغداد، جلد: ۹، صفحه: ۱۴۷، دار الكتب العلمية بيروت، مصنف ابن شيبه، كتاب النكاح، باب: في التزويج من كان يامر به ويحث عليه، جلد: ۵، صفحه: ۳۳، رقم الحديث: ۱۶۱۶۱، مكتبه رحمانيه لاهور، مجمع الزوائد، كتاب النكاح، باب تزوجوا النساء يأتينكم بالاموال، جلد: ۵، صفحه: ۶۸، رقم الحديث: ۷۳۳۰، اكبر بك سيلرز لاهور)

حدیث:۱۵

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تَزَوَّجُوْا فَإِنِّىْ مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ، وَلَا تَكُوْنُوْا كَرَهْبَانِيَةِ النَّصَارٰى"

نکاح کرو بے شک میں تمہاری کثرت پر دیگر انبیاء کے سامنے فخر کا اظہار

کروں گا، اور عیسائی راہبوں کی طرح نہ ہو جاؤ۔

اسے امام بیہقی نے ابی امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ، جماع ابواب الترغیب فی النکاح وغیر ذلك، جلد: ۷، صفحہ: ۱۳۵، رقم الحدیث: ۱۳۴۵۷، دار الحدیث قاہرہ مصر)

حدیث: ۱۶

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تَزَوَّجُوْا وَلَا تُطَلِّقُوْا، فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الذَّوَّاقِيْنَ وَلَا لذوّاقاتِ"

نکاح کرو اور طلاق نہ دو، بے شک اللہ تعالیٰ فقط نفسانی خواہش پورا کرنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا۔

اسے طبرانی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الاوسط، من اسمہ محمود، محمود بن محمد، جلد: ۶، صفحہ: ۲۰۶، رقم الحدیث: ۷۸۴۸، شبیر برادرز لاھور، مسند البزار، مسند ابو موسیٰ اشعری، جلد: ۸، صفحہ: ۷۱، رقم الحدیث: ۳۰۶۶، دار الکتب العلمیۃ بیروت، کشف الاستار، کتاب الطلاق، باب: لا تطلق النساء الامن ریبۃ، جلد: ۲، صفحہ: ۱۹۲، رقم الحدیث: ۱۴۹۷، مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، مجمع الزوائد، کتاب الطلاق، باب: فیمن یکثر الطلاق وسبب الطلاق، جلد: ۵، صفحہ: ۲۶۶، رقم الحدیث: ۷۷۶۱، اکبر بك سیلرز لاھور)

نوٹ: حدیث پاک میں "الا من ریبۃ" کے الفاظ بھی ہیں یعنی (بغیر کسی شرعی خرابی و مجبوری کے طلاق نہ دو) جو کہ مصنف علام نے نقل نہیں کئے، اور محولہ کتب میں "تزوجوا" کے الفاظ بھی نہیں ہیں۔ نفسانی خواہشیں پورا کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو اولاد کے لئے نہیں بلکہ صرف نفسانی خواہش کے لئے نکاح کرتے ہیں

اور دوسرے وہ لوگ جو حلالہ کے لئے وقتی نکاح کرتے ہیں، سیالوی)

حدیث:۱۷

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"تَزَوَّجُوْا وَلَا تُطَلِّقُوْا، فَإِنَّ الطَّلَاقَ يَهْتَزُّ مِنْهُ الْعَرْشُ"

نکاح کرو اور طلاق نہ دو، بے شک طلاق سے عرش کانپ جاتا ہے۔

اسے ابن عدی نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے روایت کیا ہے۔

(الكامل فی الضعفاء الرجال، جلد: ۵، صفحه: ۱۱۲)

حدیث:۱۸

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تَنَاكَحُوْا تَكْثُرُوْا، فَإِنِّيْ أُبَاهِيْ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"

کثرت سے نکاح کرو (شریعت کے دائرہ میں رہ کر) بے شک میں قیامت کے دن تم پر اظہار فخر کروں گا۔

اسے امام عبدالرزاق نے "جامع" میں حضرت سعید بن ہلال سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، كتاب النكاح والطلاق، باب: وجوب النكاح وفضله، جلد: ۶، صفحه: ۱۳۸، رقم الحديث: ۱۰۴۳۲، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

حدیث:۱۹

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أَحَقُّ الشُّرُوْطِ أَنْ تُوْفُوْا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوْجَ"

وہ شرطیں پوری کی جانے کا سب سے زیادہ حق رکھتی ہیں جن کے ذریعے

تم عورتوں کی شرمگاہوں کو حلال سمجھتے ہو۔

اسے بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے۔

(بخاری، کتاب الشروط، باب: الشروط فی المهر عند عقدة النکاح، صفحه: ۳۲۲، رقم الحدیث: ۲۷۲۱، دار ابن الجوزی قاهره مصر، بخاری، کتاب النکاح، باب: الشروط فی النکاح، صفحه: ۶۳۱، رقم الحدیث: ۵۱۵۱، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب: الوفا باالشروط فی النکاح، صفحه: ۶۳۸، رقم الحدیث: ۳۴۵۷، دار المعرفة بیروت، سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب: فی الرجل یشترط لها دارها، جلد: ۲، صفحه: ۳۳۴، رقم الحدیث: ۲۱۳۹، دار المعرفة بیروت، جامع ترمذی، کتاب النکاح، باب: ماجاء فی الشرط عند عقدة النکاح، صفحه: ۲۹۳، رقم الحدیث: ۱۱۲۷، دار الکتب العلمیة بیروت، سنن نسائی، کتاب النکاح، باب: الشروط فی النکاح، صفحه: ۶۴۸، رقم الحدیث: ۳۲۸۲، ۳۲۸۱، دار المعرفة بیروت، سنن ابن ماجة، ابواب النکاح، باب: الشرط فی النکاح، جلد: ۲، صفحه: ۱۹۶، رقم الحدیث: ۱۹۵۴، مکتبه اسلامیه)

حدیث:۲۰

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوْا عَلَيْهِ بِالدُّفُوْفِ۔"

نکاح کی تشہیر کیا کرو، مساجد میں نکاح کرو اور اس موقع پر دفوف بجایا کرو۔

(سنن ترمذی، کتاب النکاح، باب: ماجاء فی اعلان النکاح، صفحه: ۲۸۳، رقم الحدیث: ۱۰۸۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

حدیث:۲۱

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"فَصْلٌ مَا بَيْنَ الْحَلَالِ وَالْحَرَامِ الصَّوْتُ وَالدُّفُ فِي النِّكَاحِ"

حلال اور حرام میں فرق یہ ہے کہ نکاح کے موقع پر دف بجایا جائے اور (نکاح) بلند آواز سے کیا جائے۔

اسے احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، حديث محمد بن حاطب، جلد: ۱۱، صفحه: ۱۱، رقم الحديث: ۱۸۱۹۵، دار الحديث قاهره مصر، سنن ترمذی، كتاب النكاح، باب: ماجاء فی اعلان النكاح، صفحه: ۲۸۳، رقم الحديث: ۱۰۸۸، دار الكتب العلمية بيروت، سنن نسائی، كتاب النكاح، باب: اعلان النكاح بالصوت وضرب الدف، صفحه: ۲۶۵، رقم الحديث: ۳۳۶۹، دار المعرفة بيروت، سنن ابن ماجه، ابواب النكاح، باب: اعلان فی النكاح، جلد: ۲، صفحه: ۱۷۸، رقم الحديث: ۱۸۹۶، مكتبه اسلاميه)

حدیث: ۲۲

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مِنْ اَفْضَلِ الشَّفَاعَةِ اَنْ تَشْفَعَ بَيْنَ الْاِثْنَيْنِ فِي النِّكَاحِ"

بہترین سفارش یہ ہے کہ دو افراد (مرد و عورت) کے درمیان نکاح کی سفارش کی جائے۔

اسے ابن ماجہ نے ابی رُہم رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجه، ابواب النكاح، باب الشفاعة فی التزويج، جلد: ۲، صفحه: ۲۰۳، رقم الحديث: ۱۹۷۵، مكتبه اسلاميه)

حدیث: ۲۳

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مِنْ بَرَكَةِ الْمَرْأَةِ تَبْكِيرُهَا بِالْاُنْثٰى"

عورت کی برکت سے یہ بھی ہے کہ اس کی پہلی اولاد لڑکی ہو۔

اسے ابن عساکر نے حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، جلد: ۴۷، صفحہ: ۲۴۵، دار الفکر بیروت)

حدیث: ۲۴

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِيْنَ: اَلْحَيَاءُ وَالتَّعَطُّرُ وَالسِّوَاكُ وَالنِّكَاحُ"

چار چیزیں تمام رسولوں کی سنت ہیں:

۱-شرم وحیاء، ۲-خوشبو، ۳-مسواک، ۴-اور نکاح۔

اسے ترمذی نے ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(الجامع الصحیح وھو سنن الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی فضل التزویج والحث علیه، صفحه: ۲۸۱، رقم الحدیث: ۱۰۸۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

حدیث: ۲۵

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنِ اجْتَنَبَ اَرْبَعًا دَخَلَ الْجَنَّةَ: اَلدِّمَاءَ وَالْاَمْوَالَ وَالْفُرُوْجَ وَالْاَشْرِبَةَ"

"جو شخص چار چیزوں سے بچے گا، وہ جنت میں داخل ہوگا، خون (قتل ناحق) اموال، شرمگاہیں اور مشروبات۔"

اسے بزار نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(مسند البزار، مسند انس بن مالك، ابراهيم النخعی عن انس، جلد:

۱۴، صفحہ: ۴۷-۴۶، رقم الحدیث: ۷۴۸۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حدیث:۲۶

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّ فِطْرَتِیْ فَلْیَسْتَنَّ بِسُنَّتِیْ، وَمِنْ سُنَّتِی النِّکَاحُ"

جو پسند کرے میری فطرت کو وہ میری سنت پر چلے، اور نکاح بھی میری سنت ہے۔

اسے امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(السنن الکبریٰ، کتاب النکاح، جماع ابواب الترغیب فی النکاح، جلد: ۷، صفحہ: ۱۳۳، رقم الحدیث: ۱۳۴۵۱، دار الحدیث قاہرہ مصر)

حدیث:۲۷

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ اَخَذَ بِسُنَّتِیْ فَھُوَ مِنِّیْ، وَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ"

جس نے میری سنت پر عمل کیا وہ مجھ سے ہے، اور جس نے میری سنت سے منہ موڑا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

(ابن عساکر، تاریخ دمشق الکبیر، جلد: ۳۸، صفحہ: ۱۲۷، دار الفکر بیروت)

حدیث:۲۸

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ رَّزَقَهُ اللّٰہُ اِمْرَاَۃً صَالِحَۃً فَقَدْ اَعَانَهٗ عَلٰی شَطْرِ دِیْنِهٖ، فَلْیَتَّقِ اللّٰہَ فِی الشَّطْرِ الْبَاقِیْ"

”جس کو اللہ تعالیٰ نیک بیوی عطا فرمادے تو اس کے دین کے ایک حصہ پر اس کی مدد کردی، لہٰذا دوسرے حصہ میں وہ اللہ سے ڈرے۔“

اسے حاکم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(مستدرک میں ”الشطر الثاني“ کے الفاظ ہیں، سیالوی)

(مستدرك على الصحيحين، كتاب النكاح، جلد: ۲، صفحه: ۱۷۵، رقم الحديث: ۲۶۸۱، دار الكتب العلميه)

حدیث: ۲۹

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”مَنْ وَقِيَ شَرَّ لَقْلَقِهٖ وَقَبْقَبِهٖ وَذُبْذُبِهٖ فَقَدْ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ“

جس نے زبان، پیٹ اور شرمگاہ کے شر سے خود کو بچالیا اس کے لئے جنت واجب ہوگئی۔

(مسند الفردوس، جلد: ۳، صفحه: ۶۳۲، رقم الحديث: ۵۹۷۸، دار الكتب العلمية بيروت، شعب الايمان، باب في تحريم الفروج، جلد: ۴، صفحه: ۳۶۱، رقم الحديث: ۵۴۰۹، دار الكتب العلمية)

حدیث: ۳۰

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، لَنْ تَسْتَقِيْمَ لَكَ عَلٰى طَرِيْقَةٍ، فَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَبِهَا عِوَجٌ، وَاِنْ ذَهَبْتَ تُصْلِحُهَا كَسَرْتَهَا، وَكَسْرُهَا طَلَاقُهَا۔“

عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا ہوئی ہے اور وہ کبھی تجھ سے سیدھی چال نہ چلے گی، پھر اگر تو اس سے فائدہ اٹھائے تو اٹھا تا رہ، وہ ٹیڑھی کی ٹیڑھی ہی رہے گی، اگر تو اسے سیدھا کرنے کی طرف ہوگیا توڑ ڈالے گا، اور اس کا

توڑنا طلاق ہے۔

اسے مسلم اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (مگر یہ الفاظ مسلم کے ہیں، سیالوی)

(صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب: الوصیة بالنساء، صفحہ: ۶۲۹، رقم الحدیث: ۳۶۲۹، دار المعرفة بیروت، جامع ترمذی، کتاب الطلاق واللعان، باب: ماجاء فی مدارة النساء، صفحہ: ۳۱۰، رقم الحدیث: ۱۱۱۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

حدیث: ۳۱

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَرْبَعٌ مَنْ اُعْطِیَهُنَّ فَقَدْ اُعْطِیَ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ: قَلْبًا شَاكِرًا، وَلِسَانًا ذَاكِرًا، وَبَدَنًا عَلَى الْبَلَاءِ صَابِرًا، وَزَوْجَةً لَا تَبْغِیهِ حُوْبًا فِی نَفْسِهِ وَمَالِهِ۔"

"چار چیزیں ایسی ہیں کہ یہ جس کو عطا فرمادی گئیں اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی عطا کر دی گئی: ۱- شکر کرنے والا دل، ۲- ذکر کرنے والی زبان، ۳- مصائب پر صبر کرنے والا بدن، ۴- اور ایسی عورت جو اپنی عزت اور شوہر کے مال میں خوف کی وجہ سے اس کی نافرمانی نہیں کرتی۔"

اسے طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الکبیر، طلق بن حبیب عن ابن عباس، جز: ۱۱، جلد: ۶، صفحہ: ۹۶، رقم الحدیث: ۱۱۲۷۵، دار احیاء التراث العربی بیروت، المعجم الاوسط، من اسمہ محمد، الشیخ محمد بن جابان، جلد: ۶، صفحہ: ۳۳۷، رقم الحدیث: ۷۲۱۲، مطبوعہ لاہور، شعب الایمان، باب فی تعدید نعم اللہ عزوجل وشکرھا، جلد: ۴، صفحہ: ۱۰۴، رقم الحدیث: ۴۴۲۹، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، حلیة

الاولیاء، طلق بن حبیب، جلد: ۳، صفحہ: ۷۷، رقم الحدیث: ۳۲۲۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حدیث: ۳۲

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَرْبَعٌ مِّنَ السَّعَادَةِ: اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ، وَالْمَسْكَنُ الْوَاسِعُ، وَالْجَارُ الصَّالِحُ، وَالْمَرْكَبُ الْهَنِيُّ، وَاَرْبَعٌ مِنَ الشَّقَاءِ: اَلْجَارُ السُّوْءُ، وَالْمَرْأَةُ السُّوْءُ، وَالْمَرْكَبُ السُّوْءُ، وَالْمَسْكَنُ الضَّيِّقُ۔"

چار چیزیں خوش بختی ہیں، نیک بیوی، وسیع گھر، نیک پڑوسی اور اچھی سواری، اور چار چیزیں بدبختی ہیں، برا ہمسایہ، بری بیوی، تنگ گھر اور بری سواری۔

اسے ابن حبان نے اپنی "صحیح" حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب: ذکر الاخبار عن الاشیاء، التی من السعادة المرء فی الدنیا، صفحہ: ۱۰۹۶، رقم الحدیث: ۴۰۳۲، دار المعرفة بیروت، حلیة الاولیاء، عبدالرحمٰن بن محمد و یحییٰ بن سعید القطان، رقم الترجمہ: ۴۴۷، جلد: ۸، صفحہ: ۴۳۶، رقم الحدیث: ۱۲۸۱۷، دار الکتب العلمیة بیروت)

حدیث: ۳۳

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَنْ كَانَ مُوْسِرًا لِاَنْ يَنْكِحَ فَلَمْ يَنْكِحْ فَلَيْسَ مِنِّيْ"

جو شخص اتنا صاحب حیثیت ہو کہ نکاح کر سکتا ہو اور پھر نکاح نہ کرے تو وہ

مجھ سے نہیں (یعنی میرے طریقہ پر نہیں)
اسے طبرانی نے ابو نجیح رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔
(السنن الکبریٰ، جماع ابواب الترغیب فی النکاح وغیر ذلک، جلد: ۷، صفحہ: ۱۳۴، رقم الحدیث: ۱۳۴۵۵، دار الحدیث قاھرہ مصر، (طبرانی میں مجھے یہ حدیث نہیں مل سکی، ہاں البتہ مراسیل ابوداؤد میں بھی موجود ہے، سیالوی) شعب الایمان، باب: فی تحریم الفروج، فصل فی الترغیب النکاح، جلد: ۴، صفحہ: ۳۸۲، رقم الحدیث: ۵۴۸۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت، مجمع الزوائد، کتاب النکاح، باب الحث علی النکاح وماجاء فی ذلک، جلد: ۵، صفحہ: ۵۹، رقم الحدیث: ۷۳۰۴، اکبر بک سیلرز لاھور، الترغیب والترھیب، کتاب النکاح، الترغیب فی النکاح سیما بذات الدین الولود، جلد: ۳، صفحہ: ۹۹، رقم الحدیث: ۲۸۸۷، دار الحدیث قاھرہ مصر)

حدیث: ۳۴

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
"مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لِعِزِّهَا لَمْ يَزِدْهُ اِلَّا ذُلًّا، وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِمَالِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا فَقْرًا، وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِحَسَبِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا دَنَاءَةً، وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً وَّلَمْ يُرِدْ بِهَا اِلَّا اَنْ يَغُضَّ بَصَرَهٗ، وَيُحْصِنُ فَرْجَهٗ اَوْ يَصِلَ رَحِمَهٗ، بَارَكَ اللّٰهُ لَهٗ فِيْهَا، وَبَارَكَ لَهَا فِيْهِ۔"
جو شخص کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے نکاح کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی عزت میں اضافہ فرماتا ہے، اور جو شخص کسی عورت سے اس کے مال کی وجہ سے نکاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی محتاجی اور فقر میں اضافہ کرتا ہے، اور جو شخص کسی عورت کے ساتھ اس کے خاندان کی وجہ سے

نکاح کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ذلت میں اضافہ کر دیتا ہے اور جو شخص عورت سے صرف اس لئے نکاح کرتا ہے کہ وہ اپنی نگاہوں کو جھکا سکے یا شرمگاہ کی حفاظت کر سکے یا صلہ رحمی کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کے نکاح میں برکت عطا فرماتا ہے اور اس عورت میں بھی برکت عطا فرماتا ہے۔

اسے طبرانی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(المعجم الاوسط، من اسمه ابراهيم، ابراهيم بن محمد بن عرق حمصی، جلد: ۲، صفحه: ۲۰۳-۲۰۴، رقم الحديث: ۲۳۴۲، شبير برادرز لاهور، مسند الشاميين، جلد: ۱، صفحه: ۲۹، رقم الحديث: ۱۱، مؤسسة الرسالة بيروت، حلية الاولياء، ابراهيم بن ابی عبلة، رقم الترجمه: ۳۲۷، جلد: ۵، صفحه: ۲۴۸، رقم الحديث: ۷۱۱۶، دارالكتب العلمية بيروت، تنزيه الشريعة المرفوعة، كتاب النكاح، الفصل الثانی، جلد: ۲، صفحه: ۲۲۱، رقم الحديث: ۱۳۸۰، المكتبة التوفيقة، مصر، كشف الخفاء، حرف الميم، جلد: ۲، صفحه: ۲۱۳، رقم الحديث: ۲۴۲۹، دارالكتب العلمية بيروت، الترغيب والترهيب، كتاب النكاح وما يتعلق به، باب: الترغيب فی النكاح سيما بذات الدين الولود، جلد: ۳، صفحه: ۱۰۰، رقم الحديث: ۲۸۹۱، دارالحديث قاهره، مجمع الزوائد، كتاب النكاح، باب: نية الزواج، جلد: ۵، صفحه: ۶۵، رقم الحديث: ۷۳۲۴، اكبر بك سيلرز لاهور)

حدیث: ۳۵

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"لَا تَزَوَّجُوا النِّسَاءَ لِحُسْنِهِنَّ، فَعَسٰی حُسْنُهُنَّ اَنْ يُرْدِيَهُنَّ، وَلَا تَزَوَّجُوْا لِاَمْوَالِهِنَّ، فَعَسٰی اَمْوَالُهُنَّ اَنْ يُطْغِيَهُنَّ، وَلٰكِنْ تَزَوَّجُوْهُنَّ عَلَی الدِّيْنِ، وَلَاَمَةٌ خَرْمَاءُ سَوْدَاءُ ذَاتُ دِيْنٍ اَفْضَلُ۔"

تم عورتوں سے محض ان کے حسن و جمال کی وجہ سے نکاح نہ کرو شائد ان کا حسن و جمال ان کی تباہی کا سبب بن جائے، اور تم عورتوں سے محض ان کے مال کی وجہ سے نکاح نہ کرو شائد ان کا مال سرکش بنا دے، البتہ تم ان (عورتوں) کی دین داری کی وجہ سے ان سے نکاح کرو، (جان لو) ایک سیاہ فام ناک کٹی دین دار نوکرانی (بے دین، آزاد اور حسن و جمال والی عورت سے) افضل و بہتر ہے۔

اسے ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجة، ابواب النكاح، باب: تزويج ذات الدين، جلد: ۲، صفحه: ۱۶۴، رقم الحديث: ۱۸۵۹، مكتبه اسلاميه لاهور، مسند عبد بن حميد، مسند عبدالله بن عمرو، جلد: ۱، صفحه: ۳۲۸، رقم الحديث: ۲۸، دار البلنسية، السنن الكبرىٰ، كتاب النكاح، باب: استحباب التزوج بذات الدين، جلد: ۷، صفحه: ۱۳۸، رقم الحديث: ۱۳۴۶۹، دار الحديث قاهره مصر، الترغيب والترهيب، كتاب النكاح وما يتعلق به، باب: الترغيب فى النكاح، جلد: ۳، صفحه: ۱۰۰، رقم الحديث: ۲۸۹۲، دار الحديث قاهره)

حدیث: ۳۶

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِضْمَنُوْا لِیْ سِتًّا مِنْ اَنْفُسِکُمْ اَضْمَنْ لَکُمُ الْجَنَّةَ:
اُصْدُقُوْا اِذَا حَدَّثْتُمْ، وَاَوْفُوْا اِذَا وَعَدْتُّمْ، وَاَدُّوْا اِذَا ائْتُمِنْتُمْ،
وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ، وَغُضُّوْا اَبْصَارَکُمْ، وَکُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ۔"

"تم مجھے اپنی طرف سے ۶ چیزوں کی ضمانت دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: ۱- بولو تو سچ بولو، ۲- وعدہ کرو تو پورا کرو، ۳- تمہارے پاس امانت رکھی جائے تو وہ صاحب امانت کو ادا کرے، ۴- اپنی

شرمگاہوں کی حفاظت کرو، ۵- اپنی نگاہوں کو جھکا کر رکھو، ۶- اپنے ہاتھوں کو (ظلم وستم وناجائز کاموں) سے روک کر رکھو۔"

اسے امام احمد نے، اور ابن حبان نے "صحیح" میں اور حاکم نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، حدیث عبادہ بن صامت، جلد: ۱۲، صفحہ: ۱۰۶، رقم الحدیث: ۲۲۶۵۶، دارالحدیث قاھرہ، صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب: الصدق والامر بالمعروف والنھی عن المنکر، صفحہ: ۱۹۰، رقم الحدیث: ۲۷۱، دارالمعرفة بیروت، مستدرك علی الصحیحین، کتاب الحدود، جلد: ۴، صفحہ: ۳۹۹، رقم الحدیث: ۸۰۶۶، دارالکتب العلمیة)

حدیث: ۳۷

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا مِنْ صَبَاحٍ اِلَّا وَمَلَكَانِ يُنَادِيَانِ: وَيْلٌ لِلرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ، وَوَيْلٌ لِلنِّسَآءِ مِنَ الرِّجَالِ"

روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے یہ اعلان کرتے ہیں کہ مردوں کے لئے عورتوں کی وجہ سے ہلاک ہے اور عورتوں کے لئے مردوں کی وجہ سے ہلاکت ہے۔

اسے ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجه، ابواب الفتن، باب: فتنة النساء، جلد: ۳، صفحہ: ۴۰۳، رقم الحدیث: ۳۹۹۹، مکتبہ اسلامیہ، مستدرك علی الصحیحین، کتاب النکاح، جلد: ۲، صفحہ: ۱۷۳، رقم الحدیث: ۲۶۷۲، دارالکتب العلمیة، مستدرك علی الصحیحین، کتاب الاھوال، جلد: ۴، صفحہ: ۶۰۴، رقم الحدیث: ۸۶۷۹)

حدیث:۳۸

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَانًا اَحْسَنُهُمْ خُلُقًا، وَخِیَارُکُمْ خِیَارُکُمْ لِنِسَائِهِمْ۔"

سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے، اور تم میں سے اچھے وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے لئے اچھے ہیں۔

اسے ترمذی اور ابن حبان نے "صحیح" میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(سنن الترمذی، کتاب الرضاع، باب: ماجاء فی حق المرأة علیٰ زوجها، صفحه: ۳۰۲، رقم الحدیث: ۱۱۶۲، دار الکتب العلمیة بیروت، صحیح ابن حبان، کتاب النکاح، باب: ذکر البیان بان من خیار الناس من کان خیراً لامراته، صفحه: ۱۱۳۰، رقم الحدیث: ۴۱۷۶، دار المعرفة بیروت)

حدیث:۳۹

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"دِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ، وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ فِیْ رَقَبَةٍ، وَدِیْنَارٌ تَصَدَّقْتَ بِهٖ عَلٰی مِسْکِیْنٍ، وَدِیْنَارٌ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ، اَعْظَمُهَا اَجْرًا الَّذِیْ اَنْفَقْتَهٗ عَلٰی اَهْلِكَ۔"

ایک دینار تم نے اللہ کی راہ پر خرچ کیا، اور ایک دینار گردن آزاد کرانے پر خرچ کیا، اور ایک دینار مسکین پر خرچ کیا، اور ایک دینار اپنے گھر والوں پر خرچ کیا تو ثواب اس دینار کا زیادہ ہے جو گھر والوں پر خرچ کیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب: فضل النفقة علی العیال والمملوك...... صفحه: ۴۴۷، رقم الحدیث: ۲۳۰۸، دار المعرفة بیروت)

حدیث:۴۰

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"خَیْرُکُمْ بَعْدَ الْمِئَتَیْنِ خَفِیْفُ الْحَاذِ ۔"

دوسو سال کے بعد تم سب سے بہتر وہ ہوگا جس کے اہل وعیال نہیں ہوں گے۔

اسے خطیب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(تاریخ بغداد، جلد: ٦، صفحہ: ١٩٧، و جلد: ١١، صفحہ: ٢٢٥، دار الکتب العلمیة، شعب الایمان، باب: في الزهد وقصر الامل، جلد: ٧، صفحہ: ٢٩٢، رقم الحدیث: ١٠٣٥٠، دار الکتب العلمیة بیروت)

اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے۔

"یَأْتِیْ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَاَنْ یُرَبِّی اَحَدُکُمْ جَرَ وَکَلْبٍ خَیْرَ لَّهٗ مِنْ یُرَبِّیَ وَلَدًا مِّنْ صُلْبِهٖ ۔"

لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ (انسان) ۵۴ برس کا ہو جانے کے بعد اگر کتے کے بچے کو پال پوس لے تو وہ اس سے بہتر ہے کہ اپنے سگے بیٹے کو پالے پوسے۔

(المعجم الکبیر، جز: ١٠، جلد: ٥، صفحہ: ٢٤٢، رقم الحدیث: ١٦٦٨٥، دار احیاء التراث العربی، مجمع الزوائد، کتاب النکاح، جلد: ٥، صفحہ: ٧٧، رقم الحدیث: ٧٣٤٣، اکبر بك سیلرز لاهور)

ہم اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے عافیت اور حسن خاتمہ کا سوال کرتے ہیں۔ پس یہ چالیس احادیث مبارکہ اپنے ایک عزیز کے کہنے پر جمع کی ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھے۔

اور مؤلف (ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ) نے وسط رمضان بروز جمعۃ المبارک ہجری ۱۰۱۰ء میں مکمل کیا۔

"اَرْبَعُوْنَ حَدِیْثًا مِّنْ جَوَامِعِ الْکَلِمِ"

ترجمہ بنام

ان کے بول بہاروں جیسے

تصنیف

امام علامہ ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری

متوفی ۱۰۱۴ھ

ترجمہ، تخریج، حواشی

ابوذہیب محمد ظفر علی سیالوی

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

عرض مترجم

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کے فضل و احسان اور اس کے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کرم سے احادیث مبارکہ کی خدمت کا شرف حاصل ہو رہا ہے، پیش نظر رسالہ جو کہ چالیس احادیث مبارکہ جو کہ مختصر مگر جامع ہیں پر مشتمل ہے، مصنف علام رحمہ اللہ تعالیٰ نے احادیث مبارکہ کا مختصر حصہ نقل کیا، بلکہ بعض مقامات پر احادیث مبارکہ ہی مختصر ہیں، جہاں احادیث کا کچھ حصہ یا چند جملے مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کئے ہم نے "تکمیل" کا عنوان دے کر بعض جگہ مکمل احادیث مبارکہ نقل کر دیں تا کہ قاری کو سیاق وسباق کا علم ہو جائے، دوران ترجمہ چند امور کا خیال رکھا گیا۔

۱- ترجمہ با محاورہ کیا گیا۔

۲- جو حوالہ مصنف علام نے نقل کیا اس سے اور اس کے ساتھ دیگر حوالہ جات سے احادیث مبارکہ کی تخریج کی گئی۔

۳- تخریج میں کتاب کا نام، جلد، صفحہ، باب، حدیث نمبر اور مطبوعہ ادارہ تک کا التزام کیا گیا۔

۴- "تکمیل" کے عنوان سے بعض جگہ مکمل احادیث مترجم کی طرف سے نقل کی گئی ہیں۔

۵- کئی مقامات پر "شرح حدیث" کا عنوان قائم کر کے انتہائی مختصر وضاحت کر دی گئی ہے۔

کسی جگہ پر قارئین کو کمی نظر آئے، کوئی غلطی سامنے آئے تو اطلاع فرمائیں تاکہ اسے درست کرلیا جائے، بندہ ناچیز چونکہ کوئی عالم، فاضل، مفتی نہیں بلکہ ایک انتہائی ادنیٰ سا دین مصطفیٰ کا طالب علم ہے اس لئے اصلاح فرمائیں، حوصلہ افزائی فرمائیں اور دعا فرمائیں کہ یہ سلسلہ چلتا رہے۔

اللہ تعالیٰ مصنف کا، مترجم کا، ناشر کا اور قارئین کا، تمام امت مسلمہ کا حامی و ناصر ہو۔

ابو ذہب محمد ظفر علی سیالوی

مقدمۃ المصنّف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جو عزت والی کتاب کی چابی ہے، جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطیب بغدادی نے ''الجامع'' میں روایت کیا ہے۔

(الجامع لاخلاق الراوی و آداب السامع، جلد: ۱، صفحہ: ۲۶۴، رقم الحدیث: ۵۴۹، مکتبۃ المعارف الریاض)

اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مخلوق کو وجود بخشا اور انسان کو وہ سب سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا اور درود و سلام ہو اس ہستی پر جنہیں جامع کلمات اور حکمت کے چشمے عطا فرمائے گئے ہیں، اور آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر اور آپ کی اتباع کرنے والوں پر جو کہ تمام امتوں سے بہتر ہیں۔

حمد و صلاۃ کے بعد!

پس یہ چالیس احادیث مبارکہ ہیں جن کی بنا آسان ہے اور مختصر ہے اور ان کے معانی بہت زیادہ ہیں، جناب سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے چمک دار موتی ہیں جن کو تلاش کیا گیا ہے اثر اور احادیث کے سمندروں سے، ان تمام کلمات سے زیادہ نکھرے ہوئے جن کو معتبر تصور کیا جاتا ہے ان کو جمع کیا اور اپنے رب تعالیٰ کے تمام بندوں سے زیادہ محتاج ''علی بن سلطان محمد القاری'' نے اللہ ان دونوں کو (امام ملا علی قاری اور ان کے والد سلطان محمد) اپنے لطف و کرم کا مستحق بنائے، اس امید پر کہ جو سرکار کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا مِّنْ سُنَّتِیْ اَدْخَلْتُهٗ یَوْمَ الْقِیَامَةِ فِیْ شَفَاعَتِیْ۔"

"جس شخص نے میری امت پر میری سنت میں سے چالیس احادیث کی محافظت کی، قیامت کے دن میں اس کو اپنی شفاعت میں داخل کرلوں گا۔"

اسے ابن نجار نے روایت کیا ہے۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر، صفحہ: ۵۲۴، رقم الحدیث: ۸٦۳۷، دار الکتب العلمیة بیروت، ابن نجار، تاریخ بغداد، جلد: ٦، صفحہ: ۳۲۰، دار الکتب العلمیة بیروت، اسمعانی، المنتخب من معجم الشیوخ اسمعانی، جلد: ۱، صفحہ: ۴۷۸، دار عالم الکتب الریاض)

۱-"اَلْاِیْمَانُ یَمَانٌ"

ترجمہ: ایمان تو یہاں ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

تکمیل:

مکمل حدیث شریف یوں ہے:

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اپنا دست انور اٹھا کر فرمایا: ایمان تو یہاں ہے۔

خبردار ہو جاؤ کہ سخت قلبی اور تنگ دلی کاشتکاروں میں ہے جو اونٹوں کی دمیں پکڑ کر چلاتے رہتے ہیں۔ جہاں سے شیطان کے دو سینگ قبیلہ ربیعہ اور مضر میں نکلیں گے۔

(صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب: خیر مال المسلم غنم یتبع بها شعف الجبال، صفحہ: ۳۹۲، رقم الحدیث: ۳۳۰۲، دار ابن الجوزی

قاهره مصر، صحيح بخاری، كتاب المغازی، باب: قدوم الاشعر بين واهل اليمن وقال ابو موسىٰ عن النبی صلی الله عليه وسلم "هم منی وانا منهم" صفحه: ۷۱۵، رقم الحديث: ۳۴۸۷، صحيح بخاری، كتاب الطلاق، باب: اللعان وقول الله تعالىٰ...... صفحه: ۹۴۹، رقم الحديث: ۵۳۰۳، صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب: تفاضل اهل الايمان فيه، وجحان اهل اليمن غيه، صفحه: ۸۳، رقم الحديث: ۱۸۰، دار المعرفة بيروت)

شرح حدیث:

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ہجری ۸۵۵ لکھتے ہیں:

جس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اشارہ فرمایا تھا، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ شریف کا ارادہ فرما رہے تھے، اور مدینہ منورہ اس وقت آپ کے اور یمن کے درمیان میں تھا، ایک قول یہ ہے کہ جب آپ نے یہ اشارہ کیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تھے۔ امام نووی فرماتے ہیں: جس وقت آپ یمن کی طرف اشارہ کیا تھا، اس وقت آپ مکہ اور مدینہ کا ارادہ فرما رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان یمن میں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان کی ابتداء مکہ سے ہوئی تھی اور مکہ تہامہ میں سے ہے، اور تہامہ یمن میں ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ کعبہ یمانیہ ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ آپ کا یہ ارشاد انصار کے لئے تھا کیونکہ وہ یمنی ہیں اور انہوں نے ایمان اور اسلام کی مدد کی تھی اور ان کو اپنے گھروں میں جگہ دی تھی، اس لئے آپ نے ایمان کی طرف نسبت کی تھی، مگر یہ قول غریب ہے۔

آپ نے ربیعہ اور مضر کا ذکر فرمایا کیونکہ یہ لوگ اونٹوں کی دمیں پکڑ کر چلاتے تھے اور ان دونوں قبیلوں کا مسکن مشرق کی سمت میں تھا۔

آپ نے مشرق کو اس جگہ سے تعبیر فرمایا جہاں شیطان کے دو سینگ ہیں کیونکہ جب سورج طلوع ہوتا ہے تو شیطان اپنے سر کی دونوں جانبیں اس کی طرف کر لیتا ہے اور شیطان کی عبادت کرنے والے اس کے سامنے سجدہ کرتے ہیں۔

(عمدة القاری، جلد: ۱۵، صفحه: ۲۶۴، دار الکتب العلمیة بیروت)

۲-"اَلْاَیْمَنَ فَالْاَیْمَنَ"

ترجمہ: "دائیں جانب والا زیادہ حق دار ہے۔"

اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

تکمیل:

مکمل حدیث شریف یوں ہے:

حضرت ابن شہاب نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ پیش کیا گیا جس میں پانی ڈالا ہوا تھا۔ آپ کی دائیں جانب ایک اعرابی اور بائیں طرف حضرت ابوبکر صدیق تھے، پس آپ نے نوش فرمایا اور بچا ہوا اعرابی کو عطا کرتے ہوئے فرمایا:

"اَلْاَیْمَنَ فَالْاَیْمَنَ"

(صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب: الا یمن فالا یمن فی الشرب، صفحه: ۶۸۲، رقم الحدیث: ۵۶۱۹، دار ابن الجوزی، قاهره، صحیح مسلم، کتاب الاشربة، باب: استحباب ادارة الماء واللبن...... صفحه: ۹۵۸، رقم الحدیث: ۵۲۵۷، دار المعرفة بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب الاشربة، باب: فی الساقی متی یشرب، جلد: ۳، صفحه: ۴۵۷، رقم الحدیث: ۳۷۲۶، دار المعرفة بیروت، جامع ترمذی، کتاب

الاشربة، باب: ماجاء ان الا يمنين احق بالشرب، صفحه: ۶۴۵، رقم الحديث: ۱۸۹۳، دار الكتب العلمية بيروت، سنن ابن ماجة، ابواب الاشربة، باب: اذا عرب اعطى الا يمن فا الا يمن، جلد: ۳، صفحه: ۲۰۱-۲۰۲، رقم الحديث: ۳۴۲۵، مكتبه اسلاميه، لاهور)

شرح حدیث:

علامہ بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد عینی حنفی رحمہ اللہ تعالیٰ، متوفی ہجری ۸۵۵ لکھتے ہیں:

علامہ المہلب مالکی نے لکھا ہے: کھانے پینے اور تمام چیزوں میں دائیں جانب سے ابتداء کرنا سنت رسول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب محبت فرماتے تھے، یہ بتانے کے لئے کہ اللہ عزوجل نے دائیں جانب والوں کو فضیلت عطا فرمائی ہے۔

علامہ قرطبی مالکی فرماتے ہیں:

آپ نے اس اعرابی کو اس لئے اپنا بچا ہوا دودھ عطا فرمایا کہ وہ اپنی قوم میں سب سے بڑے تھے اور اس لئے وہ آپ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں:

زیادہ ظاہر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعرابی کو اس لیے عطا فرمایا کہ دائیں جانب سے ابتداء کرنا سنت ہے، اس لیے کہ اس اعرابی نے دائیں جانب کی طرف سبقت کی تھی، اسی لیے وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وجہ سے کھڑے نہیں ہوئے، کیونکہ انہوں نے دائیں جانب کی طرف سبقت کی تھی، یہ عام مجلس کا حکم ہے اور نماز با جماعت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب اس کو ہونا چاہیے جو عمر میں اور عقل میں بڑا ہو، اور اگر دائیں جانب میں کوئی عقل میں بڑا نہ ہو تو پھر اسی کو مقدم ہونا چاہیے جو عمر میں بڑا ہو۔

(عمدة القاری، صفحه: ۲۹۰، جلد: ۲۱، دارالکتب العلمیه، بیروت)

۳-اُخْبُرْ تَقِلْهُ

ترجمہ: ''تو آزماتو ان سے قطع تعلق پر مجبور ہو جائے گا۔''

اسے ابونعیم نے روایت کیا ہے۔

(حلية الاولياء، ابو عطية المذبوح، رقم الترجمه: ۳۱۴، جلد: ۵، صفحه: ۱۷۶، رقم الحديث: ۶۷۴۷، دارالكتب العلمية بيروت، مسند الشاميين، جلد: ۲، صفحه: ۳۵۸، رقم الحديث: ۱۴۹۳، مؤسسة الرساله بيروت، البحر الزخار بمسند البزار، جلد: ۱۰، صفحه: ۴۰، رقم الحديث: ۴۱۰۱، دارالكتب العلمية بيروت، كتاب الزهد، صفحه: ۹۲، رقم الحديث: ۱۸۵، دارالكتب العلمية بيروت، تقريب البغية بترتيب احاديث الحلية، باب من اختبر الناس هجرهم، جلد: ۲، صفحه: ۵۴۵، رقم الحديث: ۳۰۲۳، دارالكتب العلمية بيروت، مجمع الزوائد، كتاب الادب، باب من اختبر الناس هجرهم، جلد: ۸، صفحه: ۶۹۴، رقم الحديث: ۱۳۱۱۴، اكبر بك سيلرز، مسند الشهاب، صفحه: ۴۱۳، ۴۱۲، رقم الحديث: ۶۳۵، ۶۳۶، مكتبة اسلاميه لاهور، كشف الخفاء ومزيل الالباس، الهمزة مع الخاء المعجمة، جلد: ۱، صفحه: ۵۶، رقم الحديث: ۱۵۱، دارالكتب العلمية بيروت، كنز العمال، كتاب الصحبة، قسم الاول، جلد: ۹، صفحه: ۱۴، رقم الحديث: ۲۴۷۷۶، دارالكتب العلمية بيروت، كنز العمال، كتاب الصحبة، قسم الاول، جلد: ۹، صفحه: ۱۶، رقم الحديث: ۲۴۷۹۹، دارالكتب العلمية بيروت)

شرح حدیث:

یعنی جب تو ان لوگوں کو آزمائے گا تو ان کے چھپے ہوئے چہرے تجھ پر روشن ہو جائیں گے وہ آزمائش پر پورا نہیں اتریں گے آخر کار تو قطع تعلق کرنے پر مجبور ہو جائے

گا۔

۴-اَرْحَامُکُمْ اَرْحَامُکُمْ

ترجمہ: تمہارے رشتہ دار ہی تمہارے حسن سلوک کے زیادہ حق دار ہیں۔

(صحیح ابن حبان، کتاب البر والاحسان، باب صلة الرحم وقطعها، صفحہ: ۲۳۷، رقم الحدیث: ۴۳۶، دار المعرفة بيروت)

۵-اِشْفَعُوْا تُؤْجَرُوْا

ترجمہ: سفارش کرو تا کہ تمہیں اجر ملے۔

اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر، جلد: ۵۹، صفحہ: ۵۷، دار الفکر بیروت، سنن ابی داؤد، باب فی الشفاعة، جلد: ۲، صفحہ: ۴۳۲، رقم الحدیث: ۵۱۳۲، دار المعرفة بیروت، سنن النسائی، کتاب الزکاة، باب الشفاعة فی الصدقة، صفحہ: ۵۱۲، رقم الحدیث: ۲۵۵۶، دار المعرفة بیروت، صحیح البخاری، کتاب الزکاة، باب التحریض علی الصدقة والشفاعة فیما، صفحہ: ۱۷۳، رقم الحدیث: ۱۴۳۲، دار ابن الجوزی القاهرہ، صحیح مسلم، کتاب الادب، باب استحباب الشفاعة فیما لیس بحرام، صفحہ: ۱,۱۹۵، رقم الحدیث: ۲۶۲۷، دار المعرفة بیروت)

۶-"اَعْلِنُو النِّکَاحَ"

ترجمہ: نکاح کا اعلان کیا کرو!

(المسند احمد، جلد: ۹، صفحہ: ۲۰۲، رقم الحدیث: ۱۶۰۷۵، دار الحدیث القاهرہ، جامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی اعلان النکاح، صفحہ: ۲۸۳، رقم الحدیث: ۱۰۸۹، دار الکتب العلمیة بیروت، سنن ابن ماجه، ابواب النکاح، باب اعلان النکاح، جلد: ۲، صفحہ: ۱۷۸، رقم الحدیث: ۱۸۹۵، مکتبة اسلامیه لاهور)

۷-"اَکْرِمُوْا الْخُبْزَ"

ترجمہ: روٹی کی عزت کرو۔

(شعب الایمان، باب فی المطاعم والمشارب، فصل لایعیب طعاماً قدم الیہ، جلد: ۵، صفحہ: ۸۵، رقم الحدیث: ۵۸۶۹، دار الکتب العلمیۃ بیروت، مستدرك علی الصحیحین، کتاب الاطعمۃ، جلد: ۴، صفحہ: ۱۳۶، رقم الحدیث: ۷۱۴۵، دار الکتب العلمیۃ)

تکمیل:

مکمل حدیث شریف یہ ہے:

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

روٹی کا احترام کیا کرو، اور روٹی کا احترام یہ ہے کہ جب یہ آجائے تو پھر کسی اور چیز کا انتظار نہ کیا جائے۔

شرح حدیث:

روٹی اللہ پاک کا عطا کردہ رزق ہے اور رزق کی تعظیم وتکریم کرنی چاہئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیائے کاملین کا یہی طریقہ ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ اور روٹی کا احترام

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت فرماتے ہیں:

کہ وہ ایک دن بیت الخلاء میں داخل ہوئے تو انہیں وہاں روٹی کا ایک ٹکڑا ملا، انہوں نے اسے اٹھا کر دھویا اور پھر اپنے غلام کو دے کر فرمایا: جب میں فارغ ہو کر نکلوں تو مجھے یاد دلانا، جب آپ فارغ ہوئے تو غلام سے فرمایا کہ ٹکڑا کہاں ہے؟ غلام نے عرض کیا کہ میں نے اسے کھا لیا ہے، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اسے آزاد کر دیا، غلام نے آزاد کرنے کی وجہ پوچھی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

نے کہا کہ مجھ سے میری والدہ محترمہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد یعنی میرے نانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کی ہے کہ: جو شخص بیت الخلاء یا غسل خانے میں داخل ہو اور اسے وہاں روٹی کا ٹکڑا یا لقمہ ملے، وہ اسے اچھی طرح دھو کر خوشبو لگائے اور پھر کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے لہٰذا اے غلام! تمہاری بخشش ہو چکی ہے اس لئے میں ایک جنتی آدمی کا مالک بننا ناپسند سمجھتا ہوں اور تمہیں آزاد کرتا ہوں۔

(تذكرة المحبين شرح اسماء سيد المرسلين، صفحه: ۲۱، دار الكتب العلمية بيروت)

۸-"اِلْزَمْ بَيْتَكَ"

ترجمہ: اپنے گھر میں بیٹھ جا۔

تکمیل:

مکمل حدیث شریف یوں ہے:

حضرت حسن فرماتے ہیں: بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ کی طرف آدمی بھیجا، پس انہیں لایا گیا، فرمایا: آپ کس وجہ سے اس معاملے سے پیچھے رہے؟ انہوں نے کہا: تیرے چچا کے بیٹے یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف تلوار بھیج کر فرمایا: اس کے ساتھ جہاد کر جو دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے، پس جب تو دیکھے (کہ مسلمان) لوگ ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں تو اسے ایک چٹان کی طرف لے جا کر اس پر مارنا (اور توڑ دینا) پھر اپنے گھر میں بیٹھ جانا حتیٰ کہ تیرے پاس فیصلہ کن موت آجائے یا غلطی کھانے والا ہاتھ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کا راستہ چھوڑ دو۔

(المعجم الكبير، جزء: ۱۹، جلد: ۸، صفحه: ۱۷۰، رقم الحديث: ۵۲۳، دار احياء التراث العربي، مسند احمد، جلد: ۱۰، صفحه:

۵۵۷، رقم الحديث: ۱۷۹۰۲، دار الحديث قاهره مصر)

شرح حدیث:

یعنی اس تلوار کے ساتھ کفار سے جہاد کرنا جب دیکھو کہ مسلمان ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں تو اس تلوار کو توڑ دینا اور گھر میں بیٹھ جانا تاکہ تیرے ہاتھوں کوئی مسلمان قتل نہ ہو۔ یہاں تک کہ تجھ کو موت آجائے یا تمہیں کوئی غلطی سے قتل کر دے۔

۹- "تَهَادُوْا تَحَابُّوْا"

ترجمہ: باہم ایک دوسرے کو ہدیہ دو، محبت ہو گی۔

اس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

(مسند ابی یعلیٰ، صفحہ: ۱۰۸۴، رقم الحديث: ۶۱۴۱، دار المعرفة بيروت)

۱۰- "اَلْحَرْبُ خَدْعَةٌ"

ترجمہ: جنگ ایک دھوکہ ہے۔

اس کو امام بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحيح بخاری، كتاب الجهاد والسير، باب الحرب خدعة، صفحہ: ۳۶۰، رقم الحديث: ۳۰۳۰، ۳۰۲۹، دار ابن الجوزی، صحيح مسلم، كتاب الجهاد والسير، باب جواز الخداع فی الحرب، صفحہ: ۸۲۵، رقم الحديث: ۱۷۴۰، ۱۷۳۹، دار المعرفة بيروت)

جنگ میں دھوکہ دینے کی وضاحت:

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۸۵۲ ہجری، لکھتے ہیں:

"خُدْعَة" تاء وحدت کی ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ جنگ میں صرف ایک بار دشمنوں کو دھوکہ دیں، اور "خُدَعَ" کا معنیٰ یہ ہے کہ

آدمی ایک چیز کو ظاہر کرے اور اصل چیز کو مخفی رکھے اور اس میں اس پر برانگیختہ کیا گیا ہے کہ جنگ میں تدبر اور رائے کو استعمال کریں، علامہ ابن العربی نے کہا ہے: جنگ میں دھوکہ دینے کا معنی یہ ہے کہ تعریض سے کام لے اور فکر اور رائے کو استعمال کرے بلکہ جنگ میں فکر اور رائے کو استعمال کرنا شجاعت اور بہادری سے زیادہ مفید ہے۔

(فتح الباری، جلد: ۶، صفحہ: ۱۹۱، تحت الرقم: ۳۰۳۰-۳۰۲۹، دارالسلام، عرب شریف)

۱۱-''اَلْحُمّٰى شَهَادَةٌ''

بخار شہادت ہے۔

اسے دیلمی نے روایت کیا ہے۔

(الجامع الصغير فی احاديث البشير والنذير، حرف الحاء، صفحہ: ۲۳۴، رقم الحديث: ۳۸۴۹، دار الكتب العلمية بيروت، كنز العمال، كتاب الجهاد، قسم الاقوال، الفصل الثانی فی الشهادة الحكمية، جلد: ۴، صفحہ: ۱۷۸، رقم الحديث: ۱۱۱۷۷، دار الكتب العلمية بيروت)

یعنی جو آدمی بخار کی شدت سے انتقال کر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو شہادت کا ثواب عطا فرماتا ہے، غسل و کفن کے احکام اس کے عام لوگوں کی طرح ہوں گے بس اجر اس کو شہید کا ملے گا، مطلب یہ شہید حکمی ہے۔

(ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے اس حدیث پر دیلمی کا حوالہ دیا ہے راقم الحروف کو تلاش بسیار کے باوجود ''مسند الفردوس'' سے یہ حدیث نہیں مل سکی، سیالوی)

۱۲-''اَلدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ''

ترجمہ: دین خیر خواہی کا نام ہے۔

اسے امام بخاری نے روایت کیا ہے۔

تکمیل:

سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دین نصیحت ہے اللہ، اس کے رسول، ائمہ المسلمین اور عوام الناس کے لئے۔

(صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "الدین النصیحة للہ ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم" صفحه: ۱۷، رقم الحدیث: ۵۷، دار ابن الجوزی، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الدین النصیحة، صفحه: ۸۵، رقم الحدیث: ۱۹۴، دار المعرفة بیروت)

۱۳- "سَدِّدُوْا وَقَارِبُوْا"

ترجمہ: میانہ روی اختیار کرو اور صحیح بات کا قصد کرو۔

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(المعجم الکبیر، جلد: ۲۰، صفحه: ۱۶۷، دار احیاء التراث العربی بیروت، صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر، صفحه: ۱۵، رقم الحدیث: ۳۹، صحیح مسلم، کتاب البر والصله، باب: ثواب المؤمن فیما یصیبه من مرض...... صفحه: ۱۱۷۸، رقم الحدیث: ۶۵۱۴، دار المعرفة بیروت، جامع ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، صفحه: ۷۰۳، رقم الحدیث: ۳۰۳۸، دار الکتب العلمیة بیروت)

۱۴- "شِرَارُکُمْ عُزَّابُکُمْ"

ترجمہ: تم میں سے شریر وہ ہیں جو بغیر بیویوں کے زندگی گزار دیتے ہیں۔

اسے امام ابن عدی نے روایت کیا ہے۔

تکمیل:

حضرت عطیہ بن بسر مازنی فرماتے ہیں کہ حضرت عکاف بن وداعہ ہلالی، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آئے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

سے فرمایا: اے عکاف! کیا تیری بیوی ہے؟ عرض کی: نہیں! فرمایا: لونڈی بھی نہیں ہے؟ عرض کی: نہیں! فرمایا: کیا تو تندرست اور خوشحال ہے؟ عرض کی: ہاں! الحمد للہ! فرمایا: پھر تو شیطانوں کے بھائیوں سے ہے یا تیرا تعلق عیسائیوں کے راہبوں سے ہے، پس تو ان میں سے ایک ہے حالانکہ تجھے ہم سے ہونا چاہئے، (جا!) اسی طرح کر جو تو کرتا ہے کیونکہ ہماری سنت تو نکاح ہے، تم میں سے شریر وہ ہیں جو بغیر بیویوں کے زندگی گزار دیتے ہیں اور تمہارے مردوں میں سے رذیل وہی ہوئے جو بغیر شادی کے زندگی گزار کر چلے گئے، کیا تم شیطانی کاموں میں مشق کرتے ہو؟ میں اپنے دل میں نیک مردوں اور عورتوں میں زیادہ مؤثر ہتھیار نہیں پاتا سوائے اس کے جو شادی کرنے والے ہیں، وہی پاکیزہ اور بدکلامی وفحش گوئی سے پاک ہیں تجھے افسوس! اے عکاف! بے شک وہ عورتیں، صواحب داؤد، یوسف اور کرسف ہیں۔ حضرت عطیہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کرسف کون ہیں؟ فرمایا: بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا جو سمندر کے کناروں میں سے کسی کنارے پر رہتا تھا، دن کو روزہ رکھتا اور رات کو قیام کرتا تھا، روزے اور نماز سے کبھی سست نہیں پڑتا تھا، اس کے بعد اس نے اللہ عظیم سے کفر کیا جس کا سبب ایک عورت بنی جس کے عشق میں وہ مبتلا ہو گیا تھا، پس اس نے وہ عبادت بھی ترک کر دی جو اس پر اس کے رب کی طرف سے فرض تھی، آخر کار اللہ نے اسے توبہ کی توفیق دی اور اسے سابقہ روش سے پھیر دیا، تجھے افسوس! اے عکاف! شادی کرو ورنہ تو تو گناہ گاروں میں سے ہے۔ حضرت عکاف نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! جب تک آپ میری شادی نہیں کریں گے، میں تو اسی حالت پر رہوں گا، آپ جس سے چاہیں (میری شادی کر دیں) پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اللہ کے نام اور اس کی برکت پر

تیرا نکاح کریمہ بنت کلثوم حمیری سے کیا۔

(المعجم الكبير، جزء: ١٨، صفحه: ٥٩، ٦٠، رقم الحديث: ١٥٨، دار احياء التراث العربي، مسند الشاميين، مكحول عن غضيف بن الحارث، جلد: ٤، صفحه: ٣٦٤، رقم الحديث: ٣٥٦٧، مؤسسة الرسالة بيروت، مسند ابي يعلىٰ، حديث عطية بن بسر، صفحه: ١٢١٨، رقم الحديث: ٦٨٥٠، دارالمعرفة بيروت، مسند احمد، حديث ابي ذر الغفاري، جلد: ١٢، صفحه: ٢٢٧، رقم الحديث: ٢١٣٤٢، دارالحديث قاهره مصر، المصنف لعبد الرزاق، كتاب النكاح، باب وجوب النكاح وفضله، جلد: ٦، صفحه: ١٣٧، رقم الحديث: ١٠٤٢٨، دارالكتب العلمية بيروت، مجمع الزوائد، كتاب النكاح، باب الحث على النكاح وماجاء في ذلك، جلد: ٥، صفحه: ٥٥، رقم الحديث: ٧٢٩٧، اكبر بك سيلرز)

۱۵-"اَلصَّبْرُ رِضًا"

ترجمہ: صبر (رضائے الٰہی پر) راضی رہنا ہے۔

اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

(ابن عساكر، تاريخ دمشق الكبير، جلد: ٢٥، صفحه: ٢٤٧، دارالفكر بيروت)

۱۶-"اَلصَّوْمُ جُنَّةٌ"

ترجمہ: روزہ ڈھال ہے۔

اسے امام نسائی نے روایت کیا ہے۔

(سنن نسائي، كتاب الصيام، باب: ذكر الاختلاف على محمد بن ابي يعقوب في حديث ابي امامة في فضل الصائم، صفحه: ٤٥٣، رقم الحديث: ٢٢٢٢، ٢٢٢٤، ٢٢٢٣، دارالمعرفة بيروت، صحيح بخاري، كتاب التوحيد، باب: قول الله تعالىٰ "يريدون ان يبدلوا كلم الله" صفحه: ٨٨٠، رقم الحديث: ٧٤٩٢، دار ابن الجوزي، قاهره

مصر، صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب: فضل الصیام، صفحہ: ۵۱۲، رقم الحدیث: ۲۶۹۹، دارالمعرفۃ بیروت)

یعنی روزہ گناہوں سے بچنے کی بھی ڈھال ہے اور عذاب جہنم سے بچنے کی بھی۔

۱۷-"اَلطِّیَرَۃُ شِرْكٌ"

ترجمہ: بدفالی شرک ہے۔

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبداللہ بن مسعود، جلد: ۳، صفحہ: ۲۲۲، رقم الحدیث: ۳۶۸۷، دارالحدیث قاہرہ، مسند احمد، مسند عبداللہ بن عباس، جلد: ۳، صفحہ: ۳۷۴-۳۷۳، رقم الحدیث: ۴۱۷۱، دارالحدیث قاہرہ، مسند احمد، مسند عبداللہ بن عباس، جلد: ۳، صفحہ: ۳۸۰، رقم الحدیث: ۴۱۹۴، دارالحدیث قاہرہ، سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب: فی الطہرۃ، جلد: ۴، صفحہ: ۲۱، رقم الحدیث: ۳۹۱۰، دارالمعرفۃ، جامع ترمذی، کتاب السیر، باب ماجاء فی الطیرۃ، صفحہ: ۴۴۱، رقم الحدیث: ۱۶۱۴، دارالکتب العلمیۃ بیروت، سنن ابن ماجۃ، ابواب الطب، باب: من کان یعجبہ الفال ویکرہ الطہرۃ، جلد: ۳، صفحہ: ۲۴۰، رقم الحدیث: ۳۵۳۸، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، فیصل آباد)

۱۸-"اَلْعَارِیَۃُ مُؤَدَّاۃٌ"

ترجمہ: "یہ عاریت ہے، اس کی ادائیگی کی جائے۔"

اسے امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

(مستدرک علی الصحیحین، کتاب البیوع، جلد: ۲، صفحہ: ۵۵، رقم الحدیث: ۲۳۰۱، دارالکتب العلمیۃ بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب الاجارۃ، باب: فی تضمین العاریۃ، جلد: ۳، صفحہ: ۴۰۰، رقم الحدیث: ۳۵۶۶، دارالمعرفۃ بیروت، جامع ترمذی، کتاب البیوع، باب ماجاء ان العاریۃ مؤداۃ، صفحہ: ۳۲۹، رقم الحدیث: ۱۲۶۵،

دار الكتب العلمية بيروت، سنن ابن ماجة، ابواب الصدقات، باب العارية، جلد: ۲، صفحه: ۳۵۳، رقم الحديث: ۲۳۹۸۰، مكتبه اسلاميه، لاهور)

تکمیل:

مکمل حدیث شریف یوں ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن صفوان بن امیہ سے کچھ زرہیں اور نیزے کے پھل عاریتاً لیے، اس نے کہا:

یارسول اللہ! کیا یہ عاریت ہے؟ اس کی ادائیگی کی جائے گی؟

فرمایا: یہ عاریت ہے اس کی ادائیگی کی جائے گی۔

(مستدرك حاكم، جلد: ۲، صفحه: ۵۵، رقم الحديث: ۲۳۰۱، دار الكتب العلمية بيروت)

۱۹- "اَلْعِدَةُ دَيْنٌ"

ترجمہ: عدت قرضہ ہے۔

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(المعجم الصغير، باب من اسمه حمزه، صفحه: ۳۴۴، رقم الحديث: ۴۱۹، شبير برادرز لاهور، المعجم الاوسط، باب من اسمه حمزه، جلد: ۳، صفحه: ۵۲۲، رقم الحديث: ۳۵۱۴، شبير برادرز لاهور)

۲۰- "اَلْعَيْنُ حَقٌّ"

نظر (بد) حق ہے، اسے بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحيح بخاری، كتاب الطب، باب: العين حق، صفحه: ۶۹، رقم الحديث: ۵۷۴۰، دار ابن جوزی، صحيح مسلم، كتاب السلام، باب: الطب والمرض والبرقی، صفحه: ۱۰۲۶، رقم الحديث: ۵۶۶۵،

دارالمعرفة، سنن ابوداؤد، کتاب الطب، باب: ماجاء في العين، جلد: ۴، صفحه: ۱۱، رقم الحديث: ۳۸۷۹، دارالمعرفة بيروت)

۲۱-"اَلْغَنَمُ بَرَكَةٌ"

ترجمہ: بکری میں برکت ہے۔

اسے ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔

(مسند ابي يعلىٰ، مسند البراء بن عازب، صفحه: ۴۰۲، رقم الحديث: ۱۷۰۹، دارالمعرفة بيروت)

(یہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے)

۲۲-"اَلْفَخِذُ عَوْرَةٌ"

ترجمہ: "ران بھی شرم گاہ ہے۔"

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(ترمذی، کتاب الادب، باب ماجاء ان الفخذ عورة، صفحه: ۶۵۴، رقم الحديث: ۲۷۹۶، دارالكتب العلمية بيروت)

۲۳-"قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ"

ترجمہ: سفر سے لوٹنے والے "مجاہدین کی طرح ہیں۔

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبدالله بن عمرو، جلد: ۵، صفحه: ۱۹۱، رقم الحديث: ۶۶۲۵، دارالحديث قاهره، مستدرك على الصحيحين، كتاب الجهاد، جلد: ۲، صفحه: ۸۳، رقم الحديث: ۲۳۹۹، دارالكتب العلمية بيروت، سنن ابی داؤد، كتاب الجهاد، باب فی فضل الفضل فی سبيل الله تعالىٰ، جلد: ۳، صفحه: ۸، رقم الحديث: ۲۴۸۷، دارالمعرفة بيروت)

شرح حدیث:

اس سے مراد وہ مسافر ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلتے ہیں جیسے دین و اسلام حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا جیسے حدیث پاک میں بھی ہے کہ جس نے علم دین حاصل کرنے کے لئے سفر کرنا تو فرشتے اس کے پاؤں تلے اپنے پر بچھاتے ہیں اور سمندر میں رہنے والی مچھلیاں بھی اس کے لئے دعا کرتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی راستے میں علم طلب کرتے ہوئے چلا۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی طرف راہ آسان کر دے گا۔

حضرت انس سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو علم کی تلاش میں نکلا وہ اللہ کے راستے میں ہے یہاں تک کہ گھر لوٹ آئے۔

حضرت سنجرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے علم کو طلب کیا وہ اس کے سابقہ گناہوں کے لئے کفارہ ہوگا۔

۲۴۔"قَیِّدْ وَ تَوَکَّلْ"

ترجمہ: اسے باندھ کر رکھو اور پھر بھروسہ کرو۔

اسے امام بیہقی نے روایت کیا ہے۔

تکمیل:

حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑوں اور پھر بھروسہ کروں؟ آپ نے فرمایا: اسے باندھ کر رکھو اور پھر بھروسہ رکھو۔ (شعب الایمان، باب التوکل والتسلیم، جلد: ۲، صفحہ: ۸۰، رقم

الحدیث: ۱۱۲۱، دار الکتب العلمیة، صحیح ابن حبان، کتاب الرقائق، باب ذکر الاخبار بان المرء...... صفحه: ۲۰۲، رقم الحدیث: ۷۳۱، دار المعرفة بیروت)

تکمیل:

مکمل حدیث شریف یوں ہے:

حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: میں اپنی اونٹنی کو کھلا چھوڑ دوں اور پھر بھروسہ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلے اسے باندھ رکھو پھر بھروسہ رکھو۔

(ابن حبان، شعب الایمان، مستدرك حاکم، مجمع الزوائد، مسند الشهاب)

۲۵-"اَلْکُبْرَ الْکُبْرَ"

ترجمہ: بڑا آدمی بات کرے، اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب: باب القسامة، صفحه: ۱۱۸، رقم الحدیث: ۶۸۹۸، دار ابن جوزی، صحیح مسلم، کتاب القسامة والمحاربین، والقصاص، والدیات، صفحه: ۷۸۲، رقم الحدیث: ۴۳۱۸، دار المعرفة بیروت، سنن ابو داؤد، کتاب الدیانات، باب: الفضل بالقسامة، جلد: ۴، صفحه: ۲۳۳، رقم الحدیث: ۴۵۲۰، ۴۵۲۱، دار المعرفة بیروت، جامع ترمذی، کتاب الدیانات، باب: ماجاء فی القسامة، صفحه: ۳۶۴، رقم الحدیث: ۱۴۲۲، دار الکتب، السنن الکبرٰی، کتاب القسامة، باب: تبدئة اهل الدم فی القسامة، صفحه: ۹۱۷، ۹۱۶، ۹۱۵، رقم الحدیث: ۴۷۲۶، ۴۷۲۵، ۴۷۲۴، ۴۷۲۸، دار المعرفة بیروت)

تکمیل:

مکمل حدیث شریف ہم بخاری شریف سے نقل کرتے ہیں۔

حضرت بشیر بن یسار کا بیان ہے کہ انصار سے ایک آدمی سہل بن ابو حثمہ کہا جاتا تھا، انہوں نے اسے بتایا کہ ان کی قوم کے کچھ لوگ خیبر کی طرف گئے وہاں جا کر وہ جدا جدا ہو گئے اور انہوں نے اپنے میں ایک مقتول کو پایا، لہٰذا جن لوگوں میں اس کی لاش ملی تھی ان سے کہا گیا کہ آپ نے ہمارے ایک ساتھی کو قتل کر دیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے قتل نہیں کیا اور نہ ہمیں قاتل کا کوئی پتہ ہے، پس یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے: یا رسول اللہ! ہم خیبر کی طرف گئے تو ہم نے اپنے میں سے ایک مقتول پایا۔ آپ نے فرمایا کہ بڑا آدمی بات کرے، پھر ارشاد ہوا کہ تم گواہ پیش کر دو گے کہ کس نے قتل کیا ہے؟ عرض گزار ہوئے کہ ہمارے پاس تو کوئی گواہ نہیں۔ فرمایا کہ پھر تو قسم ہو گی۔ وہ عرض گزار ہوئے کہ ہم تو یہودیوں کی قسم سے مطمئن نہیں ہوں گے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ناپسند فرمایا کہ اس کا خون رائیگاں جائے، چنانچہ آپ نے صدقہ کے اونٹوں سے ایک سو مقتول کے ورثاء کو مرحمت فرما دیئے۔ (بخاری شریف)

۲۶- "مَوَالِیْنَا مِنَّا"

ترجمہ: ہمارے آزاد کردہ غلام ہم میں سے ہیں۔

اسے امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

(معجم اوسط، من اسمہ: عبدان، جلد: ۴، صفحہ: ۳۶۱، رقم الحدیث: ۴۵۴۹، شبیر برادرز لاہور)

۲۷- "اَلْمُؤْمِنُ مُکَفَّرٌ"

ترجمہ: مومن سخی ہوتا ہے۔

اسے امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

(مستدرک علی الصحیحین، کتاب الایمان، جلد: ۱، صفحہ: ۱۲۵، رقم الحدیث: ۱۹۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت، البحر الزخار

المعروف بمسند البزار، جلد: ۳، صفحه: ۳۳۲، رقم الحديث: ۱۱۲۹، دارالکتب العلمية بيروت)

۲۸-"اَلْمُحْتَكِرُ مَلْعُوْنٌ"

ترجمہ: ذخیرہ اندوز لعنتی ہے۔

اسے امام حاکم نے روایت کیا ہے۔

(مستدرك على الصحيحين، كتاب البيوع، جلد: ۲، صفحه: ۱۴، رقم الحديث: ۲۱۶۴، دارالكتب العلمية بيروت، ابن ماجه، ابواب التجارات، باب الحكرة والجلب، جلد: ۲، صفحه: ۴۶۹، رقم الحديث: ۲۱۵۳، مكتبه اسلاميه لاهور، مسند عبد بن حميد، جلد: ۱، صفحه: ۸۹، رقم الحديث: ۳۳، دارالبلنسية، سنن الدارمی، كتاب البيوع، باب النهی عن الاحتكار، جلد: ۲، صفحه: ۳۶۴، رقم الحديث: ۲۵۸۶، انصار السنة پبلی کیشنز لاهور، سنن الكبریٰ للبيهقی، كتاب البيوع، باب ماجاء فی الاحتكار، جلد: ۶، صفحه: ۵۸، رقم الحديث: ۱۱۱۵۱، دارالحديث قاهره مصر)

۲۹-"اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ"

ترجمہ: جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔ اسے ائمہ اربعہ نے نقل کیا ہے۔

(سنن ابی داؤد، كتاب الادب، باب: فی المشورة، جلد: ۴، صفحه: ۴۳۱، رقم الحديث: ۵۱۲۸، دارالمعرفة بيروت، جامع ترمذی، كتاب الادب، باب: ماجاء ان المستشار مؤتمن، صفحه: ۶۵۸، رقم الحديث: ۲۸۲۲، دارالكتب العلمية بيروت، سنن ابن ماجة، ابواب الادب، باب: المستشار مؤتمن، جلد: ۳، صفحه: ۳۰۲، رقم الحديث: ۳۷۴۵، مكتبه اسلاميه لاهور، مستدرك على الصحيحين، كتاب الاطعمة، جلد: ۴، صفحه: ۱۴۶-۱۴۵، رقم الحديث: ۷۱۷۸، دارالكتب العلمية بيروت، مسند احمد، حديث عقبة بن عمرو الانصاری، جلد: ۱۲، صفحه: ۴۹۱، رقم الحديث: ۲۲۲۶۰،

دار الحدیث قاهره)

۳۰-''اَلْمُنْتَعِلُ رَاکِبٌ''

ترجمہ: جوتا پہننے والا بھی سوار ہے۔اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

(تاریخ دمشق الکبیر، جلد: ۲۸، صفحه: ۴۴، دار الفکر بیروت)

۳۱-''اَلنَّارُ جُبَارٌ''

آگ رائیگاں ہے (یعنی کوئی جانور اگر آگ میں جل کر مر جائے تو رائیگاں ہے)

(سنن ابی داؤد، کتاب الدیانات، باب: فی النار تعدی، جلد: ۴، صفحه: ۲۶۰، رقم الحدیث: ۴۵۹۴، دار المعرفة بیروت، سنن ابن ماجة، ابواب الدیات، باب الجبار، جلد: ۲، صفحه: ۴۵۴، رقم الحدیث: ۲۶۷۶، مکتبه اسلامیه)

۳۲-''اَلنَّارُ عَدُوٌّ''

آگ دشمن ہے۔اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبدالله بن عمر رضی الله عنهما، جلد: ۴، صفحه: ۲۳۱، رقم الحدیث: ۵۶۴۱، دار الحدیث قاهره مصر)

شرح حدیث:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ دشمن ہے پس اس سے بچے، یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رات کو سونے سے قبل اپنے گھر میں جہاں بھی آگ جل رہی ہوتی ہے اسے بجھا کر سوتے۔(ایضاً)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک گھر میں آگ لگ گئی، جب یہ بات سرکار کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اطہر میں عرض کی گئی

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
بے شک یہ آگ تمہاری دشمن ہے پس جب تم سونے لگو تو اس کو بجھا کر سویا کرو۔
(مسند احمد، حديث ابى موسىٰ الاشعرى، جلد: ۱۱، صفحه: ۳۶۹، رقم الحديث: ۱۹۴۶۳، دارالحديث قاهره)

۳۳-"اَلنَّبِيُّ لَا يُوْرَثُ"

ترجمہ: نبی کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ اسے امام ابویعلیٰ نے روایت کیا ہے۔
(المطالب العالية، جلد: ۸، صفحه: ۴۷، رقم الحديث: ۱۵۴۹، مسند احمد، مسند ابى بكر الصديق، جلد: ۱، صفحه: ۱۷۱، رقم الحديث: ۶۰، دارالحديث قاهره، تاريخ المدينة المنورة، باب: ذكر فاطمة و العباس وعلى رضى الله عنهم و طلب ميراثهم من تركة النبى صلى الله عليه وسلم، جلد: ۱، صفحه: ۱۲۴، رقم الحديث: ۵۵۲، دارالكتب العلمية بيروت، السنن الكبرىٰ للبيهقى، كتاب قسم الفى والغنيمة، جلد: ۶، صفحه: ۵۷۶، رقم الحديث: ۱۲۷۴۳، دارالحديث قاهره مصر)

۳۴-"اَلنَّدَمُ تَوْبَةٌ"

ترجمہ: ندامت بھی توبہ ہے۔
اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔
(مسند احمد، مسند عبدالله بن عباس، جلد: ۳، صفحه: ۱۷۵، رقم الحديث: ۳۵۶۸، دارالحديث قاهره)

۳۵-"اَلْوِتْرُ بِلَيْلٍ"

ترجمہ: وتر رات کی نماز ہے۔
اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔
(مسند احمد، مسند ابى سعيد الخدرى، جلد: ۷، صفحه: ۵۳۶، رقم الحديث: ۱۰۹۴۳، دارالحديث قاهره، مسند ابى يعلىٰ، مسند ابى سعيد الخدرى، صفحه: ۲۷۶، رقم الحديث: ۱۲۰۹، دارالمعرفة

بیروت)

۳۶-"لَا تَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ"

ترجمہ: تم موت کی تمنا نہ کرو۔

اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

(سنن ابن ماجه، ابواب الزهد، باب: فی البناء والخراب، جلد: ۳، صفحه: ۴۸، رقم الحديث: ۴۱۶۳، مکتبه اسلامیه لاهور)

۳۷-"لَا تَغْضَبْ"

ترجمہ: غصہ نہ کرو۔

اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

(صحیح بخاری، کتاب الادب، باب: الحذر من الغضب، صفحه: ۷۲۹، رقم الحديث: ۶۱۱۶، دار ابن الجوزی، قاهره، مصر، جامع ترمذی، کتاب البر والصلة، صفحه: ۴۸۹، رقم الحديث: ۲۰۲۰، دارالكتب العلمية بيروت)

۳۸-"لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ"

ترجمہ: نہ کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ بدلے میں نقصان پہنچانا جائز ہے۔

اسے امام احمد نے روایت کیا ہے۔

(مسند احمد، مسند عبدالله بن عباس، جلد: ۲، صفحه: ۵۸۷، رقم الحديث: ۲۸۶۷، دار الحديث قاهره مصر، سنن ابن ماجة، ابواب الاحكام، باب: من بنى فى حقه ما يضر بجاره، جلد: ۲، صفحه: ۳۳۲، رقم الحديث: ۲۳۴۱، مکتبه اسلامیه لاهور)

۳۹-"لَا وَصِيَّةَ لِوَارِثٍ"

ترجمہ: وارث کے لئے وصیت نہیں ہے۔

اسے دار قطنی نے روایت کیا ہے۔

(سنن دارقطنی، کتاب الوصایا، جلد: ۳، صفحه: ۴۱۷، رقم الحدیث: ۴۲۱۹-۴۲۱۸، دار القدس بیروت، سنن دارقطنی، کتاب الوصایا، جلد: ۳، صفحه: ۴۱۸، رقم الحدیث: ۴۲۲۱، دار القدس بیروت، جامع ترمذی، کتاب الوصایا، باب: ماجاء لا وصية لوارث، صفحه: ۵۱۱، رقم الحدیث: ۲۱۲۱، دار الكتب العلمية)

۴۰-"يَدُ اللهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کا دست قدرت جماعت پر ہے۔

اسے امام ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(جامع ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة، صفحه: ۵۲۳، رقم الحدیث: ۲۱۶۷-۲۱۶۶، دار الكتب العلمية)

۴۱-"اَلْيُمْنُ حُسْنُ الْخُلْقِ"

ترجمہ: برکت حسن اخلاق ہے۔

اسے امام خرائطی نے روایت کیا ہے۔

(مكارم الاخلاق ومعالبها ومحمود طرائقها، صفحه: ۳۱، رقم الحدیث: ۳۹، دار الكتب العلمية بيروت، مسند الشهاب، باب: البر حسن الخلق، صفحه: ۹۷، رقم الحدیث: ۵۴، مكتبه اسلاميه لاهور)

وَقَدْ رِوَاهُ الْحَسَنَ، عَنِ الْحَسَنِ عَنْ اَبِى الْحَسَنِ، عَنْ جَدِّ الْحَسَنِ

"اِنَّ اَحْسَنَ الْحَسَنِ الْخُلُقُ الْحَسَنُ"

ترجمہ: اور تحقیق روایت کیا حسن نے حسن سے، انہوں نے ابی الحسن سے، انہوں نے جد الحسن سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک بہترین حسن، حسن اخلاق ہے۔

ہمارے شیخ المشائخ امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تخریج کی

ہے اور یہ حدیث بھی حسن ہے اور اس کی سند بھی حسن ہے۔

(الجامع الصغیر فی احادیث البشیر والنذیر، صفحہ: ۱۳۳، رقم الحدیث: ۲۱۸۳، دارالکتب العلمیۃ بیروت، تاریخ دمشق الکبیر، جلد: ۱۳، صفحہ: ۱۱۷-۱۱۶، دارالفکر بیروت)

اختتامی کلمات ودعاء:

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ ہم سب کو اخلاق حسنہ، رزق حلال وطیب، علم نافع، عمل صالح، خلوص نیت، خاتمہ بالخیر اور جنت جو کہ دارالامان ہے، میں جگہ عطا فرمائے، اور سلام ہو تمام انبیائے کرام ورسولان عظام پر، اور تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔

○

رحمتوں کے تاج والے دو جہاں کے راج والے
عرش کی معراج والے عاصیوں کی لاج والے

یا نبی سلام علیک - یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک - صلوٰۃ اللہ علیک

ہوا جب تیرا اشارا کیا چاند کو دو پارا
حق کے تم ہو حق تمہارا عاصیوں کو ہو سہارا

یا نبی سلام علیک - یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک - صلوٰۃ اللہ علیک

اک اور عرض کریں ہم میرے مولا جب مریں ہم
کلمہ آپ کا پڑھیں ہم اور بعد اس کے یہ کہیں ہم

یا نبی سلام علیک - یا رسول سلام علیک
یا خبیب سلام علیک - صلوٰۃ اللہ علیک

از طفیل غوث اعظم بادشاہ ہر دو عالم
صدقۂ امام اعظم دور ہوں سبھی کے رنج و غم

یا نبی سلام علیک - یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک - صلوٰۃ اللہ علیک

اے خدا کے لاڈلے پیارے رسول
یہ سلام عاجزانہ ہو قبول

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس کے آگے کھچی گردنیں جھک گئیں
اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

جس طرف اٹھ گئیں دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

دور نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا
موج بحر سخاوت پہ لاکھوں سلام

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں
انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

کھائی قرآں نے خاک گذر کی قسم
اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

بے عذاب و عتاب و حساب و کتاب
تا ابد اہل سنت پہ لاکھوں سلام

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور
بھیجیں سب انکی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام